تفسیر لاہوری

جلد دوم

درسی افادات

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ

ضبط و تالیف

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ

تکمیل و نگرانی

مولانا راشد الحق سمیع

مدیر اعلیٰ مجلہ "الحق" و موتمر المصنفین

ترتیب و تدوین

مولانا محمد فہد حقانی

رکن موتمر المصنفین

موتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

(جلد دوم)

تفسیر لاہوری

افادات

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ

ضبط و تالیف

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ

تکمیل و نگرانی

مولانا راشد الحق سمیع

مدیر اعلیٰ مجلہ "الحق" و موتمر المصنفین

ترتیب و تدوین

مولانا محمد فہد حقانی

رکن موتمر المصنفین

موتمر المصنفین

جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

تفسیرِ لاہوری

(جلد دوم)

درسی افادات	....	حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ (بانی "خدام الدین" لاہور)
ضبط و تالیف	....	شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ (مہتمم جامعہ حقانیہ)
تکمیل و نگرانی	....	مولانا حافظ راشد الحق سمیع (صدر مؤتمر المصنفین و مدیر اعلیٰ "الحق")
ایمان نظر	....	حضرت مولانا انوار الحق و مولانا حامد الحق حقانی (مہتمم، نائب مہتمم جامعہ)
ترتیب و تدوین	....	مولانا محمد فہد حقانی (رفیق مؤتمر المصنفین)
کمپوزنگ	....	جناب بابر حنیف، مولانا محمد نعمان
نظر ثانی	....	مولانا عبدالقیوم حقانی، مولانا محمد اسلام حقانی، مفتی ذاکر حسن نعمانی، مولانا اسرار مدنی، مولانا حبیب اللہ حقانی، قاری اسد اللہ، مفتی شکیل احمد
ضخامت	....	560 صفحات
تعداد	....	1100
اشاعت اول	....	نومبر ۲۰۲۲ء
ویب سائٹ	....	www.jamiahaqqania.edu.pk
ای میل	....	editor_alhaq@yahoo.com
برائے رابطہ	....	0923-630435 - 0315 9898998 -0333 9167789

مؤتمر المصنفین ..... جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

القاسم اکیڈمی ..... جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد نوشہرہ

ناشر .... حافظ محمد یاسین، الحافظ کتب خانہ اکوڑہ خٹک

(ضروری گزارش)

تفسیر لاہوری کی تصحیح و اشاعت میں ممکنہ حد تک کوشش کی گئی ہے کہ کمپوزنگ اور پرنٹنگ میں غلطیاں نہ رہیں لیکن پھر بھی انسان ہونے کے ناطے غلطی کا امکان رہتا ہے اس لئے ازراہ کرم کسی طرح کی غلطی کا علم ہونے پر ہمیں مطلع فرمائیں (ناشر حافظ کتب خانہ)

فہرست

رکوع (۲۶)

رکوع (۲۷)

رکوع (۲۸)

رکوع (۲۹)

رکوع (۳۰)

رکوع (۳۱)

رکوع (۳۲)

رکوع (۳۳)

رکوع (۳۴)

رکوع (۳۵)

رکوع (۳٦)

رکوع (۳۷)

رکوع (۳۸)

رکوع (۳۹)

رکوع (۴۰)

سورة آل عمران

رکوع (۱)

رکوع (۲)

رکوع (۳)

رکوع (۴)

رکوع (۵)

رکوع (۶)

رکوع (۷)

رکوع (۸)

رکوع (۹)

رکوع (۱۰)

رکوع (۱۱)

رکوع (۱۲)

رکوع (۱۳)

رکوع (۱۴)

رکوع (۱۵)

رکوع (۱۶)

رکوع (۱۷)

رکوع (۱۸)

رکوع (۱۹)

رکوع (۲۰)

سورة النساء

رکوع (۱)

رکوع (۲)

رکوع (۳)

رکوع (۴)

رکوع (۵)

رکوع (٦)

رکوع (۷)

رکوع (۸)

رکوع (۹)

رکوع (۱۰)

رکوع 26

سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ كَمْ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ اٰیَةٍۭ بَیِّنَةٍ ؕ

بنی اسرائیل سے پوچھیے کہ ہم نے انہیں کتنی روشن دلیلیں دیں

وَمَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ

اور جو اللہ کی نعمت کو بدل دیتا ہے بعد اس کے کہ وہ اس کے پاس آ چکی ہو تو بیشک

اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿٢١١﴾ زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا الْحَیٰوةُ

اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ کافروں کو دنیا کی زندگی بھلی لگتی ہے

وقف لازم

الدُّنْیَا وَیَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِیْنَ

اور وہ ان لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں جو ایمان لائے حالانکہ جو لوگ

اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ

پرہیزگار ہیں وہ قیامت کے دن ان سے بالاتر ہوں گے اور اللہ جسے چاہے

بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿٢١٢﴾ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ

بے حساب رزق دیتا ہے۔ سب لوگ ایک دین پر تھے پھر اللہ نے

اللّٰهُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ ۪ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ

انبیاء خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بھیجے اور ان کے ساتھ سچی کتابیں

الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِیَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا

نازل کیں تاکہ لوگوں میں اس بات میں فیصلہ کرے جس میں اختلاف کرتے

فِيهِ ۚ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا

تھے اور اس میں اختلاف نہیں کیا مگر انہیں لوگوں نے جنہیں وہ (کتاب) دی گئی تھی اس کے بعد

جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۖ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ

کہ ان کے پاس روشن دلیلیں آ چکی تھیں آپس کی ضد کی وجہ سے پھر اللہ نے اپنے حکم سے

آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ ۗ وَاللَّهُ يَهْدِي

ہدایت کی ان کو جو ایمان والے ہیں اس حق بات کی جس میں وہ اختلاف کر رہے تھے اور اللہ

مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٢١٣﴾ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ

جسے چاہے سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ

تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ

جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ تمہیں وہ (حالات) پیش نہیں آئے جو ان لوگوں کو پیش آئے

قَبْلِكُمْ ۖ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ

جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں انہیں سختی اور تکلیف پہنچی اور ہلا دیئے گئے یہاں تک کہ

يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ ۗ

رسول اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے بول اٹھے کہ اللہ کی مدد کب ہو گی

أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ﴿٢١٤﴾ يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ ۖ

سنو بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔ آپ سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں

قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَ

کہہ دو جو مال بھی تم خرچ کرو وہ ماں باپ اور رشتہ داروں اور

الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَ مَا تَفْعَلُوْا

یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کا حق ہے اور جو نیکی تم

مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿٢١٥﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمُ

کرتے ہو سو بے شک اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔ تم پر جہاد فرض

الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَ عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا

کیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور ممکن ہے تم کسی چیز کو ناگوار سمجھو

وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ شَرٌّ

اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے

ع ٢٦ ١٠ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٢١٦﴾ ع

مضر ہو اور اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

رکوع (۲۶)

خلاصہ: تمہید قتال کے بعد اعادہ حکم قتال

ماخذ: كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (البقرة:۲۱۶)

مسلمانوں کو بنی اسرائیل کے حالات سے عبرت کی تلقین اور تنبیہ

سَلْ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَمْ آتَيْنَاهُم مِّنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ وَمَن يُبَدِّلْ نِعْمَةَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ: پہلے رکوع میں یہ بتایا گیا کہ تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بتائے ہوئے نظام الاوقات کو ماننا چاہیے، اس کا مخالف پہلو یہ ہے کہ کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر یقین نہ کرے وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ یعنی بادلوں کے سائے میں آجائے، اب غلط کاروں کا نمونہ پیش کیا جا رہا ہے کہ بنی اسرائیل نے نبی کی ارشادات کی توہین کی تو وہ ملعون ہوگئے، اس لئے یہود کی حالت سے عبرت حاصل کرو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو، اس سے پہلے رکوع ۲۵ میں حکم دیا کہ اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً اور استقامت پر رہنے کی تلقین کی فَإِن زَلَلْتُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ میں ہے کہ اسلام کا نقشہ تمہیں بتلا دیا گیا ہے کہ اس میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ، اب یہاں بنی اسرائیل کا قصہ عبرتاً بیان ہوا ہے کہ وہ پھسل گئے (یعنی بنی اسرائیل کا قصہ عبرتاً اس وجہ سے ذکر ہے کہ) اس میں مسلمانوں کو تنبیہ مقصود ہے کہ اگر تم خدا تعالیٰ کے احکام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے قدری کرتے ہو تو بنی اسرائیل سے پوچھو کہ بے قدری کرنے پر کیا نتائج مرتب ہوئے؟ انہیں تختہ مشق بنایا گیا انہوں نے ترمیم و تنسیخ کی تو ان کی بری حالت بنی اور ذلیل ہوئے، مثالیں بطور سبق کے ہوتی ہیں تو یہاں

عبرت وتذکیراور سبق دلانا مقصود ہے کہ ان کی حالت تو یہ ہے کہ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِیْقًا كَذَّبْتُمْ وَ فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ(البقرۃ:۸۷) اور ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً نہیں ہوتے اگر مرضی کے مطابق پیغام انہیں آیا تو مانا ورنہ نہیں تم (مسلمانوں) ایسا نہ کرنا۔

کفراعتقادی اور کفر عملی کی وجہ: دنیا کی محبت وطلب

زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَ یَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَاللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ: انسان احکام الٰہی سے کیوں بدکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے تجویز کردہ راستے سے کیوں ہٹتا ہے؟ حالانکہ ہٹنے والے کو کافر کہتے ہیں اور صحیح تعلیم ملنے کے بعد بھی جو لوگ عناد پر جمے رہیں ان کا کفر مسلّم ماننا چاہیے تو فرمایا کہ وہ کیوں کافر ہوتے ہیں؟ تو اس کے جواب میں فرمایا کہ زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا کہ دنیا کی زیب وزینت کو وہ محبوب و مطلوب بنا دیتے ہیں آخرت کو بھلا دیتے ہیں تو حق کے راستے سے ہٹ جاتے ہیں، پھر اتنا ہٹ جاتا ہے کہ اہل حق کا مذاق اڑاتا ہے، ایک کفر لسانی ہے اور ایک کفر اعتقادی، یہ ظاہر کا کفر تو نہیں کرتے لیکن باطنی اعتقادی کافر ہو جاتے ہیں، پابند شرع لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں، میں کہا کرتا ہوں کہ كَفَرُوا سے گنگا رام لدھا رام مراد نہیں ہے بلکہ الذی لا یسلم الاحکام الشرعیۃ (جو احکام شریعت کو تسلیم نہ کریں) اگرچہ اس کا نام محمد دین اور اللہ دین ہو، مسلمان وہ ہے جو احکام الٰہی مانے زبان سے بھی اور اسے عمل میں لائے، اگر دل سے نہ مانے تو بے ایمان ہے اور اگر عمل میں نہ لائے تو فاسق ہے (مومن تو رہے گا) من لم یصم فی رمضان فھو فاسق ومن لم یحج فھو فاسق ومعنی الفاسق فی الھندی بدمعاش ''جو رمضان میں روزہ نہ رکھے وہ فاسق ہے جو حج نہ کرے وہ فاسق ہے فاسق کو اردو میں بدمعاش کہتے ہیں'' جب معیار ان کے ہاں ظاہرداری ہو جائے تو دنیا سے محبت کرنے لگتے ہیں، میں سب یورپین لوگوں کو احمق مانتا ہوں وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ترقی کر رہے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ وہ تو ذلت کی طرف جا رہے ہیں چاند تک پہنچ گیا تو کیا ہوا موت کے بعد کے لئے انہوں نے کچھ سوچا ہی نہیں۔

قانون کی پاسداری کرنے والوں کا تمسخر جرم بالائے جرم

لوگ جب دیکھتے ہیں کہ مصلحین اخلاق کے پاس دنیوی ساز وسامان نہیں ہے تو ان کا

تمسخر اڑاتے ہیں اگر ان کی نظر حقائق پر ہوتی تو جان لیتے کہ اخلاق ہی انسان کی حقیقی دولت ہیں، ان تمسخر پیشہ لوگوں کو اتنا ذلیل کر دینا چاہیے کہ یہ تمسخر نہ اڑا سکیں اس لئے کہ قانون کی پابندی نہ کرنا ایک جرم ہے لیکن قانون کا تمسخر اڑانا یا پابندی قانون کی تعلیم دینے والوں کو سرِ عام مشق استہزاء بنانا دوسرا جرم ہے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ تمسخر اڑانے والوں کے قطعی انسداد کی کوشش کرے۔ حالانکہ جو پرہیزگار ہیں وہ قیامت کے دن ان سے بالاتر ہونگے۔

دو نا قابل تسخیر قوتیں

مسلمانوں کو اس کام کے لئے کھڑے ہونا چاہیے، اگر ان کے پاس ساز و سامان موجود نہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنے لطف و فضل سے ضرور اس کا بندوبست فرما دے گا، ارادے کا استقلال اور انصاف کی پابندی دو ایسی قوتیں ہیں جن کا مقابلہ ساری دنیا نہیں کرسکتی یہی دو چیزیں سارے سرو سامان کا سرچشمہ ہیں۔

اصلاح خلق کے لئے انبیائے کرامؑ کی بعثت: اختلاف مزاج کا حل

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ : انسانوں کے لئے ضروری تھا کہ باوجود اختلاف مزاج کے ایک جماعت بن کر رہیں اور جب مختلف المزاج لوگ مل کر رہیں گے اختلاف ضرور رونما ہوگا، اس لازمی اختلاف کے حل کے لئے اللہ تعالیٰ انبیاءؑ کو مبعوث فرماتا رہا تو اس سلسلہ میں نوح علیہ السلام تشریف لائے نوح علیہ السلام سے پہلے امتیں بگڑی نہیں تھیں، مفسرین کا بیان ہے نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر وغیرہ کی قبر پرستی شروع کی تو بگڑے تو نوح علیہ السلام پہلے نبی ہیں مرسل من اللہ لاصلاح الخلق اور موحی من اللہ ان سے پہلے انبیاء کی بعثت لاصلاح الخلق نہیں ہوئی قبر پرستی نوح علیہ السلام کے زمانہ سے شروع ہے اور اب تک ہے پہلے انبیاء علیہم السلام ملہم من اللہ تو تھے لیکن مرسل من اللہ لاصلاح الخلق نہیں تھے تو اصل میں لوگ سب ایک ہی تھے۔ انبیاءؑ کی بعثت کے بعد جن کو مخاطب بنایا انہی میں دو جماعتیں بنیں ماننے والے اور انکار کرنے والے۔

احکام انبیاء علیہم السلام بدیہی اور ظاہر ہوتے ہیں

آپس کی ضد کے بناء پر انکار کر بیٹھے، یہ بھی ایک بہت بری شے ہے، احکام انبیاء علیہم السلام بدیہی اور ظاہر ہوتے ہیں، فطرت سلیمہ والے فوراً اس کو اخذ کر لیتے ہیں سننے کے ساتھ مانتے ہیں سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ان کے جذبات ہوتے ہیں بگڑنے والے اختلاف کرتے اور نہیں مانتے اور جو ان میں سے مان چکے تو ریت میں پانی کی طرح جذب ہو جاتے ہیں۔

اختلافی معاملات میں رہنمائی اور ہدایت

فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ: جن باتوں میں پہلے لوگ اختلاف کر چکے تھے۔ انہی اختلافی معاملات میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی رہنمائی فرمائی اور صحیح تعلیم دی، پہلا مقصد تو یہ تھا کہ تمسخر کرنے والوں کو روکا جائے، دوسرا یہ ہوا کہ اہل کتاب سے کتاب کو بچایا جائے جو اسے بگاڑنا چاہتے ہیں۔ اب حاصل یہ نکلا کہ سب فرقوں کے ساتھ لڑنا پڑے گا کیونکہ دوسرے فرقے اہل کتاب سے کم دشمن نہیں ہوں گے تو ایک طرح پر مسلمانوں کو ساری دنیا کے مقابلے کیلئے تیار کیا جا رہا ہے، ممکن ہے اس خیال سے مسلمانوں کے دلوں پر برا اثر پیدا ہو۔ جس کی اصلاح آئندہ آیت میں ہے۔

رکاوٹوں اور مصیبتوں کا مقابلہ کرنے کی تلقین

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ: مَتٰى نصر اللّٰه اس سے پہلے بنی اسرائیل کا ذکر ہے کہ وہ پیغمبر سے مقابلہ کرتے رہے اس لیے تمہیں بھی رکاوٹوں کا مقابلہ کرنا ہوگا، پہلے مسلمانوں پر اس قدر مصیبتیں ڈالی گئیں کہ قریب تھا کہ ہمت ہار بیٹھتے اور حق پرست کو مخالفین ضرور ستائیں گے اور ٹکرائیں گے مگر جیت ان کی ہو گی اس قدر حالات مصائب آتے ہیں کہ انبیاء مخلصین بھی انتظار کے یاس کے مرتبہ تک آ جاتے ہیں اور گھبرا جاتے ہیں جب حالت یہاں تک پہنچتی ہے اور حق پرست اپنی انتہائی طاقت صرف کر دیتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کی مدد آ جاتی ہے۔ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ (النمل: ٦٢) مُضْطَرّ وہی ہے جن کی ساری قوتیں صرف ہو

گئی ہوں اور کچھ حاصل نہ ہو تو فرماتے ہیں کہ جب مومن ہو گئے تو یہ خیال نہ کرنا کہ اب دکھ نہیں آئیں گے بلکہ ضرور آئیں گے۔

اقوام سابقہ کی بھی آزمائش

یہ آزمائش صرف آپ کے لئے نہیں ہے بلکہ اقوام سابقہ پر بھی یہ مصائب آتے رہے یعنی جس وقت تعلیم دیجائے گی تو بعض لوگ تو بالکل صاف ہو جائیں گے اور بعض ویسے کے ویسے رہیں گے یعنی بعض خدا پرست ہو جائیں گے اور بعض زر پرست اور خدا پرست زر پرستوں سے ٹکرائیں گے، یہاں تک کہ نبی اور مخلص آدمی بھی انتظار کرتے کرتے یاس کے مرتبہ تک آ گئے پھر امداد الٰہی ظہور میں آئی جب ان کے ارادے اور ہمتیں صرف ہو چکیں اور کچھ باقی نہ رہا تو پھر عمدہ نتیجے نکلنے لگے۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی توجیہ

مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ : اس سے وہ اپنی پست ہمتی ظاہر نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ ہماری جو طاقت تھی وہ صرف کر چکے ہیں اب تو ہی امداد کر تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس وقت تم امتحان میں کامیاب ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کی امداد قریب ہے۔ یہاں اس کی ایک توجیہ مشہور یہ ہے کہ انبیاء نے کفار کی تکالیف سے گھبرا کر یہ جملہ فرمایا لیکن اس میں بے صبری کا شائبہ لکھا ہے۔ اس واسطے مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی توجیہ بہتر ہے وھو ھذا انبیاءؑ نے گھبرا کہ یہ کلمہ نہیں کہا بلکہ جب اپنی طاقت صرف کر چکے اور فائدہ مرتب نہ ہوا تو جناب باری تعالیٰ میں عرض پرداز ہوئے کہ ہم نے اپنی طاقتیں صَرف کر دیں لیکن کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوا، اپنی امداد کے نزول کا وقت بیان فرما، تو دربار الٰہی سے جواب آیا اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ جب مسلمانوں کو انفاق کی تعلیم دی گئی تو انہوں نے مقدار انفاق دریافت کیا لیکن مقدار انفاق دریافت کرنے سے محل انفاق کا علم ضروری تھا اس واسطے جواب میں ذکر کیا گیا۔

اللہ کی راہ میں انفاق کا حکم

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ وَ الْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ : اب اللہ تعالیٰ کی راہ میں اسلام کے احیاء بقا کے لئے کتنا کچھ خرچ ہو گا (اللہ تعالیٰ کی راہ میں سب کچھ خرچ کریں گے پھر مصیبت آ گئی) کیونکہ اس کا تعلق عالم اسباب میں سے ہے، پہلے مسلمانوں کو صحیح مسلک دیا گیا

کہ مال کو اللہ تعالیٰ کیلئے صرف کریں، جب جان تک بھی صرف کرنی پڑے گی اور مال بھی صرف کرنا پڑے گا تو تب مصیبتیں تو آئیں گی، یا اس تک پہنچنا ہوگا اب جب انہوں نے مقدار خرچ کا پوچھا تو جواب فرمایا کہ مقدار معین نہیں جتنی توفیق ہو اور آسانی ہو۔

حکم انفاق بھی متعلقات جہاد میں سے ہے

انفاق کے بارے میں سوال ہوا اور یہ حکم بھی متعلقات جہاد میں سے ہے یعنی مال بجائے شاہی خزانہ میں داخل کرنے کے اپنے خویش اقرباء اور گرد و پیش پر خرچ کرو تا کہ ہر ایک مجاہد بن سکے کیونکہ جس وقت ان کو روپیہ دیا جائے گا اور روپیہ ان کے پاس وافر ہوگا تو آلات حرب بھی خریدیں گے یعنی گھوڑا، بندوق، تلوار دوسری بات یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بیت المال نہیں تھا۔

دین کی بقاء واشاعت کا مخصوص مدات میں انفاق کے ساتھ مناسبت؟

اب دین کی بقاء و اشاعت کے لئے ان مدات میں انفاق سے مناسبت کیا ہے؟ (کہ پوچھا تو جہاد میں خرچ کرنے کے بارے میں تھا) اصل میں جنگجو قوم کھانے پینے سے زیادہ اسلحہ وغیرہ کے آلات جنگ پر توجہ دیتی ہے (انگریز نے مسلمانوں سے جہاد کی اسپرٹ ختم کردی) تو فرمایا گیا کہ ان مساکین کو روپے دے دو کہ وہ جہاد کی تیاری کے لئے بقدر ضرورت ان روپوں سے تیاری کرینگے، بہادر قومیں کپڑے اور روٹی سے زیادہ بندوقوں اور اسلحہ کو اہم سمجھتی ہیں تو یہ مساکین (بھی مال صرف کرنے کی مدات میں) جہاد کے لئے مسلح ہوں گے تو جہاد ہی میں یہ کام آئیں گے۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کتنا خرچ کریں اور کہاں خرچ کریں؟ اس پر جواب ملا کہ جو مال خرچ کرو اس کے مصارف یہ ہیں، تمہارے ماں باپ، رشتہ داروں، یتیموں محتاجوں اور مسافروں کا حق ہے اور تم جو کچھ بھلائی کرو گے اگرچہ اس بھلائی کی امام کو خبر نہیں لیکن خدائے قدوس جو عالم الغیب والشہادۃ ہے وہ تو جانتا ہے، وہ تم کو اجر عظیم دے گا۔

جہاد کا حکم دوامی اور ترک جہاد مہلک ہے

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى

اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ : تمہید قتال کے بعد اعلان قتال ہے، یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جہاد کا حکم کب تک رہے گا اس کا جواب یہ ہے کہ امن تمہارے لئے مضر نتائج پیدا کرے گا، اس لئے جہاد کا حکم دوامی ہے، یہاں سے ہیبت قتال دفع کی جاتی ہے یعنی جس کو تم خونریزی اور تکلیف سمجھتے ہو وہ تمہارے لئے راحت اور آرام ہے اور جن کو تم راحت اور آسائش سمجھتے ہو یعنی گھر میں رہنا اور میدان قتال میں نہ نکلنا یہ فی الواقع خواری اور بربادی ہے تو جو قوم لڑنے کے لئے تیار ہوں ان پر کون قبضہ کرسکتا ہے یا وہ کب شکست کھا سکتے ہیں؟ بظاہر تو جہاد کرنا ناپسند ہوتا ہے بوجہ زخمی ہونے اور مرنے کے لیکن درحقیقت عدم جہاد کی صورت میں کافر کا تسلط بہت بڑی ذلت ہے تو جہاد کو ناپسند کرنا اور ناگوار سمجھنا ذلت اور کرہ ہے لیکن لڑنا اس لئے بہتر ہے کہ دشمن کہے گا کہ جنگجو ہیں ان کی طرف آنکھ بھی نہیں اُٹھانا ورنہ تو یہ آنکھ پھوڑ دیں گے، حیوان کو بھی احساس ہوتا ہے کہ جب دشمن کے پاس لاٹھی ہوتی ہے تو نزدیک نہیں آتا دور سے بھونکتا ہے یا بھاگتا ہے۔

رکوع 27

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ

آپ سے حرمت والے مہینے میں لڑائی کے متعلق پوچھتے ہیں کہہ دو اس میں لڑنا

فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌۢ بِهٖ

بڑا (گناہ) ہے اور اللہ کے راستہ سے روکنا اور اس کا انکار کرنا

وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ

اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے رہنے والوں کو اس میں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے

عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَ لَا يَزَالُوْنَ

بڑا گناہ ہے اور فتنہ انگیزی تو قتل سے بھی بڑا جرم ہے اور وہ تم سے ہمیشہ

يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ

لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اگر

اسْتَطَاعُوْا ؕ وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ

ان کا بس چلے اور جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے

وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا

پھر کافر ہی مر جائے پس یہی وہ لوگ ہیں کہ ان کے عمل دنیا اور آخرت میں

وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا

ضائع ہو گئے اور وہی دوزخی ہیں جو اسی میں

خٰلِدُوْنَ ﴿٢١٧﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا

ہمیشہ رہیں گے ۔بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی

وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ

اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں

اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢١٨﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ

اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔ آپ سے شراب اور جوئے

وَ الْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَ

کے متعلق پوچھتے ہیں کہہ دو ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں اور

اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ۙ

ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت بڑا ہے اور آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں

قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ

کہہ دو جو زائد ہو ایسے ہی اللہ تمہارے لیے آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم

تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢١٩﴾ ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ

غور کرو۔دنیا اور آخرت کے بارے میں اور یتیموں کے متعلق آپ سے پوچھتے ہیں

عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ

کہہ دو ان کی اصلاح کرنا بہتر ہے اور اگر تم انہیں ملا لو تو وہ

فَإِخْوَانُكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۚ وَلَوْ

تمہارے بھائی ہیں اور اللہ بگاڑنے والے کو اصلاح کرنے والے سے جانتا ہے اور

شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٢٠﴾

اگر اللہ چاہتا تو تمہیں تکلیف میں ڈالتا بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ ۚ وَلَأَمَةٌ

اور مشرک عورتیں جب تک ایمان نہ لائیں ان سے نکاح نہ کرو اور مشرک عورتوں سے

مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ ۗ وَلَا

ایمان دار لونڈی بہتر ہے گو وہ تمہیں بھلی معلوم ہو اور مشرک مردوں سے

تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ۚ وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ

نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں اور البتہ مومن غلام مشرک سے بہتر ہے

خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ ۗ أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ

اگرچہ وہ تمہیں اچھا ہی لگے یہ لوگ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں

إِلَى النَّارِ ۖ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ ۖ وَ

اور اللہ جنت اور بخشش کی طرف اپنے حکم سے بلاتا ہے اور لوگوں کے لیے

٢٧ ع ٥ يُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٢١﴾ ع

اپنی آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

رکوع (۲۷)

خلاصہ: مسائل متفرقہ ومتعلقہ بالقتال (باب پنجم ملک داری)
قتال کی بحث آ رہی ہے اس میں یَسْئَلُوْنَكَ سے سوالات بیان
ہو رہے ہیں، آگے خود قِتَالٍ فِيْهِ ہے تو مسئلہ صاف ہو رہا ہے کہ
سوال مسائل قتال سے متعلق ہے۔

ماخذ: (۱) يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ (البقرة:۲۱۷)
(۲) يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ (البقرة:۲۱۹)
(۳) وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى (البقرة:۲۲۰)
(۴) وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ (البقرة:۲۲۱)

حرمت کے مہینوں میں قتال کی حرمت

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ :شَهْرِ حَرَام سے مراد ذی القعدہ ،ذوالحجہ ،محرم اور رجب ہیں اور اب سوال کیا گیا ہے کہ الشَّهْرِ الْحَرَامِ میں بھی لڑنا جائز ہے یا نہیں؟ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے کہ شَهْرِ الْحَرَامِ میں قتال نہیں کرتے یہاں حکم ہے کہ اگر کفار الشَّهْرِ الْحَرَامِ میں قتال کریں تو ہم بھی ان کے ساتھ قتال کریں گے جواب دیا گیا ہے گناہ کبیرہ ہے لیکن قتال کرنا دوسری جہت سے ضروری ہو جاتا ہے جس کا بیان آگے آ رہا ہے۔ چونکہ قتال میں انفاق کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے سوال کرتے ہیں کہ ناجائز آمدنی سے بھی روپیہ دیا جائے یا نہیں؟ تو اس کو منع کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں فساد زیادہ ہے۔ اسی طرح ہر کار خیر میں ناجائز شامل ہو جائے گا اور جو شخص اس ناجائز آمدنی سے روپیہ کار خیر میں دے گا اور اس کو جائز سمجھے گا تو یہ ایمانی نقصان ہوگا، دوسرا یہ کہ حرام کے ہر لقمے کا اثر ہوتا ہے اس کے کھانے سے مجاہدین میں نامردگی پیدا ہوگی۔

ملکِ الٰہی میں غلبۂ شرک فتنہ اور کفر باللہ

وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ: ہم نے تو غلطی کی کہ شَهْرِ حَرَام میں قتال کیا لیکن وہ فساد یعنی توحید الٰہی کے ماننے والوں کو یہاں سے نکالنا اور ملکِ الٰہی میں غلبۂ شرک فتنہ اور کفر باللہ اس غلطی سے بھی بہت عریض اور عمیق ہے اور اللہ کے نزدیک شَهْرِ حَرَام میں لڑائی سے بھی بڑا گناہ ہے تو اگر ایک فسادِ عظیم کے دفع کے لئے ایک چھوٹی سی غلطی کا ارتکاب کیا جائے تو اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے لہٰذا تم کو اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے کیونکہ تم تو بڑے فساد کے مرتکب ہو، حاصلِ جواب یہ ہے کہ شَهْرِ حَرَام میں ابتداً قتال ٹھیک نہیں ہاں ! اگر وہ ابتدا کریں تو وہ بہت بڑے جرم اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ کے مرتکب ہیں تو تمہیں بھی لڑنا پڑے گا تو لڑنے کا جواز نکل آیا بشرطیکہ تجاوز اور جارحیت اُن کی طرف سے ہو۔

ترکِ جہاد ارتداد اور حبطِ اعمال کا ذریعہ

وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ: حیلہ ساز آدمی اگر جہاد سے بچنے کا پوچھے تو ان کے لئے جواب ہے کہ قتال سب کے لئے ہے اور ہمیشہ کے لئے لازم ہے اگرچہ امن پھیلانا ضروری ہے اگر قتال کے لئے ہمیشہ تیار نہیں رہو گے تو بدنظمی پھیلے گی وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ کفار چونکہ ہمیشہ کوشاں رہیں گے کہ تمہیں دین سے پھسلائیں اس لئے تمہیں بھی جہاد کے لئے تیار رہنا ہوگا الجهاد ماضٍ الى يوم القيامة (المعجم الاوسط: ج ٥ ص ٩٥٠) (جہاد قیامت تک جاری رہے گا) اگر جہاد کے لئے ہر وقت تیار نہ رہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم خدانخواستہ مرتد ہونے کے لئے تیار ہو گئے مثلاً ساری عمر ایک شخص بادشاہ کا وفادار رہ کر آخر میں بغاوت شروع کر دے تو اس کے گزشتہ سارے اعمال غیر معتبر سمجھے جائیں گے۔

ایمان قبولیت اعمال کی شرط اس کے بغیر نہ ہجرت مفید اور نہ جہاد

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ : ایمان چونکہ تمام اعمال کی قبولیت کی شرط ہے اور اس کے بغیر نہ ہجرت مفید ہے اور نہ جہاد تو اس لئے فرمایا کہ اللہ کے دین اور اس کی توحید کی خاطر اور اپنے ایمان کی حفاظت

ملک الٰہی میں غلبہ شرک فتنہ اور کفر باللہ

وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ: ہم نے تو غلطی کی کہ شَهْرِ حَرَام میں قتال کیا لیکن وہ فساد یعنی توحید الٰہی کے ماننے والوں کو یہاں سے نکالنا اور ملکِ الٰہی میں غلبہ شرک فتنہ اور کفر باللہ اس غلطی سے بھی بہت عریض اور عمیق ہے اور اللہ کے نزدیک شَهْرِ حَرَام میں لڑائی سے بھی بڑا گناہ ہے تو اگر ایک فسادِ عظیم کے دفع کے لئے ایک چھوٹی سی غلطی کا ارتکاب کیا جائے تو اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے لہٰذا تم کو اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے کیونکہ تم تو بڑے فساد کے مرتکب ہو، حاصلِ جواب یہ ہے کہ شَهْرِ حَرَام میں ابتداً قتال ٹھیک نہیں ہاں! اگر وہ ابتدا کریں تو وہ بہت بڑے جرم اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ کے مرتکب ہیں تو تمہیں بھی لڑنا پڑے گا تو لڑنے کا جواز نکل آیا بشرطیکہ تجاوز اور جارحیت اُن کی طرف سے ہو۔

ترک جہاد ارتداد اور حبط اعمال کا ذریعہ

وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۭ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَھُوَ كَافِرٌ فَاُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ: حیلہ ساز آدمی اگر جہاد سے بچنے کا پوچھے تو ان کے لئے جواب ہے کہ قتال سب کے لئے ہے اور ہمیشہ کے لئے لازم ہے اگر چہ امن پھیلانا ضروری ہے اگر قتال کے لئے ہمیشہ تیار نہیں رہو گے تو بدنظمی پھیلے گی وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ کفار چونکہ ہمیشہ کوشاں رہیں گے کہ تمہیں دین سے پھسلائیں اس لئے تمہیں بھی جہاد کے لئے تیار رہنا ہوگا الجهاد ماضٍ الی یوم القیامة (المعجم الاوسط: ج ٥ ص ٩٥٠) (جہاد قیامت تک جاری رہے گا) اگر جہاد کے لئے ہر وقت تیار نہ رہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم خدانخواستہ مرتد ہونے کے لئے تیار ہو گئے مثلاً ساری عمر ایک شخص بادشاہ کا وفادار رہ کر آخر میں بغاوت شروع کر دے تو اس کے گزشتہ سارے اعمال غیر معتبر سمجھے جائیں گے۔

ایمان قبولیت اعمال کی شرط اس کے بغیر نہ ہجرت مفید اور نہ جہاد

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ ھَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ : ایمان چونکہ تمام اعمال کی قبولیت کی شرط ہے اور اس کے بغیر نہ ہجرت مفید ہے اور نہ جہاد تو اس لئے فرمایا کہ اللہ کے دین اور اس کی توحید کی خاطر اور اپنے ایمان کی حفاظت

کیلئے اپنا وطن چھوڑا، اللہ کے دین اوراس کی توحید کی سربلندی کے لئے کفار سے جہاد کیا اور پھر مزید اطمینان دلادیا کہ گناہ کی معافی کے ساتھ ساتھ اجر وثواب بھی ملے گا، اگر کوئی اپنا وطن چھوڑ سکتا ہے تو ایک مسلمان بطریق اولیٰ چھوڑ سکتا ہے جو قوم راحت دنیوی کے لئے لڑتی ہے مسلمان اس سے زیادہ ہمت کے ساتھ لڑسکتا ہے جواعتراض عبداللہ بن جحشؓ اوران کے رفقاء پر کیا جاتا تھا اس کا جواب ہے یعنی اول تو وہ حرام کے مرتکب نہیں ہوئے اور بالفرض والتقدیر مرتکب ہوئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا ہے تو پہلی آیت میں کفار کے حق میں فیصلہ سنایا گیا تھا اوراس آیت میں عبداللہ بن جحشؓ اوراس کے رفقاء کے حق میں فیصلہ سنایا جاتا ہے، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو اپنے علم کے موافق جمادی الثانیہ میں جہاد کیا تھا شَھْرِ حَرَامٍ یعنی رجب میں نہیں کیا اس لئے مستحق عفو ہیں ان پر الزام لگانا بے انصافی ہے۔

حرام کمائی اور آمدنی سے انفاق فی سبیل اللہ ناجائز

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ: اب اس کا ربط قتال سے کیا ہے؟ ہمارے شیخ التفسیر حضرت سندھیؒ یہ ربط قائم کرتے تھے کہ ناجائز ذرائع آمدنی سے کما کر انفاق فی سبیل اللہ والجہاد کے بارے میں پوچھا جارہا ہے کہ خمر ومیسر سے کما کر انفاق فی سبیل اللہ کیا جاسکتا ہے؟ کیونکہ خمر کے لئے وقت آنے پر جان سے بھی بیزار ہوسکتا ہے تو زیادہ روپیہ کمانے کا ذریعہ خمر کی تجارت ہوسکتی ہے اسی طرح میسر (جوا) بھی ہے، جو اچھا خاصا کمائی کا ذریعہ ہے اور قوت تیز کرنے کی بھی ضرورت ہے جس کے لئے شراب اچھا ذریعہ معلوم ہوتا ہے یعنی ایسی کمائی کے ذرائع بھی گوارا کر لئے جائیں جو اخلاقی لحاظ سے جرم ہیں تو اس کا جواب اگلے جملہ میں نفی سے دیا اس لئے کہ یہ ذرائع اخلاق کی جڑ کاٹنے والے ہیں۔

خمر اور جوا اخلاق کی جڑ کاٹتے ہیں

قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا: بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ فوج کم ہے اور روپیہ بھی کافی نہیں، مخالف دونوں اعتبار سے بڑھ چڑھ کر ہے تو کیا اس حالت میں شراب اور قمار بازی کی اجازت ہوسکتی ہے؟ حالانکہ نفع تو ہر چیز میں کچھ نہ کچھ ہوتا ہے لیکن فی سبیل اللہ میں حرام ہے تو اس طریقہ سے حاصل ہونے والے مال کو جہاد میں دینا جائز ہے یا نہیں؟ تو جواب دیا جاتا ہے کہ جائز نہیں، کیونکہ اس حرام میں نحوست ہے تو یہ نحوست مجاہدین میں

اثر کرے گی کیونکہ لقمہ حرام اپنا رنگ دکھاتا ہے ان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب (المسلم:۱۰۱۵) آج کل یورپ بھی ان دونوں سے کام لیتا ہے لڑائی کے سپاہیوں کو شراب پلا دی جاتی ہے کہ بیباکانہ دشمن پر حملہ کریں لیکن اس سے شجاعت کا حقیقی جوہر فنا ہو جاتا ہے اور مختلف امراض کا شکار ہونے لگتے ہیں، اسلئے شریعت نے شراب اور قمار بازی دونوں کی ممانعت کر دی۔

انفاق کے لئے عفو جامع لفظ ہے حد بندی نہیں

وَ یَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ: آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ کہہ دو کہ جو زائد ہو، جواب کے قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں خرچ کرنے کی مقدار پوچھتے ہیں فرمایا اَلْعَفْوَ یہ ایک ایسا جامع لفظ ہے کہ بنی نوع انسان کے ہر ملک والے کو شامل ہے اگر چار آنے بچ گئے یا کروڑ روپیہ بچ گئے وہ عفو میں داخل ہے، جو جو چیز ضرورت سے زائد ہو جائے وہ خرچ کرو حد بندی نہیں کی مالی مقدار منفق فی سبیل اللہ (اللہ کے راہ میں خرچ کرنے والا) جانتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی فکر کرنے والا فکر کرے تو نتائج نکل سکتے ہیں۔

مجاہدین کے بیوی بچوں کی دیکھ بھال

فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْیَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَیْرٌ وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ: فرمایا کہ اس طرح احتیاط سے خرچ کرو جس طرح یتیم کے مال کو احتیاط سے خرچ کرتے ہو، جہاد کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ تباہی بکثرت ہو اب ان کی اصلاح اور تربیت کے لئے قانون کی ضرورت ہے جتنی تم سے اصلاح ہو سکے کرو، انہیں ایسا رکھو جیسا تم اپنے چھوٹے بھائیوں اور بچوں کو رکھتے ہو یہ بات بہت بڑی ضروری ہے کہ جنگ میں جانے والے اپنی عورتوں اور بچوں کی طرف سے بے فکر رہیں ان کے ضیاع اور تکلیفوں میں پڑ جانے کا کوئی اندیشہ باقی نہ رہے۔

مال یتیم کے بارے میں احتیاطی احکام

اگر کوئی اسراف بیجا کر کے تمام کا تمام خرچ کر ڈالے تاکہ عفو پیدا ہی نہ ہو تو اس پر تنبیہ کرنے کے لئے یَتٰمٰی کے مال کا مسئلہ لایا گیا ہے کہ بہانوں سے کام نہیں چلے گا اور ان کے مال کو حفاظت سے رکھو اور ان کے مال کا نہایت احتیاط اور اندازے سے صرف کرنے کا حکم ہے اور اگر

ان کو تکلیف ومشقت سے بچنے کے لئے اپنے ساتھ ملایا تو خیر ہے لیکن ان پر مال کی حفاظت کرتے ہوئے اندازے کے ساتھ صَرف کریں پھر جو عفو ہو وہ صرف کریں، باقی خرچ کیسے کریں الگ یا ساتھ ملائیں پھر اس کے اخراجات کو پورا کرتے رہیں؟ تو فرمایا کہ اصلاح کی غرض سے جیسے بھی ہو یتیم کے مال کو کھانا یا خواہ مخواہ ضائع کرنا ایسا نہ ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ خداوند تعالیٰ تو دلوں کی مرادوں کو جانتا ہے اگر بغرض اصلاح ہے پھر بھی اسے معلوم ہے اور اگر فساد ہے تو پھر بھی اسے معلوم ہے۔ پس جو اسراف کرتا ہے تا کہ عفو (ضرورت سے زائد نہ بچے) نہ ہو اسے بھی جانتا ہے جو قناعت کرتا ہے کہ اسے جہاد میں صرف کرے اسے بھی جانتا ہے۔

اگر اللہ چاہتے تو تمہیں حد اور مقدار معین مقرر کر کے مشقت میں ڈال دیتا

اگر اللہ چاہتے تو تمہیں حد اور مقدار معین مقرر کر کے مشقت میں ڈال دیتا کہ نصف یا تہائی ضرور صرف کرو اگر اس کو کھانا پکا کے بھی الگ دو اور غلہ بھی اس کا علیحدہ رکھو تو یہ دشواری تھی کہ یتیم کا چولہا بھی علیحدہ ہو سب معاملات علیحدہ ہوں یہ تکلیف کا باعث تھا اللہ تعالیٰ نے اس میں آسانی کر دی کہ نیتوں کو ہم جانتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے اور جتنے احکام بڑھائے جائیں اتنی ہی دقت بڑھ جاتی ہے اس لئے ہر کسی کو اس کے رائے پر چھوڑ دیا جائے جو اصلاح کی صورت تمہاری نظر میں ہو سو وہ کر لو۔

میاں بیوی کے احکامِ طلاق ونکاح سے ملک داری کے احکام کا استنباط

وَ لَا تَنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكٰتِ حَتّٰى يُؤۡمِنَّ: ملک داری یہاں سے شروع ہوتی ہے یہاں سب مسائل میاں بیوی کے نکاح وطلاق کے مسائل ہیں۔ ان کا ماقبل سے ربط ملک داری کے لحاظ سے یہ ہے کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته (صحیح ابن حبان: ٤٤٩١) کہ میاں راعی ہے بیوی پر اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوۡنَ عَلَى النِّسَآءِ (النساء: ٣٤) حاکم کو بھی راعی قرار دیا اور رجل کو بھی راعی قرار دیا گیا ہے۔ الرجل راع علیٰ اهله مگر اتنا فرق ہے کہ میاں بیوی کے تعلق کا دائرہ تنگ ہے اور ملک داری کا دائرہ وسیع ہے تو جو اصول میاں اور بیوی کے تعلق کو قوی کرنے کے لئے یا بگڑے ہوئے کو درست کرنے کے لئے ہوں گے وہی قانون راعی اور رعایا کے ہوں گے کیونکہ میاں بیوی کے تعلقات صغیر ہیں یعنی دو افراد میاں بیوی میں محدود ہیں، اس کے حدود رعیت چار دیواری کے اندر بند ہیں اور حاکم راعی کبیر ہے اس کے حدود تمام ملک میں پھیلے ہیں، وہ ملک کا

والی ہے اور یہ بیوی کا یہ ایک رعیت صغیرہ اور دوسرا رعیت کبیرہ ہے جو قانون اللہ نے راعی صغیر کے بگڑے ہوئے تعلقات کے اصلاح کیلئے بھیجا ہے وہی قانون اصلاح راعی کبیر رعایا کی کشیدگی اور اصلاح و درستگی کے لئے استعمال کرسکتا ہے تو نئے قانون کے لئے کیا ضرورت کیونکہ یہی قانون اصلاح فیما بینہم راعی کبیر (حاکم اعلیٰ) اصلاح فیما بینہم کے لئے پورا ہو سکتا ہے۔

ملک داری کیا ہے؟

رعایا کا راعی (حاکم) سے معاہدہ کہ تم ہمارے عوام کی امن و ترقی کے واسطے سعی بلیغ کرو، اس کے واسطے جتنا خرچ درکار ہوگا ہم سے وصول کرنا، اسی طرح راعی کا فرض ہے کہ رعایا کے حقوق محفوظ کرلے، رعایا کا فرض ہے کہ راعی کی امداد اور اس کے قوانین کی تعمیل کریں، ان آیات میں ظاہراً بیان نکاح، طلاق وغیرہ اور میاں بیوی کے حقوق کا ہے لیکن راعی اور رعایا کے درمیان بھی عہد و پیمان ہے جو میاں بیوی کے درمیان ہے کہ ایک دوسرے کے حقوق کو محفوظ رکھے اور جو قانون میاں بیوی کی اصلاح کے لئے استعمال کئے جاویں گے، وہی راعی اور رعایا کے درمیان دفع فساد کے لئے مفید ہیں۔

بیان قوانین

مسلم رعایا پر غیر مسلم کو حاکم بنانے کا خلیفۃ المسلمین مجاز نہیں، جس طرح مسلمان عورت کا نکاح مشرک کے ساتھ ممنوع ہے، اسی طرح مسلم رعایا پر غیر مسلم حاکم کو بھی نہیں بنایا جاسکتا۔

مسائل مستنبطہ اعتباراً ہیں نہ کہ تفسیراً

لیکن یہ ثابت ہوا قیاس اور اعتبار سے، یہاں ۲۷ رکوع سے ۳۱ رکوع تک ملک داری کے مسائل اعتباراً مستنبط ہوئے اور ان کو مسائل تفسیریہ نہیں کہا جاسکتا، یہاں سے وہ بطور تشبیہ کے اخذ کئے جائیں گے اور انہیں بطریق اعتبار، استنباط کا باعث یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ (صحیح ابن حبان:۴۴۹۱) ''تم میں سے ہر ایک راعی (حاکم) ہے اور ہر ایک سے اپنی رعایا کے متعلق باز پرس ہوگی'' تو یہاں کی سلطنت چھوٹی ہے اور راعی اور رعایا کی سلطنت بڑی ہے اس لئے چھوٹی سلطنت سے بڑی سلطنت کے مسلّم قوانین اخذ کئے جائیں گے، اب اس پہلی آیت ہی سے انتقال الی الذھن یہاں سے وہاں کراؤں گا۔

کافر مسلمانوں پر حاکم نہیں ہوسکتا اور اس کی وجوہات

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ : جس طرح مومن لڑکی کا نکاح مشرک کے ساتھ جائز نہیں اسی طرح مومن مرد کا نکاح مشرکہ لڑکی سے جائز نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ اکثر ماں کی پرورش میں رہتا ہے اگر مشرکہ عورت سے نکاح کرلیا تو بچے کے گمراہ کردینے کا زیادہ اندیشہ ہے، کیا بعید ہے کہ بچے کو ابتدا ہی سے ماں اپنے مذہب کی طرف رہنمائی کرتی ہے، جس سے آگے چل کر بچہ ہاتھ سے جائے اس واسطے منع کیا گیا ہے نکاحِ مشرک سے تو خاوند اور بیوی میں کشیدگی ہو جائے تو اصلاح ذات البین کے لئے یہ قانون بتلایا، یہ الاعتبار والتاویل کے درجہ میں ہے، راعی کبیر اور راعی صغیر کے متعلقات کو درست رکھنا ہے تو اس لئے یہاں یہ بتاتے ہیں کہ مومن لڑکی کی حیثیت تابع اور رعایا کی ہو اور مشرک راعی کی حیثیت متبوع کی ہو، تو جب ایک لڑکی کا راعی بننا جائز نہیں تو ایک مشرک سارے مسلمان آبادی کا حاکم وراعی کبیر کیسے بن سکتا ہے؟ آگے خدا نے علت بھی بیان کردی ہے۔

الاعتبار والتاویل تفسیر بالرائے: حضرت تھانوی کا جواب

حضرت تھانویؒ سے کسی نے پوچھا کہ قرآن کریم میں جہاں بھی موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر آتا ہے وہاں صوفیائے کرام فرعون سے مراد نفس اور موسیٰ علیہ السلام سے مراد عقل لیتے ہیں، یہ تو اچھی خاصی تفسیر بالرائے ہوگئی تو اس کے جواب میں حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ یہ الاعتبار والتاویل کے درجہ میں ہے نہ کہ تفسیر بالرائے کے درجہ میں کہ وہ مشرکانہ رسوم ورواج کی دعوت دے گا یعنی نیتجتاً دوزخ کی طرف بلائے گا بیوی کو ساتھ مندر لے جائے گا مسجد کی طرف بیوی کا جانا غیرت کے خلاف سمجھے گا، خود جائے گا نہیں گرو اور گنگا رام کے پاس لے جائے گا تو مسلمانوں کے جم غفیر کا راعی کافر کو بنانا کیسے جائز ہوگا کیونکہ کافر راعی تو ہمیں دوزخ کی طرف بلائیگا جیسا کہ ۱۹۱۷ء کی لڑائی میں حکم دیا گیا تھا کہ ترکوں پر گولہ باری کرو، حرم شریف پر گولی چلاؤ حالانکہ حرم کی وہ عزت ہے کہ ہم وہاں اپنے باپ کے قاتل کی طرف بھی آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھ سکتے۔

مسلمانوں پر کافروں کے تسلط کی حکومت

لہٰذا مسلمانوں کی جماعت پر کافر بادشاہ کا مسلط ہونا ان کی شقاوت اور شامتِ اعمال کا نتیجہ ہے جیسا کہ نصاریٰ ہندوستان پر مسلط ہیں لیکن فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ کے لحاظ سے جتنے اختلاف اور فرقے ہیں یعنی دیو بندی، اہلحدیث، بریلوی، مرزائی اہل قرآن اور ہندو پھر ہندوؤں میں آریہ سماج اور سناتن اور سکھ اگر ان مذکورۃ الصدر فرقوں میں کسی کو بھی حکومت مل جائے تو دوسرے فرقوں کو ایک لحظہ میں صاف کردے گا تو یہ سیاسی مسئلہ مستنبط ہوا جو ملک داری سے تعلق رکھتا ہے اور مشرک عورت سے نکاح کرنے سے اس لئے بھی منع کیا گیا کہ ماں کی گود اولاد کی تربیت کا پہلا مدرسہ ہے جب ماں مندر میں سجدہ کرے گی تو بچہ بھی ساتھ ہوگا تو ماں کی مشرکانہ رسمیں دل میں بیٹھ جائیں گی، ان کی اولاد کو مشرک بنادے گی اور اولاد میں اتحاد و زندقہ کے امراض خبیثہ کا پیدا ہونا ضروری ہے، جس سے اسلام کی بنیاد کھوکھلی ہوجائیگی پھر خاوند اور بیوی کے باہمی اختلاف کے بناء پر تدبیر منزل کے فرائض میں خلل واقع ہوگا اور امور خانہ داری میں کبھی نظم ونسق قائم نہ رہ سکے گا۔ ان تمام مصالح کی بناء پر مشرک عورتوں سے نکاح کی ممانعت کی گئی۔

واللہ أعلم بمرادہ وأسرار کتابہ المسائل المستنبطة بالاعتبار والتاویل ولا یقال التفسیر

رکوع 28

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا

اور آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دو وہ نجاست ہے پس حیض میں

النِّسَآءَ فِی الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ

عورتوں سے علیحدہ رہو اور ان کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ پاک ہو لیں

فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ

پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے بے شک

اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾

اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور بہت پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ؗ

تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں پس تم اپنی کھیتیوں میں جیسے چاہو آؤ

وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ

اور اپنے لیے آئندہ کی بھی تیاری کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ تم

مُّلٰقُوْهُ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ

ضرور اسے ملو گے اور ایمان والوں کو خوشخبری سنا دو۔ اور اللہ کو اپنی قسموں کا

عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا

نشانہ نہ بناؤ نیکی اور پرہیز گاری اور لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے سے

بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ

اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ اللہ تمہیں تمہاری قسموں میں

اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا

بے ہودہ گوئی پر نہیں پکڑتا لیکن تم سے ان قسموں پر مواخذہ کرتا ہے جن کا

كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾ لِلَّذِيْنَ

تمہارے دلوں نے ارادہ کیا ہو اور اللہ بڑا بخشنے والا بردبار ہے۔ جو لوگ

يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ

اپنی بیویوں کے پاس جانے سے قسم کھا لیتے ہیں ان کے لیے چار مہینے کی مہلت ہے پھر اگر وہ رجوع کر لیں

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ

تو اللہ بڑا بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔ اور اگر انہوں نے طلاق کا پختہ ارادہ کر لیا

فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ

تو بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ اور طلاق دی ہوئی عورتیں

بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا

تین حیض تک اپنے آپ کو روکے رکھیں اور ان کے لیے جائز نہیں کہ چھپائیں جو

خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَ

اللہ نے ان کے پیٹوں میں پیدا کیا ہے اگر وہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں اور

الْيَوْمِ الْاٰخِرِؕ وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ اِنْ

ان کے خاوند اس مدت میں ان کو لوٹا لینے کے زیادہ حق دار ہیں اگر وہ

اَرَادُوْۤا اِصْلَاحًاؕ وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ

اصلاح کا ارادہ رکھتے ہیں اور دستور کے مطابق ان کا ویسا ہی حق ہے

بِالْمَعْرُوْفِ۪ وَ لِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌؕ وَ اللّٰهُ

جیسا ان پر ہے اور مردوں کو ان پر فضیلت دی ہے اور اللہ

عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ع ﴿۲۲۸﴾ ع ۲۸ ۱۲

غالب حکمت والا ہے۔

رکوع (۲۸)

خلاصہ: مسائل ملک داری

ماخذ: وَ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِیْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى یَطْهُرْنَ (البقرۃ:۲۲۲)

اسلام کی مثال

اسلام کی مثال تو شیر جیسی ہے کہ آنکھوں سے آنکھ ٹکرائی تو خیر نہیں، حضرت مخدومؒ نے اپنے ساتھی کا واقعہ بیان کیا، وہ فرمار ہے تھے کہ میں ایک زمین کا سودا کرنے جنگل سے گزر رہا تھا کہ ایک شیر کو سوتا ہوا پایا، پس مجھے یہ واقعہ معلوم تھا کہ پہلے انسان شیر کو اطلاع دے دے کھانسی وغیرہ سے، اور جب شیر سامنے سے آجائے تو آنکھ سے آنکھ نہ ملائے تو شیر کچھ نہیں کہتا تو میں نے بھی اسی طرح کیا، کھانسا، اور پھر شیر کے پاس سے گزر گیا، مجھے کچھ نہیں کہا، اسلام کی بھی مثال ایسی ہے کہ کفر اسلام کے بالمقابل ہوا تو پھر کفر کی خیر نہیں، ویسے اپنے دن گزارے پتھروں کی عباذت کرے، کسی غیر کی عبادت کرے، اسلام نہیں پوچھے گا مگر اسلام کے بالمقابل ہونا یہ اسلام برداشت نہیں کرسکتا تو رعایا کے ساتھ اچھا سلوک رکھے، امور خانہ داری کہ ماں باپ سے ملنے کو نہیں جاتا، قسم اٹھا رکھی ہے بلکہ قسم کو توڑ دے، کفارہ ادا کردے اور ماں باپ کی ملاقات کے لئے جائے کیونکہ قسم علی المعصیة ہے، اسی طرح رعایا کے خلاف جو کہ رعایا کے نقصان میں ہے اس کی قسم کھائی ہوئی ہے، اس کو بھی اسی طرح توڑ دے۔

حالت حیض میں بیویوں کے پاس جانے کی ممانعت

وَ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِیْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى یَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ: حیض کے متعلق دنیا افراط وتفریط میں مبتلا رہی ہے، یہودیوں اور مجوسیوں

کے نزدیک ایام حیض میں عورتوں کے قریب جانا ان سے بات چیت کرنا ان کے پاس بیٹھنا اور ان کے ساتھ کھانا پینا ممنوع وحرام تھا، عرب بھی اسی قانون کے پابند تھے مگر نصاریٰ ان سے بخط مستقیم مخالف تھے، وہ ان دنوں میں صحبت سے بھی پرہیز نہ کرتے، اسلام نے راہ توسط واعتدال اختیار کی، ایام حیض میں زناشوئی کے تعلقات مختلف امراض ومفاسد کے باعث تھے اس لئے ان کو تو حرام قرار دیا گیا کہ انسان ضرر اور نقصان سے محفوظ رہے، میل جول اور اختلاط میں کوئی حرج نہ تھا، اس لئے اس کی اجازت دی گئی لہٰذا میاں بیوی کے درمیان ایسا شدید تعلق ہے کہ میاں ہر حالت میں دخل دے سکتا ہے مگر ایک ایسی حالت ہے کہ میاں دخل نہیں دے سکتا وہ حالت حیض کی ہے، ایام حیض میں اسے استفادہ (جماع) سے منع کیا گیا ہے۔

راعی رعایا کے ہر معاملہ میں دخل نہیں دے سکتا

عموماً راعی رعایا کے ہر معاملے میں دخل دے سکتا ہے لیکن بعض معاملات ایسے ہیں کہ راعی کو اس میں دخل دینا جائز نہیں ہے، جب انہی رعایا میں کوئی غیر مسلم ہو تو اس کے مذہبی معاملات میں دخل نہیں دے گا، وہ کفر وشرک کی نجاست میں مبتلا ہو کر مندر اور گرجے میں ہو تو راعی کو دخل کی اجازت نہیں (جب راعی کبیر شرک وفساد میں مبتلا ہو تو اس کی مثال بھی حائضہ عورت کی طرح ہوگی
اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا (التوبة:۲۸))

مشرک کو عقیدہ شرک کی بناء پر نجس کہا گیا

مشرک کو عقیدۂ شرک کی بناء پر نجس کہا گیا ہے جب وہ مندروں میں بتوں کی پوجا پاٹ سے فارغ ہو کر کاروباری زندگی میں آئیگا پھر زندگی کے احکام اس پر نافذ ہونگے مندروں میں اور خلوت میں ہم اسمیں دخل نہیں دینگے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (البقرة:۲۵۵)
جب کاروباری معاملات اور بازار میں آئے گا تو ہم اس پر وہی قانون نافذ کریں گے جو مسلمانوں کے لئے ہیں کہ سرقہ پر ہاتھ کاٹا جائے گا، ایفائے عہد کا پابند کرایا جائیگا وغیرہ بت خانوں میں وہ حائضہ عورتوں کی طرح تھے مگر معاملات میں اسلامی احکام کا نفاذ ان پر ہوگا، حیض جسمانی نجاست سے مشبہ بہ اور شرک وکفر روحانی نجاست سے مشبہ ہے، عبارت النص واصلاً تو مَحِيْض کے ساتھ ہے لیکن عبارت کی روح سے ایک سیاسی چیز نکل آئی یعنی عورت فی ذاتہ نجس نہیں حالت حیض کی وجہ سے ہے اس طرح مشرک فی ذاتہ نجس نہیں حالت شرک میں مبتلا ہونے کی وجہ سے نجس ہے۔

افزائش نسل انسانی

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ وَ قَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا أَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ : مرد وعورت کے باہمی تعلقات وروابط میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا حقیقی مقصد نسل انسانی کی زیادتی اوراس کی نشو وتربیت ہے، اس کے لئے قرآن نے ''کھیتی'' کا بہتر لفظ استعمال کیا، جس سے ایک طرف تو یہ مقصد تھا کہ خاوند اور بیوی کے نازک تعلقات کو ایسے اشارات وکنایات میں بیان کیا جائے کہ ہر گھر میں مرد وعورت، لڑکے اور لڑکیاں، چھوٹے اور بڑے اس کتاب کو پڑھ سکیں اور کسی قسم کا حجاب پیدا نہ ہو۔ اس لئے پہلی آیت میں صحبت کی ممانعت کردی اب فرمایا کہ پاک ہونے کے بعد جب اور جس طریق پر آرزو ہو اس کے قریب جاسکتے ہو، کوئی شخص اپنی کھیتی کو برباد نہیں کرنا چاہتا، اصل غرض پیداوار ہوتی ہے، کسان ایک قانون کے ماتحت خاص وقت میں بیج بوتا ہے، ہل چلاتا ہے اور اس کی آبیاری کرتا ہے اور وقت پر فصل کاٹ لیتا ہے ایسے ہی ایک شخص تمام ان لغو ومہمل طریقوں کو ترک کردے جس سے انسانی نطفے کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو اور شریعت کے قاعدہ کے مطابق صحبت کرے تا کہ اولاد پیدا ہو اور اپنے لئے آئندہ کی بھی تیاری کر و اولاد صالح پیدا ہو تو صدقہ جاریہ وثواب ہو گا مستقبل کے درست کرنے کے خیال سے انصاف کر رہا ہے یعنی بیوی اور مرد کا تعلق صرف شہوت رانی نہ ہوگی بلکہ مقصد اصلی مستقبل میں صدقہ جاریہ بہ شکل اولاد برآمد کرنا ہوگا۔

راعی اور رعایا کے تعلقات محدود ہیں

میاں اپنی بیوی پر نکاح کے ذریعے مسلط ہے تاہم یہ تسلط کلی نہیں ہے بلکہ محدود ہے اسی طرح راعی رعایا پر مسلط ہے لیکن وہ تسلط بھی محدود ہے یعنی اس کو حفاظت مال وجان میں دخل ہے یہ نہیں کہ جو حکم کرے ہم اس کے ماننے پر مجبور ہوں تو جو حکم خلاف شرع کرے گا اس کو ہم اس کے منہ پر ماریں گے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا طاعة للمخلوق فی معصية الخالق (مسند احمد: ح ٢٠٦٥٦) مثلاً کسی کو کہے کہ برہمن بن جاؤ یا نماز نہ پڑھو، رعایا ایسے احکام میں مجبور نہیں ہیں، خلاصہ یہ کہ جیسے میاں اور بیوی ایک مسلک مجوز کے پابند ہیں اسی طرح راعی اور رعایا کا تعلق بھی ایک مسلک مجوز میں منحصر ہے۔

راعی کبیر کی ذمہ داریاں

راعی بھی اپنے مستقبل کو درست کرنے کے لئے رعایا کے ساتھ انصاف سے پیش آئے کسی کی حق تلفی نہ کرنے پائے تو راعی کبیر کو بھی قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ کہیں گے یعنی راعی کبیر کا صرف ٹیکس وصولی اور شکم پروری مقصد اصلی نہ ہوگا بلکہ امن قائم کرے تاکہ توحید کی اشاعت اور ایمان کی بہتات ہو کہ حسن سلوک سے معاملہ کرو کہ تمہارا انجام بخیر ہو اور تمہارے لیے رعایا دعائے خیر کرے یعنی راعی کو اپنے اور رعایا کے مستقبل کے سنوارنے کا خیال رکھنا چاہیے۔ جس طرح کہ مرد کے لئے ضروری ہے کہ بیوی کے ساتھ تعلق رکھنے میں خدا سے ڈرے اسی طرح سیاست میں راعی کبیر کو رعایا کے نظم ونسق کا جو اختیار دیا گیا ہے اس میں خدا سے ڈرے۔

گاندھی کا حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو خراج تحسین

اسی طرح گاندھی نے حکومت ہند کو کہا تھا کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طرح حکومت کرو، گاندھی اپنے اسلاف میں کوئی نمونہ پیش نہ کر سکا۔

راعی کو مفسد احکام سے رجوع لازم ہے

وَ لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَ تَتَّقُوْا وَ تُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ: قانون بنانے کی اجازت دی گئی ہے مگر اس کے اصول اساسی اور مقاصد مہمہ کبھی نظر انداز نہ ہوں اور وہ یہ ہیں:

بر واحسان: دوسروں کے ساتھ حسن وسلوک سے پیش آنا۔

تقویٰ وطہارت: اپنے اندر اخلاق فاضلہ پیدا کرنا اور ورع اور پاکیزگی سے آراستہ ہونا۔

اصلاح بین الناس: لوگوں میں اگر منازعات ومناقشات پیدا ہوں تو ان کا رفع وانسداد اور ان کو آپس میں صلح وآشتی سے رہنے کی تاکید کرنا۔

بہر حال! تقویٰ سے رُکنے کے لئے خدا کے نام کو آڑ نہ بناؤ کہ میں تو قسم کھا چکا ہوں کہ ماں کی شکل نہیں دیکھوں گا یا میں بیوی سے نہیں بولوں گا تو بر وتقویٰ سے ہٹنے اور بچنے کے لئے خدا کا نام آڑ نہ بناؤ اور ایسی قسم توڑنا اس پر فرض ہے، اسی طرح سیاست میں راعی کبیر اگر کوئی حکم نافذ کرے اور خدا کے نام کی قسم کھا کر دے چکا ہے تو اگر اس حکم سے رعایا کو نقصان پہنچ رہا ہے تو راعی پر فرض ہے کہ قسم توڑ کر واپس لے لے اور کفارہ دے دے۔

فوجداری اور دیوانی قوانین کا استنباط

قاعدہ یہ ہے کہ حاکم کو رعایا کا مفاد پیش نظر رکھنا چاہیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے انما بعثتم میسّرین ولم تبعثوا معسرّین(ابو داؤد: ح ۳۸۰) اگر راعی کا حکم خلق خدا کیلئے نقصان دہ ہو اور قسم کھائی ہو تو قسم توڑ دے (یہ ہم فوجداری و دیوانی قانون پڑھا رہے ہیں)

بے ساختہ و بلا ارادہ لفظ قسم کا منہ سے نکلنے پر مواخذہ نہیں

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ: بے ساختہ و بلا ارادہ لفظ قسم کا منہ سے نکلا ہے تو اس پر مواخذہ نہیں (جیسا کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بلا ارادہ خدا کا نام لیتے ہیں) اسی طرح راعی کسی حکم دینے میں بے ساختہ یمین لغو کر دے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، راعی یمین لغو سے کوئی حکم نافذ کر دے وہ اس کو واپس لے لے تو کوئی کفارہ نہیں دینا پڑے گا۔

قسموں کی اقسام

قسمیں کئی طرح کی ہوتی ہیں

(۱) **یمین لغو:** جس کے دو معنی ہیں ایک کسی گزری ہوئی بات پر جھوٹی قسم، بلا ارادہ زبان سے کھائی گئی ہو، دوسری یہ کہ قسم تو ارادہ سے کھائی گئی مگر گمان تو یہ تھا کہ جس بات پر قسم کھائی گئی ہے درست ہوگی دونوں قسموں پر شریعت کوئی مواخذہ نہ کرے گی اور نہ ان کا اعتبار ہوگا، تاہم اس کی عادت ڈالنا مناسب نہیں۔

(۲) **یمین منعقدہ:** آئندہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر قسم کھائی جائے اگر اس نے قسم پر عمل کر لیا یعنی اپنی قسم کو پورا کیا تو بہتر ورنہ ترک کرنے کی صورت میں کفارہ واجب ہوگا اور کفارہ میں ایک غلام آزاد کر دے یا اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دس مسکینوں کو دو وقت کا پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو مسلسل تین دن روزے رکھے۔

(۳) **یمین غموس:** ارادۃً ایک معاملے کے متعلق جھوٹی قسم کھائی، اس کا گناہ اس قدر شدید ہوگا کہ محض کفارہ کافی نہ ہوگا بلکہ نہایت ہی الحاح و تضرع کے ساتھ توبہ و انابت الی اللہ کرنی ہوگی تب جا کر یہ عظیم جرم معاف ہوگا یہ قسم ہمیشہ ماضی سے تعلق رکھتی ہے۔

مسئلہ ایلاء

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ : اس میں مسئلہ ایلاء کا ذکر ہے کہ اگر کوئی قسم کھائے کہ بیوی کے پاس نہیں جاؤں گا اور اگر چار مہینے کے اندر اندر اپنی قسم توڑ ڈالے اور بیوی کے پاس چلا جائے تو بیوی اُس سے جدا نہ ہوگی، اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے اور اگر چار ماہ گزر گئے اور قسم نہ توڑی تو اس عورت پر طلاق کا نفاذ ہو گیا، اب بلا نکاح رجوع جائز نہ ہوگا البتہ اگر دونوں رضامندی سے پھر نکاح کر لیں تو درست ہے اور حلالہ کی ضرورت نہ ہوگی۔

راعی اور رعایا کو بوقت تنازع چار مہینہ کی مہلت

اسی طرح اگر راعی اور رعایا کے درمیان کشیدگی ہو تو اسے فوراً الگ نہ کیا جائے اس کا تجربہ ہے اور وہ جہاندیدہ ہے تو معمولی مسئلوں پر اسے الگ کرنا باز یچۂ اطفال بنانے کے مترادف ہے، نظام سیاست کے چلانے میں بڑی دوراندیشی اور غور وفکر کی ضرورت ہے تو رعایا کو چار مہینے کی مہلت دینی چاہیے۔ چار ماہ میں تم بھی اور وہ بھی غور کر لو یہ نہ ہو کہ آج ناراض ہو تو فوراً علیحدہ کر لو تو سوچنے کی میعاد چار مہینے بھی ہو سکتی ہے۔

استاد یا مہتممین مدارس کے لئے سبق

اسی طرح استاذ یا مہتمم بھی جلد کسی کشیدگی پر طلبہ واساتذہ کا اخراج نہ کرے کچھ سوچ سمجھ سے کام لے کر نرمی سے بات کرے نظام اس طرح تو نہیں چلا کرتے نیز بڑی تدبیر وتحمل اور بڑی دوراندیشی کی ضرورت ہے ہوشیار کے سامنے سانپ مر جاتا ہے لاٹھی نہیں ٹوٹتی، بے وقوف کی لاٹھی ٹوٹ جاتی ہے سانپ زندہ رہتا ہے، اسی طرح ہوشیاری یہ ہے کہ ایک طلاق دے دی جائے، اس میں بیوی کو سوچنے کا موقع مل جائے گا۔ اسی طرح اگر کافر قوم کو چار مہینے کی مہلت دے کر کہا جائے اگر اس مدت میں اسلام قبول نہ کیا تو تمہارے خلاف عملی کاروائی کی جائے گی تو ہم نہیں کہیں گے کہ یہ شریعت کے خلاف کیا، جیسا کہ سورۂ توبہ کی دوسری آیت میں فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ سے مستنبط ہے کیونکہ وہاں بھی دو قوموں کا آپس میں معاہدہ تھا۔

حلالہ، یا جرم کی سزا

تھوڑی غلطی پر قطع تعلق نہیں کیا جائیگا کیونکہ بعد میں ایسا آدمی ملے یا نہ ملے، اسی طرح

ممکن ہے کہ بیوی اس سے زیادہ زبان دراز ہو، بعد میں تکلیف اٹھانی پڑے بہت سمجھایا کہ اگر اکٹھے نہیں رہتے تو ایک طلاق دو ممکن ہے پھر طبیعت کا میلان ہو جائے اگر نہ ہو تو دوسری دے دو اگر تعلق کو منقطع کرنا ہی ہے تو آخر میں تیسری طلاق بھی دو، اب اس کے بعد اگر پھر اُسی سے تعلق قائم کرنے کا ارادہ ہو تو جرم رکھا گیا کہ دوسرے زوج سے نکاح اور وطی کے بغیر تمہارا کام نہیں ہو گا۔ یہ حلالہ اسی جرم کا بدلہ ہے کہ اتنے سمجھانے کے بعد بھی اگر تم نے ایسا کیا ہے تو یہ سزا ہے۔

اخلاقی تربیت کے لئے حکام کی تبدیلی

اس کے بعد یہاں آئیں کہ ایک ملازم ہے اس کا تعلق رعایا سے بوجہ ترش مزاج ہونے کے نہیں چل سکتا بار بار کہا جو ممکن طریقہ تھا کیا لیکن آخر اس کو وہاں سے تبدیل کر دیا گیا اور سرحد پر جہاں پٹھانوں کے ساتھ کام کرنا ہے، وہاں کی ترش مزاجی دیکھ کر کہ یہاں تو کئی ایک تھانیدار قتل بھی کئے گئے ہیں، طبیعت میں نرمی پیدا ہو جائے گی، یہ سزا تھی بعد میں پھر اصل مقام پر لایا گیا، اب طبیعت میں چونکہ نرمی پیدا ہو چکی ہے اب یہاں کی رعایا سے سلوک اچھا رہے گا۔ اسی طرح اگر بیوی بد دماغ ہو جائے تو وہ مرد کو کچھ دے اور اپنے آپ کو آزاد کرے، کہے کہ میں بسنا نہیں چاہتی، اب یہ حکم خلع ہے۔ اب اگر خاوند بیوی کو نہ منا سکے اور نہ بیوی خاوند کو منا سکے تو اب مرد کی مردانگی کا اعتبار ہو گا، اسلامی سلطنت کھانے پینے کیلئے نہیں بلکہ مخلوق خدا کو آسائش پہنچانے کیلئے ہے۔ کھانا پینا تو غیر مسلم اقوام کے لئے عین مقصد ہے مسلمان کیلئے تو رضائے مولیٰ ہے کیونکہ مسلمان جینے کے لئے کھاتے ہیں نہ کہ کھانے کے لئے جیتے ہیں۔

مطلقہ عورت کا تین حیض تک انتظار

وَ الْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ وَ لَا یَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ یَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِیْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ یُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ: یہاں سے طلاق کے مختلف احکام بیان کئے جاتے ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے کہ جس عورت سے خاوند نے صحبت یا خلوت صحیحہ کی ہو نیز اس کو حیض بھی آتا ہو اور وہ آزاد بھی ہو، طلاق دینے کے بعد اُسے تین حیض تک انتظار کرنا پڑے گا، یہ مدت تقریباً تین ماہ بن جاتی ہے، اس زمانہ انتظار کو شریعت کی اصطلاح میں "عدت" کہا جاتا ہے۔ اس مدت میں دوسرے شخص سے نکاح

کرنا جائز نہیں۔ اس انتظار کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ خاوند اور بیوی میں مصالحت کی کوئی صورت نکل آئے۔ عبارت النص یہ ہے کہ اگر مطلقہ عورت حاملہ ہو تو وہ اپنے رحم میں بچے کو نہ چھپائے کیونکہ اس کو پہلے دن سے پتہ چل جاتا ہے تو خاوند کی امانت طلاق کے بعد نہ چھپائے جس سے اس کی عدت وضع حمل ہو جاتی ہے۔

رعایا کو راعی کا حق تلف کرنا جائز نہیں

اسی طرح رعایا کسی راعی کو الگ کردے تو اس کے باقی حقوق جو ہوں وہ اس کو دیدیں، اس کو تلف نہ کرے بلکہ ادا کردے مثلاً ان چار مہینے کی تنخواہ تو دو اور سہولتیں بھی جاری رکھو یا سرکاری کمرہ میں جو اس کا ذاتی سامان ہو تو وہ واپس دے دیا جائے ظلم کر کے ضبط نہ کیا جائے۔

طلاق رجعی کے بعد آپس کی رضامندی پر پہلا خاوند زیادہ مستحق

اگر طلاق رجعی ہو اور میاں بیوی آپس میں راضی ہو جاویں تو خاوند اسے گھر میں رکھنے کا زیادہ مستحق ہے، تین ماہ کے زمانہ میں انسان کافی غور وفکر سے کام لے سکے گا الگ رہنے کی وجہ سے عارضی رنجش اور ناراضگی دور ہو جائے گی، سابقہ الفت ومحبت پھر لوٹ کر آئے گی، پہلا تعلق قائم ہو جائے گا اور اس طرح ان جلد بازیوں کا تدارک ہو جائے گا جو طلاق کے متعلق تصور کی جاسکتی ہے۔

راعی سابق کو دوبارہ لانے میں کوئی مضائقہ نہیں

اسی طرح اگر راعی یعنی سلطان اور رعایا کا انقطاع ہو گیا ہے اور رعایا کو اور کوئی اچھا آدمی نہیں ملتا تو راعی سابق کو اگر پھر لایا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ کام کے آدمی ہر وقت مشکل سے ملتے ہیں تو جس حاکم کو نوٹس سبکدوشی اور علیحدگی کا دیا جائے تو وہ بھی سوچ سمجھ کر اسی قوم کی طرف کچھ جھک جائے اور صلح کی صورت نکل آئے تو بجائے نئے حاکم آنے کے یہی بہتر ہے کیونکہ وہ جتنا ترقی وتنزلی کے اسباب سے واقف ہوگا، نئے ملوک اتنی واقفیت سے محروم ہوں گے۔

مرد پر عورتوں کے حقوق کا خیال رکھنا لازم

مردوں کو توجہ دلائی کہ نکاح کے بناء پر جس طرح تمہارے حقوق عورتوں پر عائد ہوتے ہیں ایسے ہی ان کے حقوق تم پر ہیں، ان کا خیال رکھنا تمہارا فرض بنتا ہے اور یہ نہ سمجھا جائے کہ

عورتیں بھیڑ بکریوں کی طرح ہیں فقط انتفاع کے لئے ان پر تسلط نہیں دیا گیا بلکہ عورت کے بھی مرد پر حقوق ہیں، اس ایک جملے نے درحقیقت طلاق کے ناجائز استعمال کو روک دیا اور تمام دنیا میں عورت کی قدر و منزلت قائم کر دی جو اس سے پہلے اس کو نصیب نہ تھی۔

راعی اور رعایا کے حقوق جانبین سے ہیں

اسی طرح راعی پر بھی رعایا کا حق ہے جیسے کہ اس کا رعایا پر ہے لیکن راعی یہ نہ سمجھے کہ رعایا سے فقط ٹیکس لینا مقصود منصب قرار دے بلکہ رعایا کا بھی اس پر حق ہے کہ ان کی بہبودی کا خیال رکھے گا اور اُن کے درمیان عدل وانصاف رکھے گا اور رعایا کی جان و مال کی پوری حفاظت کرے گا اور اسی طرح اگر وہ بدلائل اپنی رائے کا وقیع ہونا ثابت کر دے تو اسی کو ماننا چاہئے جو جس کام میں ماہر خصوصی ہو اور تمہیں سمجھائے تو اس کی رائے مان لینی چاہیے۔

ع ہر کسے را بہر کارے ساختہ اند

میاں بیوی کے اختلاف میں میاں کی رائے کو ترجیح

اگر میاں بیوی آپس میں معاملہ طے نہ کر سکے نہ عورت اپنی رائے کو چھوڑتی ہے اور نہ مرد تو اس صورت میں آخری فیصلہ یہ ہو کہ مرد کی رائے کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ مرد کی معلومات وسیع اور وہ زیادہ دوررس اور دور اندیش ہے اس کا درجہ اونچا ہے تو اگر راعی میں مہارت تامہ خصوصی ہو، ایکسپرٹ ہو، صاحب الرائے ہو تو اس کا درجہ اونچا ہوگا۔ اسی طرح راعی کو آخری فیصلہ کرنے کا حق دیا جائے جیسا کہ بلقیس کو اپنی رعایا نے کہا تھا وَّالْاَمْرُ اِلَیْكِ فَانْظُرِیْ مَاذَا تَاْمُرِیْنَ (النمل:۳۳) اگر راعی نے عدل وانصاف نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ غالب ہے اور حکیم ہے کہ ایسے طریقہ سے ذلیل کرے گا کہ اس کو پتہ بھی نہیں ہوگا۔

رکوع 29

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ

طلاق دو مرتبہ ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نیکی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ

اور تمہارے لیے اس میں سے کچھ بھی لینا جائز نہیں جو تم نے انہیں دیا ہے

شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ

مگر یہ کہ دونوں ڈریں کہ اللہ کی حدیں قائم نہیں رکھ سکیں گے پھر اگر

خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا

تمہیں خوف ہو کہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہیں رکھ سکیں گے تو ان دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ

افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ

عورت معاوضہ دے کر پیچھا چھڑا لے یہ اللہ کی حدیں ہیں سو ان سے تجاوز

يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾

نہ کرو اور جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا سو وہی ظالم ہیں۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ

پھر اگر اسے طلاق دے دی تو اس کے بعد اس کے لیے وہ حلال نہ ہو گی یہاں تک کہ

زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ

وہ کسی اور خاوند سے نکاح کرے پھر اگر وہ اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ

يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ

آپس میں رجوع کر لیں اگر ان کا گمان غالب ہو کہ وہ اللہ کی حدیں قائم رکھ سکیں گے اور یہ اللہ کی

حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٢٣٠﴾ وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ

حدیں ہیں وہ انہیں کھول کر بیان کرتا ہے ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔ اور جب عورتوں کو

النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ

طلاق دے دو پھر وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں حسن سلوک سے روک لو یا

سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا

انہیں دستور کے مطابق چھوڑ دو اور انہیں تکلیف دینے کے لیے نہ روکو

لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَا

تاکہ تم سختی کرو اور جو ایسا کرے گا تو وہ اپنے اوپر ظلم کرے گا اور اللہ کی آیتوں کا

تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۫ وَّ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ

تمسخر نہ اڑاؤ اور اللہ کے احسان کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیا ہے

عَلَيْكُمْ وَ مَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ

اور جو اس نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری ہے کہ تمہیں اس سے

وَ الْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا

نصیحت کرے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ

ع ٢٩ اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٢٣١﴾ ع

اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

رکوع (۲۹)

خلاصہ: مسائل ملک داری

ماخذ: (۱) اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا (البقرۃ:۲۲۹)

(۲) فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ (البقرۃ:۲۳۰)

(۳) وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ (البقرۃ:۲۳۱)

میاں بیوی کے تعلقات، ہمارے استنباط تاویلی اور اعتباری

اصل مفہوم و مصداق وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کا مراد ہے (جسے طلاق، نکاح، عدت وغیرہ کہا جاتا ہے) ہم اس سے جو چیزیں نکالتے ہیں وہ استنباطی ہیں ذہن قبول نہ کرے تو اٹھا کر پھینک دیجئے! اس لئے میں نے قرآن کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ المسائل المستنبطة بالاعتبار والتاويل ولا يقال لها التفسير اب یہاں بھی مقصود کلام الٰہی و عبارت النص کا میاں بیوی کے تعلقات کا ذکر ہے یعنی ماسيق الكلام لا جل ذلك (یعنی جس مقصد کیلئے بات کی گئی ہے) اب ہم اُس سے جو چیزیں نکالتے ہیں وہ اعتباری و تاویلی ہیں جیسا کہ حضرت تھانویؒ نے ایک رسالہ الاعتبار والتاویل پر مسائل مستنبط کر کے لکھا ہے، اب ہم الاعتبار و التاویل سے عبارت آیات کو راعی صغیر و کبیر کی طرف لے جاتے ہیں۔

طلاق ثلاثہ کے بعد باہمی نباہ فطری طور پر ناممکن

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ: مرد کو نکاح کے بعد تین طلاق دینے کا حق ہے، ایک مرتبہ معاملہ خراب ہونے سے قطعی متارکہ نہیں ہونا چاہیے، عارضی ہو یعنی جس وقت

چاہے رجوع کرے، دوسری بار بھی اسی طرح ہے اور اگر تین دفعہ یکے بعد دیگرے متارکہ دونوں کا ہوا تو ہم سمجھ لیں گے کہ ان کا باہمی نباہ فطری طور پر ناممکن ہے، ادنیٰ مقدار جمع تین کا عدد ہوتا ہے اس واسطے کلیۃً اس تعلق کو منقطع کرلیا جاتا ہے کہ ان کے طبائع میں تباین ہے ان میں جوڑ اور توافق نہیں ہوسکتا فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ اب جبکہ یہ تین طلاق کے ساتھ مغلظہ ہوئی یہاں تک کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح کرلے اور نکاح کے فوائد حاصل کرکے اس کو طلاق دے کر اس کی عدت گزر جائے تو پھر پہلے خاوند سے نکاح کرسکتی ہے۔

سیاست اور حکومت بازیچہ اطفال نہ بنے

اسی طرح ایک حاکم کو آپ نے کسی جگہ متعین کیا حاکم اور رعایا کی آپس میں ٹکراور مخالفت ہوگئی، آپ نے راعی کو تھوڑی دیر کے لئے کسی دوسرے جگہ معطل کردیا یا اس کا تبادلہ کیا، افسر بالا نے افسر ماتحت کو کسی اور جگہ متعین کیا پھر طبیعت میں کہیں تصادم ہوا، حالات ناگزیر ہوئے پھر افسر بالا نے کسی اور جگہ تبدیلی کرلی پھر اس نے منت ساجت کی کہ اپنے گھر کے لئے واپس تبدیل ہوجائے اور یہ اپنی پرانی جگہ پر اپنی مصالح کے بناء پر واپس ہوجائے، خدا جانے پھر طبیعت میں ٹکر ہوئی بعض طبائع ہوتے ہیں تو آپ یہ اندازہ لگائیں گے کہ ان دونوں میں کس کی طبیعت کا قصور ہے کہ ان کا توافق نہیں ہوسکتا تو انہیں ہٹادیا جاتا ہے یا تبدیل کردیا جاتا ہے، جیسا کہ انگریز حاکم کا حال تھا لاہور میں اگر کوئی حاکم لوگوں سے نباہ نہیں کرسکتا تو اس کو کلکتہ بھیج دیتا یا پٹھانوں پر حاکم بنادیتا کہ اس کی طبیعت کی درشتی دور ہوجائے ٹھیک ہوجاتا تو پھر لاہور واپس تبدیل کرادیتا لیکن اگر اس سے بھی ٹھیک نہ ہوسکے تو ہمیشہ کیلئے اس کا انقطاع کیا جائے تاکہ سیاست اور حکومت بازیچۂ اطفال نہ بن جائے ورنہ نظام میں خلل ہوگا، اس استنباط کا ماٰخذ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ہے۔

خاوند بیوی کو طلاق دینے پر مہر واپس لینے کا مجاز نہیں

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا: اصل مسئلہ کا مدلول یہ ہے کہ اگر خاوند اپنی بیوی کو بغیر کسی قصور اور جرم کے دخول (مباشرت) کے بعد طلاق دیتا ہے تو وہ مہر وغیرہ سے ایک پائی بھی واپس لینے کا مجاز نہیں اور اگر اب تک مہر ادا نہیں کیا تو طلاق کے وقت ایک ایک کوڑی شمار کرکے دینی ہوگی یعنی عورتوں کو آپ نے جو مہر دیا ہے طلاق دینے کے وقت وہ واپس مت لو خلع کی صورت تو الگ ہے وہ عورت دیتی ہے جب مرد طلاق نہیں دینا چاہتا۔

راعی کو ابطال عمل ناجائز ہے

اس سے دوسرا مسئلہ یہ مستنبط ہوتا ہے کہ اگر کسی حاکم نے اپنے عہدہ میں نظام ملکی کے حوالے سے کچھ اصلاحات نافذ کی ہیں (ترقیاتی کام شروع کروائے ہیں) یا خرابیوں کو درست کیا ہے اب اس کو موقوف و تبدیل کرنے کی صورت میں اُسے یہ حق نہیں کہ ان اصلاحات کو پھر درہم برہم کر کے جائے، واپس لینے کا کوئی حق نہیں کیونکہ اس نے تنخواہ کھائی ہے۔ جیسے مرد عورت سے نہیں لے سکتا اس طرح حاکم حسن انتظام کا نفع درہم برہم نہیں کرسکتا۔

بیوی اپنے شوہر سے خلع کے ذریعے سے آزاد ہوسکتی ہے

اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ : یہ خلع کی صورت ہے یعنی اگر میاں بیوی کے درمیان صلح کی کوئی صورت ممکن نہ ہو اور عورت جدا ہونا چاہتی ہے، مرد طلاق نہیں دینا چاہتا تو عورت اس فکر میں ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو اس سے نجات حاصل کرے ایسی حالت میں اگر عورت خود بخود اپنے خاوند کو کچھ دینے پر رضا مند ہو جائے تو خاوند اُس رقم کے وصول کرنے پر شریعت کے لحاظ سے گناہ گار نہ ہوگا، اس قسم کی طلاق کو شریعت کی اصطلاح میں ''خلع'' کہا جاتا ہے۔

دفع شر کے لئے اگر راعی کو کچھ دیا جائے تو جائز ہے

اسی طرح اگر کسی حاکم اور رعایا کے درمیان اختلاف ہے اور حاکم نے ایسی جڑ پکڑ لی ہے کہ اس کو معزول نہیں کیا جاسکتا یا رعایا خوف کرے کہ راعی فساد برپا کرے گا تو اب رعایا کے لئے جائز ہے کہ اس کو مال دے تاکہ حکومت سے دستبردار ہو جائے۔

راعی رعایا اور شوہر و بیوی حدود کی تجاوز سے بچیں

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ : دو دفعہ تک تم کو اختیار ہے پھر اختیار نہیں ہے یعنی مرد نے روپیہ تو لے لیا ہے لیکن طلاق نہیں دیتا یا عورت نے طلاق لے لی ہے لیکن روپیہ ادا نہیں کرتی، یہ اللہ کی حدود ہیں تو اس سے تجاوز نہ کرو اور جو بھی اللہ کی حدود سے تجاوز کرے گا وہ ظالم ہوگا مثلاً مرد نے روپیہ لے لیا ہے لیکن طلاق نہیں دیتا یا عورت بدل خلع ادا نہیں کرتی تو ظالم ہوگی۔

سابقہ شوہر سے نکاح حلالہ کے بغیر ممکن نہیں

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ وَ تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ: تین طلاقوں کے بعد خاوند اور بیوی میں تفریق ہوگئی اب یہ عورت اُس وقت تک کے لئے اس پر حرام ہے جب تک کوئی دوسرا شخص اس سے نکاح نہ کرلے پھر یا تو وہ (خاوند) مرجائے یا اس کو طلاق دے دے، اس کے بعد وہ عورت اپنے پہلے خاوند کی طرف رجوع کرسکتی ہے، اس کو شرعی اصطلاح میں ''حلالہ'' کہا جاتا ہے۔ تین طلاقوں کے بعد بغیر حلالہ کے یہ آدمی اپنی مطلقہ بیوی کی طرف رجوع نہیں کرسکتا، صرف ایک صورت ہوسکتی ہے کہ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ کہ دوسرے زوج کے ساتھ اپنی مرضی سے نکاح کرے پھر اگر اس کے ساتھ ان بن ہو کر اسے طلاق مل جائے تو سابقہ شوہر سے نکاح کرسکتی ہے۔

حاکم کی اصلاح کیلئے اقدامات

اسی طرح حاکم جب خراب ہو تو اسے کسی دوسرے جگہ جہاں جان پہچان نہ ہو جہاں اس کی اکڑ خانی نہ چلے وہاں بھیج دیا جائے تا کہ اس کی طبیعت ٹھیک ہو جائے اور رعایا اس کی اصلاح کردیں پھر اگر پہلے مقام پر اس کی ضرورت پڑے تو اس کو بلا لیا جائے تو جائز ہے، جیسا کہ ایک آدمی لاہور میں حاکم تھا چونکہ گھر تھا اور خویش اقرباء بھی بڑے بڑے عہدوں پر قائم تھے، اُسی گھمنڈ پر وہ بار بار بگڑتا ہے تو اسے صوبہ سرحد یا یاغستان بھیج دو وہ لوگ گالی بعد میں دیتے ہیں پیٹ چاقو سے پہلے پھاڑ دیتے ہیں تو ایسے علاقوں میں اس کی طبیعت ٹھیک ہو جائے گی اور یہ سب تیزیاں کافور ہو جائیں گی چونکہ وہ سرحدی علاقے ہیں تھوڑا سا بگڑے گا تو وہ لوگ لحظہ میں اسے ٹھیک کردیں گے۔

لاہور میں جنرل ڈائیر کی بداندیشی سرحد میں روس کیپل کی حکمت عملی

جیسا کہ ڈائر جو بہت تیز تھا امرتسر میں بہت خونریزی کرائی تھی اگر اس کو سرحدی علاقے میں بھیج دیتے تو تھوڑی مدت میں ٹھیک ہو جاتا، جیسا کہ روس کیپل سرحد پر کمشنر تھا کہ لوگوں کے ساتھ مل کر ڈاکے ڈالتا تھا کیونکہ اگر وہ ایسی حکمت عملی نہ کرتا اور اپنی حکومت قائم کرتا تو اس کی سرحدی افغان خوب خبر لیتے۔

بیوی کو محض تنگ کرنے اور دُکھ دینے کیلئے رکھ کر طلاق نہ دینا ظلم ہے

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ وَ لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا : زمانہ جاہلیت میں بھی شوہر عورتوں کے حقوق ادا نہیں کرتا تو فرمایا کہ اس بیچاری کو دکھ دینے میں ساتھ نہ رکھو اگر بیوی کو محض تنگ کرنے اور دُکھ دینے کے لئے ساتھ رکھتا ہے اور طلاق نہیں دیتا تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ عورت کا سارا خاندان اس کا دشمن ہو جائے گا تو اسے تکلیف دینے کے لئے نہ روکو کہ تم اس پر سختی کرو کیونکہ اسی لڑکی کے ورثاء کو تو تکلیف ہو گی ممکن ہے کہ وہ ایسی درگت بنائیں گے کہ الامان والحفیظ گویا اس نے اتنی بے عزتی اپنی شامت اعمال کے باعث پائی، جب بیوی بگڑے گی تو اس شوہر ضار (ضرر دینے والا) کی خوب خبر لے گی یعنی یہ لوگ پہلے عورتوں کو طلاق دیتے ہیں پھر ضرر دینے کے لئے رجوع کرتے ہیں تو رجوع ضرر کے لئے ہو گا تو اللہ تعالیٰ کے احکام سے تمسخر کرنا ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے یہ عورتیں محض تمہاری راحت کے لئے تمہیں حوالہ کی تھیں تو تم اس نعمت کا کفران کر کے ضرر رسانی کے لئے اِن کو رکھتے ہو، یہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے استہزاء ہے۔

نعمت کا کفران اور رعایا کو ضرر پہنچانا یہ استہزاء باحکام اللہ ہے

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حکومت جیسی نعمت عطاء فرمائی ہے تو اس نعمت کا شکر یہ رعایا پروری ہے، اگر تم نے اس نعمت کا کفران کیا اور رعایا کو ضرر پہنچایا یہ استہزاء باحکام اللہ تعالیٰ ہے، جیسا کہ بعض لوگ انجمنوں کے صدر ہوتے ہیں مگر کام نہیں کرتے اور صدارت کو چھوڑتے بھی نہیں تو اس صورت میں صادق آئے گا، لَا تُمْسِكُوا الرعایا ضِرَارًا وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ یعنی امساک بغرض ضرار۔ اسی طرح حاکم کو چاہئے کہ رعایا کو راضی رکھے خوشی سے معاملات نبھائے، تنخواہ لینا پوری نہ کرے فرائض منصبی انجام دے تا کہ رعایا خوش رہیں ورنہ ممکن ہے کہ ایسی نوبت آئے کہ رعایا ایسا مزہ چکھائیں کہ العیاذ باللہ تنگ آمد بجنگ آمد انقلابات خونی اسی طرح ہوتے ہیں عراق میں سارے شاہی خاندان کو اُڑا دیا یہ سیاسی چیز ہے کہ رہنا ہے تو ان کی دلجوئی کے ساتھ رہو تنخواہ کے لئے نہیں۔

نعم الٰہی کا شکریہ ادا کرنا اور متقی بن جانا

وَ لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ مَآ اَنْزَلَ عَلَیْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَ الْحِكْمَةِ یَعِظُكُمْ بِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ : اللہ تعالیٰ کے احکام کو مذاق نہ سمجھو بلکہ تمہارا نفع و بہتری ان احکام کی تابعداری میں ہے، میاں کو خطاب ہے کہ اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کر کے متقی بن جاؤ، منجملہ نعمتوں کے ایک نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم جیسے انسانوں کو تمہارا ماتحت بنایا، اسی طرح بادشاہ کو خطاب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم جیسے لاکھوں انسان تیرے محکوم بنائے، اگر ظالم بنو گے تو ذلت اٹھاؤ گے، وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى (طٰہٰ: ۱۲٤) اللہ والوں اور علماء کو اللہ تعالیٰ نے بے فکر رکھا ہے ہمیں یہ پتہ نہیں چلتا کہ دن کو آئے گا یا رات میں منی آرڈر سے آئے گا یا لفافہ میں، بے فکر و بے غم ہیں اور کوٹھیوں والوں کے دلوں میں چھلنی سے زیادہ بے اطمینانی کے سوراخ ہوتے ہیں تیقن تام چاہئے اور انقطاع عن الخلق و اعتماد علی اللہ بھی۔

رکوع 30

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ

اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو پس وہ اپنی عدت تمام کر چکیں تو اب انہیں

اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ

اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جب کہ وہ آپس میں دستور کے مطابق راضی ہو جائیں

بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ

تم میں سے یہ نصیحت اسے کی جاتی ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَ

ایمان رکھتا ہے یہ تمہارے لیے بڑی پاکیزگی اور بڑی صفائی کی بات ہے اور

اَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس دودھ پلائیں یہ اس کے لیے ہے

لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ

جو دودھ کی مدت کو پورا کرنا چاہے اور باپ پر دودھ پلانے والیوں کا

رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا

کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق ہے کسی کو تکلیف نہ دی جائے مگر اسی قدر کہ

وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ

اس کی طاقت ہو نہ ماں کو اس کے بچوں کی وجہ سے تکلیف دی جائے اور نہ باپ ہی کو

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ

اس کی اولاد کی وجہ سے اور وارث پر بھی ویسا ہی نان نفقہ ہے پھر اگر دونوں

تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ

اپنی رضا مندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے اور اگر

اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

کسی اور سے اپنی اولاد کو دودھ پلوانا چاہو تو اس میں بھی تم پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ

اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

تم دے دو جو دستور کے مطابق تم نے دینا ٹھہرایا ہے اور اللہ سے ڈرو

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٣٣﴾

اور جان لو کہ اللہ اسے جو تم کرتے ہو خوب دیکھتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا

اور جو تم میں سے مر جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں

يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ

تو ان بیویوں کو چار مہینے دس دن تک اپنے نفس کو روکنا چاہیے پھر جب وہ اپنی مدت

اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ

پوری کر لیں تو تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو وہ دستور کے مطابق

بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٣٤﴾

اپنے حق میں کریں اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو خبردار ہے۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ

اور تم پر اس میں گناہ نہیں ہے کہ ان عورتوں کو اشارہ سے

النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ

پیغام نکاح دو اور یا تم اسے اپنے دل میں چھپاؤ اللہ جانتا ہے کہ

سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ

تمہیں ان عورتوں کا خیال پیدا ہو گا لیکن مخفی طور پر ان سے نکاح کا وعدہ نہ کرو مگر

اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ڛ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ

یہ کہ قاعدے کے مطابق کوئی بات کہو اور جب تک میعاد نوشتہ پوری نہ ہو اس وقت تک نکاح

حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا

کا قصد بھی نہ کرو اور جان لو کہ اللہ جانتا ہے. جو کچھ تمہارے

ع ۳۰ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿٢٣٥﴾ ع

دلوں میں ہے پس اس سے ڈرتے رہو اور جان لو اللہ بڑا بخشنے والا بردبار ہے

رکوع (۳۰)

خلاصہ: (۱) پیٹ پروری کی غرض سے حکومت کرنا جائز نہیں۔

ماخذ: (۱) وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرة:۲۳۲)

(۲) وَ الْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ (البقرة:۲۳۳)

(۳) وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا (البقرة:۲۳٤)

پہلے زوج کے ساتھ دوبارہ نکاح سے منع نہ کرو: عبارت النص

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ: ایک صحابیؓ کا واقعہ مفسرین حضرات نے لکھا ہے کہ حضرت معقل بن یسارؓ کی ہمشیرہ کو شوہر نے طلاق دے دی، جب عدت بھی گزر گئی تو سابق شوہر نے دوبارہ پیغام نکاح بھیج دیا چونکہ طلاق رجعی میں شوہر انقضائے عدت کے بعد عقد ثانی کر سکتا ہے تو سابق شوہر نے پیغام (خطبہ نکاح) دیا، عورت کا بھی میلان تھا کہ اسی شوہر سے عقد ثانی ہو جائے لیکن حضرت معقل بن یسارؓ (جو اس عورت کے بھائی ہیں) کو غصہ آیا اور انہوں نے بہن کو منع کر دیا کہ جب ایک شخص نے ایک دفعہ تجھ کو طلاق دے کر گھر سے باہر کر دیا اب پھر تم اُس گھر میں نہیں جاؤ گی، شریف اور عفیف عورتیں لوگوں کے پاس نہیں جایا کرتیں بلکہ ولی انکا نکاح کراتے ہیں، یہاں عورت کے میلان کے باوجود اس نے کوئی خفیہ ڈیل نہیں کی تو آیات بالا میں اللہ نے اولیاء کو یہ ضابطہ سمجھا دیا کہ جب شرعی رکاوٹ نہ ہو اور میاں بیوی دونوں رجوع پر رضامند ہوں تو لڑکی کے اولیاء یا لڑکے کے عزیز واقارب اس میں

رکاوٹ نہ بنیں اور گزشتہ اختلافات طلاق وغیرہ کی وجہ سے انتقامی کارروائی نہ کریں تو اُس وقت یہ آیت اتری کہ ایسی صورت میں رکاوٹ پیدا نہ کرو یہ عبارت النص ہے، فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ: تَعْضُلُوْ کی ضمیر میں مفسرین کے دو قول ہیں وہ یہ فرماتے ہیں کہ ضمیر کا مرجع زوجہ کے وارث ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اگر زوجہ شوہر اولیٰ کو منظور کرے تو وہ عورت کو منع نہ کرے۔

مولانا سندھیؒ کی توجیہ

ایک توجیہ ہمارے شیخ التفسیر حضرت سندھیؒ یہ بھی نکالتے تھے کہ اوپر تمام خطاب مردوں کو ہے تو یہاں بھی خطاب مردوں کو چاہیے ورنہ اضمار قبل الذکر آ جائے گا، اب جب میاں بیوی کا متارکہ ہو جائے عدت گزر جائے اور وہ عورت دوسرے خاوند سے نکاح کرنے پر راضی ہو اور دوسرا خاوند بھی تو پہلے خاوند کو اس نکاح میں رکاوٹ نہیں ڈالنی چاہئے جبکہ عورت مرد دونوں نکاح کے لئے راضی ہیں پہلی صورت میں روایت کے بناء پر اَزْوَاجَهُنَّ باعتبار ما کان کے کہا گیا ہے اور مولانا سندھیؒ کی توجیہ پر اَزْوَاجَهُنَّ باعتبار مایؤول الیه کے ہے تو یہ بھی محمل اس آیت کا بن سکتا ہے اور خطاب زوج سابق کو ہوگا اور پہلی صورت میں ورثاء کو خطاب ہوگا، حدیث کے واقعہ کے لحاظ سے جب مولانا سندھیؒ کی توجیہ مان لیں تو اب اس سے ایک مسئلہ نکلے گا مولانا سندھیؒ یہ فرمایا کرتے تھے کہ فطری چیز ہے کہ جب ایک عورت نے پہلے مرد کا گھر بگاڑا تو وہ مرد بھی روڑے اٹکاتا ہے کہ اس کا گھر بھی ویران رہے اور دوسرے نکاح کو نہیں ہونے دیتا، اس لئے کہ یہ عورت بدچلن ہے میرے ساتھ اس کے دن گزرے ہیں، مجھے اِس کے افعال سے اچھی طرح واقفیت ہے اور میں اِس کے حال کو اچھا جانتا ہوں، غرض یہ کہ ہر ممکن کوشش کرتا ہے کہ اس عورت کو جگہ نہ ملنے پائے تو یہ حکم اور خطاب خاوندوں کو ہی ہے کہ تم اس کو منع نہ کرو، باعتبار مایؤول الیه کہ ان کو اَزْوَاجَهُنَّ فرمایا گیا ہے تو اس توجیہ میں انتشار ضمائر بھی نہیں آتا، پہلی صورت میں آتا ہے کیونکہ اولاً خطاب الی الازواج پھر الی الورثاء پھر الی الازواج ہوگا اور ثانی صورت میں خطاب ہر جگہ ازواج کو ہوگا ورثاء کو تو ہوا ہی نہیں۔

معزول راعی کو دوسرے کے انتخاب میں روڑے اٹکانے سے ممانعت

رعایا نے ایک راعی کو کسی عہدے سے معزول کیا اب وہ دوسرا راعی منتخب کرتے ہیں تو پہلے معزول راعی کو اس انتخاب میں روڑے اٹکانے کا حق نہیں کہ وہ یہ کہیں کہ لوگ اچھے نہیں ہیں،

ملازم کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے، اس لئے تم یہاں ملازم نہ بنو، اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جب تمہیں معزول کیا گیا ہے تو وہ دوسروں کو بھی نہ رہنے دے یہ بھی ایک عجیب سیاسی مسئلہ ہے۔

اخلاقی خرابی کے خطرات کا انسداد

ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اَطْهَرُ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ : یہ تمہارے لئے بڑی پاکیزگی اور بڑی صفائی کی بات ہے، یہ دوسری توجیہ پر بہت اچھا ہے کہ اگر آپ نے دوسرے خاوند کے ساتھ نکاح میں روڑا اٹکایا تو ان کے دلوں میں رضامندی آچکی ہے ممکن ہے دلوں میں کچھ رغبتیں باقی رہیں اور خدانخواستہ کچھ اندرونی تعلقات ہو جائیں تو نکاح کے روکنے سے جو خرابی پیدا ہو تو اس خرابی اور فتنہ زنا کا ذمہ دار یہ سابق خاوند روڑے اٹکانے والا ہوگا اور اس کا موجب یہی ہو گا تو اس آیت سے بطور تشبیہ یہ مسئلہ مستنبط ہوگا کہ راعی کو رعایا نے معزول کر دیا ہے، یا راعی نے خود بخود استعفٰی دے دیا ہے اور رعایا کسی دوسرے کو اس عہدے پر مقرر کرنا چاہتے ہیں تو یہ راعی اس میں خلل انداز نہ ہو، ورنہ ہمیشہ فتنہ کی آگ بھڑکتی رہے گی، اللہ خود جانتا ہے کہ طبیعت کا میلان اور میلان قلبی تو ہو چکا ہے ظاہری صورت نکاح کی رہ گئی ہے تو خطرہ ہے اخلاق کی خرابی کا

ع دل رابہ دل راہست دریں گنبد پسھر

بچے کو دودھ پلانے کی مدت دو برس

وَ الْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ : والدین کی اجتماعی کوشش سے اللہ تعالیٰ اولاد عطا فرماتا ہے، پھر اس اولاد کی تربیت ماں باپ کے ذمہ ہے، پس اگر بچے کو دودھ پلانے کا مسئلہ درپیش آجائے اور خاوند اور بیوی کا متفقہ فیصلہ یہ ہو کہ کسی دوسری عورت سے دودھ پلوائے تو اس کی اجازت ہے مگر اُجرت باپ کے ذمہ ادا کرنا ضروری ہے اور بچے کو دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے۔

والدہ اور مولودہ (والد) کے مسئلہ رضاعت سے سیاسی مسئلہ کا استنباط

اسی طرح ماں دودھ پلاتی ہے، تربیت کرتی ہے اور اس تربیت کے اخراجات باپ بہم پہنچاتا ہے۔ اب حاکم بمنزلہ مولودلہ اور رعایا بمنزلۂ والدہ کے ہیں، اب جو نیا ملک مفتوح ہوا، وہاں کے باشندوں کو ضروریات اور فرائضِ دین سے آگاہ کرنا حکام کا کام ہوگا اور اس

رعایا کی تعلیم وتربیت کے اخراجات کا ذمہ دار راعی و بادشاہ ہوگا، وہی اخراجات بہم پہنچائے گا تو حاکم بمنزلہ باپ کے ہے اور رعایا بمنزلہ والدہ کے اور نیا ملک بمنزلہ ولد کے ہے۔

وظائف مبلغین شاہی خزانے سے

اسی طرح راعی اور رعایا کی اجتماعی کوششوں سے ممالک جدیدہ مفتوح ہوکر دائرہ اسلام میں آئیں گی اس کی برکت سے اسلام پھیلے گا، اسی طرح جب نئے ممالک فتح ہو جاتے ہیں راعی اور رعایا کی مشترک کوششوں سے تو نئی رعایا کے اصلاح اعمال کے لئے مبلغین علماء کی ضرورت ہو گی یعنی فلاں علاقہ میں مبلغین بھیجے جائیں اور راعی ان کو خزانہ عام سے تنخواہیں دے، اسلحہ بہم پہنچائے، جب رعایا نے جانیں دیں اور جہاد کیا تو اب راعی کے ذمہ مبلغین علماء کے اخراجات کیلئے خزانے سے امداد کرنا ضرور ہے کہ ہر ایک کے وظیفہ کے لئے اتنے روپوں کی ضرورت ہے، راعی خزانے سے دینے کی اجازت دے گا۔

میاں غریب ہو تو بیوی نفقہ طلب کرنے میں زیادتی نہ کرے

وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَالَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ : بچے کی ماں بچے کے باپ کو تنگ نہ کرے، اسی طرح باپ بھی بچے کی ماں کو تنگ نہ کرے، اگر میاں غریب ہو تو بیوی زیادہ نفقہ کیلئے میاں کو مجبور نہ کرے اگر میاں متمول ہو تو وہ نفقہ دینے میں بخل نہ کرے یعنی ایک دوسرے پر تشدد نہ کرے، عورت کا ماہوار گزارہ تیس روپے پر ہوتا ہے اور عورت کو دس روپے دے دے تو یہ والدہ کو دُکھ دینا ہے یا عورت تیس کی جگہ ساٹھ مانگے اور بچہ والد کو نہیں دیتی تو اس صورت میں والد کو دُکھ دینا ہے یعنی زیادہ اخراجات مانگے یہی مسئلہ ہے عبارت النص کا۔

راعی اور معلم ومبلغ ایک دوسرے کو تنگ نہ کریں

نئے مفتوحہ ملک کے رعایا کی مثال بعینہ نوزائیدہ بچے کی ہے، راعی کا فرض ہے کہ امن قائم رکھے کہ ان لوگوں کو بخوبی پہنچا سکے اور ان کے اخلاق کی صحیح طریقہ پر تربیت کر سکے، مبلغین اور معلمین کے ذریعے رعایا کو علوم صحیحہ پہنچائے اور علم صحیحہ جو بمنزلہ شیر مادر کے ہیں، راعی بھی تنگ نہ کرے کہ مولوی کو تبلیغ کے لئے چاہیے تو معمولی رقم دے اور خود ہزاروں لیتا رہے، ادھر ان کو بھی

حق نہیں کہ نئے نئے ریاست مفتوحہ میں رعایا کی تربیت واصلاح کیلئے اس کی توفیق سے زیادہ مانگیں جانبین کو آسانی یعنی انصاف چاہئے یہ مناقشات رفع کرنے کیلئے بہترین فیصلے ہیں کہ نہیں؟

راعی کا وہ وارث بھی ساری مراعات جاری رکھے گا

وَ عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ: اسی طرح ایک بادشاہ کی زیر سیادت ملک فتح ہوا اور وہ فوت ہوا تو اس کا جانشین بھی وہی اس خزانہ عامرہ سے دیا کرے مفتوح ملک کی تربیت کیلئے جتنا اس کا مورث دیا کرتا تھا وہی تنخواہ اور اخراجات جاری رکھے۔

مفتوح ملک والے اسلام لائیں تو خزانہ سے نہ ملے گا

فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَ تَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا: پھر اگر دونوں (میاں بیوی) اپنی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے، یہ ہے عبارت النص کا مسئلہ تاویل یہ ہے کہ ایسے ہی راعی کبیر اور رعایا کی کوشش سے ملک فتح ہوا اب یہ راعی یعنی بادشاہ یہ نہ کرے کہ مفت کی خدمت رعایا سے لے لے اور ایسے ہی رعایا بھی بادشاہ کو تنگ نہ کرے کہ بادشاہ کی ملک کی آمدنی مثلاً ایک لاکھ روپیہ ہے تو رعایا ڈبل تنخواہ مانگے کہ کام تب کریں گے کہ اس قدر ہم کو تنخواہ ملے اور وہ تنخواہ ہی میں سے سب آمدنی خرچ ہو جائے اور بقیہ کام ویسے کے ویسے رہیں، ایسا رعایا بھی نہ کرے بلکہ انصاف سے معاملے کو چلائے یا مثلاً ایک مدرس ہے کہتا ہے کہ نوے روپے تنخواہ لوں گا اور کل آمدنی ایک سو روپے کی ہے اگر نوے روپیہ اس کو دے دیا جائے تو بقیہ اخراجات مدرسہ کہاں سے پورے کرے گا؟ مسلمان رعایا کی صحیح کمائی کو بوقت ضرورت کام میں صرف کرنا جائز ہے مثلاً کابل کا بادشاہ حسن ولایت سے کپڑوں کی بُنائی یعنی بُننے کے لئے کسی کو مزدوری پر طلب کریں لایا اور اچھے قسم کے کپڑے پہلے کابل میں نہیں بُنتے تھے، بادشاہ نے اس نوکر ولایتی سے یہ شرط طے کر رکھی تھی کہ جب تک کہ میری رعایا کا بندہ کہ جو کام سیکھ رہا ہے وہ تمہارے جیسا کام کرے پھر اجازت ہوگی تو قوم کے مفاد کیلئے مزدور کی کمائی کا پیسہ ضرورت کے وقت خرچ کیا جا سکتا ہے۔

رعایا جدیدہ کو ہنر سکھانے کے لئے خزانہ سے روپیہ دیا جائیگا

وَ اِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ: اگر چاہو کہ بچے کی تربیت یا

اس کو دودھ پلاتا ہو کسی اور سے کسی اسباب کے بناء پر اور میاں بیوی راضی ہوں تو جائز ہے معاوضہ دے کر یہ ہے عبارۃ النص اور اقتبار و التاویل یہ ہے کہ اسی طرح اگر رعایا جدیدہ کی تربیت کیلئے کسی اور سے تربیت کرانے کی ضرورت پڑ جائے تو شاہی خزانے سے روپیہ دے سکتے ہیں۔

امیر عبدالرحمٰن خان والی کابل کی سیاسی دوراندیشی

میں کابل گیا تھا امیر عبدالرحمٰن خان مرحوم بہت بڑے سیاستدان اور عقلمند تھے، گوپد سئون کہتا تھا کہ میری سیاست ایک بوڑھا سمجھتا ہے اس سے امیر عبدالرحمٰن مراد لیتے جو کابل میں بیٹھا ہوا ہے ملکہ وکٹوریہ کا مرنا میرے بچپن میں ہوا، اب اس امیر کی سیاست کو دیکھئے کہ پٹھان نوجوانوں کو جدید اشیاء کے سکھانے کے لئے بدترین دشمن انگریزوں کو نوکر رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ جب تک میرے نوجوان کو کام نہیں سکھایا جاتا تب تک چھٹی نہیں دوں گا، اب خواہ مخواہ وہ بیچارے سکھاتے رہتے، غیر ملک میں پھر پٹھانوں میں انگریز کا رہنا شیر کے سامنے بکری کا رہنا تھا، آسان کام نہیں ویسے چار سال میں بھی نہ سکھاتے کہ مفت میں تنخواہ ملتی رہے گی، اب چار مہینے میں بھی سکھا جاتے تھے کہ ویسے چھٹی نہ ملتی تھی۔ امیر عبدالرحمٰن کی مجلس عاملہ میں یہ پاس ہوتا کہ اتنے انگریز رکھیں گے، روپے بھی بیت المال سے دیتے تھے تو مطلب یہ ہے کہ تربیت کیلئے ان بدترین دشمن انگریزوں کو بھی تنخواہ دے کر رکھ لیتے تھے تو غیر ملکی کو تربیت کے لئے رکھنے کے لئے تنخواہ اخراجات خزانہ عامہ سے دینا ہوگا۔

بڑے انگریز کو لانگ بوٹ کا تحفہ، انگریز کو مذہب و مسجد کی اہمیت سمجھادی

امیر صاحبؒ کی عجیب سیاست تھی انگریزوں نے دعوت دی راولپنڈی میں تو سب سے بڑے انگریز کو روسی لانگ بوٹ تحفہ میں لائے کہ اگر تم نے شرارت کی تو روس کے جوتے سے پٹواؤں گا، سیاستدانوں نے بھی نتیجہ اخذ کیا اور دوسرا کام یہ کہ آتے ہی کہا مسجد کہاں ہے بڑے بڑے بنگلے ان کے لئے سجائے گئے تھے کیمپ بھی بنایا گیا تھا مگر مسجد تو نہیں بنائی تھی انگریزی دانوں کو ہار پڑ گئی عجیب آدمی تھے خدا عقل دے دیتا ہے تو ان کو سمجھایا کہ ہم مسجد نہیں چھوڑ سکتے نہ مذہب سے رشتہ توڑ سکتے ہیں۔

متوفی عنہا زوجہا کی عدت چار مہینے دس دن

وَ الَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ: متوفی عنہا زوجہا یعنی شوہر کے فوت ہونے کے بعد چونکہ میاں بیوی کا خفیف تعلق باقی ہے اس واسطہ اختتام عدت تک خطبہ (پیغام نکاح) ممنوع ہے، عدت چار مہینے اور دس دن ہے یعنی عدت کے بعد بیوی کو نکاح کرنے کی اجازت ہے، خاوند کے مرجانے کے چار مہینے اور دس دن گزارنے کے بعد جب چاہے نکاح کرسکتی ہے، اس کو کوئی روک نہیں سکتا، بیوی خاوند کی عدت میں ہے اس وقت تک تم اپنے خطبہ کے لئے اپنے آپ کو پیش نہیں کرسکتے لیکن تعریضاً کہہ سکتے ہو مثلاً کہو کہ مجھے روٹی کی بہت تکلیف ہے یا یوں کہہ دوں کہ تمہارے جیسے انسان آخر کیسے بیٹھ سکتے ہیں؟ بیچ میں عرض یہ ہے کہ مجھے نکاح کی ضرورت ہے ایسے ہی تم کو حق نہیں ہے کہ اپنے آپ کو وہاں پیش کرو بلکہ تعریضاً کہہ سکتے ہو مثلاً کہہ دو کہ آخر کوئی بندہ ملازم تو دیکھنا ہی پڑے گا یا کہے کہ خدا تعالیٰ کوئی اور دے گا، جیسے عورت کی عدت کے ختم ہونے کے بعد تم کو حق ہے کہ اپنے آپ کو عورت کے ساتھ نکاح کے لئے پیش کرو، ایسا ہی یہاں بھی بعد میں اپنے آپ کو پیش کرسکتے ہو کہ اس کام کو میں سرانجام دوں گا۔ عدت کے بعد اگر کسی کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو کسی وارث کو یہ حق حاصل نہیں کہ اسے منع کرے۔

معزول راعی کو دوسرے راعی کے معاملات میں دخل دینے کا حق نہیں

اسی طرح اگر ایک راعی معزول کردیا جائے اور رعایا کسی دوسرے کو اپنا راعی بناتے ہیں اور اس سے سب معاملات طے کرلیتے ہیں یعنی تنخواہ، وقت اور کام سب کا فیصلہ ہو چکا تو معزول شدہ راعی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اس میں مداخلت کرے، اب اسکا تعلق رعایا سے منقطع ہو چکا ہے۔

متوفی عنہا زوجہا عدت کے زمانہ میں اشارۃً عورت کو نکاح کا پیغام دینا

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَ لَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ: عبارت النص مسئلہ متوفی عنہا زوجہا کے متعلق ہے کہ متوفی عنہا زوجہا عورت سے عدت ختم ہونے تک اس عدت میں کوئی شخص نکاح جدید کا گفتگو کرنے کا بھی مجاز نہیں ہے، تعریض کرنا جائز ہے یعنی عدت کے زمانہ

میں صرف اشارۃً عورت کو نکاح کا پیغام دیا جا سکتا ہے، عدت ختم ہونے سے قبل نکاح کرنا حرام ہے اگر مرد عزم کر لے کہ انقضائے عدت کے بعد اس سے نکاح کر لے گا تو اس میں کوئی حرج نہیں، عدت سے پہلے نکاح کی پختگی نہ ہونے پائے اور اشارۃً اگر تعریض معروف طرز پہلے سے کر لے تو خیر ہے مثلاً متوفی عنہا کے تعزیت کے لئے جائے تو کہے طرداً للباب کہ اچھے آدمی کہاں ملتے ہیں؟ نہ نیک عورت ملتی ہے میری بیوی بچاری دو سال پہلے مر گئی تھی اب میں تو چاہتا ہوں کہ کوئی بیوہ ہی ہو مگر شریف اور نیک ہو تو اشارہ اس کو ہو جائے گا لیکن قطعی فیصلہ نہ ہونے پائے کہ مہر وغیرہ کے مسائل چھیڑ دے۔

کوئی آدمی کسی راعی کو معزول کرنے کی کوشش نہ کرے

راعی کا انتخاب تو عوام ہی کرتے ہیں اسلام میں قاعدہ یہی ہے کہ رعایا انتخاب کرتی ہے اب رعایا نے ایک کو معطل یا موقوف کیا یا تعلقات پیچیدہ ہو گئے یعنی راعی اور رعایا کے درمیان کچھ گڑبڑ ہو گئی تو ایک آدمی اُٹھ کر کہتا ہے کہ اس منحوس کو چھوڑ دو میں کام کروں گا یہ ناجائز ہے کیونکہ اس میں فساد ہو گا اور ایک دن یہ معاملہ اس کے ساتھ بھی ہو گا مَن ضَحِكَ ضُحِكَ لیکن قول معروف کہے اور اگر رعایا بگڑی ہوئی ہے اور جلسے ہو رہے ہیں تو دوسرا شخص طرداً للباب تقریر میں کہہ دے کہ میری تمنا ہے کہ یہ شخص اس عہدہ کو پھر سنبھال لے اور باتوں میں کہے کہ ہماری درخواست منظور نہ کی اور راضی نہ ہوئے تو خدا ہمارے لئے بھی کوئی اچھا شخص دے گا جو اس کام کو سنبھال لے گا یہ اپنے آپ کی طرف اشارہ کیوں نہ ہو لیکن جائز ہے اب اگر وہ سابقہ شخص نہ مانے تو لوگ اس سے پوچھ لیں کہ وہ شخص تم نے جو ضمناً بتایا تھا اور اسے اشارہ کیا تھا کون تھا؟ یہ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا کی تفصیل ہے، حتی الوسع سابق نظام ٹھیک کرنے کی کوشش کرے اگر ٹھیک نہ رہا تو پھر اپنے آپ کو پیش کر دے اور جب میعاد نوشتہ پوری نہ ہو اس وقت تک نکاح کا قصد بھی نہ کرے جس طرح یہاں عدت ہے اسی طرح راعی کے ساتھ جو مطلقاً مہلت ہے وہ مراد ہے۔

رکوع 31

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ

تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو جب کہ انہیں

تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۖۚ وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى

ہاتھ بھی نہ لگایا ہو اور ان کے لیے کچھ مہر بھی مقرر نہ کیا ہو اور انہیں

الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا

کچھ سامان دے دو وسعت والے پر اپنے قدر کے مطابق اور مفلس پر اپنے قدر

بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَ اِنْ

کے مطابق سامان حسب دستور ہے نیکو کاروں پر یہ حق ہے۔ اور اگر تم

طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ

انہیں طلاق دو اس سے پہلے کہ انہیں ہاتھ لگاؤ حالانکہ تم ان کے لیے مہر مقرر کر چکے ہو

لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ

تو نصف اس کا جو تم نے مقرر کیا تھا مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں یا وہ شخص معاف کر دے جس کے

يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ

ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور تمہارا معاف کر دینا پرہیزگاری کے زیادہ

لِلتَّقْوٰى ۭ وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا

قریب ہے اور آپس میں احسان کرنا نہ بھولو کیوں کہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ

اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ سب نمازوں کی حفاظت

وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾

کیا کرو اور (خاص کر) درمیانی نماز کی اور اللہ کے لیے ادب سے کھڑے رہا کرو۔

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا

پھر اگر تمہیں خوف ہو تو پیادہ یا سوار ہی (پڑھ لیا کرو) پھر جب امن پاؤ

اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾

تو اللہ کو یاد کیا کرو جیسا اس نے تمہیں سکھایا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً

اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو انہیں اپنی بیویوں کے لیے

لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ

سال بھر کے لیے گزارہ کے واسطے وصیت کرنی چاہیے گھر سے باہر گئے بغیر پھر اگر

خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِىْ مَا فَعَلْنَ فِىٓ اَنْفُسِهِنَّ

وہ خود نکل جائیں تو تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو وہ عورتیں اپنے حق میں دستور کے

مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ

موافق کریں اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ اور طلاق دی ہوئی

مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ

عورتوں کے واسطے دستور کے موافق خرچ دینا پرہیز گاروں پر یہ لازم ہے ۔ اسی طرح

ع ۳۱ ۷ ۱۵ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ ع

اللہ تمہارے واسطے اپنے احکام بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھ لو

رکوع (۳۱)

خلاصہ: (۱) کسی معذوری کی وجہ سے وعدہ کا ایفاء نہ ہو سکا تو کوئی مضائقہ نہیں

ماخذ: (۱) لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ (البقرۃ: ۲۳۶)

نکاح بھی شریفانہ اور جدائی بھی شریفانہ

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ : پہلی آیت میں طلاق قبل المس اور مہر معین نہیں ہے اور دوسری آیت طلاق قبل المس اور مہر معین ہے، یعنی طلاق قبل المس کی اجازت دی جارہی ہے، نکاح کے وقت اگر مہر مقرر نہ ہو تو پھر بھی نکاح ہو جاتا ہے، ایسی عورت کو صحبت اور خلوت صحیحہ سے قبل ہی طلاق دے دی تو مہر کچھ بھی ادا نہ کرنا پڑے گا البتہ اس شخص کو اپنی استطاعت کے موافق کپڑوں کا ایک جوڑا ضرور دینا ہوگا اور یہ کپڑے مہر کے قائم مقام ہو جائیں گے، پس اگر بیوی کو طلاق دینا ہو یا راعی کو استعفیٰ دینا ہو تو اچھے اور احسن طریقے سے یعنی خاوند کو چاہئے کہ جس طرح دلہن بنا کر لایا تھا اسی طرح دلہن بنا کر واپس کر دے اور کہے کہ نباہ نہ ہونے کی وجہ سے واپس کر دیا، نکاح بھی شریفانہ اور جدائی بھی شریفانہ۔

راعی کو معزول کرتے وقت تحفہ تحائف دئے جائیں تو بہتر ہوگا

اب اس کو سیاسیات میں لے جایئے کہ سب معاملات طے ہونے کے بعد راعی سے چارج لینے سے قبل کوئی ایسی دقت پیش آئی کہ وہ کام کرنے سے عاجز ہو گیا اور ابھی کام نہیں سنبھالا تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے مثلاً ایک مدرس کے ساتھ آپ نے بات طے کی، آنے کے وقت اتفاقاً

رکوع (۳۱)

خلاصہ: (۱) کسی معذوری کی وجہ سے وعدہ کا ایفاء نہ ہو سکا تو کوئی مضائقہ نہیں

ماخذ: (۱) لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ (البقرۃ: ۲۳۶)

نکاح بھی شریفانہ اور جدائی بھی شریفانہ

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ: پہلی آیت میں طلاق قبل المس اور مہر معین نہیں ہے اور دوسری آیت طلاق قبل المس اور مہر معین ہے، یعنی طلاق قبل المس کی اجازت دی جارہی ہے، نکاح کے وقت اگر مہر مقرر نہ ہو تو پھر بھی نکاح ہو جاتا ہے، ایسی عورت کو صحبت اور خلوت صحیحہ سے قبل ہی طلاق دے دی تو مہر کچھ بھی ادا نہ کرنا پڑے گا البتہ اس شخص کو اپنی استطاعت کے موافق کپڑوں کا ایک جوڑا ضرور دینا ہوگا اور یہ کپڑے مہر کے قائم مقام ہو جائیں گے، پس اگر بیوی کو طلاق دینا ہو یا راعی کو استعفیٰ دینا ہو تو اچھے اور احسن طریقے سے یعنی خاوند کو چاہئے کہ جس طرح دلہن بنا کر لایا تھا اسی طرح دلہن بنا کر واپس کر دے اور کہے کہ نباہ نہ ہونے کی وجہ سے واپس کر دیا، نکاح بھی شریفانہ اور جدائی بھی شریفانہ۔

راعی کو معزول کرتے وقت تحفہ تحائف دئے جائیں تو بہتر ہوگا

اب اس کو سیاسیات میں لے جایئے کہ سب معاملات طے ہونے کے بعد راعی سے چارج لینے سے قبل کوئی ایسی دقت پیش آئی کہ وہ کام کرنے سے عاجز ہو گیا اور ابھی کام نہیں سنبھالا تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے مثلاً ایک مدرس کے ساتھ آپ نے بات طے کی، آنے کے وقت اتفاقاً

ان کا والد فوت ہو گیا اب رہنا ناگزیر ہو گیا تدریس سنبھالنے سے معذور ہو گیا تو شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو مستعفی کر دیا جائے راعی کو مستعفی کرایا جا سکتا ہے۔ جس طرح طلاق قبل المس جائز ہے اسی طرح راعی کے منتخب ہونے کے بعد کام شروع کرنے سے پہلے استعفیٰ جائز ہے۔

طلاق قبل المس مہر معین کا حکم

وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّاۤ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ: یہ دوسری صورت ہے نکاح کے وقت مہر معین ہو چکا تھا، خاوند نے بغیر صحبت اور خلوت صحیحہ کے اس کو طلاق دے دی، اب اس کے ذمہ نصف مہر ادا کرنا واجب ہو گا کیونکہ نہیں معلوم اس بیچاری کے دل میں کس قسم کے خطرات و وساوس پیدا ہوں اور لوگ اس کی نسبت کیا کیا خیالات آفرینیاں کریں اگر عورت خود ہی مہر لینا پسند نہیں کرتی یا جس شخص کے ہاتھ میں عقد نکاح ہے وہ نہیں لینا چاہتا تو کوئی حرج کی بات نہیں اور بعض عورتیں بہت غیرت مند ہوتی ہیں وہ آدھا مہر بھی واپس کر دیتی ہیں کہ جب خاوند نے نفع نہیں لیا ہے تو آدھا مہر بھی نہیں لینا ہے تو اس وقت خاوند سے آدھا مہر بھی عورت کے عفو پر ساقط ہو جاتا ہے، طلاق دہندہ اور طلاق گیرندہ جب علیحدگی اختیار کرتے ہیں تو علیحدگی بھی خوشگوار طریقے سے ہونی چاہیے یا وہ شخص معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے کہ آدمی پورا مہر دے دے کیونکہ ممکن ہے کہ آئندہ کوئی اسکا خطبہ (پیغام نکاح) بھی کرے لوگوں کا یہ خیال ہو گا کہ شاید عورت کی اندرونی بداخلاقی کی وجہ سے طلاق دی گئی ہے تو مہر دینے سے اس کی مشکلات کم ہو جائیں گی۔

متارکہ کے وقت میاں بیوی کو آپس میں عفو اور فضل کا حکم

وَ اَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ: تمہارا معاف کر دینا پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے، متارکہ کے وقت میاں بیوی کو آپس میں عفو اور فضل کا حکم دیا گیا ہے مرد اور عورت ایک دوسرے پر احسان کرنے کو نہ بھولیں یعنی ایک دوسرے کو معاف کر دیں تو بہتر ہے دونوں کو وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ کہا جا رہا ہے کیونکہ طلاق سے دھبہ تو دونوں کی عزت پر لگتا ہے تو علیحدگی طیبِ خاطر سے ہو اور بدسلوکی سے نہ ہو بلکہ اس کو کوئی تحفہ وغیرہ دیا جائے تو احسن ہو گا اگر مالی تحفہ نہ ہو تو زبانی اخلاق کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔

راعی اور رعایا میں علیحدگی کی نوبت پر آپس کے احسانات کو نہ بھولنا

اسی طرح جب راعی اور رعایا میں علیحدگی کی نوبت آ جائے تو آپس میں ایک دوسرے کے احسانات کو نہ بھولیں رعایا یہ احسان بیان کر سکتی ہے کہ راعی نے ہماری دس سال خدمت کی ہے اس لئے ایک ماہ کی تنخواہ بطور انعام دے اور راعی یہ احسان کر سکتا ہے کہ میں نے دس سال رعایا سے تنخواہ لی ہے اس ماہ کی تنخواہ چھوڑ دیتا ہوں۔ پس جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے اضطرار اور عدم اضطرار کو بھی خدا ہی جانتا ہے، یہاں آ کر المسائل مستنبطة بالاعتبار والتاویل ختم ہوئے۔

درمیانی نماز کی حفاظت

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ : ساری نمازوں کی پوری حفاظت کرو اور خاص کر درمیانی نماز کی اور اگر اس قاعدہ پر عمل نہ ہو سکے تو رِجَالًا اور رُكْبَانًا یعنی پیادہ یا سوار ہی پڑھ لو، کافی روایات صلوٰۃ عصر ہونے کے بارے میں ہیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الذی تفوته صلاة العصر كأنما وتر اهله وماله (بخاری ومسلم) کہ جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی وہ ایسا ہے کہ گویا اس کے گھر کے لوگ اور مال و دولت سب چھین لیا گیا ہو مگر مفسرین کے اقوال پانچوں اوقات کے بارے میں ہیں۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں میں ترمیم کا حق نہیں

جس طرح حقوق اللہ میں ہمیں ترمیم اور تنسیخ کا حق نہیں ہے اسی طرح حقوق العباد میں بھی ترمیم اور تنسیخ کا حق نہیں ہے، جیسا کہ نمازوں کے فرائض واجبات اور سنن کی حفاظت ضروری ہے بمع تمام شرائط و قیود کے اسی طرح حقوق العباد کی حفاظت بمع تمام شرائط و قیود کے فرض ہے اس کی رعایت لازمی ہے، اسی طرح میاں بیوی کے تعلقات کی کشیدگی میں بھی اتباع احکام الٰہی لازم ہے بعض لوگ نمازوں میں پابند ہوتے ہیں لیکن دنیوی معاملات میں شریعت کی پابندی ضروری نہیں سمجھتے۔

دیندار طبقہ کی حقوق العباد سے غفلت

دیندار طبقہ نماز وضوء میں بڑا پابند مگر حقوق العباد میں قاصر ہوتا ہے حالانکہ کامل انسان

وہ ہے کہ خالق و مخلوق دونوں کے حقوق کو نبھائے، قرآن مجید کا خلاصہ یہی ہے، دیندار طبقہ اس میں قصور کرنے میں مبتلا ہے، پہلی بیوی کے ساتھ سوتیلی سا سلوک، حقوق العباد کا ضیاع ہوتا ہے جس طرح حقوق اللہ میں تغیر و تبدل جرم ہے، اس طرح حقوق العباد میں بھی جرم ہے، اب اصل مسئلہ نماز ہے، ہم نے حقوق العباد بھی اس سے نکالے۔

صلوٰۃ خوف

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ: آپ اگر حالت جنگ میں ہیں یعنی دشمن کا خوف ہے نماز کا وقت ہے تو اشارہ سے نماز پڑھے اور رِجَالًا اور رُكْبَانًا شرائط سے الگ ہو کر پڑھی جاسکتی ہے ورنہ شرائط سے پڑھی جائے گی جب رِجَالًا اور رُكْبَانًا بھی نہ ہو سکے تو پھر قضا ہو گی، جس طرح نماز میں حالت اضطراری میں کمی بیشی ہو سکتی ہے اسی طرح اگر حقوق العباد میں اضطرار کی وجہ سے کمی بیشی ہو جائے تو جائز ہے، جیسے ہزار روپیہ مہر تھا اور اس نے قبل الوطی طلاق دے دی ہے تو اس کو مبلغ پانچ سو روپیہ دینے پڑیں گے مگر اس کو مرتے دم تک پانچ سو روپیہ حاصل نہ ہو سکے تو یہ معذور ہے اس کا مواخذہ نہیں ہوگا اور امن قائم ہو جانے کے بعد پھر اصلی صورت میں قانون کی پابندی کرو اگر کوئی وقت آجائے تو حتی الوسع عمل کر لو ضرورت رفع ہونے کے بعد پھر اصل قانون کی طرف عود کر آؤ اور یہ اجازت بحالت اضطرار ہوگی اسی طرح تمہارے لئے قانون تدبیر منزل اور سیاست مدنیہ دے دیا گیا ہے اب اس کی پوری حفاظت کرو۔

متوفی عنہا زوجہا منسوخ ہے یا نہیں؟

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ: مفسرین حضرات اس آیت کو بآیۃ المیراث منسوخ مانتے ہیں مگر ہمارے شیخ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ آیت منسوخ نہیں ہے فرماتے ہیں کہ استحساناً اسے ایک سال تک گھر سے نہ نکالا جائے فرض نہیں رہا لیکن مناسب اور شرافت یہ ہے کہ ایک سال تک اسے باہر نہ نکالا جائے چار مہینے دس دن تو ویسے بھی اس کی بطریق وجوب عدت ہیں تو سات مہینے بیس دن استحساناً بطریق استحباب رہنے دیا جائے نکلنے پر مجبور نہ کیا جائے جب تک وہ دوسری جگہ ٹھکانہ نہ بنائے کیونکہ

اگر ایسا نہ کیا جائے تو اس پر ظلم ہوگا کہ اتنی مدت کثیر وہ گھر کی مالک رہی ہے اور اب اتنا ظلم کہ وہ اپنے اختیار سے تھوڑی مدت بھی نہیں رہ سکتی بلکہ اس کو رہنے کی اجازت ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ مرتے وقت زوج وصیت کر جائے کہ ایک سال تک اس کو جبراً نہ نکالا جائے تاکہ وہ کسی دوسری جگہ اپنے نکاح کا انتظام کرلے ہاں اگر خود بخود چلی جائے تو وہ مختار ہے تو اس صورت میں آیت منسوخ نہیں رہے گی اور آیات قرآنی کے لئے اعمال بہتر ہے نہ کہ اہمال، اگر اس بیچاری کو ظلم کر کے نکالا گیا تو اللہ تعالیٰ غالب ہے تمہیں ذلیل کر دے گا اس سے یہ بھی مستنبط ہوا کہ جس وقت راعی اول سے انقطاع ہوگیا ہے تو اب رعایا کو اختیار ہے جو چاہے سو کرے راعی اول کو اس میں دخل کرنے کا حق نہیں۔

باعزت رخصتی کا حکم

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ : مردوں پر لازم کیا گیا ہے کہ طلاق دینے کے بعد عورتوں کو ننگے سر نہ نکالا جائے بلکہ انہیں باعزت رخصت کریں اسی طرح حاکم کو چاہئے کہ رعایا پر جتنا ہو سکے احسان کرے یہ ربط مستحکم کرنے کا اصول ہے، اس سے حاکم اور محکوم کے درمیان ایک تاجرانہ معاملہ ہوگا اور اس سے دوسری قوموں پر حکومت کرنا بجائے خود رہنا اور اپنی قوم پر بھی اچھی حکومت قائم رہ سکتی ہے۔

تمہاری سمجھ اور عمل کرنے کے لئے احکاماتِ الٰہیہ کا واضح فرمانا

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ : جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہاں نکاح، طلاق عدت کے احکام بیان فرمائے ایسے ہی اپنے احکام و آیات کو واضح فرماتا ہے کہ تم سمجھ لو اور عمل کر سکو یہاں تک کہ ملک داری کے قوانین ختم ہو چکے ہیں جب ملک گیری اور ملک داری کی تیاری ختم ہو چکی اور جب یہ تعلیم شائع ہو جائے تو اس کے بعد چاہیے کہ اس پر عمل ہو، اب آئندہ کام کرنے کی تجویز سکھائی جائے گی اور عمل کر کے اس مضمون کو ختم کر دیا جائے گا۔

رکوع 32

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے حالانکہ وہ

حَذَرَ الْمَوْتِ ۪ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۫ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ۭ اِنَّ

ہزاروں تھے پھر اللہ نے ان کو فرمایا کہ مر جاؤ پھر انہیں زندہ کر دیا بے شک

اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ

لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا

شکر نہیں کرتے۔ اور اللہ کی راہ میں لڑو اور سمجھ لو کہ

اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۴﴾ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ

بے شک اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔ ایسا کون شخص ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے

قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ

پھر اللہ اس کو کئی گنا بڑھا کر دے اور اللہ ہی تنگی کرتا ہے

يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۪ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى

اور کشائش کرتا ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ کیا تم نے

الْمَلَاِ مِنْ بَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰی ۘ اِذْ قَالُوْا

بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو موسیٰ کے بعد نہیں دیکھا جب انہوں نے اپنے

وقف لازم

لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ

نبی سے کہا کہ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دو تاکہ ہم اللہ کی راہ میں لڑیں

قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا

پیغمبر نے کہا کیا یہ بھی ممکن ہے اگر تمہیں لڑائی کا حکم ہو تو تم اس وقت نہ

تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ

لڑو انہوں نے کہا ہم اللہ کی راہ میں کیوں نہیں لڑیں گے حالانکہ ہمیں

قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَ اَبْنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ

اپنے گھروں اور اپنے بیٹوں سے نکال دیا گیا ہے پھر جب انہیں لڑائی

عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ

کا حکم ہوا تو سوائے چند آدمیوں کے سب پھر گئے اور اللہ ظالموں کو

بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۴۶﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ

خوب جانتا ہے۔ ان کے نبی نے ان سے کہا بے شک اللہ نے طالوت

لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْٓا اَنّٰی یَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ

کو تمہارا بادشاہ مقرر فرمایا ہے انہوں نے کہا اس کی حکومت ہم پر

عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً

کیوں کر ہو سکتی ہے اس سے تو ہم ہی سلطنت کے زیادہ مستحق ہیں اور اسے مال میں

مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَ زَادَهٗ

بھی کشائش نہیں دی گئی پیغمبر نے کہا بے شک اللہ نے اسے تم پر پسند فرمایا ہے اور اسے علم

بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ

اور جسم میں زیادہ فراخی دی ہے اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دیتا ہے

يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ

اور اللہ کشائش والا جاننے والا ہے۔ اور بنی اسرائیل سے ان کے نبی نے کہا

اٰيَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ

کہ طالوت کی بادشاہی کی یہ نشانی ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق واپس آئے گا جس میں

رَّبِّكُمْ وَ بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ

تمہارے رب کی طرف سے اطمینان ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں ان میں سے جو موسیٰ اور ہارون

تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ

کی اولاد چھوڑ گئی تھی اس صندوق کو فرشتے اٹھا لائیں گے بے شک اس میں تمہارے لیے پوری نشانی ہے اگر

ع ۳۲ ۲ ۱۶ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ع ﴿۲۴۸﴾

تم ایمان والے ہو۔

رکوع (۳۲)

خلاصہ: (۱) اختتام قانون ملک گیری و ملک داری کے بعد اقدام عمل

ماخذ: (۱) وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (البقرۃ:٢٤٤)

(۲) مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (البقرۃ:٢٤٥)

(۳) اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ (البقرۃ:٢٤٦)

(۴) وَقَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا (البقرۃ:٢٤٧)

(۵) وَقَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اٰیَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ التَّابُوْتُ (البقرۃ:٢٤٨)

اقدام عمل کا ذکر

اس وقت تک تو ملک گیری و ملک داری کے اصول بتلائے گئے ہیں اب اقدام عمل کا ذکر ہوگا اس رکوع میں تین مسائل بیان ہونگے۔(۱) انتخاب امیر: یعنی امیر کا انتخاب کیسے کریں؟ (۲) شرائط انتخاب: یعنی کس شخص کو منتخب کریں؟ (۳) نتائج انتخاب: انتخاب صحیح پر ترتب نتائج یعنی انتخاب صحیح کے بعد نزول برکات کیونکہ وہ امیر مظہر تجلی ہے، باقی دو اگلی رکوع میں آئیں گے۔

جہاد سے ملک گیری شروع ہوگئی پھر بنی اسرائیل نے اپنے وقت کے نبی سے مطالبہ کیا کہ وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا تو ثابت ہوا کہ انتخاب امیر و انتظام ضروری ہے یہ اقدام عمل ہے۔

علی الترتیب تینوں مسائل کا ذکر

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْیَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ: میدان جہاد میں جانے سے پہلے موت کا ڈر دل سے نکال کر جانا پڑے گا اور یہ واقعہ ہے کہ جہاں بنی

اسرائیل نے پڑاؤ ڈالا وہاں طاعون کی وبا پھیل گئی تو سارے لوگ موت کے ڈر سے گھروں سے چٹیل میدان کی طرف نکلے، خدا کی قدرت دیکھئے کہ اللہ نے انہیں مار کر پھر زندہ کر کے بتلایا کہ موت تقدیری ہے لیکن ان کے آنے پر وہاں بھی وبا پھیلی اور بہت سارے مر گئے شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں حکم ہے کہ وبا کی جگہ سے فرار نہ ہو۔

بنی اسرائیل کا جہاد سے خوف

بنی اسرائیل نے یہ جو غلطی کی کہ موت کے خوف سے صاف جگہ کی طرف نکلے لیکن وہاں بھی مرنا تھا تو مر گئے تو تمہیں جہاد کے میدان سے موت کی وجہ سے نہیں ڈرنا چاہیے کیونکہ موت تو تقدیری ہے اور اللہ کے اختیار میں ہے اگر چاہے تو مچھلی کے پیٹ میں اور دشمن کے گھر میں بھی زندہ رکھ کر پال سکتا ہے اور اگر چاہے تو کوٹھی میں پھول کے اسٹیج پر سوئے ہوئے کو مار سکتا ہے چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ فرماتے تھے کہ خالدؓ اور گھر کی موت، بڑی بڑی صفوں کو چیر کر باہر نکلتے اور اس طرح صفوں کے صفوں کو چیر کر واپس ہو جاتے ایک کافر کو گرفتار کیا تو اس کے ہاتھ میں پوٹلی تھی فرمایا کیا ہے؟ کافر نے کہا تیرے لئے زہر لایا ہوں اگر موقع ملتا تو کھلاتا فرمایا اچھا لاؤ، کچھ دعائیں پڑھیں اور زہر پھانک لیا خالد تو سیف اللہ المسلول ہیں تو موت یہاں بھی آئے گی اور وہاں بھی اس لئے جہاد سے ڈرو نہیں۔

قانون الٰہی کے نفاذ کیلئے جہاد و قتال کرنا

وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ : اللہ تعالیٰ کے نام پر جان دینے کے لئے کمربستہ ہو جاؤ یعنی بدنی قربانی کے لئے تیار رہو اور قتال بھی کرو، پس جب موت و حیات کسی انسان کے قبضے میں نہیں اور جنگ میں بھی مرنا یقینی نہیں تو اٹھ کھڑے ہو اللہ کا قانون بلند و برتر کرنے کے لئے جہاد و قتال کرو کہ اسلام کو غلبہ اور اقتدار حاصل ہو کر ارضی امن کا گہوارہ بن جائے چونکہ تم محض اللہ کی رضا مندی حاصل کرنے کیلئے جنگ کرو گے اس لئے ضروری ہے کہ وہ تمہاری ہر دعا کو سنے اس کو اجابت بخشے اور تمہیں مخالفین کے مقابلے میں کامیابی نصیب کرے۔

قرض حسنہ مقروض کی استطاعت پر مبنی ہوتا ہے

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً وَ اللّٰهُ یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ : قرض حسنہ وہ ہے کہ جب مقروض کو استطاعت ہو جائے تو ادا کر دے یعنی قرض حسنہ

مقروض کی استطاعت پر مبنی ہوتا ہے، اب جہاد میں اپنی پونجی سرمایہ مال و متاع بھی لگا دو اس لئے خدا اس کو اَضۡعَافًا مضاعفۃً بنادے گا، صحابہ مسکین مہاجر تھے لیکن پھر وہ خزانے آئے کہ قیصرو کسریٰ کے خزانے مدینہ کی گلیوں میں لئے پھرتے تھے خدا پھر دیتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں کچھ نہ آئے مگر استقامت نصیب ہو......

نے غم وزدنے غم کالا　　　لنگ کے زیر لنگ کے بالا

جہاد بالمال بھی کرو

محض جان قربان کرنا کافی نہیں بلکہ روپیہ خرچ کرنے کی بھی سخت ضرورت ہے، سامانِ حرب خریدو اور دوسروں کو تیاری میں مدد دو اور خلافت اسلامی کو اپنی تمام دولت نذر کرو، میدان جنگ میں جاتے ہی تمہیں فتح و کامرانی ہوگی، تم غربت و افلاس کا خیال نہ کرو کیونکہ قبض، بسط و تنگدستی و کشائش اللہ کے ہاتھ میں ہے، یہ بالکل ممکن ہے کہ تمہارے پاس لاکھوں روپیہ ہو مگر اللہ ایسا سامان پیدا کردے کہ تمام دولت تمہارے لئے بیکار ثابت ہو اور ناداری و تہی دستی کی زندگی بسر کرو اور یہ بھی اس کے اختیار میں ہے کہ غربت کے ایام میں تمہیں ایسی فرحت و شادمانی نوازش کرے کہ بڑے بڑے دولتمندوں کو بھی نصیب نہ ہو لہٰذا یہ خوف نہ کرو کہ ہم کنگال ہو جائیں گے، اللہ ہی تنگی اور کشائش کرتا ہے۔

قبائلی جہاد کا نظارہ قریبی خواتین کا ایمان افروز کردار

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قبائل میں جہاد کا اعلان مولوی نہیں کرتے جہاد کا اعلان ہوتا ہے، نقارہ اور ڈھول باجے بجاتے ہیں اور لوگ نکل پڑتے ہیں، میرے دوست مولوی محمد اسحاق صاحب پرانے آدمی اور بڑے مجاہد ہیں راولپنڈی میں رہتے ہیں، اس نے قبائل کے ایک جہاد کا نظارہ دیکھا اور مجھے ذکر کیا کہ شہداء گرے ہوئے ہوتے اور ان کے اقرباء و لڑکیاں آکر کسی کا منہ چومتی تھیں کسی کو ٹھوکر مارتی تھیں ہم نے مابہ الامتیاز ان کے بارے میں پوچھا تو کہا گیا کہ جس کی چھاتی پر گولی ہوتی ہے اس کو چومتے، کسی کی پیٹھ پر گولی لگی ہوتی تو ٹھوکر مارتے جس قوم کی عورتوں کی یہ حالت ہو وہ کیسے شکست کھائے؟

فرضیت جہاد کے بعد روگردانی

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الۡمَلَاِ مِنۡۢ بَنِىۡٓ اِسۡرَآءِيۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰى‌ۘ اِذۡ قَالُوۡا لِنَبِىٍّ لَّهُمُ ابۡعَثۡ لَنَا مَلِكًا

نُقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ ھَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا قَالُوْا وَ مَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَ اَبْنَآءِ نَا: تعلیمی کام اور ملکی انتظام دو جداگانہ فرائض ہیں مگر کبھی کبھی اللہ تعالیٰ ان دونوں کو ایک وجود میں جمع کر دیتا ہے، ورنہ عام طور پر الگ الگ ہوتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام صرف تعلیمی امور کے منتظم اعلیٰ تھے ان سے بنی اسرائیل نے درخواست کی کہ ہم میں ایک سپہ سالار مقرر کر دیجئے تا کہ ہم اللہ کی راہ میں لڑیں، پیغمبر علیہ السلام کو معلوم تھا کہ یہ لوگ ابھی اس کام (جہاد) کے لئے تیار نہیں اس لئے انہوں نے دریافت کیا کہ عین وقت پر بھاگو گے تو نہیں؟ سب نے متفقہ طور پر جواب دیا کہ ہم اللہ کی راہ میں کیوں نہ لڑیں گے حالانکہ ہمیں اپنے گھروں اور اپنے بیٹوں سے الگ کیا گیا ہے، قومیت اور وطنیت دونوں فنا ہو چکی ہیں اب بھی ہم لڑنے کو تیار نہ ہوں گے تو پھر اور کون سا وقت ہوگا؟ مگر انجام کار وہی ہوا جس کا کھٹکا تھا۔

انتخاب امیر

سلطنت اور حکومت دونوں بعض انبیاء میں جمع ہوتی ہیں اور بعض اوقات سلطنت نبوت سے الگ ہو جاتی ہے جس کے ماتحت لڑیں تو اس سے معلوم ہوا کہ جنگ میں جانے سے پہلے امیر کا انتخاب ضروری ہے تا کہ وہ فوج کو سامان جنگ دے کر مسلح کر سکے اور ترتیب دے سکے جس سے فنون حرب کی مشق بھی کرا سکے۔ جب قتال فرض ہو گیا تو بکثرت منہ پھیر گئے اور کچھ کم تیار ہو گئے ایک جماعت تیار ہوئی۔

شرائط جہاد واہمیت امیر

وَ قَالَ لَھُمْ نَبِیُّھُمْ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ بَعَثَ لَکُمْ طَالُوْتَ مَلِکًا قَالُوْٓا اَنّٰی یَکُوْنُ لَہُ الْمُلْکُ عَلَیْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْکِ مِنْہُ وَ لَمْ یُؤْتَ سَعَۃً مِّنَ الْمَالِ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰہُ عَلَیْکُمْ وَ زَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ وَ اللّٰہُ یُؤْتِیْ مُلْکَہٗ مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ: اب ان کے مطالبے پر پیغمبر نے امیر حضرت طالوت کا انتخاب کیا جب بادشاہ کا تعین خدا کی طرف سے ہو گیا تو پھر مخالف ہو گئے کہ نادار ہے، کم دست ہے، امیر تو دولت مند چاہیے حالانکہ جرأت و شجاعت خداداد چیز ہے دولت اور چیز ہے۔ نبی نے کہا کہ امیر کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہیں (۱) علم (۲) جسم وَ زَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ اور علم میں بہترین قابل اور جری

ہونا چاہیے تاکہ ملک کا نظم ونسق قائم رکھ سکے اور بہترین طریقے سے حکومت کرنے کے قابل ہو اور اسی طرح وہ سیاسی مسائل کی پیچیدگیاں سلجھا سکے وَ الْجِسْمِ کا مطلب موٹا پن نہیں (جو جگہ سے نہ ہل سکے) بلکہ اس کی ظاہری شکل وصورت پر رعب اور دبدبہ ٹپکتا ہو، لوگوں پر اس کی ہیبت طاری ہو، فن حرب کا ماہر ہو اور فنون جنگ سے اچھی طرح واقف ہو کیونکہ انتظامی قابلیت ہر شخص میں نہیں ہوا کرتی وہ ہر چیز اپنے ٹھکانے میں لاتا ہے، غیر منتظم بگاڑتا ہے تو حضرت طالوت بہادر اور علم و قابلیت میں سب سے بہترین تھے، جہاد کا انتظام کچھ آسان کام نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الحرب خدعة (جنگ تو ہوشیاری اور چالبازی کا نام ہے) اس میں قابلیت چاہئے، اللہ کا علم بہت وسیع ہے اس کی نظر تمام لوگوں پر ہوتی ہے وہ جس میں قابلیت اور استعداد دیکھتا ہے اس کو حکومت کے لئے چن لیتا ہے، پس امیر وہ ہونا چاہیے جس کا سینہ علم سے منور ہو اور شجاعت سے بھرپور ہو اور علم سے مراد عام ہے کہ اس کا تعلق باللہ صحیح ہو اور ضروریات قوم کا علم کافی ہو اور ضروریات قوم کا احساس اور درد بھی پورا ہو۔

صحیح انتخابِ امیر کی برکات اور ترتبِ نتائج

وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَ اٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ : امیر کا انتخاب تو ہو گیا مگر بنی اسرائیل اس پر مطمئن نہیں تھے ان کا خیال یہ تھا کہ صاحب دولت ہی اس جلیل القدر منصب کا اہل ہو سکتا ہے، ضرورت ہے کہ ان کے شبہات کو دور کر دیا جائے ورنہ آگے چل کر رکاوٹیں پیدا ہوں گی تو اس لئے فرمایا کہ اگر یہ انتخاب صحیح ہے اور اللہ بھی اس کو پسند فرماتا ہے تو اس کے صحیح انتخاب کی نشانی یہ ہوگی کہ بنی اسرائیل کے زمانے میں ان کے ساتھ موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات کا صندوق تھا، ان کا قاعدہ تھا کہ جنگ کے وقت ان کو اپنے ساتھ رکھتے، ان کی برکت سے ان میں جوش وولولہ اور استقلال و ثابت قدمی پیدا ہوتی اور اپنی تمام قوت جنگ میں صرف کر دیتے۔

ایک دفعہ کسی جہاد میں وہ صندوق غائب ہوا تو انہیں اپنی شکست کا یقین ہو گیا تو جس وقت دشمن یہ صندوق لے گیا تو اللہ کے کرشمہ ہائے قدرت کا ظہور ہوا، جہاں یہ صندوق ہوتا اور جس نے اٹھا کر جس محلہ میں رکھا وہاں وبا پھیل جاتی، ان کے منحوس ہونے کی وجہ سے متبرک

چیز سے ان پر الٹا اثر پڑتا، اس واقعہ نے یہودیوں کے شبہات کو زائل کر دیا اور انہیں یقین ہو گیا کہ انتخاب صحیح ہے اور ہم ضرور کامیاب ہوں گے۔

معدہ کی خرابی کی مثال

خراب معدہ کو جب دودھ ملتا ہے تو اس میں دودھ کی خرابی نہیں ہوتی بلکہ خرابی معدہ کی ہوتی ہے یعنی خرابی معدہ اس کی باعث ہو جاتی ہے اور الٹا اثر ہو جاتا ہے، اب انہوں نے اس بلا کو ٹالنے اسے بیل گاڑی پر رکھ دیا اور جنگل کو ہانک دیا آدمی بھی گاڑی پر نہ بٹھایا کہ وہ بھی ہلاک ہو جائیگا، یہ اللہ کے غضب کا اظہار ہو رہا تھا یہ تاریخ سے ثابت ہے، مفسرین کا ایک قول ہے کہ ہلاکت کی تعداد تقریباً ستر ہزار تھی تو یہ بھی خدا تعالیٰ نے بتلا دیا کہ بنی اسرائیل جہاں بھی جاتے موت سے بچ کر نہیں نکلتے یعنی جہاں مرنے کا مقام تھا وہاں نہ مرے جہاں پہنچنے کا مقام تھا وہاں مر گئے، غرض یہ کہ موت خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے، موت سے بھاگا نہیں جا سکتا، ایسے ہی جہاد میں کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تقریباً سو سے زائد جنگوں میں شریک ہوئے لیکن موت نہیں آئی آخر بصد افسوس بستر پر انتقال ہو جاتا ہے۔

ملائکہ کبھی عملاً اور کبھی القاءً مدد کرتے ہیں

حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ ملائکہ بعض اوقات خود کام کرتے ہیں جیسے غزوہ بدر میں صحابہ کہتے ہیں کہ تلوار مارنے سے پہلے کفار کی گردنیں اڑ جاتی تھیں اور اکثر اوقات القاء کرتے ہیں تو یہاں بھی فرشتے بیلوں کو القاء کر رہے تھے کہ فلاں فلاں راستہ پر جا کر طالوت کے گھر کے سامنے کھڑے ہو جائیں یہ نہیں کہ سروں پر اٹھا کر ان کے گھروں کے سامنے رکھ دیئے۔ لادتے تو بیل ہوتے ہیں، نام ہانکنے والے کا ہوتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ لانے کی نسبت ہانکنے والے کو کی جاتی ہے، اس لئے نسبت ملائکہ کو ہوگئی تو فرشتوں کو بھی القاء فی القلوب کے بناء پر نسبت تَحۡمِلُهُ، ہوا صحیح انتخاب امیر کی برکت سے یہ متبرک چیز ملی، برکات کا نزول وظہور ہوا تو بنی اسرائیل اس وجہ سے پیغمبر کے زیر کمان نہ لڑے کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ ہر پیغمبر بادشاہ بھی ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر بھی تھے اور بادشاہ بھی، موسیٰ علیہ السلام پیغمبر بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف پیغمبر تھے۔

متبرک چیزوں کے لئے مسلمانوں کی قربانیاں

انتخاب امیر کی شرائط بھی (قابلیت وشجاعت) وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ میں ذکر ہوئے کہتے ہیں کہ ترکی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی تبرکات ہیں اور وہ سیاہ جھنڈا مبارک بھی اگر وہ جھنڈا مبارک میدان میں لا کر گھاڑ دیا جائے تو مسلمان کتنی قربانیاں اس کی بقاء کے لئے دیں گے، لاکھوں قربانی دے کر اس کو نہ گرنے دیں گے، مسجد متبرک چیز ہے تو باجہ بجانے پر کتنے فساد ہوتے ہیں ہندوؤں سے لڑتے ہیں کانپور فساد کا واقعہ مشہور ہے، اگرچہ اسے مسلمان خود بجاتے ہیں لیکن پھر بھی غیر قوموں کا بجانا توہین سمجھتے ہیں تو وہ تابوت بھی بنی اسرائیل کے لئے متبرک چیز تھی۔

رکوع 33

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ

پھر جب طالوت فوجیں لے کر نکلا تو کہا بے شک اللہ

مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ فَمَن شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَن

ایک نہر سے تمہاری آزمائش کرنے والا ہے جس نے اس نہر کا پانی پیا وہ میرا نہیں ہے اور

لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ

جس نے اسے نہ چکھا تو بے شک وہ میرا ہے مگر جو لے لے اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے (تو اسے معاف ہے)

فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ

پھر ان میں سے سوائے چند آدمیوں کے سب نے اس کا پانی پی لیا

وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ

پھر جب طالوت اور ایمان والے اس کے ساتھ پار ہوئے تو کہنے لگے آج

بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو

ہمیں جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی طاقت نہیں جن لوگوں کو خیال تھا کہ

اللّٰهِ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ

انہیں اللہ سے ملنا ہے وہ کہنے لگے بارہا بڑی جماعت پر چھوٹی جماعت اللہ کے حکم سے غالب ہوئی ہے

اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٢٤٩﴾ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ

اللہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جب جالوت اور اس کی

وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ

فوجوں کے سامنے ہوئے تو کہا اے رب ہمارے دلوں میں صبر ڈال دے اور

اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٥٠﴾ ؕ

ہمارے پاؤں جمائے رکھ اور اس کافر قوم پر ہماری مدد کر۔

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۣ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ

پھر اللہ کے حکم سے مومنوں نے جالوت کے لشکروں کو شکست دی اور داوٗد نے جالوت کو مار ڈالا۔ اور

اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا

اللہ نے سلطنت اور حکمت داوٗد کو دی اور جو چاہا اسے سکھایا

دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ

اور اگر اللہ کا بعض کو بعض کے ذریعے سے دفع کرا دینا نہ ہوتا تو زمین فساد سے پر ہو جاتی

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٥١﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ

لیکن اللہ جہان والوں پر بہت مہربان ہے۔ یہ اللہ کی آیتیں ہیں

اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢٥٢﴾

ہم تمہیں ٹھیک طور پر پڑھ کر سناتے ہیں اور بے شک تو ہمارے رسولوں میں سے ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ

یہ سب رسول ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے بعض وہ ہیں

مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ

جن سے اللہ نے کلام فرمائی اور بعضوں کے درجے بلند کیے

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ

اور ہم نے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو صریح معجزے دیے تھے اور اسے روح

الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ

القدس کے ساتھ قوت دی تھی اور اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ جو ان پیغمبروں کے بعد

مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا

آئے وہ آپس میں نہ لڑتے بعد اس کے کہ ان کے پاس صاف حکم پہنچ چکے تھے لیکن ان میں اختلاف

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ

پیدا ہو گیا پھر کوئی ان میں سے ایمان لایا اور کوئی کافر ہوا اور اگر اللہ چاہتا تو

ع ٣٢ ٥ ١ مَا اقْتَتَلُوْا ۟ قف وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿٢٥٣﴾ ع

وہ آپس میں نہ لڑتے لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

رکوع (۳۳)

خلاصہ: (۱) انتخاب امیر کے بعد خود امیر کا رعایا میں سے قابل افراد کا انتخاب کرنا (نالائق اور لائق کو الگ الگ کرے گا)

(۲) پھر ان خدا پرست قابل آدمیوں کی برکت سے کامیابی ہوگی۔

(۳) ضرورت خلافت

ماخذ: (۱) فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ (البقرة:۲٤۹)

(۲) وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ (البقرة:۲۵۰)

(۳) تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ (البقرة:۲۵۳)۔

جنگ میں جھوٹے اور سچے، کھوٹے اور کھرے، کمزور اور طاقتور میں تمیز

میدان جنگ میں جانے سے پہلے فوج کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ جھوٹے اور سچے، کھوٹے اور کھرے، کمزور اور طاقتور میں تمیز ہو جائے۔لڑائی میں صرف بہادر اور طاقتور مفید ہو سکتے ہیں، اعلان جنگ کے وقت چونکہ طبیعتوں میں جوش و ہیجان پیدا ہو جاتا ہے اس لئے ہر شخص اپنے اندر لڑنے کا شوق پاتا ہے مگر محض شوق مفید نہیں جب تک فنون حرب سے واقفیت نہ ہو تکالیف اور مصیبتوں کی برداشت کرنے کی عادت نہ ہو اور سخت سے سخت خوف کے وقت بھی گھبراہٹ طاری نہ ہو اس لئے امتحان لینا ضروری ٹھہرا۔

منتخب شدہ امیر کی ذمہ داریاں

رعایا امیر کو منتخب کرے گی اور رعایا میں کسی کو کام کے لئے اپنے میں سے سردار و افسر بنائے گی ایک ہزار مجاہد فرض کرو جا رہے ہیں تو ایک سردار و امیر منتخب کریں گے اور جب امیر منتخب

ہوا تو وہ اپنی صوابدید پر لوگوں کا انتخاب کرے گا، اسلامی طریقہ جنگ یہ ہے کہ امیر مجاہدین قلب میں ہوتا ہے مقدمۃ الجیش اور میمنۃ (دائیں بازو کی فوج) میسرۃ (بائیں بازو کی فوج) ساقۃ وغیرہ کے لئے وہی انتخاب کرے گا، علیحدہ علیحدہ ڈیوٹی وذمہ داری ان کے سپرد کرے گا کسی کو مجروح کا اٹھانا، کسی کو پانی پلانا، کسی کو تیمارداری کرنا وغیرہ فرائض حوالہ کرے گا۔

حکمِ امیر کی خلاف ورزی

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّىْ وَ مَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّىْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ : بنی اسرائیل کیلئے طالوت بادشاہ مقرر ہوئے نبی علیہ السلام نے بادشاہ مقرر کیا جب جہاد کے لئے چلے تو دوپہر کا وقت ہے اور راستہ میں نہر پڑتی ہے اور پیاس بھی لگ گئی ہے یہ قاعدہ ہے کہ اگر روزہ ہو اور ہو بھی گرمیوں کا روزہ تو پیاس کی کیا حالت ہوتی ہے اور روزہ افطار کرنے کے وقت پانی زیادہ پی لے تو جسم کی طاقت سلب ہو جاتی ہے، حتیٰ کہ نماز بھی پھر کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا، اب نہر پر پہنچتے ہیں اور پیاس کے مارے پانی زیادہ پی لیتے ہیں لیکن کچھ لوگ ایسے باقی ہیں کہ جنہوں نے امیر کے حکم کی تعمیل کی اور پانی نہ پیا، اب نہر سے دوسرے طرف گزرنا ہے لیکن جو پانی پی چکے ہیں وہ تو ہل نہیں سکتے چہ جائیکہ نہر سے گزر کر پار ہو جاتے، اب ان کے لئے تو معاملہ مشکل بنا اور جن لوگوں نے پانی نہیں پیا وہ پار ہوئے تو اب خیال فرمائیے کہ جو قوم اپنے امیر کے حکم سے پیاس برداشت نہیں کرسکتی کیا ان سے یہ امید ہوسکتی ہے کہ میدانِ جہاد کو اپنے خون سے رنگین بنائیں گے؟ اب مقابلے کا وقت ہے تو کہتے ہیں کہ آج ہمیں جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی طاقت نہیں۔

مضبوط ایمان والوں کا کردار

جب تھوڑی تعداد میں نکلے تو وہ حیران ہوئے کہ اب لڑنا کیسا ہوگا تو مضبوط ایمان والوں نے کہا کہ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ فتح وشکست تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، پیٹ بھر کر پانی پینے سے اعضاء پر سخت اثر ہو جاتا ہے، افطاری کے وقت بہت پانی پینے والا نماز تراویح بھی نہیں پڑھ سکتا

اور تیرنے کے لئے ہمت چاہئے، پیٹ بھر کر پانی پینے سے وہ تیراکی کہاں کر سکتے؟ کچھ ڈوب گئے تو پار ہونے پر اللہ تعالیٰ کے مضبوط بندوں اور ایمان والوں نے انہیں تسلی دی اور ہمت افزائی کی اور کہا کہ ہمارا کام جہاد ہے۔ کامل الایمان تو کالمیت فی ید الغاسل (جیسا کہ مردہ اپنے نہلانے والے کی مرضی پر) ہوتا ہے، حکم خداوندی سے حکم عدولی اس کی فطرت میں ہی نہیں ہوتی چہ جائیکہ پیاس جیسی تکلیف کے سامنے ہیچ ہو جائے وہ تو اپنا جان و مال خدا تعالیٰ کو دے چکا ہوتا ہے اسے کیا پرواہ۔ آگے حکم ہے کہ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ اگر تمام لوگ ایک جیسے ہوتے مساوی ہوتے تو دنیا میں فساد کا عالم قائم ہو جاتا، امتحاناً پیٹ بھر کر پانی پینے سے منع کیا چلو بھر کر پینے کی اجازت ہے۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ گرمی تھی، تھکے ماندے آئے تھے، خوب ستائے ہوئے تھے، خوب پیٹ بھر کر پانی پیا تو جو پانی کا پیالہ اس کے حکم پر نہیں چھوڑ سکتے تو اپنے خون کا پیالہ اس کے حکم پر کیسے نکال سکتے تھے ان میں سے تو اکثر فیل ہوئے تھوڑے پار ہو گئے۔

جالوت کے خلاف مدد الٰہی کی دعا

وَ لَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَ جُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ: جب جالوت اور اس کی فوجوں کے سامنے صفیں قائم ہوئیں تو مجاہد کی دعا قبول ہوتی ہے، فرمانبردار جماعت کہہ رہی ہے کہ اے ہمارے رب! ہمارے دلوں میں صبر ڈال دے اور اے خداوندا! ہم پر صبر پلٹ دے کہ ہم یہاں سے نہ ہلیں اور ہمیں ثابت قدم رکھے اور اس قوم پر ہماری مدد فرما، آئندہ فتح یا شکست یہ ہمارا کام نہیں ہے۔

داؤد علیہ السلام کا جالوت کو شکست دینا اور اُن کو بادشاہی اور حکمت عطا فرمانا

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَهٗ مِمَّا یَشَآءُ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ: اس لشکر طالوت کا ایک سپاہی تھا جو اولوالعزم پیغمبر ہوئے یعنی حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کے لشکر کو اللہ کے حکم سے شکست دی اور جالوت کو مار ڈالا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بادشاہی بھی اور دانش بھی عطا کی، عقل الگ چیز ہے اور حکمت الگ چیز" یک من علم را دہ من عقل باید فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ بلحاظ ارشاد اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ

يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ (محمد: ۷) اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور فتح دلائی اور اس کے علاوہ اللہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو جو چاہا سکھا دیا مثلاً پرندوں کی بولی سکھائی۔

ماقبل اور مابعد سے ربط

اس کا ماقبل سے بھی ربط ہے اور مابعد کے ساتھ بھی۔

ماقبل سے ربط: اگر اللہ تعالیٰ اس قسم کی مدافعت نہ کرتا اور جالوت کی لشکر کو شکست نہ دلاتا تو دنیا میں فساد ہو جاتا اور خدا خبر کتنی قوم کو ہلاک کر جاتا۔

مابعد کے ساتھ ربط: جس طرح اس پیغمبر کی امت کو فتح حاصل ہوئی اسی طرح آپ بھی رسولوں میں سے ہیں۔ آپ کی امت کو بھی اسی طرح کام کرنا پڑیگا اور ان کو فتح حاصل ہوگی هلك كسرىٰ فلا كسرىٰ بعده و هلك قيصر فلا قيصر بعده پس حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل جہان پر فضل کرنے والا ہے جب وہ کسی ظلم کی بیخ کنی کرتا ہے تو یہ صحیح معنوں میں دنیا والوں پر اس کا فضل ہوتا ہے، انہیں ظلم سے نجات مل جاتی ہے۔

آپ کے حق میں حکومت کے قیام کی پیشنگوئی

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ: جس طرح بنی اسرائیل نے اپنی حکومت قائم کی ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں پیشنگوئی کی گئی ہے کہ آپ کو بھی مخالفین و معاندین اسلام سے جنگ کرنی پڑے گی، انجام کار آپ غالب رہیں گے پس یہ تمہاری ضروریات پوری کرنے کیلئے قصہ سنایا جاتا ہے یعنی تمہارے لئے بھی اسی طرح سلطنت قائم کر دی جائے گی جس طرح بنی اسرائیل کے لئے قائم کر دی گئی، گویا اس آیت میں سلطنت کے عطاء ہونے کا وعدہ ہے تو یہ ٹھیک واقعہ ہے کہ یہ آیت جو ہم تم پر تلاوت کرتے ہیں واقعی ہیں اور یہ بھی ٹھیک اور واقعی بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اس قصے میں ان تمام سیاسی امور کی تعلیم دی گئی ہے جو قیام حکومت میں پیش آئیں گے اور آپ آسانی سے ان کی بناء پر تنظیم مملکت کر سکیں گے۔

شاہ ولی اللہؒ کی اصطلاح میں خلافت کبریٰ

خلافت کے متعلق شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے کہ انسان پہلے انفرادی زندگی بسر کرتا ہے پھر ازدواج کا وقت آتا ہے اور اسی تدبیر منزل سے انسان کی ترقی شروع ہوتی ہے، مثلاً ایک شخص

کے ساتھ ۷۔۸ بیٹے ہیں تو ہر ایک کا خانہ اور کاروبار علیحدہ علیحدہ ہوگا، کوئی غلہ لائے گا، کوئی نمک، کوئی کپڑے کی تجارت کرے گا، پھر ان کے آپس میں معاملات ہوں گے، ایک کو دوسرا مال دے کر پیسہ یا دیگر مال لے گا، اس طریقے پر ان میں تبدیل اشیاء جاری ہو جائے گا اور کوئی ان میں درندہ صفت چورڈاکو بھی ہوگا کہ غلط حرکات کرے گا تو باقی مشورہ کریں گے کہ کوئی پاسبان اور پولیس مقرر کی جائے، اور پھر ان پر امیر مقرر کیا جائے کہ پولیس اس کے ماتحت کام کرے گی اور اس پر اعلیٰ افسر جس سے یہ امیر ماتحت رہ کر سرکشی نہ کرے یعنی ظاہری و باطنی جسمانی ہر لحاظ سے بڑا طاقتور بادشاہ مقرر کرنا چاہئے جو سب کو ٹھیک کر دے گا، چھوٹی چھوٹی سلطنتیں ان کے ماتحت ہوں گی اور یہی اسلام اور اس کی خلافت کبریٰ ہے، حکام میں بعض نفوس سبعیہ (درندہ صفت) ہوتے ہیں، جیسے افراد میں نفوس سبعیہ ہوتے ہیں اور حکام بھی شیطان و نفس کے ابھارنے سے ایک دوسرے پر حملہ کریں گے، ٹھکرائیں گے تو بڑا حاکم اور سب سے بڑا طاقتور انہیں ٹھیک کرے گا ایسا شخص چاہیے جو نظام قائم کرے، یہ خلیفۃ المسلمین ہی ہوسکتا ہے جو سب کو ٹھکانے پر رکھتا ہے، مثال ہے تو بری مگر خیر انگریز نے آخر تین سو سے زیادہ ہندوستانی ریاستوں کو ٹھیک کر دیا کسی رئیس کو دوسرے پر حملے کی جرأت نہ تھی۔ یہ درجہ خلیفۃ المسلمین کا تھا، جو غیروں نے اپنایا اور ہم نہ اپنا سکے اور قرآن میں انفرادی زندگی سے لے کر خلافت تک کے قوانین و دفعات موجود ہیں اور انسان کی زندگی کے ہر شعبے اور لمحہ میں مکمل رہنما ہے۔

اپنوں کی غداری سے شکست

اپنوں میں سے ہی دشمن پیدا ہو جاتے ہیں، ورنہ باطل طاقت کی کیا جرأت کہ نقصان پہنچائے سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ جب بالاکوٹ پہنچتے ہیں تو سکھ مقابلہ سے تنگ آ چکا تھا آخر ایک مقامی پٹھان نے سکھوں کو پہاڑی میں راستہ بتلایا کہ تمہاری کامیابی اس صورت سے ہو سکتی ہے، چنانچہ پہاڑی راستہ سے سکھ گئے تو آخر حضرت کو وہاں شہید کیا گیا اور اس وقت بالاکوٹ شہر سے مرد تمام باہر نکل گئے تھے صرف عورتیں باقی رہ گئی تھیں، اس غرض سے کہ ہم حملہ کے موقع پر یہاں نہ رہنے پائیں......

من از بیگانہ نگاں ہرگز ننالم
کہ بامن ہرچہ کرد آن آشنا کرد

سید احمد شہیدؒ سے بالاکوٹ میں غداری کرنے کی نحوست

حضرت مجددی صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں نے خود بالاکوٹ دیکھا ہے، ایک کھلی ہوئی نحوست برستی نظر آتی ہے، آج بھی یہی واقعہ ہے (یہ الفاظ استاد صاحب مدظلہ کے ہیں) بار باران الفاظ کو دہراتے تھے کہ آج بھی نحوست برستی ہوئی نظر آتی ہے۔ غرضیکہ گھر کا بھیدی غداری نہ کرے تو اسلام کو مخالف سے خطرہ نہیں ہے، اس مذکورہ موقع پر بھی مقامی غدار مخبر کی شرارت ہوئی ہے۔

سلاطین کی سیاست کی بحث

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ:
یہ سب رسول ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی تمام انبیاء علیہم السلام عہدہ نبوت میں تو مساوی ہیں لیکن خاص خاص خوبیاں ہر ایک کی علیحدہ ہیں جس طرح ایک بادشاہ کے مدارج ہیں، کوئی وزیر جنگ، کوئی وزیر مال اور کوئی وزیر تعلیم، سلطنت کی بحث گزر چکی ہے اب سلاطین کے سیاست کی بحث ہے یعنی متعدد سلاطین کو کس طرح ایک مٹھی میں رکھا جائے۔

شہنشاہ نہیں بلکہ خلیفۃ المسلمین

عجمی اصطلاح میں اسے شہنشاہ کہتے ہیں، شہنشاہ کہنا ناجائز ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی شہنشاہ نہیں جس کا مطلب عربی زبان میں احکم الحاکمین ہے اور شریعت میں امیر المؤمنین کہتے ہیں اور خلیفہ کی تمام روئے زمین پر حکومت ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (البقرة: ۳۰) اور باقی سلاطین تابع ہوتے ہیں۔

خلافت کبریٰ کے پانچ مسائل

خلافت کبریٰ کے بارے میں ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (النور: ۵۵) خلیفہ کے بارے میں پانچ مسائل ہیں:

۱: ضرورت خلافت	۲: فرائض خلافت
۳: فرائض معاونین خلافت	۴: اقسام معاونین خلافت

۵: شورائی خلافت کا تعلق باللہ

اب ثبوت خلافت کے لئے چند مقدمات بیان کئے جاتے ہیں:

۱: بعض کو بعض انبیاء پر فضیلت ۲: انبیاء علیہم السلام کے جانشینوں کا مقاطعہ

۳: اس لڑائی کے دفع کے لئے ثالث کی ضرورت

لڑائی کی صورت میں ثالث کا منصب امت محمدیہ کا ہے

جس وقت بعض انبیاء کو بعض انبیاء پر فضیلت ہے اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مدارج ہیں، بعض فاضل، بعض مفضول اولو العزم من الرسل خمسة نوح، ابراهیم، موسیٰ وعیسیٰ و خامسهم محمد صلی اللہ علیه وسلم (اولوالعزم پانچ رسول ہیں، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور قاعدہ ہے کہ ہر ایک کو اپنا مقتدیٰ محبوب ہوتا ہے تو ضرور کسی وقت ان کے متعلقین آپس میں ٹکرائیں گے، حالانکہ جو انبیاء علیہم السلام کی تعلیم میں رنگے گئے تھے وہ آپس میں کشت خون نہیں کرتے مگر جس وقت لڑیں تو عقلی تقاضا ہے کہ ثالث مقرر کیا جائے تاکہ وہ ان میں صلح کرادے اور وہ ثالث یعنی جج ایسا ہو کہ ان کی ہر ہر بات کو سمجھے کیونکہ اگر ان کی زبان عربی ہو تو وہ عربی جانتا ہو اور اگر ان کی زبان انگریزی ہو تو وہ بھی انگریزی جانتا ہو اور اگر ان کی مذہبی لڑائی ہے تو ان کے مذہب کے اصول اور فروع سے پورا واقف ہو اور پھر ایسا ہو کہ ان کے جھگڑے کو رفع دفع بھی کر سکے اور یہ منصب امت محمدیہ کا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح القدس سے تائید کا مطلب اور وضاحتی مثال

وَ اٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَ اَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ: ہم نے حضرت عیسیٰ کو صحیح معجزے دیئے تھے اور اسے روح القدس کے ساتھ قوت دی تھی جو فائدہ جسمانی دواؤں سے دیر میں ہوتا ہے وہ روحانیت کی قوت سے بہت جلدی اور زیادہ ہوتا ہے، اس قسم کے واقعات ہر مذہب و ملت میں پائے جاتے ہیں اور تائید روح القدس کی شرح حضرت شاہ صاحبؒ کی اصطلاح میں اسی طرح ہے کہ روحانی خزانے سے شعاعیں ہر وقت برستی رہتی ہیں، روح کی جو قوت صرف ہو جاتی ہے اس کا بدل ما یتحلل ان شعاعوں سے قائم ہو جاتا ہے، بعض آدمیوں میں وہ شعاعیں تھوڑی آتی ہیں اور بعض میں حد سے بڑھ کر وہ قوت شامل ہونے لگتی ہے جس طرح ایک پہلوان کی طبیعت میں خون زیادہ پیدا ہوتا ہے اور باقی آدمیوں میں اس سے کم۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے روح القدس سے سرفراز فرمایا

معجزات تو ہر نبی کو دیئے گئے ہیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے روح القدس سے سرفراز فرمایا اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ہمیشہ کے لئے بنی اسرائیل کو معجزات دکھانے پڑتے تھے کیونکہ وہ نہیں مانتے تھے ورنہ معجزات سے سب ہی انبیاء علیہم السلام کو سرفراز فرمایا گیا تھا، خلیفہ ہمیشہ مخلوق خدا کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے، یہ نصرانی عیسیٰ علیہ السلام کے مومن اور عزیر علیہ السلام کے کافر اور یہود عزیر علیہ السلام کے مومن اور عیسیٰ علیہ السلام کے کافر تھے تو معلوم ہوا کہ بعد کی امتیں ٹھکرائیں گی یہود و عیسائی ہر ایک دوسرے کے نبی کے منکر اور آپس میں ٹھکرائیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں بچانا چاہتا ہے۔

درجات انبیاء میں فرق

وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ لٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ :ای من بعد الرسل الذین ذکروا فیما قبل انبیاء علیہم السلام کے درجات میں تو فرق ظاہر ہے اور ایک سمجھدار آدمی ہر ایک کو اپنے درجوں پر رکھ سکتا ہے لیکن تعلیم پانے کے بعد بھی بعض بے سمجھ پیدا ہو جاتے ہیں وہ حفظِ مراتب نہیں رکھ سکتے پھر اپنے نبی کو ایک دوسرے سے بڑھائیں گے اس کے بعد امتوں میں آپس میں لڑائی پیدا ہو گی، جس طرح چھوٹے چھوٹے بادشاہوں کو آپس میں لڑنے سے روکنے کے لئے ایک بڑے زبردست طاقتور بادشاہ کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح متبعین مذاہب کی لڑائی کو روکنے کے لئے ایک بہت بڑے زبردست اور طاقتور مذہب کی ضرورت ہے جو مذہبی نقطہ نگاہ سے ہر ایک کا صحیح فیصلہ کر سکے اور ہر ایک مذہب کو اپنے درجہ پر رکھ سکے وہ مذہب اسلام ہے اور اسی کا نام خلافت کبریٰ ہے۔

رکوع 34

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ

اے ایمان والو! جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس دن کے آنے سے پہلے

اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ

جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہو گی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش

وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝٢٥٤ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ

اور کافر وہی ظالم ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ ہے

اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ڬ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي

سب کا تھامنے والا نہ اس کی اونگھ دبا سکتی ہے نہ نیند آسمانوں اور

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ

زمین میں جو کچھ بھی ہے سب۔ اسی کا ہے ایسا کون ہے جو اس کی اجازت کے

اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا

سوا اس کے ہاں سفارش کر سکے مخلوقات کے تمام حاضر اور غائب حالات کو

يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ

جانتا ہے اور وہ سب اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا کہ وہ چاہے

كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــــُٔـوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ

اس کی کرسی نے سب آسمانوں اور زمین کو اپنے اندر لے رکھا ہے اور اللہ کو ان دونوں کی حفاظت

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴿٢٥٥﴾ لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ

کچھ گراں نہیں گزرتی اور وہی سب سے برتر عظمت والا ہے۔ دین کے معاملے میں زبردستی نہیں ہے

قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ

بیشک ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے پھر جو شخص شیطان کو نہ مانے

وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى

اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا جو

لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٥٦﴾ اَللّٰهُ وَلِيُّ

ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ اللہ ایمان والوں

الَّذِينَ اٰمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّورِ

کا مددگار ہے اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے

وَالَّذِينَ كَفَرُوْٓا أَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ

اور جو لوگ کافر ہیں ان کے دوست شیطان ہیں انہیں روشنی سے

مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمٰتِ أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ

اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں یہی لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں

فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿٢٥٧﴾ ع

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ع ٣٤

رکوع (۳۴)

خلاصہ: خلیفہ کا اولین فرض حفاظت توحید ہے یعنی خلیفہ کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ حفاظت توحید میں اپنی اور اپنے متبعین کی جان اور مال خرچ کر دے۔

ماخذ: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (البقرة: ۲۵۴)

ہر قسم کا دیا گیا اللہ کے راہ میں خرچ کرو

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ: اس آیت میں فرمایا کہ اے ایمان والو! خرچ کرو جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ سے مراد عام ہے خواہ علم ہو یا عقل مال اور جان ہو، جان و مال سب کچھ خرچ کر دو، کفر دنیا میں عام ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آخر الامم ہے گویا اس امت کو میدان صاف کرنے کے لئے تمام امتوں سے لڑنا پڑے گا، ان کافروں سے میرے ملک کو پاک کرادو اور یہ امت محمدی ہو گی اور اسی کو تو ہم خلیفة المسلمین کہیں گے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو دیا جا رہا ہے اور اسی آیت میں ہے کہ یہ رسول اللہ کی امت کو فرما رہے ہیں کہ جو کچھ دیا ہے اس کو خرچ کرو یعنی تمام رزق جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس کے لئے خرچ کریں گے یعنی اگر وہ مناظرہ کیلئے آئیں تو ہم علم خرچ کریں اور اگر لڑنے کے لئے آئیں تو جہاد کریں گے، جان مال خرچ کریں گے تاکہ کفر مغلوب ہو جائے۔

خلافت کا قیام امت کا فرض منصبی

اس سے ثابت ہوا کہ خلافت کبریٰ کا انتظام اور اس کا قائم کرنا مسلمانوں کا فرض منصبی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس امر کو کمال تک پہنچایا تھا جیسا کہ واقعات عہد صدیقی اور عہد

فاروقی سے ظاہر ہے کاش! پنجابی، ہندوستانی، نام نہاد مسلمان، دین فروش غیروں کے انتظام تو کیا اپنا انتظام نہیں کر سکتے، طوق غلامی گردن میں ہے، حکومتیں انہی کی نہیں رہیں، تجارت قبضہ اغیار میں ہے، قید خانے انہی سے آباد ہیں، فقر وفاقہ نے انہیں کو گھیر لیا ہے، یہودیوں کی طرح ذلت کی زندگی بسر کر رہے ہیں، عقل سے اتنے دور جا بیٹھے کہ غیروں کی غلامی کو فخر سمجھتے ہیں، بدبختی کی میٹھی نیند میں سوئے پڑے ہیں، اے مسلم خوابیدہ! اٹھ اور خواب سے بیدار ہو، اے مجیب الدعوات تو پہلے بہ طفیل حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خواب غفلت سے ان کو بیدار فرما اور غیروں کی غلامی سے آزاد فرما۔

فرائض خلیفہ

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ : یہاں سے خلیفہ کا فرض بیان کیا جاتا ہے یعنی فرائض خلیفہ میں اعلیٰ واول فریضۂ حفاظت توحید ہے، توحید پرستوں کو کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے توحید کا جھنڈا بلند رہے توحید پر زَد نہ پڑے یہ خلیفہ کا بڑا فرض ہے، دیگر مسائل تو ماتحت بھی چلائیں گے حجة اللہ البالغہ میں شاہ ولی اللہؒ نے ارتقائے قومی کے لئے مدارج تجویز کر دیے ہیں جس کا ذکر گزر چکا ہے، اسلام پر ایک وقت گزرا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدی کو خلافت کبریٰ دی تھی وہ حضرت عمرؓ کا زمانہ تھا هلك كسرىٰ فلا كسرىٰ بعده وهلك قيصر فلا قيصر بعده۔

خلیفة المسلمین کی ذمہ داریاں

خلیفة المسلمین کا عہدہ ذمہ دارانہ ہوتا ہے، اس کے احکام مختصر مگر حاوی ہوں گے، مثلاً ڈپٹی کمشنر کے ماتحت آٹھ تحصیلیں ہیں، ہر تحصیل میں تحصیلدار ہوتا ہے تو ڈپٹی کمشنر کا قانون مختصر اور جامع ہوگا اور آٹھوں تحصیلوں پر حاوی ہوگا، ڈپٹی کمشنر حکم دے کہ فلاں تاریخ تک مالیہ داخل کرو تو یہ مختصر حکم تمام تحصیلوں پر حاوی ہوگا اور باقی تفصیلات ہر تحصیلدار اپنی تحصیل میں نافذ کرے گا کہ فلاں فلاں شخص پر اتنا اتنا مالیہ ہے اور ان کو فلاں تاریخ تک داخل کرنا ہے۔

حفاظت توحید، اسلامی سلطنتوں کی روح

خلیفة المسلمین کے ماتحت تمام اسلامی بادشاہ اپنے اپنے ملکوں میں احکام نافذ کریں گے اور فریضہ خلیفہ حفاظت توحید ہے، یہ ہے اسلامی سلطنتوں کی روح ورنہ ملکی نظم ونسق تو کافر بھی قائم کر سکتا ہے۔

ایک مثال: بعض گاؤں میں جہاں مسلمان کمزور تھے، سکھ اذان نہیں کرنے دیتے تھے، اب سے ۳۴ سال پہلے ترکی میں خلافت تھی تو کوئی مسلمان جا کر ہندوستان میں ترکی کے سفیر کو اطلاع دیتا کہ فلاں گاؤں میں سکھ مسلمانوں کو اذان نہیں دینے دیتا، وہ خلیفۃ المسلمین کو اطلاع دیتا اور وہ سیدھا شاہ لندن کو اطلاع دیتا کہ فوراً اس کا علاج کرو ورنہ صلح نہیں رہے گی، جیسا کہ عیسائیوں نے خلیفۃ المسلمین کو اطلاع بھیجی تھی کہ قسطنطنیہ سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر اُکھاڑ دیں ورنہ ہم اکھاڑ دیں گے، خلیفہ نے جواب دیا کہ اس کے بدلے بیت المقدس میں تمہارا کوئی متبرک مقام نہیں رہے گا، ہم سب یہودی اور عیسائی نشانات اکھاڑ دیں گے وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ (البقرہ:۱۹٤) یہ سن کر عیسائی رُک گئے۔

نفس ذات باری کا اقرار کافی نہیں بلکہ معبود باطلہ سے بیزاری بھی ضروری

آیت الکرسی جامع توحید ہے تمام قرآن مجید میں سے اور توحید کے صحیح معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اقرار اور معبودانِ باطلہ سے بیزاری اس کا نام توحید ہے، ورنہ نفس خدا تعالیٰ کی ذات کا اقرار کرنا اس کے تو مشرکین عرب بھی منکر نہ تھے، چنانچہ آیت قرآنی اس پر شاہد ہیں وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ (العنکبوت:٦١) بہت سی آیات ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے قائل تھے کہیں پوچھا جاتا ہے کہ آسمان سے بارش کون نازل کرتا ہے؟ تو کہتے ہیں کہ اللہ علی ھذا القیاس نفس خدا کی ذات کا اقرار کافی نہیں ہے بلکہ معبودانِ باطلہ سے بیزاری بھی ساتھ ہے، مشرکین عرب اس کے ساتھ بتوں کو بھی معبود مانتے تھے، صور عالم کا منبع حَیٌّ اور مواد عالم کا قَیُّوْمٌ ہے، ایمان اور توحید کے لئے فقط یہ ہی کافی تھا۔

فضیلت آیت الکرسی جو جامع توحید ہے

آیت الکرسی صفات الٰہیہ کی آیات میں سب سے بڑی اور جامع آیت ہے، اس میں توحید اور فرائض خلیفہ کا ذکر ہے کہ اس توحید کی حفاظت کا ذمہ دار خلیفہ ہے اور وہ ہر طریقے سے توحید ابھارے اور پھیلائے گا، حدیث میں ہے کہ جو کوئی آیت الکرسی پر دوام کرے تو اس کے اور جنت کے درمیان سدراہ صرف موت ہوگی کیونکہ اس آیت میں نور توحید اتنا بھر گیا ہے کہ جب سمجھ سے پڑھے تو شرک اس میں نہیں رہ سکتا، پہلی آیت میں شرک کی نفی ہے اور دوسری آیت میں ہے

کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ہے، باقی مخلوقات کی زندگی اللہ تعالیٰ کی صفت اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ہونے کا مظہر ہے۔

آیت الکرسی اور اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ کی مراد

اسی طرح اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کا معنی یہ ہوا کہ جس کے آگے عبادت کے لئے سر جھکاتے اور جس کے آگے ہاتھ پھیلاتے اور کچھ لے کر آتے ہیں اور اس کا شکر یہ ادا کرتے ہیں وہ ایک ہے دوسرا نہیں، اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ کا مطلب حَیّ بالذات فقط وہی ہے باقی تمام اس کے مظاہر اور عکوس ہیں اور اَلْقَيُّوْمُ بھی وہی ہے یعنی جس پر اس کا عکس پڑ جاتا ہے وہ قائم نظر آتا ہے، اس کی مثال شعلہ جوالہ کی ہے جیسا کہ دائرہ کا وجود شعلہ جوالہ سے ہے اور اگر اس کی حرکت بند ہو جائے تو وجود تو وجود دائرہ رہے گا ہی نہیں۔

اللہ تغافل، ضعف اور تھکاوٹ سے مبرا اور منزہ

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ: اللہ تعالیٰ ہر چیز کو زندگی بخشتا ہے اور زمین وآسمان کا قیام اسی کی ذات سے وابستہ ہے پس اگر اللہ تعالیٰ اپنا فیض حیات بند کر دے تو ایک دم میں تمام عالم فنا ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ تغافل ضعف اور تھکاوٹ سے مبرا اور منزہ ہے لہٰذا یہ کبھی نہیں ہوتا کہ قوتوں کے اضمحلال اور ضعف و ناتوانی کی وجہ سے اس پر اونگھ طاری ہو بلکہ وہ برابر مصروف عمل رہتا ہے، کمزوری اور نقاہت کا نام ونشان نہیں، اس پر تعطل و بیکاری کا زمانہ نہیں آتا اور نہ اس کو آرام کی ضرورت محسوس ہوتی ہے بلکہ وہ نیند سے پاک ہے، اگر بالفرض والتقدیر ایک لحظہ کے لئے غافل ہو جائے تو تمام عالم ایک آن میں فنا ہو جائے گا۔

شفاعت کرنے والے کی اہلیت

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ: سب چیزیں اسی سے ہیں انبیائے کرام علیہم السلام اسی کا اقرار کرانے کے لئے مبعوث ہوئے اور جو شخص یہ اقرار نہیں کرتا اس کے لئے کون سفارش کر سکتا ہے؟ جیسے دہریے وغیرہ اور اگر ایک شخص یہ اقرار کر لے کہ سب کچھ اس کا ہے، اس کو ایمان کہتے ہیں اور سفارش کا معنی یہ ہے کہ جوڑنا چاہتا ہے لیکن اس میں کچھ ضعف ہے تو سفارش کرنے والے کی مدد سے جڑ جائے گا اور جو بالکل جوڑنا ہی نہیں چاہتا اس کے لئے سفارش ہوگی ہی نہیں۔

وہ محیط اور ہم محاط

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ لَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ : جب سب کچھ اس کا ہے اور وہ مخلوقات کے تمام حاضر اور غائب حالات جانتا ہے تو اس کے ساتھ ہم مکروفریب اور نفاق نہیں کر سکتے، وہ سب کچھ جانتا ہے لیکن ہم اس کا کچھ نہیں جانتے اس لئے کہا گیا کہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا کہ وہ چاہے، وہ محیط ہے اور ہم محاط ہیں اور اس کے قبضہ سے کہیں نکل نہیں سکتے ناچار ہمیں تعلق جوڑنا پڑے گا، اس احاطہ میں اللہ تعالیٰ کو کوئی گرانی لاحق نہیں ہوتی یعنی وہ محیط اور ہم محاط ہیں اور وہ بلند بھی ہے اور عظمت بھی اس کے لئے ہے لہٰذا ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنا تعلق اللہ کے ساتھ اسی قسم کا رکھے جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے اور اس میں کمی نہ آنے دے کیونکہ تمام خرابیوں اور بربادیوں کا سرچشمہ توحید کا چھوڑ دینا ہے تمام مذاہب وادیان کو اس توحید کے ماننے سے انکار نہیں ہو سکتا اور یہی خلیفہ کا اولین فرض ہے کہ اس آیت کو اپنی خلافت کے اطراف وجوانب میں شائع کر دے اور جملہ اقوام وملل کو اس کی جانب متوجہ کرنے کی کوشش کرے۔

رُشْدُ اور غَيِّ کا فرق

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ : بے شک ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے، توحید کو مضبوط پکڑو گے عُرْوَةِ الْوُثْقٰى کو پکڑ لو گے تو وہ کبھی ٹوٹنے نہ پائے گا، اس لئے کہ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو صفات بیان ہوئے ناممکن ہے کہ اوروں میں پائے جائیں اس لئے رُشْدُ اور غَيِّ کا فرق بتلایا گیا۔ چونکہ خلیفہ ایک زبردست ہستی ہے تو شاید وہ توحید منوانے پر زبردستی کرے اس لئے روکا جاتا ہے کہ دین کے معاملے میں زبردستی نہیں اور خلیفہ کا اتنا فرض ہے کہ توحید پر رد نہ ہونے پائے اور توحید والوں کی ہر قسم کی حفاظت کی جائے، حاکم اعلیٰ کا قانون نہایت مختصر اور حاوی ہوگا جیسا کہ خلیفہ سب سے اعلیٰ حاکم ہے، اسکی ذمہ داری حفاظت توحید ہے مگر اس کا حلقہ بہت وسیع ہے اور جو اس کے نیچے کے حلقے میں قانون ہوگا تو وہ طویل مفصل ہوگا لیکن اس کا حلقہ وسیع نہیں ہوگا۔

خلافت جبر سے نہیں بلکہ بینات اور دلائل سے کام لے گی

اسی طرح اسلام لانے اور توحید کا نور پھیلانے میں کوئی جبر نہیں ہونا چاہیے، خلافت جبر کرنے کے لئے قائم نہیں ہوتی بلکہ بینات واضح ہو چکی ہیں مذہب جذبات انسانی کو ترک نہیں کرتا بلکہ اصلاح کر کے قبول کرتا ہے، مذہب تو ہر ادنیٰ ترقی کا مؤید اور اعلیٰ ترقی کا ضامن ہے اس کے بعد سمجھدار خود اس راستے پر آ جائیں گے دائرہ اسلام میں لانے کے لئے کسی پر جبر کرنے کی ضرورت نہیں، ہاں اسلام لانے کے بعد جبر ہے وَ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَا اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرة: ٦٣) یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ میں نماز نہیں پڑھ سکتا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ امامت کوئی دوسرا آدمی کرے اور میں جا کر ان لوگوں کے گھروں کو جلاؤں جو نماز کو حاضر نہیں ہوتے، فقہاء تاویل کرتے ہیں کہ بچوں اور عورتوں کی وجہ سے ایسا نہ فرمایا۔

ایمان کے لئے تین حجابات سے بچنا

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ:
نومن کما جاء ولا نسئل عن کیفیته (بے چوں وچرا کم و کیف پوچھے بغیر ہر حکم کی تعمیل)
ایمان کے لئے تین حجابات سے بچ گئے تو کامل ایمان والا ہے کل من یتبع الهویٰ یعنی ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روکنے والی ہو وہ طاغوت میں داخل ہے کل ما یطغی الانسان فهو الطاغوت

حجاب طبع

حکم شریعت کے بجالانے کو طبیعت تیار نہیں ہے مثلاً موسم سرما میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے کو دل گوارا نہیں کرتا، نماز نہ پڑھنا وغیرہ طبیعت کہے گی کہ اتنا روپیہ خواہ مخواہ خرچ کرنا یہ کیا فضول بات ہے کہ مثلاً مساکین پر یا حج پر یا کسی اور دینی کام میں خرچ کرتا ہے یہ طبیعت کے خلاف ہے۔

حجاب رسم

حجاب رسم یہ کہ ایک چیز کو دل میں تو ناجائز سمجھتا ہوں مگر برادری کی وجہ سے اس رسم کو ترک نہیں کر سکتا، مثلاً اگر شادی میں بدعات جو خلاف شرع ہیں وہ نہ لاؤں تو برادری طعنہ دے گی

کہ کنجوس ہے اگر باوجود طاقت نہ ہونے کے شہر کو روٹی نہ کھلاؤں گا تو برادری میں منہ دکھانے کا نہ رہوں گا، غرض یہ کہ اس قسم کے رسم ورواج میں آ کر انسان اسلام کھو بیٹھتا ہے۔

حجاب سوئے معرفت

علم میں کمزوری سے غلط سمجھا ہوا ہے مثلاً تقبیل قبور (قبروں کو بوسہ دینا) کے لئے بعض لوگ تقبیل زوجہ کو دلیل میں پیش کرتے ہیں کہ زوجہ کا بوسہ لینا جائز تو کیا ولی اللہ اس سے بھی گندہ ہے اور کم مرتبہ کا ہے؟ اور جاہل واہ واہ کہتے ہوئے گمراہ ہو جاتے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم الغیب کلی کے ثبوت کے لئے خواجہ باقی باللہ کی بلی کا قصہ بیان کرنا کہ پیر صاحب نے مریدوں کو کہا کہ بلی سے پوچھا کرو کہ آج کتنے مہمانوں کے لئے کھانا پکائے؟ وہ جواب دیا کرے گی چنانچہ وہ ایسا کیا کرتے تھے اور بلی کچھ چھینکیں یا چیخیں مار کر بتاتی کہ آج اتنے مہمان آئیں گے، اتنی روٹی پکاؤ ایک دن بلی سے پوچھ کر روٹی پکائی گئی تو ایک آدمی زیادہ ہوا، اس کی روٹی موجود نہیں تو مریدوں نے خواجہ صاحب سے پوچھا کہ آج بلی نے تعداد غلط بتلائی تو ادھر سے وہ مہمان آ کر خواجہ صاحب کے ہاتھ مسلمان ہوا، دیکھو! بلی کو غیبی خبر تھی کہ یہ کافر ہے اس کو گنتی میں چھوڑ دیا، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم علم کلی رکھتے تھے، وہابی تو گمراہ ہیں، نہیں مانتے اور جاہل واہ واہ کہتے ہیں کہ سبحان اللہ گمراہ ہو جاتے ہیں، بیوقوف اتنے نہیں جانتے کہ کون سی آیت یا حدیث پیش کر دی، ان بطن پرستوں نے کیا گمراہی پھیلا رکھی ہے مخلص توحید پرستوں کو اللہ تعالیٰ ان حجابات ثلاثہ سے نکال کر نور توحید کو سینہ میں چمکا دیتا ہے۔

توحید نور الٰہی بڑھنے اور شرک اس سے محرومی کا ذریعہ

توحید پرستوں کا سرپرست اللہ تعالیٰ ہے وہ ان کی مدد کرے گا تو عقیدہ توحید کے اقرار پر بہیمیت کافور ہو جائے گی اور نور الٰہی بڑھتا جائے گا اور عقیدہ شرک پر منبع نور سے قطع کے باعث نور الٰہی سے محروم ہو جائے گا یعنی متبعین توحید کو اللہ تعالیٰ تمام ظاہری اور باطنی عیوب ونقائص سے پاک کر دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ مومنوں کا حامی ہے اور طاغوت پرست اور زیادہ برائیوں میں مبتلا ہوتے جائیں گے۔

مذہب اور فرنگی تعلیم گاہیں

آج کل مغربی تعلیم نے ہمیں دینی اور دنیوی بیشمار نقصانات پہنچائے ہیں، یورپ چونکہ

لا مذہب ہے اس لئے اس کے تمدن وتہذیب اور معاشرت غرضیکہ ہر چیز میں لا مذہبیت کی بو پائی جاتی ہے، ہماری تعلیم کی باگ دوڑ مدت مدید سے یورپ کے ہاتھ میں چلی آ رہی ہے، اس لئے اس نے عام طور پر ہمارے لیے ملحد مزاج دہریت پسند اساتذہ تیار کر رکھے ہیں۔ ان دہریت پسند اور لا مذہب اساتذہ کی صحبت میں رہتے رہتے مسلمانوں میں یہ رنگ آ گیا ہے کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں بکثرت اس خیال کے لوگ پائے جاتے ہیں جو مذہب سے متنفر ہیں، مذہب کو ایک بے معنی اور لغو چیز خیال کرتے ہیں بلکہ مذہب کو انسانی ترقی کے راستہ میں سنگ راہ سمجھتے ہیں، اس زہریلے تخیل کے نتائج قبیحہ کا سلسلہ دور تک چلا جاتا ہے، مثلاً نصاب تعلیم مذہب سے نفرت، حاملین مذہب سے نفرت، تعلیم گاہ مذہب مثلاً مساجد و مدارس سے نفرت، مذہبی کتابوں سے نفرت، پابند مذہب مسلمانوں سے نفرت، رشتہ داروں سے جو مذہبی خیال کے ہوں ان سے نفرت۔

لا مذہبیت اور سکول

دراصل ان لوگوں نے مذہب کو سمجھا ہی نہیں، اگر مذہب کو سمجھتے تو اس سے نفرت نہ کرتے بلکہ مذہب کو اپنے لیے آب حیات خیال کرتے اور اسکے بغیر ایک لحہ بھی زندگی بسر کرنا گوارہ نہ کرتے، مذہب ایک فطری چیز ہے جس طرح بھوک اور پیاس انسان کی فطری چیز ہے کہ کسی معلم کی تعلیم دیئے بغیر انسان خود اپنے اندرونی احساس سے بھوک اور پیاس محسوس کرتا ہے، اسی طرح انسان کسی معلم کی تعلیم کے بغیر اپنے مادرزاد احساس کے ساتھ اس چیز کو محسوس کرتا ہے کہ میرا بنانے والا کوئی ضرور ہے چنانچہ اگر آپ نے اس مادرزاد احساس کا امتحان لینا ہو تو پہاڑوں کی چوٹیوں یا بیابانوں میں جا کر دیکھئے! ان لوگوں میں بھی آپ اس عقیدہ کو پائیں گے کہ وہ ایک ایسی ہستی کو مانتے ہوئے نظر آئیں گے جسے نہ ہاتھ سے ٹٹول سکتے ہیں، نہ آنکھ سے دیکھتے ہیں، نہ کان سے اس کی آواز سنتے ہیں۔ اس کا نام بھی اپنی زبان میں کچھ نہ کچھ رکھ لیتے ہیں، یہ علیحدہ چیز ہے کہ جب ان کے دل میں اس ذات کے دیدار کا جذبہ موجزن ہوتا ہے اور اسکے قرب کی خواہش اور تڑپ پیدا ہوتی ہے تو پھر کسی ظاہری چیز کو اس کا ٹھکانا مان لیتے ہیں اور پھر اپنے معبود حقیقی کی قیام گاہ سمجھ کر اس کی پوجا شروع کر دیتے ہیں اور جو تعلقات بندگی کے اپنے معبود حق سے قائم کرنے تھے وہ سب اس چیز سے قائم کر لیتے ہیں۔ وہ یہ نہیں خیال کرتے کہ یہی ہمارا اصلی معبود ہے بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے معبود کی یہ قیام گاہ ہے اور آرام گاہ ہے ابتدائے عالم سے جس قدر

بت پرست، شجر پرست، یا حجر پرست گزرے ہیں یا آج کل موجود ہیں وہ سب کے سب اسی گھاٹی سے پھسلنے والے ہیں اور یہی اپنے خالق اور مالک کا تصور ہی مذہب کا سنگ بنیاد ہے اور یہ ایک طبعی فطری مادرزاد احساس ہے اس طبعی شے کے مٹانے کی کوشش ایک غیر فطری چیز ہے۔ جن لوگوں نے اس خیال کے مٹانے کی کوشش بھی کی ہے وہ یقیناً ناکام رہے ہیں۔ چنانچہ آج کل روس دہریت کا علمبردار ہے، اس نے خدا تعالیٰ کے تصور کو بچوں کے دلوں سے مٹانے کے لئے بڑی کوشش کی مگر پھر بھی اسے منہ کی کھانی پڑی چنانچہ حکومت روس اور کمیونسٹ پارٹی کا سرکاری اخبار ''پردادا'' لکھتا ہے:

> ''بچوں کو لا مذہبیت کی تعلیم دینے میں سکول عام طور پر قاصر رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض بچے جب سکول چھوڑتے ہیں تو ان کے دل ودماغ مذہبی خیالات سے شرابور ہوتے ہیں۔''

اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ لا مذہبیت ایک غیر فطری اور غیر طبعی چیز ہے۔

مذہب ہی دراصل انسان بناتا ہے

ہمارا دعویٰ ہے کہ مذہب ہی انسان کو دراصل انسان بناتا ہے کیونکہ مذہب کا سنگ بنیاد یہ ہے کہ اے انسان! تیرا ایک خالق ہے اور وہی تیرا مالک ہے اور وہ ہر وقت ہر آن تیرے ساتھ موجود ہے تو اسے نہیں دیکھتا اور وہ تجھے دیکھتا ہے تو اسکی باتیں نہیں سنتا اور وہ تیری باتوں کو سنتا ہے اور اس نے تم سے ایک دن تیری زندگی کے ایک ایک لحہ کا حساب لینا ہے اور مال کے درآمد و برآمد بھی ایک ایک کوڑی کا وہ حساب لے گا کہ تم نے کہاں سے مال لیا تھا اور کہاں خرچ کیا تھا؟ ان خیالات کا یہ نتیجہ نکلا کہ انسان چھپ کر بھی برائی کرنے سے بچتا ہے اور اس کی جلوت اور خلوت دونوں ہی پاک ہو جاتی ہے، برائی پر طاقت رکھتے ہوئے برائی سے بچنا ہی انسان کا خاصہ ہے۔

ہر منصف مزاج اس خوبی کا اندازہ لگا سکتا ہے کہ اگر انسان کے اندر سے برائی نکل جائے تو دنیا ایک امن کا گہوارہ بن سکتی ہے۔ موجودہ قوتیں جو برسر اقتدار ہیں وہ ایک دوسرے سے برسر پیکار ہیں، ہر طاقتور قوم کمزور کو تر نوالا سمجھ کر نگل رہی ہے اگر ان کے دل میں خدا کا تصور ہوتا تو کیا یہ امن سوز اور برباد کن حرکتیں کر سکتی؟

مساوات مذہبی تعلیم کا خاصہ ہے

دوسری چیز مذہب یہ سکھاتا ہے کہ تم سب ایک ہی ماں باپ سے پیدا شدہ ہو، پیدائشی طور پر کسی سے بلند و برتر نہیں ہو، ہاں دیانت، امانت، شرافت، للّٰہیت، خوف خدا، ایسے پاکیزہ جذبات کا حامل انسان دوسروں سے اعلیٰ سمجھا جائے، یہ مساوات مذہبی تعلیم کا خاصہ ہے چونکہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے اس میں دیکھ لیجئے! اس مساوات کا روزانہ پانچ دفعہ منظر عام میں ثبوت دیا جاتا ہے چنانچہ تمام مسلمانوں کو پانچ دفعہ روزانہ مسجدوں میں بلایا جاتا ہے اور وہاں امیر و غریب شاہ و گدا کی کوئی تمیز نہیں ہوتی، جو پہلے آئے وہ آگے کھڑا ہو جاتا ہے جو بعد میں آئے وہ پیچھے، جو قابلیت میں سب سے بہتر ہو اس انتخاب میں قومیت، دولت و ثروت یا وجاہت دنیوی کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا لہٰذا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ مذہب تمام انسانوں کو ایک سٹیج پر لا کر کھڑا کر دیتا ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ علامتیں ہم کھرے اور سچے مذہب اسلام کی تعلیم کی بتا رہے ہیں اور یہ مساوات کی تعلیم اس کے خدائی ہونے کی ایک روشن دلیل ہے۔

ہاں! آپ کو دنیا میں کھوٹے اور غیر فطری اور غیر طبعی مذہب بھی ملیں گے۔ ہم ان مذاہب کو خدائی نہیں سمجھتے اور گندم نما جو فروش مذاہب کے باعث اصلی اور سچے مذہب پر کوئی آنچ نہیں لا سکتے لہٰذا پھر ہم بیانگ دہل یہ کہیں گے کہ مذہب ہی انسان کو صحیح معنی میں انسان بناتا ہے اور درندگی کے اوصاف سے بچاتا ہے۔

مذہب، تہذیب اور شرم و حیا سکھاتا ہے

مذہب ہی انسان کو شرم و حیا کا سبق پڑھاتا ہے اور اگر انسان پر مذہب کا رنگ چڑھ جائے تو وہ باحیاء اور شریف ہوگا ورنہ مذہب کے مخالف موجودہ یورپ کا رنگ دیکھ لیجئے کہ کیا ہے۔ مثلاً

- ☆ اجنبی عورتیں اور مردوں کا باہمی بغلگیر ہو کر ناچنا۔
- ☆ نیم برہنہ ہو کر عورتوں اور مردوں کا اکٹھا غسل کرنا۔
- ☆ سب کپڑے اتار کر مادر زاد ننگی مردوں کے بھرے مجمع میں عورتوں کا ناچنا وغیرہ وغیرہ

ان بے حیائیوں کے باوجود اپنے آپ کو مہذب انسان کہنا یہ فطرت کے مسخ ہونے کی علامت ہے۔

اب آیئے! دیکھیں کہ مذہب ہمیں کیسی تعلیم دیتا ہے اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ کوئی مرد اپنی

بیوی کے سوا کسی عورت کو غور سے نہ دیکھے اور یہ عورت سوائے اپنے خاوند کے دوسرے مرد کو نگاہ اٹھا کر نہ دیکھنے پائے، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کسی کی طبیعت میں جذبات کا ہیجان پیدا نہیں ہوگا اور نہ عملی بدکاری تک کی نوبت پہنچے گی، مذہب ہی انسان کو ہر قسم کے ظلم سے روکتا ہے اور کوئی کسی کو مالی اور بدنی نقصان نہ پہنچائے، چنانچہ مالی نقصان کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ: وَ لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ''آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔'' اور بدنی نقصان کے متعلق ارشاد ہوتا ہے: وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا (النساء: ۹۳) ''جس نے کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کیا تو اس کی سزا دوزخ ہے اس میں ہمیشہ رہے گا اور اللہ تعالیٰ کا اس پر غضب اور خدا کی اس پر لعنت ہے اور اس کے لئے اللہ نے بڑا عذاب تیار کیا ہے۔''

لہٰذا جو انسان مذہب کا پابند ہوگا وہ کسی کو مالی یا بدنی نقصان نہیں پہنچائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی گرفت کا ڈر ان ظلموں سے انسان کو باز رکھے گا ورنہ اگر خوف نہ ہو تو انسان جیسا ظالم موذی شریر اور فتنہ انگیز آپ کو کوئی درندہ بھی نظر نہیں آئے گا، چنانچہ ہمارے دعویٰ پر اگر آپ چاہیں تو یورپ کی موجودہ حالت اس پر شاہد عدل اور بہترین گواہ ملے گی۔

رکوع 35

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ

کیا تو نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے اس کے رب کی بابت جھگڑا کیا اس لیے کہ

الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ ۘ

وقف لازم

اللہ نے اسے سلطنت دی تھی جب ابراہیم نے کہا کہ میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے

قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ ۖ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي

اس نے کہا میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں کہا ابراہیم نے بے شک اللہ

بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ

سورج مشرق سے لاتا ہے تو اسے مغرب سے لے آ تب وہ کافر

الَّذِي كَفَرَ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٢٥٨﴾ ج

حیران رہ گیا اور اللہ بے انصافوں کو سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ

یا تو نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو ایک شہر پر گزرا اور وہ اپنی چھتوں پر

عُرُوشِهَا ۚ قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَأَمَاتَهُ

گرا ہوا تھا کہا اسے اللہ مرنے کے بعد کیوں کر زندہ کرے گا پھر

اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ

اللہ نے اسے سو برس تک مار ڈالا پھر اسے اٹھایا کہا تو یہاں کتنی دیر رہا کہا

يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ

ایک دن یا اس سے کچھ کم رہا فرمایا بلکہ تو سو برس رہا ہے اب تو

اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى

اپنا کھانا اور پینا دیکھ وہ تو سڑا نہیں اور اپنے گدھے کو

حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ

دیکھ اور ہم نے تجھے لوگوں کے واسطے نمونہ چاہا ہے اور ہڈیوں کی طرف دیکھ کہ

كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ

ہم انہیں کس طرح ابھار کر جوڑ دیتے ہیں پھر ان پر گوشت پہناتے ہیں پھر اس پر یہ حال ظاہر ہوا

قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۵۹﴾

تو کہا میں یقین کرتا ہوں کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ قَالَ

اور یاد کر جب ابراہیم نے کہا اے میرے پروردگار! مجھ کو دکھا کہ تو مردے کو کس طرح زندہ کرے گا فرمایا کہ

اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ لِّیَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ

کیا تم یقین نہیں لاتے کہا کیوں نہیں لیکن اس واسطے چاہتا ہوں کہ میرے دل کو تسکین ہو جائے فرمایا

فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ

تو چار جانور اڑنے والے پکڑ پھر انہیں اپنے ساتھ ہلا لے

عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ

پھر ہر پہاڑ پر ان کے بدن کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دے پھر ان کو بلا تیرے پاس دوڑتے ہوئے

۳۵ع۳ سَعْيًا ۭ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶۰﴾

آئیں گے اور جان لے کہ بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

رکوع (۳۵)

خلاصہ: واقعات مؤیدہ توحید کی اشاعت بھی خلیفہ کا فرض دوم ہے۔

ماخذ: (۱) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ (البقرة:۲۵۸)

(۲) اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِىَ خَاوِيَةٌ (البقرة:۲۵۹)

(۳) وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِىْ كَيْفَ تُحْىِ الْمَوْتٰى (البقرة:۲۶۰)

مؤیدات توحید کے تین واقعات

اس رکوع میں اللہ کی قدرت کاملہ کا ظہور اور مؤیدات توحید کے تین واقعات مذکور ہیں، یہ تینوں واقعات مؤید توحید ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی عبرت کے لئے بیان فرمائے گئے ہیں تو معلوم ہوا کہ عقیدۂ توحید جاندار اور عقیدۂ شرک محض بوسیدہ اور بے جان ہے......

پائے استدلال چوبین بود
پائے چوبین سخت بے تمکین بود

پہلا واقعہ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ سے الظّٰلِمِيْنَ تک دوسرا اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ سے كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ تک تیسرا وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ سے عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ تک ہے، ان واقعات کا اجمال یہ ہے پہلا واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے درمیان مناظرہ ہے، یہ مناظرہ توحید کے متعلق ہے اور باقی دو واقعے مؤید بعث بعد الموت ہیں بعث بعد الموت بھی دراصل مؤید توحید ہے۔

خلیفۃ المسلمین توحید کی نشر و اشاعت کرے

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ: پچھلے رکوع ۳۴ میں کامل

توحید کا ثبوت ہے آگے یہ واقعات مؤید توحید ہیں اڑھائی ہزار برس کا واقعہ بطور عبرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطبین کو سنایا گیا کیونکہ توحید اور بعث بعد الموت ضروریات دین میں سے ہیں، جب ان دو چیزوں پر ایمان ہو تو پھر سارا دین خود بخود آ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس لئے بیان فرمائے ہیں کہ خدا پرستوں کے لئے عبرت اور تسلی کا موجب ہوں (واللہ اعلم) اس سے یہ نتیجہ مستنبط ہوتا ہے کہ اس قسم کے واقعات شاذ و نادر ہوا کریں گے مسلمانوں کے خلیفہ کو چاہئے کہ ان کی نشر و اشاعت کرے تاکہ مومنوں کو مزید اطمینان حاصل ہو اور شاید مخالفین کو بھی اس سے کچھ فائدہ پہنچ جائے۔

توحید پرست ابراہیم علیہ السلام کا باطل پرست نمرود سے مناظرہ

اس آیت والے واقعے میں ایک طرف توحید پرست اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور دوسری طرف ایک شخص ہے جو اپنی خدائی کا مدعی ہے، واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کے دربار میں گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سجدہ نہیں کیا، نمرود نے پوچھا کہ آپ نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میں اپنے رب کے سوا کسی اور کو سجدہ نہیں کرتا تو اس پر نمرود نے کہا کہ میں تو رب ہی ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ میں دنیوی حاکم کو رب نہیں سمجھتا بلکہ ہمارا رب وہ ہے جو زندگی دیتا ہے اور مارتا ہے تو نمرود نے کہا کہ میں بھی زندگی دیتا ہوں اور مارتا ہوں، اس نے ایک بے قصور کو مار دیا اور ایک قصوروار کو چھوڑ دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ بے عقل ہے۔

ہر شے مظہر تجلی الٰہی ہے کسی پر اظہار کم اور کسی پر زیادہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسی دلیل دی کہ باطل پرست (یعنی نمرود) کو مبہوت اور لاجواب کر دیا، نمرود کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دلیل دی وہ سمجھا نہیں نیست سے ہست کرنا احیا ہے، احیا کو باقی رکھنا احیاء نہیں وہ بے وقوف نہ سمجھا، ایک بات میں معارضہ کیا دوسرے میں بیٹھ گیا، فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دلیل دی کہ میرا رب مشرق سے سورج کو مغرب کی طرف روانہ کرتا ہے لیکن باعث یہ ہے کہ ہر شے مظہر تجلی الٰہی ہے علی حسب مراتبھم کسی پر تجلی کا اظہار کم اور کسی پر زیادہ جس کی تجلی زیادہ ہو وہ دوسرے پر غالب ہو جاتا ہے، جیسے نور شمس، نور قمر پر غالب ہے، چونکہ ابراہیم علیہ السلام مظہر اتم تھے تو نمرود حضرت

ابراہیم علیہ السلام کے جواب سے شرمندہ ہوا، مناظرہ کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ مخالف کو تھوڑی دیر کیلئے حیران کر دیا جائے۔

قاعدہ: اگر دلیل پر جرح کی جائے تو جرح سے مدعا باطل نہیں ہوتا بلکہ مدعا کے ثبوت میں دوسری دلیل لائی جاتی ہے، مناظرہ ہوا اور علمبردار توحید کامیاب ہو گیا تو آئندہ نسلوں کے لئے یہ واقعہ حجت ہو گیا۔

بارگاہ الٰہی سے فطرت انسانی کے مطالبے

اللہ تبارک تعالیٰ نے نباتات کو پیدا کیا اور چلنے پھرنے کی توفیق نہیں دی، وہ ایک ہی جگہ کھڑے رہتے ہیں۔ان کی خوراک تین چیزیں ہیں۔مٹی، ہوا، پانی۔اللہ تعالیٰ ان کی غذا انہیں وہیں پہنچا دیتا ہے، مٹی تو ان کی جڑوں کے پاس ہی ہوتی ہے، ہوا بھی ہر جگہ موجود ہے، انہیں پانی پہنچانے کا اللہ تعالیٰ نے یہ طریقہ تجویز کیا ہوا ہے کہ اپنی جڑوں کے ذریعے سے پانی زمین سے جذب کر لیتے ہیں اور اگر جڑوں کے ذریعے سے بقدر ضرورت پانی مہیا نہ ہو تو بادلوں کو ان کے سر پر لا کر مینہ برساتا ہے اور ان کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے، اس تربیت کے ذریعے سے وہ پایہ تکمیل تک پہنچنے کے بعد جس کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا ہے انسان انہیں اس کام میں لگا لیتا ہے، کوئی اس کی غذا ہے، کوئی اس کی دوا ہے، کوئی جلانے کے لئے ہے، کوئی مکان کی تعمیر کے لئے ہے۔

ربوبیت الٰہی اور حیوانات کو مرافق حیات کی رہنمائی

حیوانات کی جو جنسیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں وہ زبان حال سے اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتی ہیں کہ اے اللہ! ہماری ضروریات پورا کرنے میں ہمارے لیے سامان بہم پہنچا، مثلاً گھاس کھانے والے جانور زبان حال سے اپنے رب سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اے اللہ! جب ہمارے پیٹ میں بھوک رکھی ہے تو ہمارے لئے گھاس پیدا کر دے اور پیاس رکھی ہے تو ہمارے لئے پینے کا پانی مہیا کرا اور اے اللہ! چونکہ ہمارے دشمن بھی دنیا میں ہوں گے اس لیے ان سے مقابلہ کرنے کے لیے کوئی ہتھیار بھی عطا فرما، اس مطالبہ کے پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بھیڑ، بکری، گائے، بھینس کو سینگ دیئے کہ تمہیں جب کوئی ستائے تو ان ہتھیاروں سے ان کا مقابلہ کرو، گدھے اور گھوڑے کو سینگ نہیں دیئے، انہیں اللہ تعالیٰ نے دولتیاں چلانے کی تلقین

فرمادی، گھوڑا تو ایسا دولتی چلاتا ہے کہ بعض اوقات آدمی فوراً مر جاتا ہے اور گوشت کھانے والے حیوانات نے زبان حال سے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے اللہ جب ہماری غذا فقط گوشت تجویز فرمائی ہے تو ہماری خوراک کا کوئی انتظام فرما، ان کی درخواست کو قبول فرما کر اللہ تعالیٰ نے ان درندوں کے ساتھ ایسے حیوانات پیدا کر دیئے جنہیں یہ شکار کر کے کھاتے ہیں، چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ جہاں درندے رہتے ہیں انہی جنگلوں میں ایسے جانور ضرور پائے جاتے ہیں جنہیں وہ شکار کر کے کھاتے ہیں۔

بحری حیوانات

حیوانات کی بعض قسمیں ایسی ہیں جو پانی میں رہتی ہیں، مثلاً مچھلیاں۔ ان کے لیے رب العالمین نے جوہڑ ''بڑے بڑے تالاب'' بڑی بڑی جھلیں اور دریا پیدا کر دیئے ہیں جو بڑی خوشی سے وہاں زندگی بسر کر رہی ہیں۔

ہوائی مخلوقات

اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی مخلوق پرندے بھی ہیں، انہوں نے علاوہ دوسری ضروریات کے اپنی بود و باش کے لیے درختوں کا مطالبہ کیا تاکہ درختوں پر اپنے گھونسلے بنا کر آرام سے زندگی بسر کریں تو اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے بے شمار درخت پیدا کر دیئے تاکہ ان پر آرام سے زندگی بسر کر سکیں، اللہ تعالیٰ کی اور مخلوق سانپ بھی ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے اللہ! ہماری خوراک تو چوہے ہیں اس لیے چوہے پیدا کر دیجئے تاکہ ہم انہیں کھا کر آرام سے زندگی بسر کر سکیں، واقعہ یہ ہے کہ اکثر سانپ جنگلوں میں رہتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی خوراک کے لیے جنگلوں میں بے شمار چوہے پیدا کر دیئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے سانپ کو پنجے نہیں دیئے ان کے بلوں کا انتظام یہ ہوا کہ چوہے تو اسے پنجوں سے بل کھود دیں گے تم چوہوں کو کھا لینا اور ان کے خالی شدہ بلوں میں خود رہنا، علی ہذا القیاس اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کی بیشمار قسمیں ہیں ہر مخلوق نے اپنے خالق سے بزبان حال اپنی ضروریات کے پورا کرنے کے لئے استدعا کی اور خالق الخلق مالك الملك عز اسمه وجل مجده نے اس کے مطالبے کو پورا کرنے کے لئے انتظام فرما دیا حالانکہ کسی مخلوق کو اس کا کوئی حق نہیں تھا مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ہر مخلوق کی ضرورت پورا کرنے کے لیے سامان مہیا فرما دیا۔

حکیم مطلق کی دانشمندی کا کمال

حکیم مطلق (اللہ جل شانہ) کی دانشمندی کا کمال ماننا پڑتا ہے کہ ایک طرف تو انسان کو زمین میں اپنی خلافت (قائم مقامی) کا عہدہ عطا فرمایا کیونکہ اس جہان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور ان پیدا شدہ اشیاء میں تصرف کرنے کے لیے انسان کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور پھر اسے عاجز بھی اتنا بنایا کہ اس جیسا کوئی عاجز بھی نہیں ہے۔

نکتہ بعد الوقوع

انسان کے اس درجہ عاجز بنانے میں بھی انسان کیلئے رحمت اور شفقت ہے۔ اگر یہ اتنا عاجز نہ ہوتا تو شاید یہ اپنی خدائی کا دعویدار بن بیٹھتا کہ سب کچھ میں ہی میں ہوں۔ چنانچہ اب بھی بعض ممسوخ الفطرۃ خدائی کا دعویٰ کر بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ نمرود بابلی نے اپنی خدائی کا دعویٰ ہی کیا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے شکست دی تھی۔

انسان کی عاجزی اور بے بسی مگر خلیفہ بننے کے دور میں خدائی کا دعوی

حاصل یہ ہے کہ ایک انسان عاجز اور بے بس کو جب اللہ تعالیٰ نے بادشاہی کے تخت پر بٹھایا تو سلطنت کے غرور میں آکر اس نے حقیقی خدا کو بھلا کر اپنی خدائی کا دعویٰ کر دیا تھا۔ جیسے کہ فرعون کا خدائی کا دعویٰ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (النازعات: ٢٤) ''حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے بعد فرعون نے کہا کہ میں تمہارا سب سے برتر رب ہوں۔'' وَ قَالَ فِرْعَوْنُ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِیْ (القصص ٣٨) اور فرعون نے کہا اے سردارو! میں نہیں جانتا کہ میرے سوا تمہارا اور کوئی معبود ہے۔

حیوان اور انسان میں ایک فرق

حیوان کے ہر فرد کو اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات کے پورا کرنے کا طریقہ اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ ان حیوانات کے لئے بظاہر کوئی تعلیم گاہ نہیں ہے مگر کیا مجال ہے کہ اس نوع کا کوئی فرد بھی اپنے نوع کے تقاضے کی خلاف ورزی کرے۔

فاختہ کے نر کو الہام جبلی

مرغی چونکہ پالتو جانور ہے اس لیے چوبیس گھنٹہ میں ایک مرتبہ انڈوں سے اٹھ کر باہر آتی

ہے اور چند دانے چگ کر پانی کے گھونٹ پی کر فوراً انڈوں پر جا بیٹھتی تا کہ ٹھنڈے نہ ہو جائیں فاختہ چونکہ پالتو جانور نہیں ہے اس لئے خدا جانے اسے دانہ کہاں اور کتنی دور سے ملے اور خطرہ ہے کہ انڈے ٹھنڈے ہو گئے تو بچے نہیں نکلیں گے، اللہ تعالیٰ کی قدرت کمال یہ ہے کہ فاختہ کے نرکو اللہ تعالیٰ نے یہ چیز دل میں ڈال دی ہے کہ جب تیری مادہ انڈوں سے اڑ کر دانہ چگنے کے لئے جائے تو تم انڈوں پر آ کر بیٹھ جایا کرو اور فاختہ کے ہر فرد کو جو نر ہے اس کے دل میں یہ خیال ڈال دیا ہے اسی کو الہام جبلی کہا جاتا ہے۔

انسان کے بچے کو چند روز الہام جبلی سے چلایا جاتا ہے

انسان کے بچے کو فقط چند روز الہام جبلی سے رہنمائی کی جاتی ہے۔ اس کے بعد پھر آخر العمر تک اس کی تعلیم و تربیت کا طریقہ اور ہے جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے مثلاً جس وقت بچہ ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے اسے نہلا دھلا کر ماں کی چھاتی سے لگایا جاتا ہے تو فوراً ماں کے پستان سے دودھ چوسنا شروع کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ ہی اپنی قدرت کاملہ سے اس کے دل میں القاء کرتا ہے کہ تیری غذا ماں کے پستان میں ہے اسے چوس کر اپنی غذا باہر نکال لے۔ اس کے بعد جب تک منہ سے بول نہیں سکتا تو اسے اللہ تعالیٰ الہام جبلی سے القاء کر دیتا ہے کہ تو رویا کر تیری ماں سمجھ جائے گی کہ تو کیا مانگتا ہے، مثلاً جب بچے کو بھوک لگتی ہے تو رونا شروع کر دیتا ہے ماں منہ میں پستان ڈال دیتی ہے تو فوراً چپ کر جاتا ہے اور پستان چوسنا شروع کر دیتا ہے، یا مثلاً دودھ پی کر کچھ دیر کھیلتا رہتا ہے پھر اس کے بعد رونا شروع کر دیتا ہے ماں سمجھتی ہے کہ اب یہ بچہ تھک گیا ہے اور سونا چاہتا ہے، لٹا کر تھپکتی ہے تو چپ کر کے سو جاتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام جبلی ہے۔

بچے کی ظاہری تعلیم و تربیت کا آغاز

جب ذرا بڑا ہو گیا بولنے چلنے لگا اور ماں کی زبان کو سمجھنے لگا۔ اب ظاہری تعلیم شروع ہو جاتی ہے، مثلاً بچے کو کہتی ہے کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ، کھڈی پر جا کر پاخانہ کرو، دیا سلائی کی تیلیوں کو جلا کر مت کھیلو کہیں تمہارے کپڑوں کو آگ نہ لگ جائے، سخت سردی ہے سر پر ٹوپی پہن لو، سخت گرمی ہے پاؤں میں جوتا پہن لو وغیرہ، کیا کبھی کسی حیوان نے بھی بچے کو یہ باتیں سکھائی تھی، اس سے صاف ظاہر ہے کہ حیوانات کی ضروریات کی تعلیم ان کے دل میں القاء کر دی جاتی ہے اور انسان کو بچپن ہی سے معلم کی ضرورت ہے، ماں کی گود میں تین چار سال تک تعلیم و تربیت پانے

کے بعد اسے اور طرح کی تعلیم کی ضرورت پیش آتی ہے جس سے اس کی دنیوی زندگی بھی سنور جائے اور آخرت میں بھی کامیاب ہو، آئندہ سطور میں اس کے متعلق بحث کی جائے گی۔

انسان کی روحانیت کا مطالبہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تربیت کا قانون حیوانات سے علیحدہ تجویز کیا ہوا ہے، حیوانات تو الہام جبلی سے ہر کام کرتے ہیں جس کی تفصیل گزشتہ سطور میں عرض کی جا چکی ہے، انسان کے متعلق ابتدائے عالم سے یہ قانون چلا آرہا ہے کہ ہر ضرورت کے پورا کرنے کے لیے ایک دماغ میں اللہ تعالیٰ القاء کرتا ہے اور دوسرے اس کے تجویز کردہ حل کو اپنا لیتے ہیں مثلاً ایک آدمی کے دماغ میں موٹر بنانے کی تجویز القاء فرمائی، اب ساری دنیا اس سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔ ایک کے دماغ میں ہوائی جہاز کی تجویز القاء فرمائی اب ساری دنیا اس سے نفع اٹھا رہی ہے۔ کوئی شخص یہ اعتراض نہیں کرتا کہ ہم دوسرے کی تجویز کردہ موٹر یا دوسرے کی تجویز کردہ ہوائی جہاز سے کیوں فائدہ اٹھائیں، ہم اپنے نئے طریقہ سے ہوائی جہاز بنا کر ان کو آسمان پر اڑائیں گے اور ان ہی میں سفر کریں گے، اگر کوئی شخص یہ سوال اٹھائے تو اسے بیوقوف اور احمق کہا جائے گا، بعینہ انسان کی روحانیت کا اللہ تعالیٰ سے بزبان حال یہ مطالبہ ہے کہ اے اللہ! مجھے تو عالم ملکوت سے لا کر انسان کے گوشت اور پوست اور ہڈیوں کے پنجرہ میں بند کر دیا ہے، میرے ملک (عالم ملکوت) میں جو غذا مجھے دی جاتی ہے یعنی ذکر الٰہی کیونکہ عالم ملکوت میں رہنے والے ملائکہ عظام فقط اللہ تعالیٰ کے ذکر میں محو اور اسی میں مسرور رہتے ہیں لہٰذا اس ڈھانچے میں بند ہو جانے کے بعد بھی وہی میری غذا مجھے ملنی چاہیے۔

انسان کی دونوں جزوں میں تعارض اور قرآن کریم کے ذریعے مطالبات کا پورا کرنا

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ انسان کے وجود کو سواری قرار دیا جائے یعنی ظاہر وجود کو تو اس پر دو سوار ہیں۔ بہیمیت اور ملکیت، بہیمیت تو یہ چاہتی ہے کہ اس وجود سے سارا دن کام کرائے اور جو اجرت وصول ہو اس میں مجھے اچھے سے اچھا اور لذیذ سے لذیذ اور قیمتی سے قیمتی کھانا کھلائے اور عمدہ اور قیمتی سے قیمتی لباس پہنائے اور ملکیت یہ چاہتی ہے کہ اس وجود سے زیادہ سے زیادہ ذکر الٰہی کراؤں کیونکہ میری غذا تو یہی ہے، اس وجود سے رکوع، سجود، قومہ، جلسہ والی عبادت کراؤں کیونکہ مجھے تو عبادت ہی میں لطف آتا ہے، اب جو تعارض کو رفع کر سکتا ہے وہ فقط

اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے کیونکہ وہ بہیمیت اور ملکیت دونوں کا خالق ہے اس لیے اسے دونوں کے ساتھ یکساں شفقت ہے، حاصل یہ نکلا کہ انسان نے بہ زبان حال اللہ تعالیٰ سے مطالبہ کیا کہ مجھے ایک ایسا قانون عطا فرما کہ میرے دونوں جزوں کے مطالبات اس میں پورے ہو جائیں، نہ بہیمیت کو اپنی حق تلفی کی شکایت رہے اور نہ ملکیت کو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ نازل شدہ قرآن ہے، اس قرآن کے نازل ہونے سے انسان کی فطرت کا مطالبہ پورا ہو گیا ہے، البتہ اس قانون کو اللہ سے لے کر بندوں تک پہنچانے والے ایک واسطہ کی ضرورت تھی، وہ سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، چنانچہ ارشاد ہے: وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ (النحل: ۱۰۲) اور ہم نے تجھ پر ایک ایسی کتاب نازل فرمائی ہے جس میں ہر چیز کا کافی بیان ہے اور وہ مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے یعنی قرآن کریم میں تمام علوم ہدایت اور اصول دین اور فلاح دارین سے متعلق ضروری امور کا نہایت مکمل اور واضح بیان ہے، یہ کتاب سارے جہان کے لئے سرتا پا ہدایت اور مجسم رحمت ہے۔ فرمانبردار بندوں کو شاندار مستقبل کی خوشخبری سناتی ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کو بعث بعد الموت دکھایا

اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّ هِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ: استعجاب انکاری نہیں ہے، یہ واقعہ بیت المقدس کے متعلق ہے جب بخت نصر نے بیت المقدس پر حملہ کیا تھا، اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ بعث بعد الموت پر بیت المقدس کی شہادت دے رہے ہیں، دوبارہ تعمیر سو برس بعد ہوئی تھی، حضرت عزیر علیہ السلام کی روح قبض کی گئی، وہ سمجھے گویا سو رہا ہوں ایک دن گزر گیا ہو گا اصل میں ان کو بعث بعد الموت دکھانا تھا خود ان کے وجود پر قدرت کاملہ کا ظہور کر کے دکھایا۔

معجزات کے عقلی دلائل

فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ: کھانا اور شراب تو سو سال پہلے جیسی تھی اور جس گدھے پر وہ سواری

کرر ہے تھے وہ گدھا خشک ہو گیا تھا ریزہ ریزہ تھا سب طبعی تغیرات وتبدلات اس پر آئے تو دیکھ ہڈیوں کی طرف کس طرح ان کو حرکت میں لاتے ہیں یعنی کس طرح اس کو ابھارتے ہیں اور پھر اس پر گوشت پہناتے ہیں یعنی جو کام چھ ماہ میں ہوتا تھا وہ ایک آن میں ہو جاتا ہے جیسے کہ مرغی کے انڈے کو ایسی حرارت پہنچائی جاتی ہے کہ فوراً بچے تیار ہو جاتے ہیں، دوسرا یہ کہ جس چیز کا تھوڑا سا حصہ انسان کو دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا بے انتہاء خزانہ موجود ہے جیسا کہ انسان آم کو حکمت عملی سے بہت دن تک رکھ سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بے انتہا مدت تک رکھ سکتا ہے، اسی طرح اگر مردہ کو برف میں رکھا جائے تو ہفتہ عشرہ تک سالم رہ سکتا ہے اس میں عفونت نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ ایک مردے کو غیر متناہی مدت تک محفوظ رکھ سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جیسے برف سے ٹھنڈک پیدا کرتا ہے اسی طرح بلا برف ٹھنڈا کر سکتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے عزیر علیہ السلام کو اس ٹھنڈک کے ذریعے بحفاظت رکھا جو بلا برف کے ہے اور یہ مقدمات جہال اور کند دماغوں کیلئے ہیں ورنہ صحیح ایمان تو یہ ہے کہ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر اور اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ (هود:۱۰۷) اور کُنْ سے ہر چیز پیدا کرتا ہے۔

موت کا معنی انفكاك الروح من البدن

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ لِّیَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ : یہ تیسرا واقعہ بھی بعث بعد الموت پر شہادت ہے، موت کا معنی انفكاك الروح من البدن اگر روح کو پھر جوڑ دیا جائے تو بعث ہے اس میں کوئی بُعد نہیں ہے اور یہ صحیح مسلک ہے لیکن ہم اس کو معقول بنانا چاہتے ہیں یعنی جو لوگ ان کے پاس تعلیم لینے کیلئے آنا چاہیں تو ان کے موانع کو دور کر دیتے۔

معقولیت معجزہ کی کچھ مثالیں

ڈاکٹروں کے پاس ایک ایسا مرہم ہوتا ہے کہ اگر ایک بازو دوسرے بازو سے جدا ہو جائے تو وہ مرہم لگانے سے جڑ جاتا ہے مثلاً ایک آدمی کا بدن سو جگہ سے ٹوٹا ہوا ہے تو سو جگہ پر وہ مرہم لگا دیا جائے گا اور وہ اچھا ہو جائے گا اور مرہم میں ایک قسم کا جوہر ہوتا ہے کہ وہ دکھائی نہیں دیتا مگر اس سے بازو جڑ جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ پٹی کو دوسری دفعہ نہیں باندھتے کیونکہ وہ جوہر ختم

ہو چکا ہوتا ہے تو ایسی پٹی کو چھ ماہ تک استعمال کرنے سے آدمی کا سارا بدن جڑ جاتا ہے اور اگر کسی مشین کے ذریعے سے وہ جوہر علیحدہ کر لیا جائے اور بجائے پٹی کے وہ جوہر استعمال کیا جائے تو بجائے چھ ماہ کے چھ منٹ میں صحت مند ہو جائے گا اور یہ مقدمہ پہلے ذکر کیا گیا ہمارے پاس جو چیز ہوتی ہے وہ بالکل ناقص بلکہ انقص ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اتم خزانہ موجود ہوتا ہے تو جس وقت ہم ایک ٹوٹے بازو کو اس پٹی کے جوہر سے چھ ماہ کے بجائے چھ منٹ میں جوڑ سکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ جس کے پاس بے انتہا خزانہ موجود ہے وہ ایک لحہ میں جوڑ دے گا۔

دوسری مثال بجلی سے کنکشن

اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ بجلی کی مشین میں کنکشن یعنی جوڑ کی ضرورت ہوتی ہے، تانبے کی ایک بالکل باریک تار ہوتی ہے۔ اس کا تعلق کارخانہ بجلی سے ہوتا ہے اسے مشین سے جوڑ دیا جاتا ہے تو مشین چلنا شروع کر دیتی ہے اور یہ کام تانبے کی بالکل باریک تار سے ہوتا ہے جو کہ لوہے کے موٹے ڈنڈے اور لکڑی کے شہتیر سے نہیں ہو سکتا، اسی طرح معجزہ میں خزانہ الٰہی مثل کارخانہ بجلی کے ہے اور جو محل معجزہ ہے مثلاً اس جگہ موجود ہے چکی جو مثل مشین کے ہے اور نبی جو معجزہ کو ظاہر کرنے والا ہے وہ مثل تانبے کی تار کے ہے، مثلاً اس جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آواز دی تو ان میں حیات آ گئی تو یہ آواز کنکشن کی مثال ہے تو آواز دینے سے اس خزانہ الٰہی سے جو قوت تھی منتقل ہو کر پرندوں کے ابدان میں پہنچ گئی اور ان کو صحیح کر دیا اس میں کوئی بعد نہیں اگر کچھ بھی نور بصیرت سینہ میں ہو اور صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ کا مصداق نہ ہو۔

مرزائیوں کی بیہودہ توجیہ

مرزائی واہیات! ان میں وہ تاویلیں کرتے ہیں کہ معنی یہ ہیں کہ ان مرغیوں کو اپنا عادی بنا لیں پھر جب ہر ایک مانوس ہو جائے تو پہاڑوں پر چھوڑ کر آ جاؤ تو جس وقت ان کو بلاتے تھے وہ فوراً آ جاتی تھیں، یہ معنی اس لئے کرتے ہیں کہ وہ معجزہ نہیں مانتے کیونکہ ان کا گرو مرزا معجزہ دکھلا نہیں سکتا اب ان بدمزاجوں سے پوچھا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ سوال مقصود تھا جیسے ہر بٹیر باز، کبوتر باز، چھوٹا بڑا جانتا ہے کہ پرندہ پالنے اور مانوس بنانے کے بعد بلانے پر آتا ہے اور حقیقت چھوڑ کر بلا ضرورت مجازی معنی لے رہے ہیں اور قواعد عربیہ کے خلاف تاویلیں کر رہے

ہو چکا ہوتا ہے تو ایسی پٹی کو چھ ماہ تک استعمال کرنے سے آدمی کا سارا بدن جڑ جاتا ہے اور اگر کسی مشین کے ذریعے سے وہ جوہر علیحدہ کرلیا جائے اور بجائے پٹی کے وہ جوہر استعمال کیا جائے تو بجائے چھ ماہ کے چھ منٹ میں صحت مند ہو جائے گا اور یہ مقدمہ پہلے ذکر کیا گیا ہمارے پاس جو چیز ہوتی ہے وہ بالکل ناقص بلکہ انقص ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اتم خزانہ موجود ہوتا ہے تو جس وقت ہم ایک ٹوٹے بازو کو اس پٹی کے جوہر سے چھ ماہ کے بجائے چھ منٹ میں جوڑ سکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ جس کے پاس بے انتہا خزانہ موجود ہے وہ ایک لحہ میں جوڑ دے گا۔

دوسری مثال بجلی سے کنکشن

اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ بجلی کی مشین میں کنکشن یعنی جوڑ کی ضرورت ہوتی ہے، تانبے کی ایک بالکل باریک تار ہوتی ہے۔ اس کا تعلق کارخانہ بجلی سے ہوتا ہے اسے مشین سے جوڑ دیا جاتا ہے تو مشین چلنا شروع کر دیتی ہے اور یہ کام تانبے کی بالکل باریک تار سے ہوتا ہے جو کہ لوہے کے موٹے ڈنڈے اور لکڑی کے شہتیر سے نہیں ہوسکتا، اسی طرح معجزہ میں خزانہ الٰہی مثل کارخانہ بجلی کے ہے اور جو محل معجزہ ہے مثلاً اس جگہ موجود ہے چکی جو مثل مشین کے ہے اور نبی جو معجزہ کو ظاہر کرنے والا ہے وہ مثل تانبے کی تار کے ہے، مثلاً اس جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آواز دی تو ان میں حیات آگئی تو یہ آواز کنکشن کی مثال ہے تو آواز دینے سے اس خزانہ الٰہی سے جو قوت تھی منتقل ہو کر پرندوں کے ابدان میں پہنچ گئی اور ان کو صحیح کر دیا اس میں کوئی بعد نہیں اگر کچھ بھی نور بصیرت سینہ میں ہو اور صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ کا مصداق نہ ہو۔

مرزائیوں کی بیہودہ توجیہ

مرزائی واہیات! ان میں وہ تاویلیں کرتے ہیں کہ معنی یہ ہیں کہ ان مرغیوں کو اپنا عادی بنالیں پھر جب ہر ایک مانوس ہو جائے تو پہاڑوں پر چھوڑ کر آجاؤ تو جس وقت ان کو بلاتے تھے وہ فوراً آجاتی تھیں، یہ معنی اس لئے کرتے ہیں کہ وہ معجزہ نہیں مانتے کیونکہ ان کا گرو مرزا معجزہ دکھلا نہیں سکتا اب ان بدمزاجوں سے پوچھا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ سوال مقصود تھا جیسے ہر بٹیر باز، کبوتر باز، چھوٹا بڑا جانتا ہے کہ پرندہ پالنے اور مانوس بنانے کے بعد بلانے پر آتا ہے اور حقیقت چھوڑ کر بلاضرورت مجازی معنی لے رہے ہیں اور قواعد عربیہ کے خلاف تاویلیں کر رہے

ہیں یہ زندقہ اور الحاد نہیں تو اور کیا ہے؟ حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دکھا دیا کہ زندہ بھی کرسکتا ہوں اور فناء بھی کرسکتا ہوں اور زندہ کو قائم بھی رکھ سکتا ہوں۔

مؤیّد توحید واقعات کی اشاعت حکومت کی ذمہ داری

احیاءِ موتی کا کرشمہ دکھا دیا یہ واقعات سنانا بھی مؤیدِ توحید ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبرت کے لئے سنائے گئے اسی طرح خلیفہ بھی ایسے واقعات کی اشاعت کرے گا عَزِیْزٌ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ غالب ہے جو چاہے کرسکتا ہے جس وقت وہ کتم عدم سے چیز کو پیدا کرسکتا ہے تو موجودہ چیزوں میں بطریق اولیٰ روح ڈال سکتا ہے حَكِيمٌ یعنی ایسے کارنمایاں کرسکتا ہے کہ تمہاری ناقص عقل کی وہاں رسائی نہیں ہوسکتی اور اسماءِ حسنیٰ کا تعلق ماقبل کے مضمون سے ہوتا ہے، لہٰذا یہ دو اسم عَزِیْزٌ اور حَكِيمٌ دلالت کرتے ہیں کہ ماقبل کا مضمون نہایت باحکمت ہے! اور جو ترجمہ مرزائی صاحبان کرتے ہیں یہ تو لڑکے جو کبوتر باز ہوتے ہیں وہ بھی کرسکتے ہیں تو اس میں ابراہیم علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہوئی اور خداوند تعالیٰ کا غلبہ اور حکمت کیسے ظاہر ہوئی، افسوس! خدا کی خدائی اور نبی کی نبوت کو بھی کھودیا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

رکوع 36

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

ان لوگوں کی مثال جو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں

كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ

ایسی ہے کہ جیسے ایک دانہ کہ اگائے سات بالیں ہر بال میں

مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ

سو سو دانے اور اللہ جس کے واسطے چاہے بڑھاتا ہے اور اللہ بڑی وسعت

عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

جاننے والا ہے۔ جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں

ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ

پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان رکھتے ہیں اور نہ ستاتے ہیں انہیں کے لیے

عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾

اپنے رب کے ہاں ثواب ہے اور ان پر نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ

مناسب بات کہہ دینا اور درگزر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد ستانا ہو

وَ اللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ ﴿۲۶۳﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا

اور اللہ بے پروا نہایت تحمل والا ہے۔ اے ایمان والو! احسان رکھ کر اور

تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰی ۙ كَالَّذِیْ یُنْفِقُ

ایذا دے کے اپنی خیرات کو ضائع نہ کرو اس شخص کی طرح جو اپنا مال

مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ

لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتا ہے اور اللہ پر اور قیامت کے دن پر یقین نہیں رکھتا

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ

سو اس کی مثال ایسی ہے جیسے صاف پتھر کہ اس پر کچھ مٹی پڑی ہو پھر اس پر زور کا مینہ برسا

فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ

پھر اس کو بالکل صاف کر دیا ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرا ہاتھ بھی نہ لگے گی

وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۶۴﴾ وَ مَثَلُ

اور اللہ کافروں کو سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔ اور ان لوگوں کی مثال

الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ

جو اپنے مال اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے

وَ تَثْبِیْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا

اور اپنے دلوں کو مضبوط کر کے خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جس طرح بلند زمین

وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ

پر ایک باغ ہو اس پر زور کا مینہ برسا تو وہ باغ اپنا پھل دوگنا لایا اور اگر اس پر مینہ نہ برسایا

فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٦٥﴾ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ

تو شبنم ہی کافی ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے۔ کیا تم میں کسی کو

اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ

یہ بات پسند آتی ہے کہ اس کا ایک باغ کھجور اور انگور کا ہو جس کے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ

نیچے نہریں بہتی ہوں اسے اس باغ میں اور بھی ہر طرح کا میوہ

الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ

حاصل ہو اور اس پر بڑھاپا آ گیا ہو اور اس کی اولاد ضعیف ہو تب اس باغ پر ایک بگولہ آ پڑا

نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ

جس میں آگ تھی جس سے وہ باغ جل گیا اللہ تمہیں اس طرح نشانیاں سمجھاتا ہے

لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٦٦﴾ ع

تاکہ تم سوچا کرو۔

٣٦ع

رکوع (۳۶)

خلاصہ: فرائض معاونین خلافت اور شرائط اربعہ انفاق فی سبیل اللہ من الخمسۃ

ماخذ: (۱) مثلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (البقرۃ: ۲۶۱)

(۲) اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (البقرۃ: ۲۶۲)

(۳) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا (البقرۃ: ۲۶۴)

(۴) وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (البقرۃ: ۲۶۵)

انفاق فی سبیل اللہ کی پانچ شرائط

خلیفۃ المسلمین حاکم اعلیٰ ہوگا اور پوری رعایا معاونین ہوگی اور روپیہ خرچ کریں گے۔ توحید کی حفاظت کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے دولت اور اہل علم، معاونین خلافت اپنے علمی قابلیت سے اور باقی معاونین دولت سے نظام خلافت چلائیں گے، تب خلافت چلے گی سارا نظام پیسے پر موقوف ہے۔ اب انفاق فی سبیل اللہ کی پانچ شرائط ہیں، دو منفی اور تین مثبت۔ دو منفی اور تین مثبت یہاں اس رکوع میں ہیں اور پانچویں شرط اگلے رکوع ۳۷ میں ہے۔

شرط اول وثانی: (منفی): اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اس میں من اور اذیٰ نہ ہو مَنًّا وَّلَآ اَذًى۔

شرط سوم و چہارم (مثبت): وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یہ مثبت شروط ہیں۔

حکومت کے مالی اور علمی معاونین

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ

سُنۡۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَ اللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ : اس آیت میں انفاق فی سبیل اللہ کی رغبت دی گئی ہے خلافت چلے گی اسی طریق پر مجلس شوریٰ اہل دولت کو قائم کر کے نظام حکومت چلائیں گے اور اہل علم ان کی صحیح رہنمائی کریں گے۔ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو کچھ مال تقسیم کرنے کیلئے دیا تو انہوں نے اکثر بانٹ دیا مگر کچھ رکھ دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا کر پوچھنے لگے کہ اس مال کا کیا کیا؟ تو ازواج مطہرات نے جواب دیا کہ باقی تو دیا ہے اور کچھ رہتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دیا ہے وہ رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کے پاس باقی ہے اور جو نہیں دیا وہ فانی ہے نہیں رہتا۔اب معاونین خلافت دو قسم ہیں (۱) اہل دولت کیونکہ جب تک روپیہ نہ ہو خلافت نہیں چل سکتی (۲) اہل علم بہ مثل دماغ کے ہیں جیسا کہ دماغ مدبر ہوتا ہے اسی طرح اہل علم خلافت کے لئے مدبر ہوتے ہیں یعنی اپنی قابلیت اور حسن تدبیر سے نظام خلافت کو چلائیں گے، اس آیت میں تین شرطیں وجودی اور ایجابی ہیں اور دو سلبی اور عدمی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے دو اور دینے کے بعد ملال خاطر نہ ہو،ایک دانہ سے سات بالیاں نکلتی ہیں، ہر بالی میں سو دانے ہوں تو سات سو ہو گئے اور اللہ جس واسطے سے چاہے بڑھاتا ہے اور اللہ بڑی وسعت اور جاننے والا ہے۔

منفی شرائط

اَلَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتۡبِعُوۡنَ مَآ اَنۡفَقُوۡا مَنًّا وَّ لَاۤ اَذًى لَّهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ وَ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَ لَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ : یہاں سے شرائط عدمی اور سلبی کا بیان ہے یعنی عدم المن اور عدم الاذیٰ کا ذکر ہے کہ دینے کے بعد احسان نہ جتلایا جائے اور کوئی تکلیف نہ دی جائے یعنی اگر کسی کو چند ایام کھانا کھلاتے رہے اور وہ اپنی شقاوت سے تمہارے ساتھ لڑتا ہے مگر تم اس کو اپنا احسان جتلاتے ہو اور اُسے ایذا دیتے ہو اگر چہ اس کی بدبختی ہے مگر آپ اس سے کام لیں اور یہ کام لینا اَذًى ہے تو اس حالت میں اس کو نہ دینا ہی بہتر ہے۔اَذًى یہ ہے کہ مثلاً کسی طالب علم کو کسی نے ایک کام کرنے کو کہا تو اُس نے عذر پیش کیا تو طالب علم کو کہنے لگا کہ روٹی تو ہماری ہڑپ کر گیا پھر کام کسی کا ایک پیسہ کا نہیں کرتا۔

دل آزاری کرنے والوں کے لئے مناسب بات کہہ دینا بہتر

قَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ وَّ مَغۡفِرَةٌ خَيۡرٌ مِّنۡ صَدَقَةٍ يَّتۡبَعُهَاۤ اَذًى وَ اللّٰهُ غَنِىٌّ حَلِيۡمٌ : یہ ان دو شرطوں

کے لئے تتمہ ہے کہ دینے سے نہ دینا اچھا ہے کیونکہ اس میں خسارۂ دنیوی واُخروی ہے کیونکہ مال بھی گیا اور پھر احسان اور اذی دے کر ثواب کو بھی برباد کیا تو آخرت بھی گئی لہٰذا صدقے کا احسان جتلانا ہو اور تکلیف پہنچانی ہو تو نہ دینا بہتر ہے، روزانہ کی دل آزاری کے بجائے مانگنے والوں کو معاف کردو کہنا اچھا تھا، بندے تو خدا کے ہیں تم نہ دیتے تو اور کوئی دے دیتا۔

ابطال صدقہ کی مثال

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ: یہ ابطال صدقہ کی مثال ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے صدقات وخیرات کو مَنّ وَ اَذٰی سے برباد نہ کریں اور یہ تو ایک مسلمان کی شان ہی نہیں کہ لوگوں کو دکھانے کے لئے کچھ خرچ کرے بلکہ یہ اس شخص کا کام ہے جس کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں، جس کو نہ اللہ پر یقین ہے اور نہ یوم آخرت پر، تو جو لوگ اپنا مال لوگوں کو دکھانے کیلئے خرچ کرتا ہے اور اللہ پر اور قیامت کے دن پر یقین نہیں رکھتا ان کو اس مثال سے عبرت اندوز ہونا چاہیے کہ ایک صاف پتھر کہ اس پر کچھ مٹی پڑی ہو پھر اس پر تیز بارش آئے اور گرد وغبار کو لے جائے تو اس پر دانہ اُگنے کی کوئی صورت نہیں پس جس طرح اللہ انفاق فی سبیل اللہ کے لئے سات سو یا اس سے بھی زائد اجر وثواب دیتا ہے دوسری جانب وہ مال جو دکھانے کی غرض سے دیا گیا ہو اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اس کا نام ونشان بھی باقی رہنے نہیں دیتا تو مَنّ وَ اَذٰی سے صدقات ضائع ہوئے اللہ کے دربار کے لئے کچھ باقی نہ رہے گا ،اسی طرح خلافت کی حفاظت کے لئے جو مال شاہی خزانہ اور بیت المال میں جمع کرایا تو اس کا احسان خلیفہ پر مت جتلاؤ ورنہ اللہ کے خزانے سے تمہارے لئے ایک پائی کا اجر نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ قوانین فطرت تبدیل نہیں کرتا

جو شخص قانون فطرت پر عمل نہیں کرتا تو اللہ قانون فطرت کو نہیں توڑتا مثلاً ایک شخص اولاد کا خواہاں ہے لیکن نکاح نہیں کرتا جو حصول اولاد کا فطرتی قانون ہے تو اللہ فطرتی قانون کو نہیں بدلے گا کہ بلا نکاح اولاد ہو جائے ،اسی طرح ہدایت کیلئے ایک قانون دیا گیا اگر اس پر عمل کرینگے تو ہدایت ہوگی ورنہ نہیں ہوگی کہ اس قانون کے پابند نہ ہوں اور ہدایت ہو جائے یہ نہیں ہوسکتا۔

رضائے الٰہی پیش نظر رہنا (مثبت شرطیں)

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ: یہ دوسری تیسری شرط ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کو محض اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ اللہ کی رضامندی حاصل ہو اور نفس میں پختگی پیدا ہو، یہ قاعدہ ہے کہ جس کام میں نفس کو تکلیف برداشت کرنی پڑے اس کے بار بار کرنے سے عادت ہو جاتی ہے اور پھر طبیعت میں وہی ملکہ راسخ ہو جاتا ہے، نفس کی مزاحمت جاتی رہتی ہے اور دوسرے اعمال صالحہ میں بھی دقت پیدا نہیں ہوتی، اس پختگی کا نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے چونکہ ہم اپنے عزیز ترین متاع حیات (دولت) کو اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں تو جس چیز کیلئے اس کو خرچ کریں گے خود اس سے بھی ایک قسم کا ربط و تعلق قائم ہو جائے گا اور خدا کی راہ میں زیادہ ثابت قدمی اور وفاداری نوازش ہوگی۔

ان صفات کو ملحوظ رکھ کر خرچ کرنے والوں کی مثال اس باغ کی ہے جو بلند مقام پر واقع ہے جس کی ہوا لطیف اور بار آور ہے بارش بھی خوب ہوتی ہے اس لئے باغ سے نفع دوگنا برآمد ہو جاتا ہے اگر بارش نہ بھی ہو تو شبنم بھی کافی ہو جاتی ہے، مثال کے طور پر ایک آدمی جلسہ گاہ گیا، تقریر سن کر پانچ روپیہ دیا اور اس کے پاس اس سے زیادہ رقم نہ تھی تو جب آیا تو بیوی نے آٹا لانے کے لئے کہا تو نادم ہو گیا، تو ایسا نہیں ہونا چاہیے بلکہ دو تین روپیہ خرچ کرنا اچھا ہے يا ابن آدم انفق ينفق عليك (المسلم: ۹۹۳)

اس بات کو ایک اور مثال سے یوں سمجھایا جاتا ہے کہ جو باغ ٹیلہ پر ہے وہ پھل سے خالی نہیں رہے گا اسی طرح جو عمل تعلق باللہ کیلئے کیا گیا ہے تو اس نے اپنی سطح مرتفع کر دی اس لئے پھل ضائع نہیں ہوگا، اول تو دنیا و آخرت دونوں میں ملے گا اور اگر کسی مصلحت سے دنیا میں نہیں ملا تو آخرت میں ضرور ملے گا جیسے بعض آدمی کامیابی سے پہلے دنیا چھوڑ جاتے ہیں جیسے حضرت حمزہؓ اور بعض آدمی کامیابی دیکھ لیتے ہیں جیسے حضرت ابوہریرہؓ۔

ریا کا خرمن مال کو تباہ کرنے کی مثال

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ

فَاحْتَرَقَتْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ : یہ تیسری مثال ہے کہ اگر مَنّ وَ اَذٰی کرتا رہا اور رضائے الٰہی مطلوب نہ ہوا اور ریا کے طور پر خرچ کیا تھا تو تمہاری مثال اس بڑھے کی ہوگی کہ ساری عمر کی کمائی باغ میں لگائی اور وہ جل گیا، اب کمائی بھی ہاتھ میں نہ آئی عمر صرف ہوئی تھی بار آور ہونے کے قابل باغ آگ بگولوں سے ضائع ہوگیا تو اس کی ساری عمر برباد ہوئی تو ایسی ہی مثال ہوگی کہ آخرت میں ضرورت کے وقت ایک کوڑی کام نہ آئے گی ریا اس خرمن مال کو تباہ کردے گی یعنی فکر کرو کہ ایسا نہ ہو کہ تم عمل کرتے جاؤ اور ریاء اس کو کھاتا رہے جیسے ایک پنجابی کہاوت مشہور ہے انی پیندی اے، کتی چٹ دی اے (اندھی کو پینے کے لئے جو کچھ بھی دے دیا جائے اس نے پیس دینا ہے اور کتیا نے عادت سے مجبور ہر چیز کو چاٹنا ہی ہے)

رکوع 37

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ

اے ایمان والو! اپنی کمائی میں سے ستھری چیزیں خرچ کرو

وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا

اور اس چیز میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہے اور اس میں سے

الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ

ردی چیز کا ارادہ نہ کرو کہ اس کو خرچ کرو حالانکہ تم اسے کبھی نہ لو مگر یہ کہ

تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ ﴿٢٦٧﴾

چشم پوشی کر جاؤ اور سمجھ لو کہ بے شک اللہ بے پرواہ تعریف کیا ہوا ہے۔

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَ

شیطان تمہیں تنگدستی کا وعدہ دیتا ہے اور بے حیائی کا حکم کرتا ہے اور

اللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ

اللہ تمہیں اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ دیتا ہے اور اللہ بہت کشائش کرنے والا

عَلِيْمٌ ﴿٢٦٨﴾ ۙ يُّؤْتِى الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ

سب کچھ جاننے والا ہے۔ جس کو چاہتا ہے سمجھ دے دیتا ہے اور جسے سمجھ دی گئی

الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا

تو اسے بڑی خوبی ملی اور نصیحت وہی قبول کرتے ہیں

أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٢٦٩﴾ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ

جو عقل والے ہیں۔اور جو تم خیرات کے طور پر خرچ کرو گے یا تم کوئی منت مانگو گے

مِنْ نَذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ ۗ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿٢٧٠﴾

تو بے شک اللہ کو سب معلوم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۖ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَ

اگر تم خیرات ظاہر کر کے دو تو بھی اچھی بات ہے اور اگر اسے چھپا کر دو اور

تُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ ۗ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ

فقیروں کو پہنچا دو تو تمہارے حق میں وہ بہتر ہے اور اللہ تمہارے کچھ گناہ دور

مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٧١﴾

کر دے گا اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب خبر رکھنے والا ہے

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۗ

انہیں راہ پر لانا تیرے ذمہ نہیں اور لیکن اللہ جسے چاہے راہ

وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَا تُنْفِقُونَ إِلَّا

پر لاتا ہے اور جو مال تم خرچ کرو گے اس کا نفع تمہاری جان کے لیے ہے

ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ

اور اللہ ہی کی رضا مندی کے لیے خرچ کرو اور جو اچھی چیز تم خرچ کرو گے اس کا پورا اجر تمہیں دیا جائے گا

وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴿٢٧٢﴾ لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا

اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ خیرات ان حاجت مندوں کے لیے ہے

فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ

جو اللہ کی راہ میں رکے ہوئے ہیں ملک میں چل پھر نہیں سکتے

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ج تَعْرِفُهُم

ناواقف ان کے سوال نہ کرنے سے انہیں مال دار سمجھتا ہے تو ان کے چہرے سے پہچان

بِسِيمَاهُمْ ج لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا ۗ وَمَا تُنفِقُوا

سکتا ہے لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے اور جو کام کی چیز تم خرچ

ع ۳۷ ۵ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿٢٧٣﴾ ع

کرو گے بے شک وہ اللہ کو معلوم ہے۔

رکوع (۳۷)

خلاصہ: انفاق فی سبیل اللہ کی شرط خامس انفاق طیبات اور اہل علم
معاونین خلافت کے فرض منصبی کی طرف اشارہ

ماخذ: (۱) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ (البقرة:٢٦٧)
(۲) يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ (البقرة: ٢٦٩)

انفاق فی سبیل اللہ کی پانچویں شرط

یہاں انفاق فی سبیل اللہ کی پانچویں شرط ہے جو مثبت ہے یعنی انفاق طیبات اب اسلام سیاسی لحاظ سے تمہیں کتنا بلند لے جا رہا ہے۔

معاونین خلافت کی اقسام

معاونین خلافت دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) اہل دولت (۲) اہل علم
جو اپنی قابلیت اور علمیت سے ملک کی خلافت کو چلائیں اور خلافت کتاب وسنت کی روشنی میں چلانی ہوگی، خلافت اور اسلام کی سربلندی کیلئے هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (التوبة: ٣٣) یہ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کا کام خلیفہ کا ہے کہ دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرادے جبراً نہ سہی اور دفع فتنہ شرک حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ (البقرة: ١٩٣) کے بناء پر جبر نہیں ہوگا لیکن مشرکین کا اقتدار بھی کہیں غالب نہیں ہونے دیں گے۔

اسلام کے سیاسی نظام کو سمجھنے کے لئے شاہ ولی اللہ کو پڑھنے کی ضرورت

(حجة الله البالغة کبھی آپ پڑھ لیں تو اسلامی نظام سیاست و نظام سمجھ میں آجائے گا، شاہ صاحبؒ ان چیزوں کے امام ہیں) اہل دولت اللہ کے دین کے لئے تھیلیاں دیں گے

دولت صَرف کریں گے، پانچ شرطوں کے ماتحت اس لئے کہ اسلام اور خلافت دنیا میں غالب ہو تو توحید پھیلا کر دکھانا اور خدائی سلطنت واقتدار پیدا کرنا، میں آپ کو حجة الله البالغه کے باب الارتفاق الرابع سے یہ سناتا ہوں۔

ارتفاق رابع کا بیان

ارتفاق رابع وہ فن ہے جو مختلف شہروں کے حکام اور فرمانرواؤں کے ساتھ برتاؤ اور مختلف ممالک کے درمیان پائے جانے والے روابط کی نگہداشت کے طریقوں سے بحث کرنے والا ہے۔

ضرورت خلیفہ

خلیفہ کی ضرورت اس لئے ہے کہ جب ہر بادشاہ اپنی مملکت کے ساتھ علیحدہ ہو گیا اور اس کے پاس اموال جمع کئے گئے اور اس کے ساتھ بہادر مل گئے تو ان کے مزاجوں کے اختلاف نے اور ان کی استعدادوں کے تفاوت نے واجب کیا کہ ان میں ظلم اور راہ راست کا چھوڑنا پایا جائے اور یہ کہ بعض بعض کی مملکت کی آرزو کریں اور یہ کہ وہ ایک دوسرے پر حسد کریں اور ذاتی اغراض سے باہم لڑیں، جیسے اموال واراضی کی خواہش یا جلن اور کینہ جیسی چیزیں، پس جب یہ چیزیں بادشاہوں میں بہت زیادہ ہو گئیں تو وہ خلیفہ مقرر کرنے کی طرف مجبور ہوئے۔

خلیفہ سے مراد

خلیفہ وہ شخص ہے جس کے پاس اتنا لشکر اور ساز وسامان ہو کہ دوسرا کوئی شخص اس کا ملک چھین لے یہ بات محل نظر آتی ہے پس بیشک یہ بات عام آزمائش اور بھاری کوشش زبردست فوج اور بڑے اجتماع اور ڈھیر سا مال خرچ کرنے کے بعد ہی متصور ہے جس کے ورے نفوس کوتاہ رہ جاتے ہیں اور جس کو عادت محال سمجھتی ہے۔

جنگ کی دو بنیادیں

جب خلیفہ پایا جاتا ہے اور وہ زمین میں اچھی طرح کام کرتا ہے اور سرکش لوگ اس کے سامنے سرنگوں ہو جاتے ہیں اور تمام بادشاہ اس کے فرمانبردار ہو جاتے ہیں تو اللہ کی نعمت کامل ہو جاتی ہے، شہر اور بندے اطمینان کا سانس لیتے ہیں اور خلیفہ جنگ چھیڑنے کیلئے مجبور ہوتا ہے۔

دفاعی جنگ

اس ضرر کو ہٹانے کیلئے درندہ صفت انسانوں کی طرف سے جو لوگوں کے اموال لوٹتے ہیں اور ان کے عیال کو گرفتار کرتے ہیں اور ان کے ناموس کی پردہ دری کرتے ہیں اور یہی وہ ضرورت ہے جس نے بنی اسرائیل کو اس بات کی طرف بلایا کہ ''انہوں نے اپنے پیغمبر سے درخواست کی کہ ہمارے لئے کوئی بادشاہ مقرر کر دیجئے کہ ہم راہ خدا میں لڑیں''

ابتداءً جب خواہش پرست اور درندہ صفت لوگ غلط راستہ اختیار کرتے ہیں اور زمین میں بگاڑ پھیلاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ (خلیفہ کو) الہام فرماتے ہیں بلا واسطہ یا انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے کہ وہ ان شریروں کی شوکت چھین لے اور ان میں سے ان لوگوں کو قتل کر دے جن کی اصلاح کی قطعاً کوئی امید نہ رہی ہو اور وہ نوع انسانی میں بُرا لگے ہوئے ماؤف عضو کی طرح ہے جن کو کاٹ کر پھینک دینا ہی مصلحت ہے اور یہی ضرورت اللہ کے اس ارشاد کا مشار الیہ ہے وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (البقرہ: ۲۵۱) اور اگر اللہ لوگوں کو، بعض کو بعض کے ذریعے ہٹایا نہ کرتے تو خلوت خانے اور عبادت خانے ڈھا دیئے جاتے'' آخر آیت تک پڑھیں اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا کہ ''لڑو ان سے تا آنکہ فتنہ ختم ہو جائے۔'' ان تمام آیات میں جنگ کے اسباب کی طرف اشارہ ہے۔

خلیفہ اور جنگ

خلیفہ کے لئے سرکش بادشاہوں سے جنگ کرنے کا اور ان کے دبدبے کو توڑنے کا تصور نہیں کیا جا سکتا مگر خزانہ اور فوج اکٹھا کرنے کے ذریعہ اور جنگ کے سلسلہ میں ضروری ہے ان اسباب کو جاننا۔

خلیفہ کو جنگ کے مقصد کا جاننا

جو جنگ و مصالحت اور خراج و جزیہ کی تقرری میں سے ہر ایک کو چاہنے والے ہیں اور یہ ضروری ہے کہ خلیفہ پہلے سوچ لے کہ جنگ سے کیا مقصد ہے؟ یعنی کسی ظلم کا دفعیہ یا ایسے خبیث درندہ صفت لوگوں کو نیست و نابود کرنا جن کی اصلاح کی امید نہ رہی ہو یا ان سے کم تر درجہ کے خبیث لوگوں کی شوکت کا خاتمہ کر کے ان کو ذلیل کرنا یا زمین میں شر و فساد پھیلانے والے لوگوں کو توڑنا، اِن کے اِن سرداروں کو قتل کر کے جو اِن کے لئے پلاننگ کرتے ہیں یا ان کو قید کر کے

یا ان کے مال ومتاع اور اراضی کی ضبطی کر کے یا رعایا کا رخ ان سے پھیر کے، وہ بے حیثیت ہو کر رہ جائیں۔ خلیفہ کے لئے سزاوار نہیں کہ وہ کسی مقصد کو حاصل کرنے کیلئے ایسے کام میں گھسے جو اس سے زیادہ سخت ہے پس وہ دولت سمیٹنے کا ارادہ نہ کرے ہمنوا لوگوں کی اچھی خاصی جماعت کو برباد نہ کرے۔

خلیفہ کے لئے ضروری کام

خلیفہ کے لئے ضروری ہے رعایا کے دلوں کو اپنی طرف جھکانا اور (پبلک میں سے) ہر ایک کے نفع کی مقدار کو پہچاننا کہ کون کتنی استعداد والا ہے تا کہ کسی سے اس کی حیثیت سے زیادہ توقعات وابستہ نہ کرے اور سرداروں، ذہین اور چالاک لوگوں کی قدر ومنزلت بلند کرنا اور ترغیب وترہیب کے ذریعے جنگ پر لوگوں کو ابھارنا اور اسی طرح کہ خلیفہ کی اولین نگاہ مخالفین کی جمعیت کو منتشر کرنے کی طرف ان کی دھار کو کند کرنے کی طرف اور ان کے دلوں کو خوفزدہ کرنے کی طرف ہو، یہاں تک کہ وہ لوگ خلیفہ کے سامنے آموجود ہوں، اس حال میں کہ وہ اپنے لئے کسی بات کی استطاعت نہ رکھتے ہوں پھر جب خلیفہ ان باتوں میں کامیاب ہو جائے تو ان لوگوں میں اپنا وہ گمان ثابت کرے جو اس نے جنگ سے پہلے قائم کیا ہے پھر اگر ان سے دوبارہ شر وفساد کا اندیشہ ہو تو ان پر بھاری خراج اور فنا کرنے والا جزیہ مقرر کرے اور ان کو ایسا کر دے کہ ان کے لئے ممکن نہ رہے کہ وہ اپنی یہ حرکت پھر کریں۔

خلافت کیلئے ضروری چیزیں

جب خلیفہ ایسے مزاج کی درستگی کا محافظ ہے جو بہت ہی زیادہ متضاد عناصر سے مرکب ہے تو ضروری ہے کہ وہ بیدار مغز ہو اور ملک کے ہر کونے میں جاسوس بھیجے اور فراست کاملہ استعمال کرے اور جب دیکھے کہ اس کی افواج ہی سے کوئی جماعت اس کے خلاف بن رہی ہے یعنی کوئی جماعت اس کے خلاف بغاوت کر رہی ہے، تو اس وقت تک آرام سے نہ بیٹھے جب تک کہ اس کے مقابلہ میں ایک اور ایسی جماعت نہ بنا لے جو بغاوتی جماعت کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکے اور خلیفہ یہ دوسری جماعت ایسے لوگوں کی بنائے جن کا عادۃً مخالفین کے ساتھ اتفاق کر لینا محال ہو اور اگر خلیفہ محسوس کرے کہ کوئی دوسرا شخص خلافت کا خواہاں ہے تو چین سے نہ بیٹھے جب تک اس کو قرار واقعی سزا نہ دیدے اور اس کا دبدبہ توڑ نہ دے اور اس کی قوت کو کمزور نہ کر دے

اور ضروری ہے کہ خلیفہ اپنے حکم کے قبول کرنے کو اور اپنی خیر خواہی پر لوگوں کے اتفاق کرنے کو، لوگوں کے نزدیک لازمی طریقہ بنائے اور اس سلسلہ میں محض زبانی قبول کرنا کافی نہیں بلکہ قبولیت کی کوئی ظاہری علامت بھی ضروری ہے، جس کے ذریعے رعایا کی داروگیر کر سکے، جیسے خلیفہ کے لئے دعا کرنا اور بڑے اجتماعات میں اس کی شان کی بلندی کا اظہار کرنا اور یہ بھی ضروری ہے کہ لوگ خود کو کسی ایسی شکل اور ہیئت کا خوگر بنائیں جس کا خلیفہ نے حکم دیا ہے، جیسے ہمارے زمانے میں لوگوں کا ان اشرفیوں پر اتفاق کرنا جن پر خلیفہ کا نام کندہ ہوتا ہے، باقی اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں اور اہل علم معاونین خلافت اپنے علم و بصیرت سے نظام کو چلائیں گے اور قال اللہ اور قال الرسول کی روشنی میں سب کچھ ہوگا۔

بہترین مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ : انفاق فی سبیل اللہ کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ مال دو جو جائز طریق سے کمایا گیا ہو اور اس میں سے بھی بہترین ہو، یقیناً دین کے احیا و بقا کیلئے عمدہ اجناس و اموال دیا کرو، طیب اور عمدہ چیزیں دیا کرو، خمس، عشر یا چالیسواں تو آخر دیں گے، اللہ کو ناکارہ اور ردی چیز کی ضرورت نہیں، اگر خود تمہیں دی جائے تو اسے کبھی نہ لو مگر یہ کہ چشم پوشی کر کے لے لو، اللہ تعالیٰ خلیفۃ المسلمین کی ضروریات بھی پوری کرے گا، اللہ تعالیٰ غنی یعنی بے پرواہ ہیں، ان صدقات کے بغیر بھی اس کی ذات حمد کے لائق اور قابل ستائش ہے اس لئے وہی چیز پیش کرو جو اس کی ذات اور صفات کے لائق ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ صدقہ فقیر کے ہاتھ کے جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں جاتا ہے، اگر تم ادنیٰ چیز دو گے تو اللہ تعالیٰ ایسے صدقہ سے بے پرواہ ہیں یا وہ صدقہ کرنے والا نائب من جانب اللہ ہے، لہٰذا جو شخص طیبات کا صدقہ نہیں دے گا اللہ تعالیٰ ایسے نائب سے بے پرواہ ہے۔ حَمِيْدٌ یعنی تعریف کیا ہوا ہے۔

انفاق طیب میں شیطان کے وسوسوں میں نہ آئیں

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ يَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَ اللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ : شیطان تمہیں یہی مشورہ دیگا کہ عمدہ چیز خرچ کرنے سے تم نادار ہو جاؤ گے،

انفاق طیب سے شیطان فقر سے ڈراتا ہے اور ردی چیز دینے کی بے حیائی پر آمادہ کرتا ہے یعنی وہ چاہتا ہے کہ جو چیز تمہیں پسند نہ آئے وہ اللہ کے نام پر دے دو تو شیطان کے ایسے وساوس نہ مانو

خدای ار بہ حکمت بہ بندد دری
گشاید بہ فضل و کرم دیگری

یعنی تم شیطان سے دھوکہ نہ کھاؤ اللہ تعالیٰ وسعت اور کشائش کرنے والے ہیں، دنیا اس کے ہاتھ میں ہے، برکت و اطمینان قلب اللہ کے اختیار میں ہے دولت میں نہیں خدا جس کو چاہے دے دے فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (النحل:۹۷) اسے پاکیزہ زندگی دے دیں گے وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا (طٰهٰ: ۱۲۴) اور میری یاد سے روگردانی کرنے والے کے لئے سخت اور تنگ زندگی دیں گے۔

صدقہ کا اجر وثواب

صدقے کے سبب اللہ اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ دیتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان الصدقة تطفئی غضب الرب وتدفع ميتة السوء(الترمذی:ح ٦٦٤) اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما اور خرچ نہ کرنے والے کے مال کو تلف کردے، حدیث میں آتا ہے اللهم اعط منفقاً خلفاً ويقول الاخر اللهم اعط ممسكاً تلفاً(البخاری:ح ١٤٤٢) بیشک صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کردیتا ہے اور برائی کی موت کو ختم کردیتا ہے۔

حکمت اور خیر سے مراد

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَ مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا وَ مَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ: حِكْمَةَ سے مراد علم ہے اور خَيْرًا کے لفظ سے مراد مال اور خَيْرًا كَثِيْرًا سے علم مراد ہوتا ہے، قرآن میں مال کو خیر سے تعبیر کیا گیا ہے، اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (العادیات:٦-٨) اور علم الٰہی منزل من اللہ کو ہی ہم علم سمجھتے ہیں ان علوم کو نہیں، مال خیر ہی ہے ہم استعمال غلط کرتے ہیں تب شر بن جاتا ہے تلوار سے کافر کو مارا جائے تو خیر اور اگر مسلمان کو مارا جائے تو شر ہے اور علم خیر کثیر ہے دنیا و آخرت دونوں کے آرام کا ذمہ دار ہے اور جب چیز یعنی مال خرچ کرنے کیلئے پانچ شرطیں بیان کی گئی ہیں تو خیر کثیر

یعنی علم کو انہی شرائط پر خرچ کرنا بطریق اولیٰ ضروری ہوگا اور نصیحت وہی قبول کرتے ہیں جو عقلمند اور فطرت سلیمہ والے ہیں اور ہماری باتوں کو سمجھتے ہیں نہ کہ احمق اور نادان بے دماغ لوگ۔

اہل دولت اور اہل علم دونوں کا تعاون لازمی

گویا خلافت کے باب میں اہل علم کا ذکر خیر کا آنا اس پر دال ہے کہ دونوں کے تعاون سے حکومت چلے گی، ادھر سے امداد الٰہی آئے گی اور اہل علم کو خدا کے دین کی اشاعت کرنی ہوگی تو انفاق ان شرائط خمسہ کے مطابق کرنی چاہیے حسبةً للّٰہ ہو مَن نہ ہو اذیٰ نہ ہو کہ طلبہ یا مسلمانوں پر علم پڑھانا جتلائے اور ان کو اذیت دے خلق اللہ کو دین اِبْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ کیلئے سکھائیں گے، مَن (احسان جتلانا) نہ ہو اذی نہ ہو، ریاء نہ ہو، جب اہل علم سے گھٹیا درجہ کے اصحاب اموال کو ان شرائط کے تحت تعاون کا حکم دیا گیا تو اہل علم کا بدرجہ اولیٰ فرض ہے۔

دیوبندی افراط و تفریط سے بچتے ہیں

ہمارے اہل حدیث افراط میں ہیں اور بریلوی تفریط میں اور دیوبندی خیر الامور اوسطها پر گامزن ہیں، بعض حنفی میرے پاس آ کر اور پڑھ کر اہل حدیث ہو جاتے ہیں، ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ دیوبندی کتاب وسنت کے مطابق ہیں کسی کو ہم برا نہیں کہتے، تم بڑوں کا ادب نہیں کرو گے تو تمہارا بھی کوئی ادب نہیں کرے گا۔

انفاق علم میں بھی رضائے الٰہی ضروری ہے

پانچویں شرط انفاق طیب کا لحاظ علماء اس طرح رکھیں گے کہ اپنے اور غیروں کو ایک ہی طرح محنت اور خلوص ومحبت سے دین پڑھائیں گے، کتابیں پوری طور پر مطالعہ کر کے یاد کرائیں جس طرح اپنے لڑکے کو پڑھانا چاہتے ہیں، اسی طرح غریب کے بچوں کو بھی پڑھائیں، یہ نہ ہو کہ اپنے بچوں کو زیادہ توجہ دے اور دوسروں کے بچوں کو ضائع کر دے، پڑھانے کے بعد طلبہ پر احسان نہ جتلائے اور وَ تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ اپنے دلوں کو مضبوط کر کے خرچ کرتے ہیں، یہ ہوگا کہ شاگرد سے یہ توقع نہ رکھے کہ میرا لحاظ رکھے گا یا خدمت کرے گا اگر وہ لحاظ نہ بھی کرے تو اس کو تعلیم دینے پر نادم نہ ہو، برائے دادن علم ہم طریقہ طیب دادہ باشد۔

انفاق مال یا انفاق علم رضائے الٰہی کے بغیر ظلم

وَ مَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ نَّفَقَۃٍ اَوۡ نَذَرۡتُمۡ مِّنۡ نَّذۡرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ یَعۡلَمُہٗ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ : اس آیت میں تعمیم کردی گئی ہے کہ خواہ تم اپنے ذمے کوئی حصہ مال کا مقرر کرلو یا غیر معین طور پر دو، تو یہ دونوں جائز ہیں تو جو انفاق مال یا انفاق علم کرے اور اس میں رضائے الٰہی سامنے نہ رہے تو یہ ظلم ہے۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ جب تعمیم کی اجازت ہے، پھر بھی بہانہ کرے تو جو لوگ دینا نہیں چاہتے ان کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں وہ تو بالفعل دنیا میں خوش ہوں گے لیکن آخرت میں انکا کوئی مددگار نہیں ہوگا اور ظلم فی غیر محلّہ خرچ کرنا ہی ہوتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ والدین کو نفقہ دو کسی نے کہا وان ظلمنی تو آیت میں فرمایا وَمَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ۔

اخلاص پر اجر

اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا ہِیَ ۚ وَ اِنۡ تُخۡفُوۡہَا وَ تُؤۡتُوۡہَا الۡفُقَرَآءَ فَہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ؕ وَ یُکَفِّرُ عَنۡکُمۡ مِّنۡ سَیِّاٰتِکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ: اللہ تعالیٰ کو تو پتہ ہے اور جب وہ معاوضہ دینے پر آئے تو اپنی شان کے مطابق دیتا ہے اور بندہ اپنی شان کے مطابق خدمت خلق اور عبادت کرتا ہے، مثلاً ایک شخص لوگوں کے سامنے ریا کے طور پر زکوٰۃ دیتا ہے تو اگرچہ صدقہ فرض ادا کردہ ست مگر اخلاص نیت ضائع شد اللہ تعالیٰ کے ہاں سے اخلاص پر اجر ملے گا من کان فی قلبه اخلاص یوتیه اللّٰه اجر ذلك الصدقة ومن كان فی قلبه رياء لايوتہ اجر الصدقة (الحديث) دل میں اخلاص ہو تو اجر دیتا ہے اور دل میں ریاء ہو تو اس صدقے کا اجر نہیں دیتا ان اللّٰه لا ينظر الا صوركم واموالكم ولكن ينظر الیٰ قلوبكم ونياتكم (المسلم : ٢٥٦٤)) اللہ تمہارے شکل وصورت اور مال و دولت کو نہیں تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے انی اخوف مااخاف علی امتی الشرك الصغر قالوا وما الشرك الاصغر يا رسول اللّٰه؟ قال الرياء (مسنداحمد: ٢٤٣٥٠) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنی امت کے بارے میں شرک اصغر سے ڈرتا ہوں صحابہ نے پوچھا شرک اصغر کیا ہے فرمایا ریا نام ونمود۔

حیات ملی کا دارومدار انفاق و جہاد فی سبیل اللہ پر

لَیۡسَ عَلَیۡکَ ہُدٰىہُمۡ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ مَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ فَلِاَنۡفُسِکُمۡ

وَ مَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ

ان شرائط پر چلنا اور معمول بہا بنانا علم اور قال کے مقابلہ میں حال بھی بن جائے یہ اللہ کا کام ہے، وہ جسے قابل سمجھتا ہے اسی پر چلاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض تھا کہ لوگوں کے سامنے قانون صحیح پیش کردیں، شکوک وشبہات کو دور کردیں اور دولت وعلم کے مصارف بتادیں کہ جہاد فی سبیل اللہ ہی ان کے صرف کرنے کے بہترین مواقع ہیں لیکن یہ آپ کا فرض نہیں کہ لوگوں میں جذبات صادقہ بھی پیدا کردیں، مسلمانوں کو خود یہ ضرورت محسوس کرنی چاہیے کہ ان کی حیات ملی کا دارومدار انفاق وجہاد فی سبیل اللہ پر ہے، باقی ہدایت ورہنمائی اللہ کے اختیار میں ہے اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ اسلام کی تعلیم کا تمام تر مقصد یہی ہوا کہ اپنی ساری دولت اللہ کی راہ میں لٹادی جائے تو وہ ذرا غور کرکے دیکھیں کہ وہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کا نفع انہی کی جانب لوٹتا ہے یا نہیں؟ عزیز وقریب کی ہدایت کا باعث بنتے ہیں، اسلام کا بول بالا ہوتا ہے اور جو قومیں ظلم وجور کا تختہ مشق بنی ہوئی تھیں ان کی آزادی کا باعث بنتے ہیں اس سے زیادہ اور کیا چاہتے ہیں؟

انفاق کے استحقاق کا بیان

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْــَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ: خلافت میں انفاق مال کے ساتھ علمی نظام ہم نے جوڑا ہے، شاہ ولی اللہ کی رہنمائی کی بناء پر اور اصل میں انفاق تو عام ہی ہے، اب اس کا بیان ہے کہ اس کا استحقاق کہاں کہاں خرچ کیا جائے، اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے کسی کام میں انہوں نے زندگیاں وقف کررکھی ہیں اللہ کی راہ میں دن رات مشغول ہوکر دنیاوی کام کاج کرنے سے بند ہوگئے ملک میں سفر نہیں کرسکتے اگرچہ قابلیت ہے مگر فرائض دینی پورا کرنے کی وجہ سے محصور ہیں تو میرا مال ان کو دو اس میں علماء صوفیاء ومجاہدین اسلام سب آگئے ہیں يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ چونکہ دست سوال دراز نہیں کرتے، سفید پوش رہتے ہیں لوگ سمجھتے ہیں کہ بڑے دولت مند ہیں ہاتھ نہیں پھیلاتے، استغنائے ظاہری کے سبب، رحمۃ للعالمین انہیں پہچانتے ہیں ان ہی علامات سے اور ان کے مشاغل وحالات سے کہ دن رات دین کی خدمت جہاد اور پڑھنے پڑھانے میں لگے ہیں، یہ ہیں خدا کے مال کا صحیح مصرف کیونکہ وہ فقط خدا کا مال مانگتے ہیں۔

خلیفہ سفید پوش مستحقین کو خود تلاش کرے

لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے کہ ناواقف ان کا سوال نہ کرنے سے انہیں مالدار سمجھتا ہے مگر وہ مانگتے نہیں ان کا راز انکشاف نہ ہونے پائے وہ اگر اس طریقہ پر لینا چاہیں گے تو ان کی عزت واحترام میں بھی فرق نہ آنے دیا جائے، خلیفہ کا بھی فرض ہے کہ ایسے لوگوں کی طرف توجہ کرے اور ان کی سرپرستی کرے وہ خود دنیا میں انہیں تلاش کرے، یہ ضروری نہیں کہ جو اس کے سامنے ہاتھ پھیلائیں ان کو دیں۔

نوابوں اور رؤسا کا دارالعلوم دیوبند اور اہل علم کے لئے وظائف

ہمارے دارالعلوم دیو بند میں بڑے بڑے نواب و رؤسا نظام حیدرآباد وغیرہ جیسے بڑے بڑے وظیفے دیتے تھے اور جن علماء کا وجود ہی تبلیغ دین تھا چاہے وہ باقاعدہ مدرس معلم نہ ہوں ان کو بھی وظیفہ دیتے تھے، ہمارے شیخ التفسیر مولانا سندھیؒ کی بیگم بھوپال سے ایک دفعہ ملاقات ہوئی اس پر اتنا اثر ہوا کہ دوسو روپے ماہوار ان کو وظیفہ مقرر کیا، سلاطین اسلام اپنا فرض سمجھتے ہیں علماء دین کی خدمت اور دین کی حفاظت۔ مولانا چلے گئے تو دہلی میں مجھے قائم مقام بنا کے چھوڑا، بیگم صاحبہ نے وہ وظیفہ میرے نام منتقل کر دیا، انہوں نے ایک عالم بھیجا جو میرے درس میں بیٹھتا اس نے کہا کہ اس کا قائم مقام پڑھا سکتا ہے، جب تک انگریز نے دہلی سے گرفتار نہیں کیا اس وقت تک وہ وظیفہ ملتا رہا، ہم نے بیگم سے کوئی درخواست نہیں کی تھی اس نے خود لحاظ رکھا، میرے ہاں یہ احتیاط ہے کہ کسی ایسے امیر، نواب ورئیس سے نہیں لینا جنکی کمائی میں حرام ہوتا ہے۔

مولانا شیروانی کی آمد اور مولانا کی شان استغنا

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی نواب صدر یار جنگ یہاں آئے اور میرے ہاں تشریف لائے تھے، میں نہیں تھا پھر ملے تو فرمایا میں دولت خانہ پر حاضر ہوا تھا آپ کہیں تشریف لے گئے تھے میں پھر حاضر ہوں گا، تو وہ لوگ علم کی قدر جانتے ہیں وہ پھر اسی مدرسہ میں تشریف لائے نیچے کمرے میں بٹھایا، چائے کی دعوت کی، میں اگر اس کو اشارہ کیا کرتا تو وہ وظیفہ پھر مجھے جاری ہو جاتا لیکن ایسا نہیں کرتا تھا۔ حضرت مولانا شیروانی بڑے زبردست اور قدردان عالم تھے ،اس واسطے مجھ سے ملنے آئے میرا ان سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

زکوٰۃ لینے والے کی اخلاقی اصلاح

یہ ٹھیک ہے کہ بعض انسان پیدائشی خبیث الطبع واقع ہوتے ہیں اور وہ اپنے خبث طبعی کے باعث بلاوجہ بھی لوگوں کو نقصان پہنچا دیتے ہیں مگر عام قاعدہ یہ ہے کہ انسان افلاس سے تنگ آ کر طرح طرح کے جرائم کا عادی ہو جاتا ہے چوری کرنا، ڈاکہ ڈالنا، قرضہ لے کر واپس نہ دینا، کئی طرح کے مکروفریب اور حیلہ سازیوں سے لوگوں کا مال کھانا یہ سب ناداری اور بیکاری کے نتائج ہیں، اگر امراء باقاعدہ مستحقین پر زکوٰۃ تقسیم کریں ان شاءاللہ بہت سے جرائم پیشہ لوگ یقیناً اپنے جرموں سے باز آ جائیں گے، چنانچہ موجودہ گورنمنٹ جب جرائم پیشہ کو اراضی دے کر خود کما کر کھانے کے قابل بنا دیتی ہے تو جرائم سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔

زکوٰۃ لینے والے کی معاشرتی اصلاح

نادار آدمی مخلوق خدا کے حقوق ادا کرنے سے عاجز ہوتا ہے، اس لیے سارے حقدار اس سے ناراض ہوتے ہیں اور وہ بیچارہ حق ادا کرنا بھی چاہے تو ادا نہیں کر سکتا، زکوٰۃ کی مد میں سے جب اسے روپیہ مل جائے گا تو ماں باپ کی خدمت کرے گا، وہ اس سے راضی ہوں گے بیوی کی ضروریات مہیا کر دے گا وہ بھی دل سے دعائیں دے گی، بچوں کی ضروریات پوری کرے گا وہ اس سے خوش ہوں گے اور جب تمام حقداروں کے حق ادا کرے گا تو سابقہ تمام اعتراضات اور تمام کشیدگیاں کافور ہو جائیں گی۔

زکوٰۃ لینے والے کی اقتصادی اصلاح

امراء اپنے مال کی زکوٰۃ جب غرباء پر تقسیم کریں گے اور اس کی مقدار دو چار دس بیس روپے نہیں ہوگی بلکہ سارے مسلمان امراء کی زکوٰۃ لاکھوں تک بلکہ ممکن ہے کہ کروڑں تک پہنچ جائے جب اتنا روپیہ غرباء کو بطور اعانت ہر سال تقسیم کیا جائے تو کیا پھر ممکن ہے کہ ان کی اقتصادی حالت کی اصلاح نہ ہو؟ بالخصوص جبکہ وہ خود بھی نان شبینہ کے لیے ہاتھ پاؤں مار کر قوت لایموت روزانہ کما لائیں۔

زکوٰۃ سے سیاسی فائدہ

مجاہدین اسلام کی حرارت ایمانی، حمیت اسلامی اور سرفروشی کا عشق ہی اسلام کی عزت کا

محافظ اوراس کے وقار کا پاسبان ہے، اسلام نے جس دن سے دنیا میں جنم پایا اسی دن سے مجاہدین اسلام میں خدا کے فضل سے کبھی کمی نہیں ہوئی ہے، سب سے زیادہ ضرورت فقط اسی چیز کی ہے کہ مجاہدین کی روٹی کپڑے اور دوسری ضروریات جنگی کا انتظام کردیا جائے، چنانچہ مسلمانوں کی زکوٰۃ کا بیت المال جب ان چیزوں کا کفیل ہوجائے گا تو آپ دیکھیں گے کہ مجاہدین اسلام کے جھنڈ در جھنڈ پرندوں کی طرح قطاریں باندھ کرمیدان جہاد میں امنڈ کر آئیں گے ادھر سے خدا تعالیٰ اس توحید پرست محافظ اسلام فوج کی پشت پناہی کیلئے زمین وآسمان کی تمام قوتوں کو مدد کیلئے میدان میں لا اتاریں گے، سوائے اس کے اورکوئی صورت نکل نہیں سکتی کہ اس سرفروش جماعت کے سر پر خدا تعالیٰ کے حکم سے فتح کا سہرا باندھا جائے اور دشمن ناکام ونامراد ہوکر میدان سے شکست کھا کر منہ چھپا کر بھاگ جائے وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (الفتح: ۲۲)

دعوۃ الی السنۃ

زکوٰۃ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں یہ دستور تھا کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے مسلمانوں سے زکوٰۃ وصول کرکے حضور اقدس فداہ ابی وامی کے حضور میں پیش کردیتے تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حکم سے مستحقین پر تقسیم فرماتے، موجودہ دور میں اگرچہ مسلمانوں کا کوئی ایسا امام نہیں ہے جس کے ساتھ مسلمانان ہند کی بحیثیت مجموعی وابستگی ہو البتہ مختلف حلقے ضرور ہیں لہٰذا ہر جماعت کے مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے مقتدا اور امام کے ہاں زکوٰۃ جمع کرادیں اور مقتدا جہاں مناسب خیال فرمائے اس مال کو بہترین مصارف میں صرف کرے، مثال کے طور پر عرض کردیتا ہوں کہ ہمارے ہاں انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور میں زکوٰۃ کم وبیش جمع ہوتی ہے اوراس میں سے سارا سال یتامیٰ، بیوگان، مساکین وغیرہ میں ضرورت کے مطابق تقسیم ہوتی رہتی ہے اوراسی مد میں سے اکثر طلباء کو بھی کھانا دیا جاتا ہے جو مختلف صوبہ جات ہند (مثلاً پنجاب، یوپی، بنگال، مدراس، بہار، آسام، سندھ، سرحد وغیرہ) اورریاست ہائے ہند (مثلاً بہاولپور، خیرپور، سندھ۔ حیدرآباد دکن وغیرہ) اور بیرون ہند (مثلاً افغانستان، چین، بخارا، ایران وغیرہ) سے محض تفسیر قرآن حکیم پڑھنے کیلئے آتے ہیں، یہ خوبی ایک مرکز پر جمع کرنے کے باعث پیدا ہوگئی ہے ورنہ کیا انفرادی طور پر ممکن ہے کہ زکوٰۃ دینے والے حضرات ان ممالک

کے اہل علم کی خدمت میں پہنچا سکیں اور ان طلبہ کی خدمت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جہاں جا کر اور جتنی عمر یہ علمائے کرام خدمت دین کریں گے ان کے اس خدمت میں ان حضرات کا حصہ یقیناً ہوگا جو قیامت کے دن نجات اور دنیا میں برکت کا موجب ہوگا۔

صحیح مصرف پر خرچ سے بھوک و افلاس کا خاتمہ

جب زکوٰۃ ادا کرنے کے باعث اندرون ملک بھوک اور تنگدستی کا خاتمہ ہو جائے، چوری، ڈاکہ وغیرہ بدامنی کی تمام قسمیں مفقود ہو جائیں اور سرحدات اسلامی پر بھی اس سرمایہ کی بدولت اتنے بڑے بڑے استحکامات کر دیئے جائیں کہ دشمن آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرات بھی نہ کر سکیں تو پھر آپ سمجھ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے لیے وہ کیا مبارک زمانہ ہوگا، تسلط کفار سے آزاد ہوں گے سوائے خدا تعالیٰ قدوس کے اور کسی کے غلام نہیں ہوں گے۔ اسلام آزاد، قرآن آزاد، ایمان آزاد اور مسلمان آزاد ہوگا۔

رکوع 38

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا

جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں رات اور دن چھپا کر

وَّ عَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ

اور ظاہر خرچ کرتے ہیں تو ان کے لیے اپنے رب کے ہاں ثواب ہے ان پر نہ کوئی ڈر ہے

عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ

اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ جو لوگ سود کھاتے ہیں

الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ

قیامت کے دن وہ نہیں اٹھیں گے مگر جس طرح کہ وہ شخص اٹھتا ہے جس کے حواس جن

الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ

نے لپٹ کر کھو دیئے ہیں یہ حالت ان کی اس لیے ہو گی کہ انہوں نے کہا تھا کہ سوداگری

مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ

بھی تو ایسی ہی ہے جیسے سود لینا حالانکہ اللہ نے سوداگری کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے پھر

جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَ اَمْرُهٗٓ

جسے اپنے رب کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آ گیا تو جو پہلے لے چکا ہے وہ اسی کا رہا

اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنۡ عَادَ فَاُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ‌ۚ هُمۡ فِيۡهَا

اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے اور جو کوئی پھر سود لے وہی لوگ دوزخ والے ہیں وہ اس میں

خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۷۵﴾ يَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرۡبِى الصَّدَقٰتِ‌ؕ

ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيۡمٍ ﴿۲۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ

اور اللہ کسی ناشکرے گناہگار کو پسند نہیں کرتا۔ جو لوگ

اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا

ایمان لائے اور نیک کام کیے اور نماز کو قائم رکھا اور زکوٰۃ دیتے رہے

الزَّکٰوةَ لَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ‌ۚ وَلَا خَوۡفٌ

تو ان کے رب کے ہاں ان کا اجر ہے اور ان پر کوئی خوف نہ ہو گا

عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۲۷۷﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا

اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اے ایمان والو!

اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوۡا مَا بَقِىَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنۡ كُنۡتُمۡ

اللہ سے ڈرو اور جو کچھ باقی سود رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم

مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰهِ

ایمان والے ہو۔اگر تم نے نہ چھوڑا تو اللہ اور اس کے

وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا

رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے اور اگر توبہ کرلو تو اصل مال تمہارا تمہارے واسطے ہے نہ

تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ

تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔ اور اگر وہ تنگ دست ہے

فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ

تو آسودہ حالی تک مہلت دینی چاہیے اور بخش دو تو تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ

اگر تم جانتے ہو۔ اور اس دن سے ڈرو جس دن اللہ کی طرف لوٹائے

اِلَى اللّٰهِ ۣ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ

جاؤ گے پھر ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ دے دیا جائے گا اور ان پر

۳۸ ع ۲ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾ ع

ظلم نہ ہوگا۔

رکوع (۳۸)

خلاصہ: انفاق فی سبیل اللہ کی ضد یعنی سود خوری کی ممانعت

ماخذ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (البقرۃ:۲۷۷)

حلال اور اہم اشیا کی ضد اور توڑ کی ممانعت اجاگر کرنے کے اصول

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ : تیسرے پارے کی ابتدا میں قیام خلافت، فرضِ خلیفہ و معاونین خلافت و دیگر ضروری مسائل اور شرائط انفاق بیان ہوئے ہیں اور اب اس رکوع میں سود خوری کی ممانعت بیان ہوگی پس شرائط کا علم ہوگیا اب کسی مزید پابندی کی ضرورت نہیں وقت معین کرنا بھی بے سود ہے، بلکہ ان لوگوں کو جب ضرورت ہو دن ہو یا رات، سراً یا جہراً فوراً مدد کرنا چاہیے اور یہ قاعدہ ہے کہ جس چیز کو لازم وضروری قرار دیا جائے تو اس کی ضد کو حرام و مکروہ تحریمی بنائیں گے، اسی طرح یہ بھی اصول شریعت میں سے ہیں، جس کو مستحب بنائیں گے اس کی ضد مکروہ تنزیہی ہونی چاہیے، جتنی اہمیت کسی کی چیز کی ہو تو اتنی اس کی ضد کا توڑ چاہیے، اب جب انفاق فی سبیل اللہ (کہ اصل بھی اور نفع بھی دے دیا تو پھر نام تک نہ لو ورنہ اجر ضائع ہوگا) فرض ہے تو اس کی ضد بھی حرام قطعی ہونی چاہیے، سود خوری پوری ضد ہے کہ اصل بھی واپس لو اور نفع بھی واپس لو، اس واسطے سود خوری کی مذمت آ رہی ہے کہ آئندہ توبہ کرو، اگر کوئی آدمی سخی ہونا چاہتا ہے تو بخل کو اپنے اوپر حرام کرلے، رات کو اگر کسی کو جگانا چاہتے ہو تو اس کو سونے نہ دو۔

انفاق کی ضد ربا

اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا : جب اسلام انسان میں انفاق کی صفت پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس کی ضد ربا کو حرام کر دیا الصدقة تطفئى غضب الرب كما يطفئى الماء النار (المعجم الكبير للطبرانی: ص ۱۴۰) (صدقہ اللہ کے غضب کو ایسا ٹھنڈا کر دیتا ہے جیسا کہ پانی آگ کو) اتنی شدید مخالفت اس لئے کی جارہی ہے کہ یہ بالکل انفاق فی سبیل اللہ کی ضد ہے تو اس کی ضرورت اس لئے ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ کو لازم قرار دیا ہے اور انفاق بھی ایسا کر دے کہ دینے کے بعد نام تک نہ لے اور سود خوری کی حقیقت یہ ہے کہ راٴس المال بھی اور ساتھ نفع بھی لے حالانکہ وہ نفع مذموم ہے لہٰذا سود انفاق کی ضد ٹھہری کیونکہ انفاق راٴس المال کا دینا بمع نفع اور سود راٴس المال لینا مع النفع تو جس وقت انفاق فی سبیل اللہ فرض قرار دیا گیا تو اس کی ضد ضرور حرام ہوگی۔

سود خور کی بداخلاقی کی سزا دیوانگی کی شکل میں

سود خور تو اخلاق حمیدہ سے دور بداخلاقی کا شکار رہا تو وہاں اس کی ایسی حالت ہوگی جیسے مخبوط الحواس آسیب زدہ آدمی کا دماغ مختل و پریشان حال ہو جاتا ہے، سود خور تو زر پرست ہے اور وہاں خدا پرست کو چین ملے گا، اس نے زر پرستی کی ہے اور آگے وہاں جہنم نظر آرہی ہے تو اس کا دماغ پریشان و مختل مبہوت ہوگا اور پھر ایسے مقام میں کہ جہاں حصول کی توقع نہیں کیونکہ دنیا میں حصول کی صورت ہو سکتی تھی اور جو اس کے پاس ہے اس کی مانگ نہیں اور موجود کا ازالہ نہیں اور معدوم کا حصول نہیں ہو سکتا۔ سمجھتے تھے کہ سود خوری بھی تجارت کا ایک شعبہ ہے تجارت میں بداخلاقی نہیں ہوتی اور سود خوری میں بداخلاقی ہے وہ یہ ہے کہ سود خور کہتا ہے کہ بیوی کے زیور یا مکان بیچ کے دو جب نقصان ہو تو دستبردار ہو جاتا ہے۔

سود کی قباحتیں

(۱) سود خور نفع موہوم حاصل کرتا ہے یعنی مقروض نے جو روپیہ لیا ہے اس کو نفع حاصل ہو یا نہ ہو لیکن سود خور نفع لے لیتا ہے۔

(۲) جب تک مقروض کو نفع حاصل ہوتا رہتا ہے تو قرض خواہ کھاتا رہتا ہے اور جس وقت قرض خواہ کو نقصان ہو جائے تو فوراً علیحدہ ہو جاتا ہے کیونکہ جب تک اس کو نفع ہوتا رہتا ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ میرا سود بڑھ رہا ہے حالانکہ چاہئے تھا کہ نفع اور

نقصان دونوں میں شریک ہوتا یعنی حالت نقصان میں سود نہ لیتا اور شریعت نے اس کے بجائے مضاربت کی اجازت دی ہے کہ دونوں نفع اور نقصان میں شریک ہوتے ہیں اور اس میں تبادلة الشئی بالشئی اور سود میں تبادلة الشئی بالشئی نہیں ہوتا۔

(۳) اور سود لینے والا ظالم ہے کیونکہ جس وقت اس کے پاس روپیہ فارغ ہے تو بلا سود دے دے اور اگر بخل کا اتنا زور تھا تو کچھ حصہ مقرر کر لیتا اور یہ نفع موہومی پر روپیہ دینا مقروض پر سراسر ظلم ہے۔

(۴) قرض سود پر دینا کئی بیماریوں کے لئے مقدمہ ہے۔

(۱) اس سے بخل انتہائی درجے کا پیدا ہو جاتا ہے (۲) اور کار خیر میں اخلاص کے ساتھ کبھی ایک پیسہ بھی نہیں خرچ کرے گا (۳) اور نام و نمود پر ہزارہا خرچ کرے گا جیسے کسی جلسے میں خرچ کرنا ہو تو سر توڑ کوشش کر کے روپیہ صرف کریں گے کیونکہ اعلان ہوتا ہے اخبار میں نکلتا ہے اور لاٹ صاحب کے پاس رپورٹ جاتی ہے (۴) سود کی وجہ سے انس اور ہمدردی باقی نہیں رہتی۔

بیع اور سود میں فرق

وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ: انسان کو بیع و شراء سے چارہ نہیں ہے حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود بھی بیع ہے لیکن اخلاقاً گرا ہوا ہے جیسے نوجوان بیوی اور بہن اگرچہ بظاہر دونوں یکساں ہیں لیکن باعتبار معاملہ کے فرق ہے تو اسی طرح بیع اور سود میں فرق ہے۔ جس کو پیغام پہنچا اور باز آیا تو معاف کر دیا جو پہلے لے چکا ہے وہ اسی کا رہا اسکا معاملہ اللہ کے حوالے ہے جو کوئی پھر سود لے وہی لوگ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

سود کی بے برکتی اور صدقہ کی برکات

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقٰتِ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ: اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے قانون الٰہی کے مطابق کام کیا جائے تو رحمت و برکت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے رِبوٰ سے برکت سلب کی ہے اور اسی طرح جب سود خوروں کو دیکھا جائے تو وہ نہایت بداخلاق ہوتے ہیں اور ان کی اولاد نہایت عیاش اور بداخلاق ہوتی ہے اور ان کا مال خیر

کے کاموں میں بالکل صرف نہیں ہوتا، سود خور کے پاس مال کا جمع ہونا ایسا ہی ہے جیسے ڈاکو کے پاس مال جمع ہو، وہ اُس وقت تک مال اپنا بنائے بیٹھا ہے جب تک مالک نہیں آتا اور یہ گرفتار نہیں ہوتا کوئی شریف آدمی ایسے مال کو موجب عزت نہیں خیال کرسکتا، اللہ تعالیٰ صدقہ سے برکت اور اطمینان قلب ڈال دیتا ہے، حدیث میں آتا ہے کہ صدقہ مسکین کے ہاتھ میں پڑنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صدقہ کی اس طرح تربیت کرتا ہے جیسے آدمی ایک بچھڑے کی تربیت کرتا ہے۔ اگر ربا نہ چھوڑو گے تو کَفَّارٍ اَثِیۡمٍ (ناشکرے اور گنہگار) بن جاؤ گے۔

تصویر کا دوسرا رخ

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ لَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ۚ وَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ : یہ تصویر کا دوسرا رخ ہے یعنی جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں اور اسی طرح نماز کو قائم کریں اور زکوۃ دیں، تو جو ان احکامات کو بروئے کار لائے، ان کو اللہ تعالیٰ اجر عطا فرمائے گا اور ایسے لوگوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم ہوگا اس لئے کہ زکوٰۃ، خیرات اور صدقات سے تمام ملک یکساں طور پر فائدہ اٹھاتا ہے، فقراء اور مساکین اپنی حالت کو درست کرلیتے ہیں دولت کا ایک حصہ تقسیم ہوجاتا ہے اور اسی طرح دولتمندوں اور غریبوں کی باہمی کشمکش کا سلسلہ صاف ہوجاتا ہے۔

ایمان والوں کو پرہیز گاری کرنا اور سود سے بچنے کی تلقین

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ ذَرُوۡا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ : اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور اسلام سے پہلے جو ربا (سود) لے چکے ہو اس کی واپسی کا تم سے اسلام مطالبہ نہیں کرتا لیکن جو کچھ باقی سود رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اس کے لینے کی اجازت نہیں اگر تم ایمان والے ہو، یعنی منع کرنے سے پہلے جو سود لے چکے ہو وہ معاف ہے لیکن ممانعت کے بعد جو سود ہو وہ ہرگز نہ مانگو، ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ خدا کے حکم کے سامنے گردنیں جھکا دو اور اس کی نافرمانی سے باز آجاؤ۔

سود کے خلاف اعلان جنگ

فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ ۚ وَ اِنۡ تُبۡتُمۡ فَلَکُمۡ رُءُوۡسُ اَمۡوَالِکُمۡ

لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ : جس طرح دنیوی بادشاہ اپنی سلطنت میں بغاوت جائز نہیں سمجھتا۔ اسی طرح وہ احکم الحاکمین بھی اپنی حکومت میں سود کو جائز نہیں رکھتا۔ باغی خدا سے نہ ڈر کر سینہ زوری سے قانون شکنی کرتا ہے اس طرح سود لینے والا بھی باغی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ اگر توبہ کرلو تو اصل مال تمہارا ہے نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے گا جس طرح آخرت میں ظلم نہیں ہوگا، تم بھی دنیا میں ظلم نہ کرو لیکن اب اس وقت سود کی بیماری برصغیر پاک وہند میں عام ہوگئی ہے اور یہ بیماری یورپ سے آئی ہے اور جس وقت یہ عام ہوگئی تو کوئی ہزار بار چاہے اور کہے کہ اس کی اجازت دی جائے تو یہ ہرگز نہیں دی جاسکتی اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک بیمار ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے فلاں چیز دے دو حالانکہ وہ مہلک ہے تو حکیم ہرگز اجازت نہیں دے گا خواہ بیمار ایک ہو یا ساری دنیا بیمار ہو حکیم وہ چیز جو بیمار چاہتا ہے ہرگز نہیں دے گا بلکہ اپنے طبی قانون کے مطابق نسخہ تجویز کرے گا۔

زر پرست مغربی اقوام کی وجہ سے سود کی وبا

اب اس وقت لوگ افلاس اور تنگ دستی کی بیماری میں مبتلا ہیں اور اہل یورپ جو دربار خداوندی سے راندے ہوئے ہیں کہتے ہیں کہ مسلمان چونکہ سود نہیں لیتے اس لئے ڈوب رہے ہیں، اگر سود لینا شروع کر دیں تو چند ایام میں سنبھل جائیں گے، بیشک لوگ تنگدستی کی بیماری میں مبتلا ہیں اور بعض بیمار جو یورپ کے رنگ میں رنگے ہوتے ہیں یہ نسخہ طلب کرتے ہیں لیکن شریعت محمدی یہ نسخہ اس کے لئے ہرگز تجویز نہیں کرتی کیونکہ یہ مہلک بیماری ہے جس کی قباحت پیچھے بیان ہو چکی ہے بلکہ نہایت اکسیر نسخہ دیانت داری اور ایفائے عہد ہے

مسلمانوں کی پسماندگی کی اصل وجوہات بدعہدی اور بددیانتی

آج کل مسلمان جو تنگدستی کا شکار ہورہے ہیں، اس کی وجہ یہی ہے کہ ان میں دیانتداری اور ایفائے عہد نہیں رہا اگر ان دو امور کے بالالتزام پابند ہوجائیں تو سارے مسلمان سنبھل سکتے ہیں بس یہی نسخہ ہے وہ نہیں جو اعداء اللہ بتلاتے ہیں مثلاً ایک شخص قرض دیتا ہے اور مقروض ایک ماہ کا وعدہ کرتا ہے لیکن سال گزر جاتا ہے اور واپس کرنے کا نام ونشان نہیں لیتا بلکہ طلب کرنے پر

لڑنے کو تیار ہو جاتا ہے، اس بدعہدی سے تباہ ہو رہے ہیں نہ اس لئے کہ سود نہیں لیتے اگر مسلمانوں میں حفظ عہد اور امانت و دیانت آجائے تو آج بھی مسلمان اچھی خاصی ترقی کر سکتے ہیں۔

تنگدست مقروض کو مہلت دینے کا حکم

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ:

اب جب سود ختم ہوا تو مقروض سے رأس المال واپس دلانا ہوگا اب بیان ہے کہ مقروض کو فوری دینے کی استطاعت نہیں تو کیا کریں تو فرمایا کہ اگر مقروض تنگدست ہے تو اصل قرضہ وصول کرنے میں بھی مالی وسعت پیدا ہونے تک اسے مہلت دو اس طرح کرنے سے تمہیں ثواب ملے گا یعنی مہلت دینے کی نسبت اس میں زیادہ ثواب ہے۔

ربا کی علت اور ابتداء کیسے ہوئی؟

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ:

اس دن سے ڈرو جس دن اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر ہر شخص کو اسکی کمائی کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو کرو گے ویسا بھرو گے، بہرحال رباخوری کی علت و ابتداء ایسی ہوئی کہ مقروض قرض لیتے وقت منت اور سماجت کرتا ہے اور جب دائن واپس لینے آتا ہے تو یہ بہانے بناتا ہے تو قرض خواہوں نے ایک قانون جرمانے کا مقرر کیا کہ خود وقت پر آکے دیں گے اور جب اس کی مخالفت کی گئی اور ادا نہ کیا تو اس کا علاج یہ بنایا ہے کہ مقروض بہانے نہ بنائے وعدہ خلافی نہ کرے۔

رباخوری کا حل قانون دین

یہ قانونِ دین آگے رکوع میں بیان ہو رہا ہے کہ لکھ کر دو یہی اسی کا حل ہے کہ مدیون سے تحریر لے لو، گواہوں سے دستخط کراؤ تحریر وقت پر جا کر عدالت میں داخل کراؤ، حکومت خود سمن بھیج کر اسے بلائے گی اور اس سے قرض وصول کرے گی رباخوری کا حل ہے قانونِ دین جو آگے بیان ہو رہا ہے۔

رکوع 39

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ

اے ایمان والو! جب تم کسی وقت مقرر تک آپس میں ادھار کا معاملہ کرو

مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ ۚ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ

تو اسے لکھ لیا کرو اور چاہیے کہ تمہارے درمیان لکھنے والے انصاف سے

بِالْعَدْلِ ۚ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَن يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ

لکھے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اس کو اللہ نے سکھایا ہے

اللَّهُ ۚ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ

سو اسے چاہیے کہ لکھ دے اور وہ شخص بتلاتا جائے کہ جس پر قرض ہے اور اللہ سے ڈرے

رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا ۚ فَإِن كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ

جو اس کا رب ہے اور اس میں کچھ کم کر کے نہ لکھائے پھر اگر وہ شخص کہ جس پر

الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَن يُمِلَّ هُوَ

قرض ہے بے وقوف ہے یا کمزور ہے یا وہ بتلا نہیں سکتا تو اس کا کارکن

فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ ۚ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن

ٹھیک طور پر لکھوا دے اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ کر لیا کرو

رِجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ

پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے

مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا

جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو تاکہ اگر ایک ان میں سے بھول جائے تو دوسری

فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا

اسے یاد دلا دے اور جب گواہوں کو بلایا جائے تو انکار نہ کریں اور معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی

دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا

میعاد تک لکھنے میں سستی نہ کرو یہ لکھ لینا اللہ کے نزدیک انصاف کو زیادہ قائم رکھنے والا ہے

اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَ

اور شہادت کا زیادہ درست رکھنے والا ہے اور زیادہ قریب ہے اس بات کے کہ

اَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً

تم کسی شبہ میں نہ پڑو مگر یہ کہ سوداگری ہاتھوں ہاتھ ہو جے

تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا

آپس میں لیتے دیتے ہو پھر تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اسے نہ لکھو اور

تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۠ وَلَا يُضَآرَّ

جب آپس میں سودا کرو تو گواہ بنا لو اور لکھنے والے اور گواہ بنانے والے کو تکلیف نہ

كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيدٌ ۬ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ

دی جائے اور اگر تم نے تکلیف دی تو تمہیں گناہ ہو گا

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَ يُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کا

عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾ وَ اِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّ لَمْ تَجِدُوْا

جاننے والا ہے۔ اور اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ

كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا

تو گروی پر قبضہ کیا جائے اور اگر ایک تم میں سے دوسرے پر اعتبار کرے تو چاہیے

فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَ لْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ

کہ وہ شخص امانت ادا کر دے جس پر اعتبار کیا گیا اور اپنے اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے

وَ لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَ مَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ

اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو شخص اسے چھپائے گا تو بے شک اس کا دل گناہگار ہے

قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾ ع ۳۹

اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ خوب جانتا ہے۔

رکوع (۳۹)

خلاصہ: قانونِ دَین المداینة

ماخذ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ (البقرة:۲۸۲)

مسلمانوں پر انفاق فی سبیل اللہ کو لازمی قرار دینا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا : یہ آیۃ المداینۃ کہلاتی ہے اس کے برابر سارے قرآن مجید میں کوئی آیت نہیں ہے سوائے آیۃ الکرسی کے جو الٰہیات کے لحاظ سے بڑی ہے انفاق فی سبیل اللہ کو مسلمانوں پر لازم قرار دیا گیا کیونکہ اس کے بغیر خلافت نہیں چل سکتی اور اہل دولت کے تعاون کو چند شرائط سے محدود کر رکھا ہے کہ من اور اذیٰ نہ کرے اور مقصد طلب مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ اور مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ہو، اس انفاق فی سبیل اللہ کو عادت بنانے کے لئے ربا کو حرام کر دیا گیا، جس درجے کا خلق پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے تو اس کی ضد کو حرام کرنا ہوگا تو انفاق فی سبیل اللہ کی صورت میں اصل اور نفع دونوں کا لینا نہیں ہوگا تو اس کی ضد ربا کو حرام کر دیا، ربا کی بھی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ ربا کا اصل یہ ہے کہ مقروض مصیبت کے وقت منت وسماجت کر کے مانگتا ہے پھر قرض خواہ کو ضرورت ہوتی ہے اور مقروض دیتا نہیں تو انہوں نے قانون یہ بنایا کہ ان پر جرمانہ لگا دو تو سود خوری کی ضرورت بظاہر کچھ

پیش آئی۔ لاہور کا واقعہ ہے کہ ایک شخص نے پانچ سو روپے قرض لئے تھے، کچھ زمانے کے بعد جج نے مقروض کے خلاف ایک لاکھ روپے کی ڈگری دی۔

شریعت نے مقروض کو ربا کے بجائے تحریر کا پابند کیا

جس چیز کو بند کرانا چاہتے ہو تو اس کے اسباب کو بند کرنا چاہیے، ربا کا سبب ہے مقروض کا قرض خواہ کو وقت پر قرضہ نہ دینا۔ سود خوروں نے اس سبب کو بند کرنے کے لئے ربا کا طریقہ ایجاد کیا اور شریعت نے اس کے لیے یہ طریقہ ایجاد کیا کہ مقروض سے تحریر لی جائے اور اس پر گواہ مقرر کئے جائیں، وقت مقررہ پر نہ دینے کی صورت میں عدالت میں تحریر پیش کرے کیونکہ جب تک دباؤ نہیں پڑے گا وہ قرض ادا نہیں کرے گا اور اسی طرح مقروض کے جھوٹ سے بچنے کے لئے تحریر کر لی جاتی ہے اور اس پر گواہ مقرر کئے جاتے ہیں تا کہ جھوٹ نہ بولے تو اس طریقہ سے شریعت نے ان کی مشکل کا علاج کیا، خرید و فروخت کے وقت بھی تحریر لینی چاہیے۔

تحریر کے مسائل

ارشاد ہوتا ہے کہ اے اہل ایمان! جب تم کسی خاص مدت تک آپس میں ادھار کا معاملہ کرو تو اس کو لکھ لیا کرو اور چاہیے کہ تمہارے درمیان لکھنے والا انصاف کے ساتھ لکھے، اس میں کوئی کمی بیشی نہ کرے کیونکہ قلم کا فتنہ بہت بڑا فتنہ ہے، بسا اوقات اس کی وجہ سے بڑا نقصان اٹھانا پڑتا ہے لہٰذا کاتب کے لیے ضروری ہے کہ وہ لکھنے سے انکار نہ کرے جبکہ اللہ نے اُسے علم دیا ہے بلکہ چاہیے کہ وہ لکھ دے یعنی جب کسی ان پڑھ شخص کو تحریر کی ضرورت ہو تو پڑھے لکھے آدمی کو اس کی مدد کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ نے اُسے علم کی جو نعمت عطا کی ہے اس میں بخل نہیں کرنا چاہیے۔

تحریر مدیون کا حق ہے

دستاویز کی اہمیت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ دستاویز کی تیاری کس کا حق ہے؟ یعنی کون فریق اس کو لکھوانے کا حق دار ہے؟ فرمایا کہ تحریر وہ شخص کرائے جس کے اوپر حق ہے اور وہ مدیون یا مقروض ہے، اسے چاہیے کہ وہ قرضہ کی شرائط ٹھیک ٹھیک لکھوائے اور اس معاملہ میں کسی قسم کی زیادتی نہ کرے اور اپنے پروردگار سے ڈر جائے اور تحریر کراتے وقت کسی چیز کی کمی نہ کرے بلکہ دستاویز بالکل درست طور پر لکھوائے کہ اتنی رقم یا فلاں چیز قرض پر لی گئی ہے اور یہ فلاں تاریخ کو فلاں جگہ واپس کرنی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی دائن مدیون گواہ اور عرضی نویس سب پر نظر

فَاِنْ كَانَ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ : بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لکھوانے والا اس قابل نہیں ہوتا کہ وہ درست طریقے سے دستاویز تیار کروا سکے، ایسی صورت کے متعلق فرمایا کہ اگر مقروض جسے دستاویز لکھوانے کا حق ہے، بے عقل ہے یا ضعیف ہے، یا تحریر کروانے کی طاقت نہیں رکھتا، مقصد یہ کہ اس میں کوئی ایسی فطری کمزوری ہے جس کی بنا پر وہ درست تحریر کروانے سے قاصر ہے، ایسا کم عقل ہے کہ معاملے کو سمجھتا نہیں یا بہت کمزور یا بوڑھا ہے کہ حواس درست نہیں یا زبان نہ جاننے کی وجہ سے لکھوانے کی استطاعت نہیں رکھتا تو اس کے ترجمان، ولی، سرپرست، نمائندہ یا وکیل کی ذمہ داری ہے کہ وہ انصاف کے ساتھ تحریر مکمل کرا دے اور کسی قسم کی رعایت نہ کرے کہ مقروض کہیں کاتب سے لکھوا کر کچھ گھٹا دے اللہ تعالیٰ انسان کی شرارتوں سے واقف ہے، اب اس کا علاج کر دیا کہ جاہل دائن کے ساتھ شریر مدیون شرارت نہ کرے، اگر قرض کا ذمہ دار بے وقوف ہے، جاہل ہے یا کچھ بتلا نہیں سکتا تو اس کا نوکر یا ولی رکھا ہے تو جائیداد کی بنا پر وہی ولی ٹھیک طور پر کارگزاری لکھوا لے، اس بچے یا بیوقوف یا جاہل مالک کے نام پر، کل کو اگر نوکر موقوف کر دیا جائے یا نوکری ختم کر دی جائے تو جائیداد صاحب دین ہی کو ملے گی۔

گواہی کی شرائط

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى : آپس میں لین دین کرتے وقت یا کوئی دیگر معاملہ طے کرتے وقت فرمایا کہ اپنے میں سے دو گواہ مقرر کر لو گواہی کی ضرورت مختلف معاملات میں پڑتی ہے، مثلاً مقدمات میں سے فوجداری مقدمہ اور دیوانی مقدمہ میں گواہی کے معیار مختلف ہیں، اسی طرح دینی معاملات اور دنیوی معاملات میں گواہی کی شرائط مختلف ہیں تو جس قسم کا معاملہ درپیش ہوگا اس کے مطابق گواہی کی شرائط عائد ہوں گی، شہادت میں گواہ کا ذاتی مفاد نہیں ہونا چاہیے اگر اسے کوئی ذاتی فائدہ پہنچ رہا ہے تو ایسی گواہی مردود ہوگی، یا اگر گواہ اس لیے گواہی دے رہا ہے کہ وہ خود کسی نقصان سے بچ جائے گا تو ایسی شہادت بھی مقبول نہ ہوگی، فرمایا معتبر گواہی یہ ہے کہ تم میں سے دو مرد گواہی دیں اور اگر دو مرد گواہ میسر نہ ہوں تو ایک

مرد اور دو عورتیں کافی ہیں یعنی دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر قرار دیا اور یہ گواہ ایسے جو تمہیں پسند ہوں۔ ظاہر ہے کہ پسند وہی ہوں گے جو نیک اور عادل ہوں گے، جن سے ٹھیک ٹھیک گواہی کی امید رکھی جا سکتی ہے کیونکہ غیر ثقہ اور جھوٹے آدمی سے درست گواہی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی گواہی کو اکھٹا رکھنے کی حکمت

فرمایا ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کو اکٹھا رکھنے میں حکمت یہ ہے کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلائے کیونکہ عورتیں عام طور پر مردوں کے مقابلے میں کمزور ہوتی ہیں، اس لیے کہ ان سے نسیان زیادہ واقع ہوتا ہے اور وہ بھول جاتی ہیں یہ ایک انسانی فطرت ہے لہٰذا ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی گواہی مقبول ہوگی۔

گواہی کی ذمہ داری

وَ لَا یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا وَ لَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِیْرًا اَوْ كَبِیْرًا اِلٰۤى اَجَلِهٖ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَرْتَابُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِیْرُوْنَهَا بَیْنَكُمْ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا: گواہوں کی حاضری کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب گواہوں کو طلب کیا جائے تو وہ گواہی کے لیے آنے سے انکار نہ کریں یہ ان کی ذمہ داری ہے اگر کوئی معاملہ الجھ گیا ہے اور وہ موقع کے گواہ ہیں تو انصاف کا تقاضا ہے کہ وہ ٹھیک ٹھیک شہادت دے کر معاملہ کا تصفیہ کرا دیں یہ ان کی اخلاقی ذمہ داری ہے، آیت کے اگلے حصے میں اللہ تعالیٰ نے تحریر کی دوبارہ تاکید فرمائی ہے۔ فرمایا معاملہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا معمولی نوعیت کا ہو یا اہم، اُسے لکھنے میں دلگیر نہ ہو یعنی تحریر میں تساہل نہیں کرنا چاہیے بلکہ اسے مدت مقررہ تک لکھ لینا چاہیے، اللہ کے ہاں زیادہ انصاف والی بات ہے اور گواہی کو زیادہ درست رکھنے والی چیز ہے اور زیادہ قریب ہے کہ تم شک وشبہ میں نہ پڑو، یہ سب تحریر کے فوائد میں سے ہیں۔

تحریر کا مقصد

نقد معاملے میں تحریر کی ضرورت نہیں ہے، ہاں! اگر ایسی صورت میں بھی کوئی لکھنا چاہے تو احسن ہے، اگر آئندہ زمانے میں معاملے کی نوعیت معلوم کرنا چاہو، تو تحریر کے ذریعے ٹھیک ٹھیک معلومات حاصل ہو سکیں گی، تاہم ایک عام اصول یہ بتایا کہ لین دین کے معاملہ میں سودا کرتے وقت گواہ ضرور بنا لو، اگر اس کی تحریر نہیں کرتے تو کوئی حرج نہیں مگر گواہ ضرور بنا لو کہ لین دین کا

معاملہ ہے کسی وقت بھی کوئی تنازعہ پیدا ہو سکتا ہے، جس سے عہدہ براء ہونے کے لئے گواہی ضروری ہے۔

کاتب اور گواہ کا تحفظ

وَ اَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ وَ لَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّ لَا شَهِيْدٌ وَ اِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌ بِكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ يُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ : تنازعہ کی صورت میں بعض اوقات فریقین کے ساتھ کاتب اور گواہ کو بھی مشکلات پیش آتی ہیں، جن کی وجہ سے انہیں نقصان اٹھانا پڑتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آج کے زمانے میں کوئی شخص گواہی دینے کیلئے تیار نہیں ہوتا، وہ جانتا ہے کہ اسے کتنی دفعہ عدالت میں حاضر ہونا پڑے گا اور اس کا کتنا وقت ضائع ہوگا اور پھر جس کے خلاف گواہی دے گا وہ اس کا دشمن بن جائے گا اور اسے نقصان پہنچائے گا۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے معاملے کے فریقین کو نصیحت فرمائی ہے کہ نہ نقصان پہنچایا جائے لکھنے والے کو اور نہ گواہ کو، اگر ان اصحاب کو اور کوئی تکلیف نہ ہو تو کم از کم ان کے وقت کی قدر اور ان کی سواری کا انتظام تو ہونا چاہیے تاکہ کسی دوسرے شخص کی گواہی کے لیے انہیں ذاتی طور پر نقصان تو نہ ہو، اسی لیے فرمایا کہ کاتب اور گواہ کو تکلیف نہ دو، ان کو نقصان نہ پہنچاؤ پھر اگر تم ان شریف آدمیوں کو نقصان پہنچاؤ گے، ان کا تحفظ نہیں کرو گے تو یہ فسق ہوگا، خدا کی اطاعت سے باہر نکلنے کے مترادف ہوگا، اللہ سے ڈرو، اس کے احکام کی خلاف ورزی نہ کرنا، ہر حالت میں خدا کو دل سے نہ نکالنا، اللہ تمہیں ایسی ہی نیکی اور اچھائی کی باتیں سکھاتا ہے، دیوانی اور فوجداری مقدمات کے معاملات اور ان کے متعلق احکام تمہیں اللہ تعالیٰ سکھاتا ہے، ان پر عمل کرو گے تو اس دنیا میں بھی چین کی زندگی بسر کرو گے اور آخرت میں بھی اسکی گرفت سے بچ جاؤ گے، اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے یہ نہ سمجھنا کہ وہ تمہارے حال سے ناواقف ہے بلکہ وہ تمہاری نیتوں سے بھی واقف ہے، لہٰذا تم اس کی گرفت سے نکل نہیں سکتے اپنے اعمال کو ہمیشہ درست رکھو گے، تو فلاح پاؤ گے۔

رہن کا مسئلہ

وَ اِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّ لَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَ لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَ مَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ : اگر تم سفر پر ہو اور کاتب نہ مل سکے تو مقروض سے رہن رکھ

لو کیونکہ دائن کے پاس یہ وثیقہ ہوگا اور اگر قرض خواہ مقروض کو امین خیال کر کے رہن نہ لے تو مقروض کا فرض ہے کہ ایمانداری سے اس کا روپیہ ادا کردے۔

رہن تحریر کا قائم مقام اور اس کے احکام

مرہون چیز تحریر کا قائم مقام ہے اس لئے قرض خواہ چیز مرہون سے نفع نہیں اٹھا سکتا مگر دو چیزیں مستثنیٰ ہیں کہ ان سے نفع اٹھانے کی اجازت ہو، ایک دودھ والا جانور رہن کیا ہے، قرض خواہ اس کی خدمت کے عوض دودھ پی سکتا ہے اور دوسرا سواری کا جانور ہے اس کی خدمت کے عوض سواری کر سکتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الظهر يركب إذا كان مرهونا، ولبن الدر يشرب إذا كان مرهونا وعلى الذي يركب ويشرب نفقته (الترمذی: ح ١٢٥٤) ''مرہونہ جانور پر سواری کرنا اور دودھ پینا جائز ہے لیکن جانور کا نفقہ (خوراک) بھی اسی شخص پر ہوگا'' اور بعض الناس مکانات کو بھی گائے بھینس اور گھوڑے پر قیاس کرتے ہیں یعنی جیسے خوراک کے عوض میں دودھ اور سواری کرنا جائز ہے، اسی طرح مکان کی مرمت دیکھ بھال کے عوض مکان سے نفع اٹھانا بھی جائز ہے مگر یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے کیونکہ مرمت میں جو صرف ہوتا ہے، وہ رقم بالکل اقل قلیل ہے اور وہ بھی مدت کے بعد، بہ خلاف ان جانوروں کا جن کا خرچ تو روزانہ ہے اور رہن سے نفع اٹھانے والا سود خوروں سے زیادہ مجرم ہے کیونکہ رہن کا روپیہ ضائع ہونے والا ہے اس لئے مقروض کی جائیداد قرض خواہ کے قبضہ میں ہے اور سود خور کے پاس تمسک کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اب گواہوں کو بھی کہتے ہیں کہ جھوٹ نہ بولو سچ بولو اور چھپاؤ نہیں یہ عدالت کے احکام ہیں یا نہیں؟ پہلے یہ خیال ہی نہیں آیا تھا کہ گویا کوئی عدالت بیٹھی ہوتی ہے۔

رکوع 40

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ ہی کا ہے اور اگر تم اپنے دل

فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ

کی بات ظاہر کرو گے یا چھپاؤ گے اللہ تم سے اس کا حساب لے گا پھر جس کو

لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

چاہے بخشے گا اور جسے چاہے عذاب کرے گا اور اللہ

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ

ہر چیز پر قادر ہے۔رسول نے مان لیا جو کچھ اس پر اس کے رب کی طرف سے اترا

رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ

ہے اور مسلمانوں نے بھی مان لیا سب نے اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو

وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟

اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو مان لیا ہے کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسولوں کو ایک

وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ

دوسرے سے الگ نہیں کرتے اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور مان لیا اے ہمارے رب تیری بخشش چاہتے ہیں اور تیری

الْمَصِيْرُ ﴿٢٨٥﴾ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا

ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ کسی کو اس کی طاقت کے سوا تکلیف نہیں دیتا

مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ

نیکی کا فائدہ بھی اسی کو ہو گا اور برائی کی زد بھی اسی پر پڑے گی اے رب ہمارے! اگر ہم

اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا

بھول جائیں یا غلطی کریں تو ہمیں نہ پکڑ اے رب ہمارے! اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ

كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا

جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر رکھا تھا اے رب ہمارے! اور ہم سے وہ بوجھ نہ

تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۪ وقفة

اٹھوا جس کی ہمیں طاقت نہیں اور ہمیں معاف کر دے اور ہمیں بخش دے

وَاغْفِرْ لَنَا ۪ وقفة وَارْحَمْنَا ۪ وقفة اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا

اور ہم پر رحم کر تو ہی ہمارا کارساز ہے کافروں کے مقابلہ میں

عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٨٦﴾ ع

تو ہماری مدد کر۔

رکوع (۴۰)

خلاصہ: شورائی خلافت کا تعلق باللہ

ماخذ: لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (البقرة : ٢٨٤)

خلافت کبریٰ میں مالی اور علمی معاونین کی ضرورت

یہ پانچویں باب میں آخری رکوع ہے اس کا پہلا باب تہذیب اخلاق تھا یعنی اگر حال (قلبی کیفیت) ہے تو تصوف ہے اور اگر قال ہے تو علم ہے، اس کے بعد تدبیر منزل اور اس کے بعد ملک گیری اور ملک داری کا ذکر تھا اور اس کے بعد خلافت کبریٰ کا ذکر جاری ہے، خلافت کبریٰ اقوام عالم کے مخاصمات (مقدمات) کو رفع کرے گی، خلافت میں دو قسم کے معاونین کی ضرورت ہوتی ہے (۱) اہل دولت (۲) اہل علم، اہل دولت مال نثار کریں گے اور اہل علم عالمانہ مشورے دیں گے۔

خلیفہ کو شوریٰ سے مشاورت کا حکم

اب راعی اور خلافت کا ذکر ہے وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (الشوری:٣٨) اسی طرح اللہ کے ملک میں قیام امن کے نکتہ نگاہ سے ایک خلیفہ بنانا پڑے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعقل اهل الارض (روئے زمین پر سب سے بڑے عاقل) تھے مؤید من الله بروح القدس تھے، اللہ تعالیٰ نے وہ عقل دی جو نہ پہلے کسی کو دی نہ بعد میں دے گا پھر بھی وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (ال عمران: ١٥٩) شوریٰ کے قیام کا حکم دیا گیا ہے مشاورت کے بغیر ویسے بھی اگر فیصلہ کرتے تو وہی ہوتا جو اللہ کی مرضی ہوتی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اسوةٌ للناس ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت نہ ہونے کے باوجود مشورے لئے

اس واسطے شوریٰ کا حکم (ضرورت نہ ہونے کے باوجود) دے دیا جنگ بدر وغیرہ کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوریٰ سے مشورے کئے اور معاونین خلافت اہلِ علم واہلِ دولت کو بنایا تو خلیفہ مالی معاملات کیلئے اہل دُنیا اور علمی معاملات کے لئے اہل علم لے گا وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (الشوریٰ:۳۸) مسلمانوں کے لئے بھی ہے، اس لیے خلیفۃ المسلمین کی بھی کوئی شوریٰ ہو گی، شوریٰ جو مسلمانوں کی انتہائی عدالت ہے جس سے آگے اپیل نہیں ہوسکتی اس کا فیصلہ اٹل ہو گا اب ان کو ڈراتے ہیں۔

حکمرانوں کے غرور وتکبر کا علاج

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ : یہ قاعدہ ہے کہ حکومت کے دماغ میں علو ہوتا ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ خبردار اگر تم لوگوں نے ظلم کیا تو تمہارے اوپر ایک ایسی ہستی ہے جو مواخذہ کرنے والی اور آسمان اور زمین کی مالک ہے اور اسی طرح ملک بھی خدا کا ہے تمہارا نہیں ہے، یہ نہ سمجھو کہ ملک تمہارا ہے تم ویسے کے ویسے، بندے کے بندے ہو ملک خدا کا ہے۔

نیتوں میں خرابی پر بھی مواخذہ

اگر کسی کو نقصان پہنچانے کی کوئی بات دل میں بھی سوچی تو تیری گرفت ہوگی، اسی طرح اگر نیتوں میں نقص ہوگا جب بھی مواخذہ ہوگا، اعلیٰ جماعت اگر بُرا ارادہ بھی کرے گی تو وہ اس کے حق میں مضر ہے، منتظم تم ہو لیکن تملیک اللہ کی ہے، اللہ تعالیٰ ڈرا رہا ہے تم میں پھوٹ ایسی ڈالے کہ نہ خلیفہ رہے، نہ شوریٰ رہے اور وہ سزا دینے والا ہے اگر چاہے معاف کر دے، چاہے عذاب دیدے عدالت الٰہی کا اختیار ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے سمع واطاعت کی خدائی سند

اب جب یہ آیات نازل ہوئیں صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آئی بلکہ خود ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ معاملہ کس طرح ہوگا آیا

نیتوں پر بھی حساب ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا یہود کی طرح سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا کہنا تمہارا بھی مقصد ہے؟ تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہرگز نہیں ہم تو سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کہتے ہیں اور سن کر اللہ تعالیٰ کی تصدیق اور اطاعت کرتے ہیں، اس کے بعد اگلی آیت اٰمَنَ الرَّسُوْلُ نازل ہوئی اور یہ ایک قسم کی سند ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ نے جو کچھ ان کی طرف نازل ہوا تھا سب مان لیا۔

سمع واطاعت کا صلہ بشارت

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ:

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلیفۃ اللہ فی الارض ساری دنیا کے امام اعظم من جانب اللہ تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اہل شوریٰ ہیں تو فرمایا اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ ملک پھر بھی خدا کا ہے جو حکم وہ دے گا اس کی تعمیل کریں گے، اللہ تعالیٰ نے سب حضرات کی تصدیق کی، جتنے احکام تمام گزشتہ امتوں کو انبیاء علیہم السلام کے ذریعے سے ملے تھے وہ اگر آج ہمیں دے دیئے جائیں تو سب کے کرنے کیلئے پورے تیار ہیں اب کوئی قوم مسلمانوں پر یہ فخر نہیں کرسکتی کہ ہم نے بڑے بڑے کام کئے ہیں، جب سب نے کہا ہم نے سنا اور اطاعت کرتے ہیں، اب تیری مغفرت کی امید رکھتے ہیں تیرا خوف دل میں رکھتے ہوئے نظام کو چلائیں گے اگر غلطی ہوئی تو معاف فرمانا۔

خیر الامت کے اوصاف ووظائف

قرآن مجید میں امت محمدیہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ آپ کی امت خیر امت ہے یعنی تمام امتوں میں سے بہترین امت ہے، جس طرح نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں سے افضل ہیں، آپ کی امت بھی تمام امتوں اور تمام اقوام پر قرب الٰہی میں گوئے سبقت لے جائے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے پہلے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں کیونکہ آپ کے متصل پہلی صف میں وہ حضرات کھڑے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کی چند صفات بیان فرمائی ہیں، ہم لوگ چونکہ انہیں کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں ہم اہل سنت والجماعت ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے متبع اور صحابہ

کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جماعت کے عملی طور پر نقش قدم پر چلنے والے ہیں یعنی وہ ہمارے اسلاف اور ہم ان کے اخلاف ہیں۔

خیر امت کی دس صفات کا ذکر

اللہ جل شانہ نے اس آیت میں صحابہ کرامؓ کی دس صفات کا ذکر فرمایا ہے۔قرآن مجید پر ایمان لانا، سب آسمانی کتابوں پر ایمان لانا، سب رسولوں پر ایمان لانا۔انبیاء علیہم السلام میں تفریق نہ کرنا، جس طرح کہ یہود و نصاری کرتے تھے کہ کسی کو مانا اور کسی کو نہ مانا، اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو سننا اور مان لینا، اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگنا، یہ مان لینا کہ ہم مر کر پھر بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوں گے۔

اصلی سنی صحابہ کرامؓ ہیں

آپ کو معلوم ہے کہ اصلی چیز کی جو قیمت ہوتی ہے وہ نقلی کی نہیں ہوتی، اصل میں جو خوبیاں اور اثرات ہوتے ہیں وہ نقلی میں ہرگز نہیں ہوتے مثلاً جو قدرتی بینگن میں تاثیر ہے وہ مٹی کے مصنوعی بینگنوں میں نہیں ہو سکتی، علی ہذا القیاس اصلی اہل سنت والجماعۃ صحابہ کرامؓ ہی ہیں، مذکورہ دس صفات انہی حضرات کی قرآن مجید سے بیان کی گئی ہیں۔ان کے بعد جس شخص یا جس جماعت میں وہ صفات پائی جائیں گی وہ اصلی اہل سنت والجماعۃ ہوں گے اور جو ان اوصاف سے خالی ہوں گے وہ نقلی کہلائیں گے، میرے خیال میں مسلمانوں کی اکثریت میں یہ اصول نہیں پائے جاتے، اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم ہر لحاظ سے رو بہ تنزل ہیں۔

اللہ انسانی طاقت سے باہر احکام صادر نہیں فرماتا

لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَ اغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ : اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ نفوس کی پوشیدہ باتوں پر بھی محاسبہ ہوگا اب اس کو اور زیادہ وضاحت سے بیان کیا کہ اس سے مراد غیر اختیاری امور نہیں ہیں کیونکہ اللہ کبھی ایسے احکام صادر نہیں کرتا جو ایک شخص کی طاقت سے باہر ہوں اور ان کیلئے اسباب فراہم نہ ہو سکیں بلکہ جتنا کرو گے اسی کے مطابق جزا ملے گی، قوت ارادی میں ضعف و کمزوری نہ آنے

جائے اور کام کرنے کا عزم مصمم ہو پھر اگر غلطی ہو جائے تو یوں دعا کرو کہ ہم سے بھول کر کوئی غلطی ہو جائے یا باوجود یاد ہونے کے پھر بے ارادہ کوئی فعل سرزد ہو تو اس پر مواخذہ نہ کیجئے۔

قانون کے متعلق دو باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں پہلی یہ کہ اگر یونہی ان کو عمل کرنے کے لئے مجبور کیا گیا تو وہ کبھی اس کے پابند نہ رہ سکیں گے، دوسری یہ کہ طاقت واستطاعت سے زائد نہ ہوں، ان دونوں غلط کاریوں سے ہمیں محفوظ رکھنا کیونکہ پہلی قومیں ان مصائب کی بنا پر فنا ہو گئیں، ہم پر اس قسم کی بے سمجھی اور نادانی کا بارِ عظیم نہ ڈالنا اور جو قانون بھی نوازش ہو تو ہماری طاقت کا لحاظ کر کے دیا جائے، ہم اگرچہ غلط کریں مگر عفو و درگزر سے کام لینا اور سختی سے پیش نہ آنا غلط کاری کے بعد فوراً مواخذہ نہ کرنا بلکہ چند روز کی مہلت دینا کہ ہم اصلاح کرلیں لہٰذا تو اپنی رحمت سے آگے بڑھنے کا موقع نوازش کرتا اور اگر ہمارے مقابلے میں کوئی دوسری قوم پیدا ہو تو اسکو فنا کردے اور اس ترقی کیلئے صرف ہمارا ہی انتخاب عمل میں آئے تو ہی ہمارا پروردگار ہے، تیرے سوا اور کس کے پاس جا سکتے ہیں اور جب ہم تیرے ہی غلام ہیں تو ہمیں کفار پر غلبہ نوازش کرنا۔

سورۃ آل عمران

ربط

سورۃ البقرۃ اور سورۂ آل عمران کا آپس میں نہایت ہی گہرا ربط و تعلق ہے، اُس میں حضرت آدم علیہ السلام کا تذکرہ تھا اور اِس سورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات زندگی پر روشنی ڈالی گئی ہے، اُس میں یہودیوں کی خرابیوں کا ذکر تھا اور اِس میں نصاریٰ کے نقائص کی قلعی کھولی گئی ہے۔

خلاصہ سورت

جس سورت میں جس قوم کی اصلاح پیش نظر ہوتی ہے بطور براعت استہلال اسی کے خیالات کو مدنظر رکھ کر ابتدائے سورت میں تمہید اٹھائی جاتی ہے، چنانچہ سورہ بقرہ میں یہود مخاطب تھے اس لیے انہیں ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ سے دعوت دی گئی تھی اور نصاریٰ چونکہ مسئلہ توحید میں غلطی کر چکے اور تثلیث فی التوحید کے قائل ہو گئے تھے اس لیے آل عمران میں انہیں اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کی طرف دعوت دی گئی سورۂ مائدہ اور سورۂ نساء میں اصلاح عرب، سورۂ انعام میں اصلاح مجوس اور سورۂ اعراف میں اصلاح دیگر اقوام عالم اور سورۂ انفال میں قوانین جہاد اور سورۂ براءۃ (توبہ) میں اعلان جہاد ہے۔

یہاں نصاریٰ کی اصلاح مقصود بالذات اور یہود اور دیگر اقوام کی مقصود بالتبع ہے جو مختلف صورتوں میں آئے گی، حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کا یہی خیال ہے، آل عمران کے تمام مضامین اول سے آخر تک اسی طرح مربوط اور مسلسل ہیں، جس طرح سورہ بقرہ، انفال و توبہ میں ہیں، اس سورت کا روئے سخن نصاریٰ کی طرف ہے اس لئے سب سے پہلے ان کے عقیدۂ تثلیث کو باطل ٹھہرایا گیا اور توحید کو اصل و اساس تعلیمات الٰہیہ قرار دیا گیا، یہی تعلیم تورات اور انجیل کے اوراق میں محفوظ ہے اور اسی کا حامل قرآن حکیم بھی ہے۔

سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ
٣ مَدَنِيَّةٌ ٨٩
اٰیَاتُھَا ۲۰۰ رُکُوْعَاتُھَا ۲۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ۚ ﴿١﴾ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ؕ ﴿٢﴾

الم۔ اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ ہے نظام کائنات کا سنبھالنے والا ہے۔

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

اس نے تجھ پر یہ سچی کتاب نازل فرمائی جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے

وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۙ ﴿٣﴾ مِنْ قَبْلُ هُدًى

اور اسی نے اس کتاب سے پہلے تورات اور انجیل نازل فرمائی۔وہ کتابیں لوگوں کے لیے راہ نما ہیں

لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۬ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ

اور اسی نے فیصلہ کن چیزیں نازل فرمائیں بے شک جو لوگ اللہ کی آیتوں سے منکر ہوئے

اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٤﴾

ان کے لیے سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست بدلہ لینے والا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي

اللہ پر زمین اور آسمان میں کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔

السَّمَآءِ ۝٥ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ

وہی جس طرح چاہے ماں کے پیٹ میں تمہارا نقشہ بناتا ہے

يَشَآءُ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٦ هُوَ الَّذِيْٓ

اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں زبردست حکمت والا ہے۔ وہی ہے

اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ

جس نے تجھ پر کتاب اتاری اس میں بعض آیتیں محکم ہیں (جن کے معنی واضح ہیں)

اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ

وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری مشابہ ہیں (جن کے معنی معلوم یا معین نہیں) سو جن لوگوں کے

زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ

دل ٹیڑھے ہیں وہ گمراہی پھیلانے کی غرض سے اور مطلب معلوم کرنے کی غرض سے متشابہات کے پیچھے لگتے ہیں

وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ

اور حالانکہ ان کا مطلب سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا

وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ

اور مضبوط علم والے کہتے ہیں ہمارا ان چیزوں پر ایمان ہے یہ سب ہمارے

عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت وہی لوگ مانتے ہیں جو عقلمند ہیں۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ

اے رب ہمارے ! جب تو ہم کو ہدایت کر چکا تو ہمارے دلوں کو نہ پھیر اور اپنے ہاں سے

لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝۸ رَبَّنَآ اِنَّكَ

ہمیں رحمت عطا فرما بے شک تو بہت زیادہ دینے والا ہے۔اے ہمارے رب! تو

جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ

ایک دن سب لوگوں کو جمع کرنے والا ہے جس میں کوئی شک نہیں بے شک اللہ

ع ۱ / ۹ / ۹ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝۹ ع

اپنے وعدے کا خلاف نہیں کرتا۔

رکوع (۱)

خلاصہ: نصاریٰ کو دعوۃ الی الکتاب اور تعلیم کتاب میں صحیح وغلط کی تمیز

ماخذ: (۱) نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ (آل عمران:۳)

(۲) هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ وَ مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَ مَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ (آل عمران:۷)

الٓمّٓ: جو مطلب سورہ بقرہ میں الٓمّٓ کا تھا وہی مطلب یہاں بھی ہے جس نقطے پر وہاں یہود کو لانا مقصود تھا اسی نقطے پر یہاں اس سورت میں نصاریٰ کو لانا مقصود ہے اور اگر اس کا مفہوم معلوم ہو جائے تو یہ بھی بیس رکوعات کا اجمالی خلاصہ ہوگا۔

مادہ اور صورت کی انتہاء اللہ تعالیٰ ہی پر ہے

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ: مادہ اور صورت سے چیزیں بنتی ہیں حَیّ اللہ تعالیٰ کی وہ صفت ہے جو کہ صور عالم کا منبع ہے یعنی جس صفت کے انعکاس سے صورتیں پیدا ہوتی ہیں وہ حَیّ ہے اور دوسروں کے حَیّ ہونے کا باعث خود حَیّ اور دوسروں پر حیات کا پردہ ڈالنے والا ہے اور قَیُّوْم اللہ تعالیٰ کی وہ صفت ہے جو کہ مواد عالم کا منبع ہے یعنی قیام اشیاء مادہ سے ہوتی ہے اور جس اسم کی تاثیر سے مادہ پیدا ہوتا ہے وہ قَیُّوْم کہلاتا ہے حاصل یہ ہے کہ مادہ اور صورت کی انتہا اللہ تعالیٰ ہی پر ہے، جب مادہ اور صورت کی انتہا اسی پر ہے تو پھر دوسرے کے دروازے پر جانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کیوں مانیں؟ اور ان کا دروازہ کیوں کھٹکھٹائیں کہ وہ

خالق ہے؟ کیونکہ جس چیز کی ہمیں ضرورت ہوگی اس میں یہی دو چیزیں ہوں گی اور اسی طرح اشیاء کی ترکیب اور تکوین ان دو ہی چیزوں سے ہوتی ہے اور مادہ میں حیات انعکاس صورت ہی سے آئے گی، انعکاس نہیں ہوگا تو حیات نہیں آئے گی صورت جو بھی چڑھائیں جمادات، نباتات، حیوانات مادہ سینکڑوں چیزوں کیلئے صورت قبول کرنے کی استعداد رکھتی ہے تو صورِ عالم اللہ تعالیٰ کے کلمہ کن سے منعکس ہوتی ہیں، اس واسطے حیّ ہے۔

صورِ عالم اور مادے کا منبع

ہمارا عقیدہ کان اللہ ولم یکن معہ شیئ ہے یعنی مادہ بھی خدا کی پیدا کردہ چیز ہے، دہری یہ کہتے ہیں کہ مادہ بھی قدیم ہے صورت کا مادہ پر صورِ مادی نباتاتی، حیوانی، انسانی وغیرہ کی شکل میں انعکاس کردیا گیا تو نباتات وحیوانات، جمادات اور انسان وغیرہ بنے تو جب اللہ تمام صورِ عالم کا منبع ہے تو نہ عیسیٰ علیہ السلام خدا اور نہ مریم خدا بن سکتی ہیں۔

اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ کی براعت استہلال سے اگلے موضوع کی طرف اشارہ

جیسا کہ براعت استہلال کے طور پر مصنف خطبے میں ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے جس سے آئندہ موضوع کی طرف اشارہ ہو سکے یعنی نصاریٰ بھی اہل کتاب کی ایک قسم ہیں، نصاریٰ مسئلہ توحید میں دھوکہ کھا چکے ہیں وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ (المائدة:١١٦) اور یہود کو کتاب میں تردد تھا اسلئے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ فرمایا تھا۔

کوئی نبی نہ خدا بن سکتا ہے اور نہ خدا کا بیٹا

بعض نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانتے ہیں، بعض بیٹا اور بعض خدا کا حلول عیسیٰ میں مانتے ہیں لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ (المائدة:٧٣) تو یہاں برأت کے طور پر اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ فرمایا۔

ظالموں نے معصوم عیسیٰؑ کو مظلوم بنایا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام معصوم ہیں نصاریٰ نے انہیں مظلوم بنایا، انہوں نے بھی ستایا کہ ابن اللہ کہہ کر اللہ کی بارگاہ میں مسئول بنایا، عدالت کے کٹہرے میں لانا بھی کسر شان ہے انہوں نے یہ کب کہا تھا کہ میں اللہ کا بیٹا ہوں؟ ان ظالموں نے مسئول بنایا ان کے لئے کتنی تکلیف

کا باعث ہوگا، اسی طرح غیروں نے بھی ستایا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سارے انبیاء علیہم السلام میں زیادہ مظلوم ہیں۔

کتاب کا فیصلہ ہر معاملہ میں ناطق وفیصلہ کن

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ: قرآن مجید، تورات، انجیل اور زبور اس کی تلقین کے لیے نازل ہوئیں کہ جواہر واغراض کا خالق خدائے قدوس ہے، توحید کا سبق پڑھانے کیلئے قرآن حکیم نازل کیا گیا ہے کیونکہ کتاب کا فیصلہ ہر معاملہ میں ناطق وفیصلہ کن ہوتا ہے۔

حق کا معنی

حَقٌّ بمعنی درست اور ٹھیک، یہ ایسا معنی ہے جو ہر جگہ چسپاں ہوسکتا ہے، یہ ایسا معنی ہے جس میں کسی قسم کے تغیر وتبدل کا احتمال باقی نہیں رہتا، کتاب سے قرآن مراد ہے، انسان کو جس قدر صحیح تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس وقت کی کتاب الٰہی سے اچھی طرح پوری ہوسکتی ہے، حق کے ہر جگہ چسپاں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب اللہ جن ضروریات کیلئے نازل کی گئی ہے تو ان تمام ضروریات کا حل بھی اس میں موجود ہے، یہ کتاب اخلاقی، معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی قوانین پر حاوی ہے اور یہ مصدق ہے پہلی کتابوں کی، جب تینوں کا منزّل (نازل کرنے والا) ایک ہے تو روح تعلیم بھی ایک ہے۔

قرآن سلسلہ کتب الٰہی کی تکمیل ہے

جس خدا نے انجیل وتورات کو نازل کیا تھا اس نے قرآن مجید کو بھی نازل کیا لہٰذا تورات وانجیل کے ماننے والوں کا یہ فرض ہے کہ وہ قرآن کو مانیں کیونکہ اس کا منزّل بھی وہی ہے جو انجیل وتورات کا منزّل ہے، پہلے جو سلسلہ کتب الٰہی کا چلا آرہا ہے یہ بھی اس کی ایک کڑی ہے اور اس سلسلہ کی متصل کڑیاں تورات اور انجیل ہیں۔

فرقان کا مطلب

هُدًى لِّلنَّاسِ وَ اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ: تورات وانجیل کی طرح یہ بھی هُدًى لِّلنَّاسِ ہے، قرآن کو ان کے عوض میں متحقق

کر رہے ہیں کہ یہ بھی اسی طرح منزل من اللہ ہے۔لفظ ''فرقان'' قرآن مجید میں دو معنی میں استعمال ہوتا ہے،ایک قوة فارقة جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَإِذْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَالْفُرْقَانَ (البقرة:٥٣) یہاں فرقان کا معنی قوة فارقة ہے اور یہ استعداد قوة فارقة بين الحق والباطل قلوب پر کتاب کے نزول کے وقت نازل ہوتی ہے اور اگر صرف فرقان کا ذکر آجائے تو مراد کتاب ہوگی اور اگر تقابل میں آجائے یعنی کتاب وفرقان دونوں کا ذکر ہو جائے تو فرقان سے مراد قوة فارقه بين الحق والباطل ہوگی۔فرقان کا دوسرا معنی کتاب اللہ ہے مگر یہاں اول مراد ہے۔

امانت فرقان پر فہم قرآن وسنت موقوف

حدیث میں اسے امانة سے تعبیر کیا جاتا ہے،امانت کا اثر تھا کتاب وسنت کو قبول کرنا ان الامانة نزلت فی جذر قلوب الرجال فعلموا من الكتاب وعلموامن السنة (صحیح المسلم:ح ٣٨٤) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے امانت فرقان نازل ہوا بعد میں قرآن وسنت کی سمجھ آئی،میں اپنے الفاظ میں کہا کرتا ہوں کہ ''تشنگیٔ طلب حق'' جب تک نہ ہو تو کتاب اللہ سے فائدہ نہیں پہنچے گا،جیسے کہ ایک شخص کو پیاس نہیں تو اس کیلئے ٹھنڈے پانی کا گھڑا بیکار ہے، اسی طرح اگر ہمیں بھوک ہو اور سامنے میوہ دار باغ نظر آرہا ہو تو ضروری ہے کہ اس باغ کا دروازہ تلاش کریں تاکہ میوے کھاسکیں،اسی طرح جب تک انسان کو اپنے اخلاق درست کرنے کا خیال پیدا نہ ہو،وہ کتاب الٰہی سے مستفید نہیں ہوسکتا اور یہ طلب پیدا کرنا اللہ کا کام ہے،اسی طرح ادھر سے کتاب کو نازل کر دیتے ہیں اور ادھر سے اشتیاق وطلب حق ہو۔

فرقان اور امانت کا ایک ہی مآل

خلاصہ یہ کہ فرقان وامانت کا مآل ایک ہی ہوا۔یہی فرقان ہے فرقان کوئی محسوس ومبصر چیز تو نہیں اصل موثر تو کتاب ہے لیکن اس باطنی چیز کی برکت سے لوگ کتاب وسنت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

كَفَرُوا میں امانت فرقان کے ضیاع اور کتاب سے انکار دونوں شامل

اپنی عالمانہ حیثیت سے آپ یوں کہئے کہ فرقان کو ہٹ دھرمی سے ضائع کیا اور اسے مٹایا اور فرقان کا نقش تباہ کر کے کتاب پڑھی تو گویا انہوں نے انکار کیا اور فرقان (کتاب اللہ) کو نہیں

مانا تو کَفَرُوْا میں دونوں چیزیں آ گئیں کہ امانت فرقان ضائع کی اور کتاب سے انکار کیا کیونکہ کتاب اللہ سے فائدہ اٹھانے کیلئے فرقان کی حفاظت ضروری ہے اور انہوں نے فرقان سے کام نہیں لیا ورنہ دل میں یہ پہچانتے تھے، اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ (البقرة:١٤٦) جب ہٹ دھرمی اور ضد وعناد سے فرقان کو ضائع کیا تو کتاب اللہ کی طرف توجہ نہ ہوئی، فرقان ضائع کرنے والے ایسے احمق ہو جاتے ہیں کہ پھر صحیح اور غلط کی تمیز نہیں ہوتی جس کی وجہ سے یہ عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

نعمت فرقان کا ضیاع ذریعہ انکار کتاب اور سبب مؤاخذہ

اللہ کی قدرت تم پر تمہاری ماؤں کے رحم میں بھی حاوی تھی اسلئے بدلہ لے سکتا ہے۔ اس کا بدلہ وانتقام لے گا کہ نعمت کو کیوں ضائع کیا، تم نے اپنی ضد سے فرقان سے کام نہ لیا اور قوۃ فارقة بين الحق والباطل کو ضائع کیا، کتاب اللہ سے اعراض کیا اور اللہ تعالیٰ فرقان کو ضائع کرنے والوں سے بدلہ لینے والے ہیں کہ نعمت کو کیوں ضائع کیا۔ اس واسطے عذاب ہوگا۔

ضیاع نعمت کا انکار بیکار

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰى عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ : یہود کا دانستہ انکار کرنا اللہ جانتا ہے کہ امتیاز بین الحق والباطل ہو چکا ہے مگر ہٹ دھرمی وضد کی وجہ سے انکار کرتے ہو اسے ضائع کر رہے ہو، اس کو سب کچھ معلوم ہے تو ضائع کرنے کا انکار بیکار ہے اللہ کو سب معلوم ہے کہ زمین میں کیا ہوتا ہے اور آسمان میں کیا ہوتا ہے وہ ہر چیز سے باخبر ہے، کوئی بھی چیز اس سے مخفی نہیں، وہی خوب جانتا ہے کہ کون شخص روح تعلیم اور حقیقت اعمال کا پابند ہے اور کسی نے اپنا فرقان برباد کر دیا ہے، اس کی قدرت اتنی وسیع ہے کہ اس نے تو تمہاری ماں کے پیٹ میں تیری تصویر کشی کی تو کیا تمہارے دلوں کے حال کو وہ نہیں جانے گا؟ خدا تعالیٰ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ کون حقیقت پوری کرنے والا ہے؟ لہٰذا تمہارا معبود صرف وہی ہونا چاہیے۔

غالب اور عزیز کا مقابلہ کرنے والا ذلیل ہوگا

اللہ تعالیٰ ارادہ پورا کرنے پر غالب ہے، وہ حکیم ہے اس لئے تمہیں تعجب نہیں کرنا چاہیے، دانشمند بھی ہے اگر قرآن کو نہیں مانا تو هلك كسرىٰ وقيصر فلا قيصر ولا كسرىٰ

بعدہ وہ غالب ہے، عزیز کے مقابلہ میں جو آئے گا وہ ذلیل ہوگا، اگر عزیز کا ساتھ دوگے تو غالب رہو گے، اس لئے اگر قرآن نہ مانو گے تو ذلیل ہو جاؤ گے، وہ حکیم اور ہوشیار بھی ہے ایسا چکر اسباب کا پھیرے گا کہ تم حیران ہو جاؤ گے، ناتواں بے سروسامان صحابہؓ نے کفار کو ایسی شکست دی کہ یاد رکھیں گے، وہ اپنے احکام کو پامال کرنے والوں سے ضرور بدلہ لے گا لیکن سزا میں تاخیر اس کی حکمت پر مبنی ہے۔

محکمات اور متشابہات کے معانی

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؔ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ: محکمات سے مراد بدیہیات ہیں کہ فطرت سلیمہ کے حامل انسان کو الجھن نہیں ہوتی یا ادنیٰ تنبیہ سے انکشاف ہو جاتا ہے اور متشابہات سے مراد نظریات ہیں یعنی جہاں عقل الجھن میں مبتلا ہو جائے یا بظاہر ان میں تعارض ہو اور قاعدہ یہ ہے کہ بدیہیات کے ذریعہ نظریات کو حاصل کیا جائے تو فائدہ ہوتا ہے اور اگر بدیہیات کو نظر انداز کر کے نظریات حاصل کئے جائیں تو کبھی فیصلہ نہیں ہوگا تو کتاب اللہ میں بھی یہ ضروری ہے کہ سب سے پہلے محکمات پر عمل کیا جائے، اس کے بعد آیات بینات کو سمجھ لیا جائے اور ذہن نشین کر کے متشابہات کو سمجھا جائے تو کامیابی ملے گی۔

بدیہی: جس کا مفہوم وادراک ہر شخص کے لئے آسان وسہل ہو اور جس کے لئے دلیل و حجت کی ضرورت نہ پڑے۔

نظری: بدیہی مقدمات کو ترتیب دینے کے بعد اس کی حقیقت مذکورہ بے نقاب ہو۔

پہلے علم محکمات پھر متشابہات

تعلیم حاصل کرنے کے صحیح اور فطری دو طریقے ہیں، ایک یہ کہ پہلے متشابہات سامنے لاتے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا ذہن ٹھیک ہے لیکن قرآن مغلق ہے دوسرا طریقہ جو صحیح طریقہ ہے وہ یہ کہ پہلے محکمات سیکھیں تو اس کے بعد متشابہات میں آسانی ہوگی لہٰذا ان میں بعض آیتیں محکم ہیں جن کے معنی واضح ہیں، روح تو کتاب کی یہی مُّحْكَمٰتٌ ہیں مگر کج رو طبائع والے

نظریات متشابہات کے پیچھے پہلے پڑ جاتے ہیں، جیسے مرزا غلام احمد قادیانی کی جماعت جو الٹا چلنا چاہتے ہیں اس لئے فساد برپا رہے گا کیونکہ متشابہات کے نتائج مُحْكَمٰتٌ پر موقوف ہیں پہلے مُحْكَمٰتٌ کو حل کرلیا جائے پھر مُتَشٰبِهٰت پر پہنچیں گے دوسری مشابہ ہیں جن کے معنی معلوم نہیں ہیں۔

کجرو طبائع فتنہ اور تاویل کے درپے ہوتے ہیں

کجرو طبائع والے ایسے فتنے کھڑے کردیں گے کہ جو عقل سے بعید ہیں کہیں گے کہ سمجھ میں نہیں آتا وغیرہ اوراس کی تاویل طلب کرنے کیلئے پہلے نظریات کو لیتے ہیں اور پھر تاویلات کرتے ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَایَ مِنْ قَبْلُ(یوسف:۱۰۰) تو واقعات خارجیہ، قضائیہ، ذہنیہ کا مصداق تاویل ہوتے ہیں تو خواب تھا تخیل فی الدماغ اور تاویل ہیں واقعات خارجیہ کہ پورے خاندان نے آکر یوسف علیہ السلام کو سجدہ تحیہ کیا تو قضائے ذہنیہ کے واقعات اور مصادیق خارجیہ تاویل بنیں گے تو لوگ تاویل پہلے دیکھنا چاہتے ہیں اور کتاب اللہ اور بدیہیات کو مانتے نہیں حالانکہ بدیہی سے نظریات حاصل ہوتے ہیں صحیح طریقہ یہ ہے کہ مُحْكَمٰتٌ کے ذریعہ مُتَشٰبِهٰت کو حاصل کیا جائے لیکن کج رو طبائع کتاب اللہ کو نا قابل عمل بنانے کیلئے یہ الٹی چالیں چلاتے ہیں۔

قائلین اور منکرین علم میں ایک تطبیقی توجیہ

عام مفسرین کہتے ہیں کہ متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے (قدرے تفصیل سورۃ بقرہ میں گذر چکی ہے) اور بعض محققین کہتے ہیں کہ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ متشابہات کے معنی جانتے ہیں جیسا کہ تفسیر خازن میں ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں رٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ میں سے ہوں تو مجھ سے متشابہات کا معنی پوچھو اور تطبیق بھی ہوسکتی ہے کہ انکار کرنے والوں کا قول کسباً اور قائلین کا وھباً علم پر حمل کیا جائے، اسی طرح واقعات خارجیہ کے نتائج اللہ کو معلوم ہیں وہی دکھلائے گا وَ فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ہر شخص کے عمل کے لحاظ سے نتائج خارجیہ نکالیں گے، اب عمل کرو خود نتائج دیکھو گے بیوقوف عمل نہیں کرتے اور ثمرہ پہلے مانگتے ہیں، وہ تاویل نہیں پوچھتے بس مانتے ہیں یعنی ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر چیز پر ایمان لاتے ہیں، عقلمند دور اندیش ہوتے ہیں وہ یہ دیکھتے ہیں کہ میرے اعمال کے نتائج کیا نکلیں گے۔

زیغ قلوب سے بچنے کی دعا

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ: یہ بھی الرّٰسِخُوْنَ کا مقولہ ہے یعنی جب تک حصول مُحْکَمٰتْ نہ ہو ہم متشابہات کے در پے نہ ہوں بلکہ حصول مُحْکَمٰتْ کرتے رہیں گے اور متشابہات کے متمنی رہیں گے اور کسی ایسے متشابہات میں ہاتھ نہیں ڈالیں گے جو ہمارے استعداد سے بالاتر ہو، الحاصل زَیْغ نہ ہو لیکن وہب (بخش دینے) کے متمنی ہوں یعنی دعا بھی ہے کہ اے خداوند! جس طرح ہم نے ابتدائی مدارج طے کئے ہیں اسی طرح آئندہ ہمیں سیدھی راہ پر رکھ، ایسا نہ ہو کہ آئندہ ٹھیک نہ چلیں، ہم کسی اعلیٰ بات میں تب تک ہاتھ نہ ڈالیں گے جب تک اس کے سمجھنے کے قابل نہ ہوں اور پھر بے سمجھے ماننے پر مجبور ہو جائیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی طرز عمل تھا کہ جب تک ایک سورت پوری محفوظ نہ ہو جاتی تھی تب تک آگے نہ بڑھتے، اسی طرح اس میں فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ کی طرف بھی اشارہ ہے، عقلمند کہتے ہیں یا اللہ! ہمارے دلوں میں زَیْغ پیدا نہ ہو تو نے ہمیں ایمان نصیب فرمایا، اب ہمیں زَیْغ سے بچا، اپنے وہب سے ہماری رہنمائی فرما ایسی رہنمائی کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی امتیں جب میدان میں جمع ہوں گی تو ہم تیرے وہب ودستگیری کی برکت سے ان میں سب سے زیادہ فائز وفائق ہوں۔

اپنی رحمت سے ہماری رہنمائی فرما، جہاں ہمارے ذہنوں میں رکاوٹ پیدا ہو وہاں اپنے نور سے ہمارے ذہنوں کی رہنمائی فرما، صحیح راستہ ہمیں دکھا اور تو الْوَهَّابُ ہے تو ہر موقع پر ہمیں رہنمائی عطا فرما۔

وہب ودستگیری کی دعا

رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ: اے ہمارے رب! تو ایک دن سب لوگوں کو جمع کرنے والا ہے، جس میں کوئی شک نہیں ہم وہب کے متمنی اس لئے ہیں کہ کوئی ایسا وہب نہ رہ جائے جو اوروں کو دیا ہو اور ہمیں نہ دیا ہو، تا کہ امت محمدیہ کسی امت سے پیچھے نہ رہ جائے اس لئے کہ ہم سب ان پر فائق ہیں كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔

جامع نبی کی جامع امت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جامع ہیں اسی طرح ان کی امت بھی جامع ہے، کسی امت نے

اپنے پیغمبر کی ایسی قدر نہیں کی جو آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کی، اللہ تعالیٰ ان کی قبروں پر کروڑوں برکتیں نازل فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں متشابہات کی اس طرح سمجھ دے کہ قیامت کے دن اور امتوں سے علم میں پیچھے نہ رہیں اور اے خداوندا! اگر تو نے کوئی علم کسی جماعت کو بھی دیا ہے ہمیں بھی وہ علم ضرور عطا فرما، ورنہ ہمیں اس دن شرمسار ہونا پڑے گا کیونکہ وہ ہم سے درجہ میں بڑھ جائیں گے لیکن ہم ان سے آگے بڑھنا چاہتے ہیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جامع ہیں اسی طرح امت بھی جامع ہے۔ بیشک اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا وہ وعدہ محقق یقینی محقق ہوگا۔

رکوع 02

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا

بے شک جو لوگ کافر ہیں ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے مقابلے

أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ﴿١٠﴾

میں ہرگز کام نہیں آئیں گے اور وہ لوگ دوزخ کا ایندھن ہیں۔

كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا

جس طرح فرعون والوں اور ان سے پہلے لوگوں کا معاملہ تھا انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا

بِآيَاتِنَا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١١﴾

پھر اللہ نے ان کے گناہوں کے سبب سے انہیں پکڑا اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَىٰ

کافروں کو کہہ دے کہ اب تم مغلوب ہو گے اور دوزخ کی طرف اکھٹے

جَهَنَّمَ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٢﴾ قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي

کیے جاؤ گے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔ تمہارے سامنے ابھی ایک نمونہ دو فوجوں کا گزر چکا ہے

فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۖ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ

جو آپس میں ملیں ایک فوج اللہ کی راہ میں لڑتی ہے اور دوسری فوج

كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُمْ مِثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ ۚ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ

کافروں کی ہے وہ کافر مسلمانوں کو اپنے سے دُوگنا دیکھ رہے تھے آنکھوں کے دیکھنے سے اور اللہ جسے چاہے

بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي

اپنی مدد سے قوت دیتا ہے اس واقعہ میں دیکھنے والوں کے لیے

الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ

عبرت ہے۔ لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہوا ہے جیسے عورتیں

وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان کیے ہوئے

وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ

گھوڑے اور مویشی اور کھیتی یہ دنیا کی زندگی کا

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

فائدہ ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے۔

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ

کہہ دے کیا میں تم کو اس سے بہتر بتاؤں پرہیزگاروں کے لیے

رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

اپنے رب کے ہاں باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے

فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ

اور پاک عورتیں ہیں اور اللہ کی رضا مندی ہے اور اللہ بندوں کو

بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ ۚ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا

خوب دیکھنے والا ہے۔ وہ جو کہتے ہیں اے رب ہمارے! ہم ایمان لائے ہیں

فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٦﴾ ج

سو ہمیں ہمارے گناہ بخش دے، اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔

اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ

وہ صبر کرنے والے ہیں اور سچے ہیں اور فرمانبرداری کرنے والے ہیں اور خرچ کرنے والے ہیں

وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿١٧﴾ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ

اور پچھلی راتوں میں گناہ بخشوا نے والے ہیں۔اللہ نے اور فرشتوں نے اور علم والوں نے

اِلَّا هُوَ ۙ وَ الْمَلٰٓئِکَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ

گواہی دی کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہی انصاف کا حاکم ہے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ؕ ﴿١٨﴾ اِنَّ الدِّیْنَ النصف

اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں زبردست حکمت والا ہے۔ بے شک دین

عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ قف وَ مَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ

اللہ کے ہاں فرماں برداری ہی ہے اور جنہیں کتاب دی گئی تھی

اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا

انہوں نے صحیح علم ہونے کے بعد آپس کی ضد کے باعث اختلاف کیا

بَیْنَهُمْ ؕ وَ مَنْ یَّکْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ

اور جو شخص اللہ کے حکموں کا انکار کرے تو اللہ جلد ہی

الْحِسَابِ ﴿١٩﴾ فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ

حساب لینے والا ہے۔ پھر بھی اگر تجھ سے جھگڑیں تو ان سے کہہ دے کہ میں نے اپنا منہ اللہ کے تابع کیا ہے

وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۗ وَقُلْ لِّلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ وَالْأُمِّيّٖنَ

ان لوگوں نے بھی جو میرے ساتھ ہیں اور ان لوگوں سے کہہ دے جنہیں کتاب دی گئی ہے اور ان پڑھوں سے

ءَأَسْلَمْتُمْ ۗ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَإِنْ تَوَلَّوْا

آیا تم بھی تابع ہوتے ہو پھر اگر وہ تابع ہو گئے تو انہوں نے بھی سیدھی راہ پالی اور اگر وہ منہ پھیریں

فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿٢٠﴾ ع ۱۱

تو تیرے ذمہ فقط پہنچا دینا ہے اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

رکوع (۲)

خلاصہ: مخالفین مسلک صحیح کی بربادی اور موافقین کی سرفرازی کا اعلان

ماخذ: (۱) قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا (آل عمران :۱۲)

(۲) قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ (آل عمران :۱۵)

زَیْغ فی القلوب کے نتائج

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَ لَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ: پہلے رکوع سے ثابت ہوا کہ جن کے قلوب میں زیغ ہے وہ غلط ہیں اور جن میں نہیں ہے وہ صحیح ہیں یعنی استفادۂ کتاب اللہ میں غلط اور صحیح کا ذکر تھا، اب ان کے نتائج کا بیان ہے کہ ایک صحیح مسلک والے ہیں جو استفادۂ کتاب اللہ میں صحیح ہیں اور دوسرے غلط مسلک والے جو کجروی پر ہیں اور وہ قرآن کو سمجھ کر نہیں چلتے بلکہ قرآن کی اشاعت میں روڑے اٹکاتے ہیں اور متشابہات کے درپے ہیں یعنی جو صحیح مسلک پہلے رکوع میں بیان کیا گیا ہے وہ اس کے منکر ہیں اور اسی طرح کتاب اللہ کو زَیْغ بنانے والوں کا نتیجہ خراب ہے، یہ تصویر کا دوسرا رخ ہے، فرمایا کہ ان کے اموال و اولاد انہیں نہیں بچا سکیں گے تو اب ان کا حشر کیا ہوگا؟ کیونکہ انہوں نے محکمات کو نظر انداز کیا، اگرچہ انہوں نے مال و اولاد حاصل کر لیے لیکن چونکہ حقیقت مطلوبہ پیدا نہیں کی، اس لئے یہ دوزخ کا ایندھن بنیں گے اور قیامت کے دن اسی ایندھن کے عذاب سے پھر چھٹکارا نہ پا سکیں گے۔

کافروں کی دو قسمیں

کافروں کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم میں وہ لوگ آتے ہیں جو اسلام کو اپنا مذہب تسلیم کرنے سے صاف انکار کرتے ہیں، نہ وہ کلمہ طیبہ لا الہ الااللہ محمدرسول اللہ پڑھتے ہیں، نہ اللہ کو وحدہ لاشریك لہ معبود مانتے ہیں، نہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول تسلیم کرتے ہیں اور نہ قرآن کو اللہ کا فرمان مانتے ہیں، علی هذاالقیاس دیگر ضروریات اسلام کا بھی انکار کرتے ہیں۔

قرآن میں موجود بعض احکام الٰہیہ کے منکر لوگ

دوسری قسم کے لوگ کلمہ توحید بھی پڑھتے ہیں، زبان سے اللہ کی الوہیت کا بھی اقرار کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا بھی اقرار کرتے ہیں، قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام پاک بھی مانتے ہیں مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے کے لوگوں کی طرح بعض احکام الٰہی (جو قرآن مجید میں موجود ہیں) کو تسلیم کرنے سے صاف انکار کرتے ہیں، یہ لوگ پہلی قسم کے کافروں کی طرح ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دوزخ میں رہیں گے، ان لوگوں کی مثال انگریز کی سلطنت کے زمانہ میں مسلمانوں جیسی ہے کہ ان میں سے بعض خاندان ایسے تھے جو صاف طور پر اور کھلے الفاظ میں کہا کرتے تھے کہ ہم مال میراث کے تقسیم کرنے میں اسلامی شریعت کے پابند نہیں ہیں بلکہ رواج کے پابند ہیں یعنی جس طرح اسلام قبول کرنے سے پہلے ہمارے خاندان میں یہ دستور تھا کہ مال میراث میں فقط لڑکوں کو حصہ دیا جاتا تھا اور میت کی لڑکیوں کو محروم رکھا جاتا تھا، اسی طرح اسلام لانے کے بعد ہم اسلام کے اور احکام کو مانتے ہیں مگر اس حکم کو تسلیم کرنے سے صاف انکار کرتے ہیں۔

پنجاب میں بعض خاندانوں کا لڑکیوں کو میراث سے محروم رکھنا

اس رسم کے ثبوت میں آپ کو اسی پنجاب کے مختلف خاندانوں کے ایسے واقعات ملیں گے کہ بہنوئی نے اپنے سالے سے سسر کے مرنے کے بعد اپنی بیوی کا حق طلب کیا ہے (جو اس کے سالے کی سگی بہن ہے) اور مقدمہ عدالت میں پیش کر دیا ہے اور سالے نے عدالت میں گواہ پیش کر دیئے ہیں کہ ہمارے خاندان میں باپ کی جائیداد میں سے لڑکیوں کو حصہ دینے کا رواج ہی نہیں ہے اور عدالت میں گواہ بھگتا دیئے کہ جب میرا دادا مرا تھا تو میرے باپ اور چچا نے میری پھوپھی کو جائیداد میں سے حصہ نہیں دیا تھا، چنانچہ ایسے گواہ بھگتنے کے بعد عدالت نے بہنوئی کا مقدمہ خارج کر دیا ایسے لوگوں کو شریعت الٰہیہ مرتد قرار دیتی ہے کیونکہ ان لوگوں نے قرآن مجید کا صریح حکم ماننے سے صاف انکار کر دیا، اس لئے یہ لوگ مرتد ہیں۔

دارین کے عذاب کی زندہ مثال

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ: زندہ مثال بیان کی جاتی ہے کہ جس طرح آلِ فرعون احکام الٰہی کی اشاعت میں

روڑے اٹکاتے تھے یعنی انکار کرتے تھے تو وہ دوزخ کا ایندھن بنے اگر اس قدر تفہیم کے بعد بھی کفار شرک کو ترک نہ کریں تو یہ وعید ثانی وارد ہے پہلی وعید میں فقط عذاب اخروی کا ذکر تھا اور ثانی میں دارین کے عذاب کا ذکر ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ حق کے مقابلے میں ضرور باطل ہوتا ہے اور ہر پیغمبر کے مقابلہ میں کوئی نہ کوئی کافر کھڑا ہوتا ہے جیسا کہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف کھڑا ہو گیا۔

مخالفین اسلام کی مغلوبیت اور بُرا ٹھکانہ

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ : ای فی الدنیا یہود و نصاریٰ اور تمام مخالفین اسلام سے یہ کہہ دیں کہ تم تعلیمات حقہ کو ترک کر چکے ہو اس لئے تمہاری حکومت باقی نہیں رہ سکتی، تم عنقریب مغلوب ہو جاؤ گے اور تمہیں مسلمانوں کے زیر سلطنت زندگی بسر کرنی پڑے گی اور پھر مرنے کے بعد جہنم میں داخل ہونا پڑے گا، اس دنیا میں تمہاری مغلوبیت اس امر کی دلیل ہے کہ تم ضرور دوزخ کا ایندھن بنو گے اور اگر تمہیں یہ خیال ہو کہ مسلمان مفلس و نادار ہیں، قلت تعداد و فقدان اسباب کی بنا پر تم سے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے تو اس واقعہ کا دیدۂ عبرت سے مطالعہ کرو۔

جنگ بدر میں غالب ہونے کی مثال

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰیَةٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اُخْرٰى كَافِرَةٌ یَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَیْهِمْ رَاْیَ الْعَیْنِ وَ اللّٰهُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ: اس آیت میں جنگ بدر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر یہ بات سمجھ میں نہ آئے کہ صحابہ کرامؓ جیسی بے سروسامان قوم قیصر و کسریٰ پر کس طرح غالب آ سکتی ہے تو اس کی مثال اس آیت میں بیان کر دی گئی کہ تم پہلے اس مثال کو دیکھو جو جنگ بدر کی صورت میں ظاہر ہوئی یعنی مسلمان جنگ بدر جیت گئے تھے، یہاں پر خطاب ہے کہ اے مخالفین قرآن! اگر تمہاری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو لوگ کجرو ہیں وہ برباد ہو جاتے ہیں تو کیا تمہارے سامنے نمونہ نہیں گزرا؟ یعنی بدر کے واقعہ کا کہ جس میں قلیل نہتی جماعت، مسلح جوان، کثیر و مستعد افراد پر غالب آ گئی، وہ لڑائی کے خیال سے آئے تھے پہل ان کی طرف سے تھی، صحابہ کرامؓ ہر لحاظ سے کمزور تھے، اسلحہ ان کے پاس نہ تھا، سواری نہ تھی، پانی پر کفار قابض تھے اور ان کے پاس پانی بھی نہیں تھا، نتیجہ

کیا نکلا؟ اگر کثرت مال واسباب غلبے کا ذریعہ ہوتے تو بدر میں کفار غالب ہوتے ان کے اسباب ظاہری مسلمانوں کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے کفار کو شکست ہوئی۔

فتح اللہ کی مدد سے نہ کہ اسباب سے

یَرَوْنَهُمْ کی ضمیر کا مرجع مسلم ومشرک دونوں بن سکتے ہیں اگر مشرک مرجع ضمیر بنیں تو بیان واقعہ کا ہوگا، اگر مسلم بنیں تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تعداد کو کفار کی نظروں میں زیادہ کردیا، وہ کفار کو دگنے نظر آتے تھے تاکہ مرعوب ہوں کجروی اختیار کرنے والے اور فرقان کو ضائع کرنے والے اس سے عبرت پکڑیں کہ یہی نتیجہ نکلنے والا ہے، اسباب سے فتح نہیں ہوتی خدا کی مدد سے ہوتی ہے۔

محمد بن قاسم اور راجہ داہر کی جنگ

سالکین مسلک صحیح کی سرفرازی اور غلط کاروں کی بربادی کی دلیل قصہ ذیل سے واضح ہوتی ہے، حجاج بن یوسف کے لشکر کے گورنر محمد بن قاسمؒ عراق سے لشکر لے کر ملک سندھ میں تشریف فرما ہوئے، سندھ کا بادشاہ راجہ داہر نامی مشرک تھا قنوج (یوپی میں ایک ضلع) تک اس کی سلطنت تھی محمد بن قاسمؒ نے اس کے ساتھ جہاد شروع کیا، اس کو شکست فاش دے کر سندھ میں توحید کا جھنڈا بلند کیا، راجہ داہر نے اپنے لشکر کے سپہ سالار (جس کا نام بجھراء تھا) سے دریافت کیا کہ باوجود کثرت افواج وسامان حرب کے ہمیں شکست کیسے ہوئی؟ بجھراء نے جواب دیا کہ دوران جنگ جس وقت مسلمانوں کے افسر کو اپنی شکست نظر آئی اور اس نے مسلمانوں کو کمزور دیکھا تو خود میدان جنگ میں کود کر میرے اوپر حملہ کیا، میں نے اس کو قتل کرنے کے لئے گھوڑے کو آگے بڑھا دیا تو میرے گھوڑے کا پاؤں کسی جانور کے بل میں دب گیا، میں نے اپنے گھوڑے کو للکارا جب گھوڑا پیچھے ہٹا تو اس کا تنگ (زین کسنے کا چوڑا تسمہ) ٹوٹ گیا اور میں گر پڑا پھر برہنہ پشت میرا گھوڑا جب ہمارے لشکر میں پہنچا تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ افسر مارا گیا ہے چنانچہ وہ فوراً یہاں سے نکلے اور مسلمان جو پہلے مغلوب تھے غالب آ گئے۔

طارق بن زیادؒ اور اندلس کی فتح

ملک اندلس کو طارق بن زیادؒ نے فتح کیا تھا تو اس کا سبب کیا تھا؟ مسلمان اگرچہ قلیل ہوں فتح حاصل کرتے ہیں اور مشرک باوجود کثرت کے شکست کھاتے ہیں، اس کے دو سبب ہیں

(۱) مدد الٰہی (۲) کفار حبِ شہوات وغیرہ کے باعث اور موت کے خوف کی وجہ سے محبت قلبی سے نہیں لڑتے اور مسلمان رضائے الٰہی اور اعلائے کلمۃ اللہ اور نجاتِ اخروی حاصل کرنے کیلئے موت سے بالکل بے خوف ہوکر شوق قلبی سے لڑتے ہیں، اگر عقل ہے تو قرآن کی اتباع کرو ورنہ فرعون کی طرح ہو جاؤ گے، اس میں دیکھنے والوں کے لیے عبرت ہے۔

اہل زیغ اور مسلک حق والوں کا الگ الگ مطمح نظر

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ: اہل حق میدان میں مرنے کیلئے اور فریق ثانی حتی الامکان بچنے کیلئے کوشاں ہیں کیونکہ اہل حق کے دماغ میں سودا ہے کہ اس ظاہری اور مادی جسم سے آزاد ہوکر محبوب حقیقی سے واصل ہوں اور فریق ثانی جان کو حتی الوسع مال و اولاد اور عورتوں سے جدا نہ ہونے کیلئے بچاتے ہیں اور ہم مسلمان فانی کو باقی پر قربان کرنے والے ہیں، کفار باقی کو فانی پر قربان کرنے والے ہیں۔

ماقبل کے ساتھ ربط

ماقبل کے ساتھ ربط یہ ہے کہ مخالفین کے پیش نظر نِسَآء اور بَنِيْن وغیرہ ہیں۔ شہوات میں سب سے پہلے نِسَآء ہوتی ہیں، اس لئے اس کا ذکر پہلے فرمایا اور متبعین مسلک صحیح کے پیش نظر آخرت ہے کہ مال و دولت، جان، عورتیں و اولاد سب کچھ جائے مگر آخرت خراب نہ ہو، اس کے مقابل اہل باطل و زیغ اسباب ظاہری کو دیکھتے ہیں۔

مسلمانوں کی نظر آخرت کے نتائج پر

متبعین مسلک صحیح کا مطمح نظر یہ ہوتا ہے کہ موت چاہے میدان جنگ میں ہو یا چارپائی پر لیکن رضائے الٰہی کیلئے ہو، جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے متعلق کہتے ہیں کہ کافر حیران تھے کہ مٹھی بھر مسلمان فاتح جہاں کیسے ہو جاتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی موت کو لے کر نکلے تو یقین ہے کہ زندگی کی خواہاں قوم خواہ اس کی تعداد سینکڑوں میں ہو تو اس کے مقابلے سے بھاگ نکلے گی، یہی مثال مسلمان کی ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے نام کی بلندی کی خاطر لڑتا ہے، اسے معلوم ہے کہ مر گیا تو جنت کا مالک ہوں گا اور خدا تعالیٰ کی رضا پاؤں گا اگر بچ گیا تو غازی اور غنیمت کا مستحق ہوں گا، اس کے لئے تو دونوں طرف خوشیاں ہیں، اب اس

کوڈر کس چیز سے ہے؟ کافر سمجھتے ہیں کہ بس یہی جہاں ہے وہ زندگی کے خواہاں ہیں اس وجہ سے خدا کے فضل سے مسلمان فاتح ہے، کافر کو جہنم اور مسلمان کو جنت نظر آتی ہے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (التوبۃ:۱۱۱) بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر خرید لیا ہے کہ ان کے لیے جنت ہے، اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں پھر قتل کرتے ہیں اور قتل کیے بھی جاتے ہیں اور یہ توریت، انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے سو جو سودا تم نے اس سے کیا ہے اس سے خوش رہو اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

محبت اور مقصود بالذات

مسلکِ صحیح والے میدان جنگ میں موت کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتے ہیں، دنیا پرست کا خیال ہوتا ہے کہ میدان جنگ بھی جائے، لڑے بھی لیکن موت سے بھی بچ جائے حالانکہ محبت اور مقصود بالذات میں فرق ہے، محبت اور چیز ہے اور مقصود بالذات اور چیز ہے، یہاں زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ کافروں نے اولاد مال ومتاع کی ان چیزوں کیساتھ محبت کو مقصود بالذات بنایا ہے ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے بیٹے ابراہیم پر محبت کی وجہ سے روئے تھے۔

دنیا کی چیزیں انسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے کافی نہیں

یہ چیزیں دنیا کے اسباب ہیں اگر ان میں غور سے کام لیں تو ان پر یہ بات اچھی طرح واضح ہو جائیگی کہ دنیا کی تمام چیزیں انسانی خواہشات کو پورا کرنے کیلئے کافی نہیں لہٰذا اصل چیز ایسے اعمال ہیں جس سے انسان اللہ کے دربار میں کامیاب ہو جائے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانہ ہو۔

دنیاوی فتنوں میں پھنسنا خدا سے غفلت کا ذریعہ

جب آدمی عورت اور دیگر دنیاوی خواہشات میں پھنس کر خدا سے غافل ہو جائے جیسا کہ حدیث میں ہے: ماترکت بعدی فتنة أضر علی الرجال من النساء (البخاری ۵۰۹۶) ''میرے بعد مردوں کے لئے کوئی ضرر رساں فتنہ عورتوں سے بڑھ کر نہیں۔'' ہاں! اگر عورت سے مقصود اعفاف (پاکدامنی) اور کثرت اولاد ہو تو وہ مذموم نہیں بلکہ مطلوب و مندوب ہے۔ چنانچہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا کی بہترین متاع نیک بیوی ہے اگر اس کی طرف دیکھے تو خوش ہو، حکم دے تو فرمانبردار پائے کہیں غائب ہو تو پیٹھ پیچھے شوہر کے مال اور اپنی عصمت کے معاملہ میں اس کی حفاظت کرے، اسی طرح جتنی چیزیں آگے متاع دنیا کے سلسلہ میں بیان ہوں گی سب کا محمود و مذموم سے تفاوت ہوتا رہے گا مگر چونکہ دنیا میں کثرت ایسے افراد کی ہے جو عیش و عشرت کے سامانوں میں پھنس کر خدا تعالیٰ کو اور اپنے انجام کو بھول جاتے ہیں، اس لئے زُیِّنَ لِلنَّاسِ میں سطح کلام کی عام رعایت رکھی گئی ہے، حاصل یہ ہے کہ عام طور پر انسان دنیاوی خواہشات میں پھنس کر خدا تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جاتے ہیں۔

نظر نتائج پر

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ : دنیاوی سامان اور فانی منافع بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ کیا میں تم کو اس سے بہتر چیز بتاؤں وہ آخرت کی نعمتیں اور جنت کے منافع اور دنیاوی ساز و سامان کے اعتبار سے کہیں بڑھ کر ہیں جسکا نفع جس کو چاہے دیدے لیکن نظر نتائج پر ہونی چاہیے۔

اسلام دنیا میں امن وامان کا ضامن

دنیا میں امن فقط اسلام قائم کرسکتا ہے مسلمانوں کے سوا اور کسی کے پاس کوئی ایسا پروگرام نہیں ہے جس سے ساری دنیا سے بدامنی دور کی جاسکے اور فتنہ وفساد کو مٹایا جاسکے اور آپس میں دست و گریباں ہونے والوں کو گلے ملایا جاسکے اور دلوں کی عداوت کو الفت میں تبدیل کیا جاسکے وہ نسخہ اور پروگرام اسی مذکورہ بالا آیت میں اللہ جل شانہ نے بیان فرمایا ہے بشرطیکہ کوئی اس آیت میں غور فرمائے تو اس کو بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے۔

لڑائی کا اصل باعث خواہشات کی ہوس

ایک گھر کی چاردیواری میں لڑائی ہو یا ایک برادری کی لڑائی ہو یا ایک سلطنت ہو یا ایک سلطنت کی دوسری سے جنگ ہو ان سب کا اصلی باعث فقط ایک ہے کہ اپنی اپنی خواہشوں کو پورا کرنے کیلئے زیادہ سے زیادہ ساز و سامان دنیوی کو اپنے لئے جمع کرنا، اس جمع کرنے میں خواہ دوسروں کا نقصان ہو یا ان کی دل آزاری ہو، ان کا مالی نقصان ہو یا ان کی جان پر آفت آئے، ایک خواہش پرست انسان اپنا مطلب پورا کرنے کے لئے یہ سب کچھ کرنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے چونکہ دوسرا بھی اس طرح اپنے لئے سب کچھ مہیا کرنا چاہتا ہے اس لئے اس رسہ کشی میں لڑائی ہونا

لازمی چیز ہے دونوں رقیب ایک دوسرے کو نیچا دکھانا چاہتے ہیں اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ گھروں میں لڑائی، برادری میں لڑائی، سلطنتوں میں جنگ یہی وہ تماشا ہے جو آج کل دنیا میں نظر آرہا ہے، یہی وہ کھیل ہے جو ہر جگہ کھیلا جارہا ہے۔

عالمگیر جنگ کو بند کرنے کا طریقہ

اس عالمگیر جنگ کو بند کرنے کا طریقہ قرآن مجید نے پیش کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کا عملی نمونہ بن کر دکھایا ہے۔ بطور تمہید نفسیاتی نقطہ نگاہ سے ایک مثال عرض کرنا ضروری ہے کہ جس سے آئندہ کا پروگرام سمجھنا آسان ہوگا، آپ نے گھروں میں دیکھا ہوگا کہ دو بچے آپس میں ایک چیز پر لڑتے ہیں ان میں سے ہر ایک اس چیز کو دوسرے سے چھیننا چاہتا ہے، ماں درمیان میں آکر فیصلہ کرتی ہے ایک کو کہتی ہے کہ تم اس چیز کو چھوڑ دو اور دوسرے کو دے دو آؤ میں تمہیں اس سے بہتر دیتی ہوں، وہ اسے دے دیتی ہے جو پہلی چیز سے زیادہ خوشنما زیادہ خوبصورت ہوتی ہے، بچہ بھی خوش ہوجاتا ہے اور لڑائی بھی ختم ہوجاتی ہے، اللہ نے مذکورۃ الصدر آیت میں اپنے پرہیزگار فرمانبردار اور نیکوکار بندوں کو یہی ایک چیز سمجھائی ہے کہ دنیا کی سب چیزیں عارضی اور فانی ہیں اور آخرت کی اصلی اور دائمی ہیں لہٰذا تم ان دنیاوی نعمتوں کو مقصود بالذات نہ بناؤ بلکہ تمہاری نظر آخرت کی نعمتوں پر ہونی چاہئے اور انہی چیزوں کے حاصل کرنے میں تمہاری زندگی صرف ہونی چاہئے، اگر تم فانی چیزوں کے حاصل کرنے میں لڑتے رہے تو آخرت کی دائمی نعمتوں سے محروم ہوجاؤ گے اور یہ تمہارے لیے ایسا خسارہ اور نقصان ہوگا کہ جس کی تلافی کبھی بھی نہیں ہوسکے گی۔

پرہیزگار کون ہیں؟

لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ: پرہیزگار وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو قانون الٰہی کا پابند بنانے کیلئے دنیاوی لذات ترک کردی ہیں، اللہ کے ہاں ان کو ان سے بہتر نعمتیں ملیں گی، ان کیلئے ایسی نعمتیں اور باغ ہونگے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کیلئے اس میں پاکیزہ عورتیں ہونگی، دنیاوی چیزوں اور موعودہ چیزوں میں اشتراک محض لفظی ہے، یہ تفسیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے اور اعلیٰ فلاسفر بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں۔

خدا بندے کے حال پر عالم

خدا بندے کے حال پر عالم ہے، خوب دیکھنے والا ہے کسی کا کوئی عمل اِس سے مخفی نہیں، یہ بھی جانتا ہے کہ یہ آخرت کا طالب ہے، یہ بھی جانتا ہے کہ یہ لوگ جہاد کیلئے جاتے ہیں یا کسی دوسری غرض کیلئے۔

اہل تقوی کے اوصاف

اَلَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اِنَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ: یہاں سے اہل تقویٰ کے اوصاف بیان کئے جاتے ہیں کیونکہ ہر شخص دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں متقی ہوں۔

ع کس نگوید کہ دوغ من ترش است

خداوندا! جو مقصد تو نے ہمارے لئے قرار دیا ہے ہم اُسے تسلیم کرتے ہیں یعنی ہر بات کی قدر کرتے ہیں، ایسے کاموں میں اگر ہم سے کچھ غلطیاں ہو جائیں تو ہمیں معاف کردے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

باطل کی تکالیف برداشت کرنے پر صبر

اَلصّٰبِرِیۡنَ: حمایت حق میں تادم موت صبر کرنے والے یا مر مٹنے والے، یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے ایک بات پر مر مٹنے والے یعنی باطل کی تکالیف و مصائب برداشت کر کے اپنے اندر قوت و طاقت پیدا کرنے والے پر صابر ہیں۔

ثابت قدم اور استقلال والے

وَ الصّٰدِقِیۡنَ: اخلاق صالحہ کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دینے والے اور صدق کی حمایت کرنے والے یعنی جو زبان سے کہیں اُس کو پورا کرنے والے اور اس قدر ثابت قدم و استقلال والے کہ ہمیشہ ان کا قدم آگے ہی رہتا ہے پیچھے ہٹنے کا نام ہی نہیں لیتے، وَالَّذِیۡ جَآءَ بِالصِّدۡقِ وَ صَدَّقَ بِہٖۤ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ (الزمر: ۳۳)

حظیرۃ القدس سے اتصال

وَ الۡقٰنِتِیۡنَ: اللہ تعالیٰ کا ہر حکم ماننے اور اس کی کامل فرمانبرداری کے ساتھ ترقی کرنے والے یعنی تعمیل حکم کا اگر پورا مادہ پیدا ہو جائے تو قنوت حاصل ہو جاتا ہے یعنی وہ حظیرۃ القدس سے اتصال رکھتے ہیں۔

حظیرۃ القدس: اعلیٰ درجہ کے فرشتوں کے انوارات کی مقدس اور پاکیزہ جگہ۔

راہ خدا میں مال خرچ کرنے والے

وَالْمُنْفِقِيْنَ: جو دولت اللہ دے اُس کو اللہ کے لئے صرف کرنے والے اور اپنی ہر عزیز ترین متاع حیات اہل حاجت پر خرچ کرنے والے وہ اموال کو جمع کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔

تخلیہ میں عبادت کا وقت سحور

وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ: پھر وہ ان صفات جلیلہ پر فخر نہیں کرتے، اپنی اخلاقی وروحانی ترقی کیلئے تخلیہ میں عبادت کرنا انسان کو اس طرح بڑھا دیتا ہے جس طرح کھیتی کو بارش، اخلاقی غذا مہیا کرنا ہر ذی اخلاق کا فرض ہے اس کی عمدہ صورت یہ ہے کہ تخلیہ میں اپنے اخلاق کا محاسبہ کرے لہٰذا اپنی غلط کاریوں کو معین کرنے کیلئے بہترین وقت رات کا آخری حصہ ہوتا ہے اس وقت اپنا معاملہ صاف کرنے کیلئے اٹھنے کا اہتمام کرنا چاہیے یعنی سب سے اعلیٰ وقت تخلیہ کا وقتِ سحور ہے۔

مسلک صحیح کا اعادہ

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ: سالکین مسلک صحیح کی سرفرازی اور غلط کاروں کی بربادی عقلاً ہونی چاہئے کیونکہ اہل حق کا مسلک اللہ کے نزدیک محمود، ملائکہ کے نزدیک محبوب اور علماء کے نزدیک مقبول ہے، گویا یہاں مسلک صحیح کا اعادہ ہے، جس قدر انبیاء ورُسل دنیا میں مبعوث ہوئے اور جتنے ارباب کشف و الہام پیدا ہوئے اور جن لوگوں کو بھی ملائکہ کو دیکھنے اور ان سے گفت وشنید کا موقع ملا تو ایسے لوگ بھی توحید کے حامی نظر آئیں گے۔

منصف عالم سوائے توحید کے کوئی اور تعلیم نہیں دیتا

اسی طرح کرۂ ارض پر جتنے عالم پیدا ہوئے انہوں نے بھی یہی تعلیم دی ہے کہ اگر انسان کسی کا غلام ہوسکتا ہے تو وہ ذات فقط اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، علماء میں اگر انصاف ہو تو توحید کے سوا کوئی تعلیم نہیں دیں گے، پس اب جو لوگ اس توحید کے خلاف کریں گے اُن کو اللہ اپنی قدرت کاملہ سے ذلیل ورسوا کردے گا لیکن اس تباہی و بربادی میں وہ حکمت و دانائی اور نظام صالح کا ضرور خیال رکھے گا۔

مکمل اخلاقی نصاب

جس قوم کی سلطنت قائم ہو اور اس کو نئے مذہب کی دعوت دی جائے تو وہ سن نہیں سکتی جب تک اسے سلطنت کے زوال کا خوف نہ ہو، جب یہ سلطنت والے لوگ اس مذکورۃ الصدر بااخلاق جماعت کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو ضروری ہے کہ وہ اخلاق پہلے ایک مکمل نصاب کی شکل میں اس جماعت کے سامنے پیش کر دیئے جائیں کہ بھائی! اگر ان قوانین کی پابندی کرو گے تو تمہاری حکومت قائم رہ سکتی ہے، ورنہ چھین لی جائے گی اور وہ نصاب اللہ تعالیٰ کی تمام کتابیں تفتیش کر کے دیکھ لو ان میں کہیں بھی توحید کے خلاف تعلیم نہ ہوگی، یہ معنی شَهِدَ اللّٰهُ کا ہے کہ اللہ نے اور فرشتوں نے اور علم والوں نے گواہی دی۔

اسلام اطاعت مطلق بلاشرط کا نام ہے

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۚ وَ مَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ: یہ مسلک صحیح اسلام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اطاعت یہی ہے کہ انسان ہر وقت اطاعت حکم کیلئے تیار رہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت مطلق بلاشرط ہے یعنی گردن نہادن، کوئی قید نہیں لگا تا کہ فلاں آئے گا تو مانے گا فلاں نہ آئے تو نہ مانے، اس عقیدے اور اس مذہب کو اہل علم نے سمجھنے کے بعد بگاڑ دیا ہے، اہل کتاب کے نزدیک بھی یہی مسلک صحیح تھا لیکن انہوں نے اختلاف کر کے اُسے بگاڑ دیا یعنی جس مسلک کی ہم نصاریٰ کو دعوت دیتے ہیں ان کے اسلاف کا بھی یہی مسلک تھا۔

اہل کتاب کا باہمی اختلاف

اسی طرح یہود نے اختلاف فی الدین کی ابتداء کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ اعلان کیا تھا کہ میں اللہ کا نبی ہوں اس سے یہود بدک گئے کہ ہم بڑے بڑے علماء ہیں، عیسیٰ علیہ السلام کی تابعداری ہماری کسر شان ہے، اصل دین یہود کے پاس تھا لیکن انہوں نے افترا شروع کیا اور عیسیٰ علیہ السلام پر بہتان باندھا۔ اس کے مقابلے میں نصاریٰ نے یہ کہا کہ یہود خود کو ابنا۔ اللہ کہتے ہیں، مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سب سے مقرب بندے ہم ہیں تو نصاریٰ نے کہا کہ اے یہود! تمہارے انبیاء تو اللہ تھے مجازاً اور ہمارا نبی (عیسیٰ علیہ السلام) ابن اللہ ہے حقیقتاً (نعوذ باللہ)، اصل میں توحید کا مسئلہ ان میں بھی مسلم تھا،

لیکن آپس میں بغاوت کی وجہ سے اختلاف فی الدین کیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام دونوں ماں سے اس طریقے سے پیدا ہوئے ہیں جس طرح کہ خلاف عادت ماں اولاد جنتی ہے مدتِ حمل پوری ہونے کے بعد یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کا جنم حضرت زکریا علیہ السلام کے بڑھاپے کے زمانے میں ہوا۔

دنیا میں حساب

جب ایک مذہبی آدمی عوام الناس پر اپنی حکومت قائم رکھنے کی خاطر مذہبی اصول وکلیات میں تغیر کرنا شروع کر دیتا ہے تو پھر نا ممکن ہے کہ وہ معزز و محترم رہ سکے بلکہ اللہ تعالیٰ اُسے بہت جلد عذاب میں مبتلا کر دے گا اور پھر ایسے لوگوں کی حکومت قائم نہیں رہ سکتی بلکہ اس کا تختہ بہت جلد الٹ جاتا ہے اور اس سے دینی حکومت چھین لی جاتی ہے اور غیر متدین لوگ غالب آجاتے ہیں، یہ حساب فی الدنیا ہے۔

اسلام کا خلاصہ دو لفظوں میں

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ:

اگر (کفار) ایسے صریح دلائل کے بعد بھی نہ مانیں تو اعلان کیجئے! اہل کتاب کو اتباع کتاب اللہ اور توحید کی طرف بلاؤ لیکن چونکہ ان میں سخت سے سخت جرم موجود ہیں اس واسطے وہ حکومت کے لائق نہیں تو تم اللہ تعالیٰ سے سلطنت طلب کرو تا کہ وہ زمام حکومت تمہارے قبضہ میں دیدے اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ بھی ان چیزوں کو مانیں تفویض الی اللہ جان و مال کی کریں تو انہوں نے بھی سیدھی راہ پالی اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو تمہارے ذمہ فقط پہنچانا ہے اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے لیکن اگر وہ مناظرہ کریں کہ نہیں صاحب! اسلام کا خلاصہ ان دو لفظوں میں کب پورا ہو سکتا ہے تو کہہ دو، بھائی! ہم تو اسی کو مذہب اور اسلام سمجھتے ہیں اور یہ جو کچھ تمہارے روبرو پیش کیا گیا ہے میرا اور میرے متبعین کا یہی طریقہ ہے اور ہماری ترقی فقط اسی بات پر قائم رہنے میں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک شہادت

آج سے ۱۳۵۹ سال پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے اور آپ کے متعلق سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین علیہ الصلوۃ والسلام سے ایک شہادت دلوائی تھی اور وہ شہادت اسی آیت میں موجود ہے، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی طرف سے اعلان فرمایا ہے کہ میری امت اپنے آپ کو سپرد خدا کر چکی ہے اور اسی کے سپرد کرنے کا نام اسلام ہے اس شہادت کا صاف مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اپنے اقوال وافعال، سیرت وصورت، نقل وحرکت، جلوت وخلوت، نشست برخاست اور رسم ورواج کو تابع فرمان الٰہی بنا چکی ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر تو یہ شہادت بفضلہ تعالیٰ حرف بہ حرف صحیح اتری، اب ہم لوگ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کہلاتے ہیں تو ہمارا بھی فرض ہے کہ اپنی امت ہونے کے دعویٰ کی تصدیق کیلئے زندگی کے ہر عمل کو تابع فرمان الٰہی بنائیں تب ہم بھی امت کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں ورنہ رسمی طور پر امت کہلانے سے کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہو سکے گا۔

سپرد خدا کرنے والوں کا نمونہ

سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آیت میں صیغہ اپنی اور اپنی امت کی طرف سے اَسْلَمْتُ کا استعمال فرمایا ہے بعینہ وہی صیغہ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (البقرۃ : ۱۳۱) ”جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا اَسْلِمْ (تو میرا فرمانبردار ہو جا) تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں نے اپنے آپ کو رب العالمین کے سپرد کر دیا۔“

مالی کمزوری کے باعث دین کو خطرہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کیمیا اثر اور آپ کی صحبت کی یہ تاثیر تھی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پیٹ پر پتھر باندھ کر بھی دین کی خدمت بجالاتے تھے اور ان کے پائے استقلال میں ہرگز کمی نہیں آئی، ایک صحابی اپنے شاگردوں سے اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنگ میں روانہ فرمایا۔ سامان رسد کی کمی کے باعث

فی کس دو کھجوریں یومیہ ملتی تھیں، جب اس سے زیادہ سامان رسد میں قلت ہوگئی تو فی کس ایک ایک کھجور ملنے لگی، شاگرد عرض کرتا ہے کہ ایک کھجور سے کیا ہوتا ہوگا، فرمانے لگے کہ جب ایک کھجور بھی ملنے سے رہ گئی، تب ہم نے سمجھا کہ ایک کھجور بھی کوئی چیز تھی، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت تھی کہ اس قدر وہ ایمان کے مضبوط اور اسلام میں پختہ کار تھے کہ جان جائے لیکن ایمان میں خلل نہ آئے، ہم ایسے کمزور ایمان والوں کیلئے تو اس امر کی ضرورت ہے کہ پیٹ بھر کر کھانا کھائیں، اس کے بعد نفس کو شرما دلائیں کہ جس خدا تعالیٰ نے تمہیں اپنی نعمتوں سے مالا مال کیا ہے اس کے سامنے سر جھکا، اس کا شکریہ بجالا ایسے ہی لوگوں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطرہ کا اظہار فرمایا کاد الفقر ان یکون کفرا ''قریب ہے کہ تنگدستی کفر تک جا پہنچائے۔''

رکوع 03

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ

بے شک جو لوگ اللہ کے حکموں کا انکار کرتے ہیں اور پیغمبروں کو ناحق قتل

بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ

کرتے ہیں اور لوگوں میں سے انصاف کا حکم کرنے والوں کو قتل کرتے ہیں

النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢١﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

سو انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دے۔ یہی وہ لوگ ہیں

حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ

جن کی دنیا اور آخرت میں محنت ضائع ہو گئی اور ان کا کوئی

نَاصِرِينَ ﴿٢٢﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ

مددگار نہیں۔ کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں ایک حصہ

الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ

کتاب کا ملا وہ اللہ کی کتاب کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ وہ کتاب ان میں فیصلہ کرے

ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِنْهُمْ وَهُمْ مُعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾

پھر ایک فرقہ ان میں سے پھر جاتا ہے ایسے حال میں کہ وہ منہ پھیرنے والے ہوتے ہیں۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا

یہ اس لیے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ہرگز آگ نہیں لگے گی مگر چند دن گنتی کے

مَّعْدُوْدٰتٍ ۪ وَّغَرَّهُمْ فِیْ دِیْنِهِمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

اور ان کی اپنی بنائی ہوئی باتوں نے انہیں دین میں دھوکہ دیا ہوا ہے۔

فَكَیْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ ۟ وَوُفِّیَتْ

پھر ان کا کیا ہو گا جب ہم انہیں ایک دن جمع کریں گے جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں

كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ

اور ہر کسی کو اپنی کمائی کا اجر پورا دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ تو کہہ

اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ

اے اللہ! بادشاہی کے مالک! جسے تو چاہتا ہے سلطنت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے

الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ

سلطنت چھین لیتا ہے جسے تو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے تو چاہے ذلیل کرتا ہے

بِیَدِكَ الْخَیْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۶﴾

سب خوبی تیرے ہاتھ میں ہے بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ ۫

تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے

وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ ز

اور زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے

وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾ لَا یَتَّخِذِ

اور جسے تو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ مسلمان

الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ج

مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں

وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّاۤ اَنْ

اور جو کوئی یہ کام کریں اسے اللہ سے کوئی تعلق نہیں مگر اس صورت میں

تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ط وَ یُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ط وَ اِلَى

کہ تم ان سے بچاؤ کرنا چاہو اور اللہ تمہیں اپنے سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف

اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸﴾ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ

لوٹ کر جانا ہے۔ تو کہہ دے اگر تم اپنے دل کی بات چھپاؤ

اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ط وَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا

یا ظاہر کرو اسے اللہ جانتا ہے اور جو کچھ آسمانوں اور جو

فِی الْاَرْضِ ط وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۹﴾

کچھ زمین میں ہے اسے جانتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۛ معانقة

جس دن ہر شخص موجود پائے گا اپنے سامنے اس نیکی کو جو اس نے کی تھی

وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ

اور جو کچھ کہ اس نے بُرائی کی تھی اس دن چاہے گا کہ کاش درمیان اس کے اور درمیان

اَمَدًا بَعِيْدًا ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ

اس کی بُرائی کے مسافت دور کی ہو اور اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ

رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝۳۰ ع ع٣

بندوں پر شفقت کرنے والا ہے۔

رکوع (۳)

خلاصہ: (۱) مسلک صحیح کے معاندین کا راہ راست پر آنا مشکل ہے

(۲) لہٰذا مسلمانوں کو اپنی کامیابی کے لئے گامزن ہونا چاہئے۔

ماخذ: (۱) أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ (آل عمران: ۲۲)

(۲) قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (آل عمران: ۲۶)

یہود کے امراض مستمرہ اور ان کے اعمال کا نمونہ اور نقشہ

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ : ماقبل سے یہ مضمون چلا آ رہا ہے کہ کتاب اللہ کے ماننے سے تمہارے سینوں میں نور آئے گا جو کہ نور توحید ہے یہود جب قرآن کو نہیں مانتے اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کرتے ہیں تو فرمایا کہ ان کے یہ امراض مستمرہ ہیں اس لئے دربار الٰہی سے دھتکارے گئے ہیں، ان کے اعمال کا نمونہ اور نقشہ پیش کیا جا رہا ہے یعنی یہ ان کے اعمال ہیں جن کی وجہ سے مسلک صحیح اور راہ راست پر ان کا آنا مشکل ہے، یہ بداعمالیاں ان کو عَذَابٍ أَلِيمٍ کی خوشخبریاں دینے والی ہیں، اسی طرح جب ایک بندۂ مومن قتل کیا جائے تو قاتل پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا (النساء: ۹۳) ایک تو عام مسلمانوں کو قتل کرنا ہے اور یہود بدبخت جنہوں نے اپنے پیغمبروں کو قتل کیا ان کے ملعون ہونے کی تو کوئی حد ہی نہیں، اسی طرح یہ کتاب اللہ سے اعراض کرتے ہیں، آگے فرماتے ہیں کہ ان کا راہ راست پر آنا اس وجہ سے مشکل ہے کہ انہوں نے من گھڑت عقیدہ اپنایا اور پھر یہ لوگ اپنے اس خود ساختہ عقیدے کی بنا پر کہتے ہیں کہ ہم ابناء اللہ ہیں۔

یہود دنیا میں بھی ذلیل اور آخرت میں بھی تباہ

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ: اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے اعمال ہرگز پسندیدہ نہیں کیونکہ انہوں نے اپنے اعمال کو ضائع کر دیا دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل کرے گا اور مسلمانوں کی جوتیوں کے تابع بنائے گا اور آخرت بھی تباہ ہوگی اور ان کا راہ راست پر آنا مشکل ہے اور ان کا مدد کرنے والا بھی کوئی نہیں ہوگا۔

سمجھتے نہیں آتے تو کون سمجھائے

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِنْهُمْ وَهُمْ مُعْرِضُونَ: اہل کتاب میں سے بعض آدمیوں کو کتاب کے جس خاص حصے کی سمجھ ہے، اُنہیں اگر اسی کی طرف دعوت دی جاتی ہے تو وہ قرآن کی مخالفت کر دیتے ہیں ہم کہتے ہیں آؤ تمہارے جو شکوک ہیں ہم تمہیں سمجھائیں مثلاً ان کا تثلیث کا مسئلہ اکثر اناجیل میں نہیں ہے، اب اگر انہیں کہا جائے کہ تم اپنی ہی کتاب کو مانو اور تثلیث چھوڑ دو تو بھی انکار کرتے ہیں کیونکہ سمجھنے کے لئے تیار نہیں بلکہ منہ موڑتے ہیں، اب ٹیڑھی چال تو خود چلتے ہیں تو ایسے لوگوں کو کون سمجھائے، یہ مانتے کیوں نہیں اور خود نیک عمل کیوں نہیں کرتے؟

معذب ہونے کے بارے میں من گھڑت عقیدہ

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ: دائرہ اسلام میں داخل نہ ہونے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے کا اصلی سبب یہ ہے کہ انہوں نے ایک من گھڑت عقیدہ بنا رکھا ہے کہ بزرگوں کی گوسالہ پرستی کے بدلے چالیس دن جہنم میں ہوں گے اور کتنے ہی بے ایمان ہوں چالیس دن سے زیادہ عذاب نہ پائیں گے یعنی صرف چند دن کے لئے دوزخ جائیں گے پھر جنت ہماری ہے، خواہ پیغمبر کو کیوں قتل نہ کریں، یہودیوں نے تو نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ کی پناہ لے رکھی ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا مصلوب ہونا عیسائیوں کی نجات کا ذریعہ بن گیا اور یہی مرض اب آہستہ آہستہ مسلمانوں میں سرایت کرتا جاتا ہے، یاد رہے کہ جو قوم اعمال سے قطع نظر کر لیتی ہے وہ ترقی نہیں کر سکتی، لہٰذا اس خود ساختہ عقیدے نے انہیں دھوکہ میں ڈالا کہ بہشت میں جانا ہی ہے، ان کا یہ اختراعی عقیدہ ہے نہ تو اسلام کو صحیح سمجھتے ہیں نہ سمجھنا چاہتے ہیں۔

عقیدہ کفارہ کا ابطال

فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ: یہ جو کہہ رہے ہیں کہ ہمیں اور کوئی (مثلاً عیسیٰ علیہ السلام) کفارہ بن کر چھڑا دے گا ان کا یہ خیال غلط ہے بلکہ اس دن ان کی حالت کیسی نازک اور قابل رحم ہوگی جب وقت کا احکم الحاکمین خود فیصلہ کرنے والا ہوگا یعنی بہانوں کا پتہ اس دن لگے گا کوئی مددگار نہ ہوگا اور وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ کا اعلان ہر کسی کو عام ہے کہ اس کی پوری کیفیت تو مرنے کے بعد نظر آئے گی جب اللہ تعالیٰ ہر ایک شخص کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا اس وقت انہیں اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ کفارہ کا عقیدہ بالکل ہی غلط تھا۔

اب تم سرفرازی کی دعا مانگو

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ: قُلْ میں خطاب ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا واسطہ اور امت محمد یہ کو بالواسطہ کہ ان کفار کا راہ راست پر آنے کی تو امید نہیں تو فرماتے ہیں قل یایھا النبی والمسلمون کیونکہ یہ تو نالائق ہیں اور ذلیل کرنے کے قابل ہیں یعنی جس وقت یہ ایسے بداخلاق ہو کر گر گئے تو ان کی اصلاح بہت مشکل ہے، اب اے مسلمانو! تم خدا سے دعا مانگو کہ اے اللہ! ہمیں سرفرازی کا تمغہ عنایت فرما دے اور ہمیں بادشاہت سے نواز دے اور ہمیں برسر اقتدار کرا دے اور بادشاہت کے تخت پر بٹھا دے۔

حکومت اور طاقت ہی سے قانون الٰہی کا نفاذ

پھر تو جس کو چاہے دے لہٰذا یہ نعمت (سرفرازی کا تحفہ) ہمیں عطاء فرما دے حکومت کا حصول عیش و عشرت کیلئے نہیں ہوتا کہ جو چاہے کرے بلکہ اس لئے ہوتا ہے کہ الناس علی دین ملوکھم اور اسلام پنپ نہیں سکتا جب تک کہ طاقت نہ ہو اور طاقت ہوتی ہے حکومت سے، تب قانون کا نفاذ ہوگا اس لئے حکومت طلب کی جاتی ہے جلب زر کیلئے نہیں وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ (النور: ۵۵) اللہ تعالیٰ کو وعدہ پورا کرنا تھا، چنانچہ بادشاہی دی لیکن ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم وغیرہ نے شانِ درویشی میں بادشاہت کی۔

عزت کی دو قسمیں

امیر ہو یا غریب، ہر شخص عزت کا خواہاں ہے، عزت کی دو قسمیں ہیں (۱) کھری یا سچی عزت (اصلی) (۲) کھوٹی یا جھوٹی عزت (نقلی) وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (الذاریات:۴۹) "ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنائے ہیں۔" کھری عزت وہ ہے جو بارگاہ الٰہی سے عطا ہو، جو عزت نیچے سے ملے وہ کھوٹی ہے کھری نہیں، منافقین کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے أَيَبْتَغُونَ عِندَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا (النساء:۱۳۹) "کیا وہ منافقین ان (کفار) کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں۔ پس بے شک ساری عزت اللہ کے لئے ہے۔" منافقین چاہتے تھے کہ یہود کے ساتھ دوستی رکھیں گے تو عزت پائیں گے، اللہ تعالیٰ اس کی تردید فرماتے ہیں، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض، اس سے اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہیں، یہود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی رکھتے تھے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے بھی دشمن ہوئے، جو لوگ اللہ اور رسول اللہ کے ساتھ دشمنی رکھیں ان کو عزت کس طرح مل سکتی ہے؟ عزت ساری اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، اسی کے ہاں سے مل سکتی ہے۔ دشمنان خدا کے ہاں سے ہرگز نہیں مل سکتی۔

عزت اور ذلت اللہ کے اختیار میں

اس آیت میں ہمیں یہ عقیدہ سکھایا گیا ہے کہ عزت اور ذلت اللہ کے اختیار میں ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملے حقیقت میں وہی عزت ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ملے وہ صورتاً عزت ہوگی لیکن حقیقتاً ذلت ہوگی جو شخص محلہ یا گاؤں یا بستی میں زور آور ہو یا مال و دولت کا مالک ہو اور ہر ایک پر بے جا تشدد اور ظلم کرے تو لوگ ایسے شخص کی عزت بھی کرتے ہیں مگر یہ بناوٹی اور صورتاً عزت ہوگی، دل میں نفرت ہوگی، ہر سرکاری عہدہ دار اور افسر کو لوگ سلام کرتے ہیں، کیا وہ دل سے اس کو سلام کرتے ہیں؟ نہیں بلکہ وہ سلام ایک منافقانہ اعزاز ہوتا ہے، بڑا زمیندار ہو یا سیٹھ سب میں یہی قدر مشترک ہوگی، ان کی عزت اللہ کی طرف سے نہیں ہوتی اس واسطے کھوٹی ہوتی ہے۔

پوشیدہ قوتوں کو ظاہر کرنے کے اسباب کی دعا

تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ: اے اللہ! اگر ہماری کمزوریاں ہیں اور ہمارے ہاں اسباب نہیں تو آپ کے ہاں تو سب کچھ موجود ہے، اے

اللہ! تورات کے اندھیرے سے روشنی بنادیتا ہے، اسی طرح ہمارے قوائے مضمرہ کو ظاہر اور روشن فرما اور کفار کے قوائے ظاہرہ اور روشن کو پوشیدہ کر اسی طرح ہمارا ادبار (زوال) جائے اور اقبال (ترقی) آجائے اور کافروں کا اقبال جائے اور ادبار آجائے۔

کفر کی درخت سے مثال

مثال کے طور پر ایک بہت بڑا تناور درخت ہے اس کا سایہ بہت پھیلا ہوا ہے لیکن اس کی جڑ میں گھن لگ گیا ہے جڑوں کو گھن نے کھایا ہے، ایسا درخت بارآور نہیں ہوتا، اس کے پتے سبز ہیں، سایہ پھیلا ہوا ہے لیکن پھر بھی باغبان اس کو اکھاڑ لیتا ہے اور اسکی جگہ ایک چھوٹی ٹہنی لگا دیتا ہے کیونکہ یہ پل بڑھ کر بارآور ہوگا، ایسے ہی کفر کی مثال خشک درخت کی طرح ہے کہ جڑیں تعلق باللہ والی کٹ گئی ہیں، اب رکھنے کے قابل نہیں ہے، اس کے مقابلے میں مسلمان ہے وہ اگرچہ تھوڑے ہیں لیکن پھلدار درخت جیسے ہیں، ان سے بہت نفع کی امید ہے تو اے اللہ! ہمارے لئے ایسے اسباب مہیا کر کہ ہمارا ادبار اقبال سے بدل جائے اور کافروں کا اقبال ادبار سے بدل جائے اور یہ کہ ہمارے قوی قوت سے فعل (عملی وجود) میں لے آ اور ان کے اسباب منقطع کر، جیسے ہندوستان میں ہر قسم کی قابلیت موجود ہے لیکن اس قابلیت کے اظہار کے لئے اسباب موجود نہیں ہیں اور جس وقت ہندوستان کی قابلیت کے اظہار کے اسباب موجود تھے اور وہ قابلیتیں ظاہر ہوتی تھیں، تمام یورپ ہندوستان کا محتاج تھا کیونکہ ہندوستان میں ایسا اچھا کپڑا تیار ہوتا تھا کہ جب انگلینڈ والوں نے ہندوستان کا کپڑا منع کردیا تھا اور حکم تھا کہ جو ہندوستان کا کپڑا پہنے اس کو جرمانہ ادا کرنا ہوگا انگلینڈ کی عورتیں جرمانہ ادا کرکے ہندوستان کا کپڑا پہنتی تھیں۔

تعلق کا جوڑنا وجہ ترجیح

اب یہ انقلاب ترجیح بلا مرجح کے لحاظ سے نہیں ہوگا بلکہ ہمارے لئے مرجح موجود ہے کہ ہم نے تجھ سے تعلق جوڑا ہے انہوں نے تجھ سے تعلق توڑا ہے، ان کے عقائد خراب ہوچکے تھے ان سے توحید کی اشاعت کی توقع نہ تھی، ہم تو تیری توحید کے قائل ہیں اور وہ منکر ہیں، اس لئے ان کی جگہ مسلمانوں کو دے۔ اے اللہ! ان پھیلے ہوئے یہودیوں اور کافروں کو اکھاڑ دے، ان کی جگہ بادشاہت مسلمانوں کو دے۔

حی اور میت

وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ :اللہ تعالیٰ وہی ذات ہے جو زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتی ہے، اسی طرح حَیّ وہ ہے جو ذاکر باللہ ہو اور جس کا تعلق اللہ سے صحیح ہو تو وہ حَیّ ہے اس کی مثال جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مثل الذی یذکر ربه والذی لا یذکر ربه مثل الحی والمیت (البخاری: ح ۶۴۰۷) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن گیر ہوئے لہٰذا سلطنت کے ہم مستحق ہیں کیونکہ مثمر درخت کو غیر مثمر درخت پر ترجیح دی جاتی ہے، کفار کے اسلاف حَیّ تھے کیونکہ ان کا تعلق باللہ درست تھا مگر ان سے پیدا ہونے والے تیرے باغی اور ناخلف بنے عناد بالتوحید و بالحق کے باعث مردہ ہو گئے ہیں اور ہمارے اسلاف مردہ مبتلا فی الشرك تھے تو ہم تیری توحید کے نور سے زندہ پیدا ہوئے، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن گیر ہیں، لہٰذا اب سلطنت کے بھی ہم مستحق ہیں۔

مردہ اور زندہ کی اصطلاح

بعض الفاظ کے معنی مختلف زبانوں میں بدل جاتے ہیں، بعض الفاظ سندھی زبان میں گالی ہیں اور پنجابی زبان میں بڑے مہذب سمجھے جاتے ہیں اور بعض الفاظ پنجابی زبان میں گالی ہیں اور سندھی زبان میں بڑے مہذب سمجھے جاتے ہیں، علی هذا القياس مردہ اور زندہ کے الفاظ عام انسانوں کی اصطلاح میں ان کے معنی کچھ اور ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصطلاح میں ان کے معنی کچھ اور ہیں، عام انسانوں کی اصطلاح میں زندہ وہ ہے جو چلے پھرے کھائے پیئے، بولے چالے وغیرہ وغیرہ اور مردہ وہ ہے جو نہ اٹھے نہ بیٹھے نہ کھائے نہ بولے چالے وغیرہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصطلاح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی اصطلاح میں ذکر الٰہی کرنے والے کو زندہ اور ذکر الٰہی نہ کرنے والے کو مردہ سمجھا جائے گا، جب غافل کو مردہ کہا گیا ہے پھر مشرک اور کافر تو بطریق اولیٰ شریعت کی اصطلاح میں مردہ کہلانے کے مستحق ہوں گے۔

زندہ سے مردہ کی پیدائش

حضرات انبیاء علیہم السلام ذاکرین کے امام تھے، اس لئے ان کی روحانی زندگی

دوسروں کی روحانی زندگیوں سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہوتی ہے، اب اس ذات بے نیاز کی قدرت کا تماشا دیکھئے! اس کی بے نیازی کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے اور عقل کو یہ ماننا پڑتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! تیری مصلحتوں اور حکمتوں کو تو ہی جانتا ہے ہمارا ایمان ہے کہ تیرا ہر کام مصلحت پر مبنی ہوتا ہے مگر انسان تیری مصلحتوں کی تہہ تک پہنچنے سے عاجز ہے، بس یہی عقیدہ کافی ہے نومن کما جاء ولانسئال عن کیفیته ''ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اسکی کیفیت دریافت نہیں کرتے''

آج کل بھی یہ ہو رہا ہے

آپ دیکھتے ہیں کہ بعض نیک آدمی کافروں کے گھر پیدا ہو جاتے ہیں تو گویا مردہ سے زندہ پیدا ہوا اور ایسی مثال بھی آپ دیکھیں گے کہ بعض بدنصیب مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہونے کے بعد کافر ہو جاتے ہیں، مثلاً کمیونسٹ ہو گئے جو اللہ تعالیٰ کو بھی نہیں مانتے، مسلمانوں کے گھر پیدا ہونے کے بعد دائرہ اسلام سے نکل جانے کا اصلی سبب یہ ہے۔ بقول شخصے ......

ع بلے میوہ زمیوہ رنگ گیرد

آج کل انگریزی تعلیم پر مسلمان فدا ہیں بچے کو کلمہ توحید لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ بھی نہیں سکھاتے اور سکولوں اور کالجوں میں تعلیم دلوانا حسب توفیق اپنا فرض عین خیال کرتے ہیں۔ سکولوں اور کالجوں میں انگریز کے زمانہ میں دین کا نام ونشان تک نہیں تھا، پرائمری سے لے کر ایم۔اے تک کہیں کلمہ لاالٰہ الااللہ محمدرسول اللہ بھی نہیں سکھایا جاتا تھا، اس لئے اب پاکستان بننے کے بعد سکولوں اور کالجوں کے ٹیچر اور پروفیسر بھی وہی ہیں جن کے رگ وریشہ میں وہی انگریزی تعلیم، انگریزی تمدن، انگریزی تہذیب کی دلدادگی رچی ہوئی ہے اس لئے نہ ان لوگوں کو دین کی ضرورت محسوس ہوتی تھی اور نہ ان کے دلوں میں دین کی کوئی عزت ہے۔ الاماشاءاللہ

اللہ کے بعض بندے یقیناً مستثنیٰ ہیں اور وہ گورنمنٹ کے ہر شعبہ میں پائے جاتے ہیں، جن کے دل میں اسلام کا احترام ہے، وہ دل سے چاہتے ہیں کہ لڑکوں کے دلوں میں اسلام کا نور پیدا ہو اور وہ دیندار ہو جائیں مگر طوطی کی آواز نقارخانہ میں کون سنتا ہے، کیسی صورت پیدا شدہ ہے، غرضیکہ موجودہ نسل اساتذہ جو سکولوں اور کالجوں میں کام کر رہی ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جو انگریز کی تربیت یافتہ ہیں، اسی لئے تو یہ تعلیم یافتہ طبقہ یہ نعرہ لگاتا ہے، مولوی بڑے بے ایمان ہیں

اور ملازم نہیں قائم ہونے دیں گے جب مربی ایسے ہیں تو پھر بتلائیں کہ بچوں اور نوجوانوں میں اسلام کا رنگ، اسلام پر فریفتگی اور اسلام کیلئے دلدادگی کہاں سے پیدا ہو؟

اصلاح کی صورت

آج اگر ذمہ داران تعلیم یہ فیصلہ کرلیں کہ اسکولوں میں ٹیچر اور کالجوں میں پروفیسر اور پرنسپل وہ رکھے جائیں گے جنہوں نے سکول اور کالج میں اگرچہ دین کی تعلیم نہیں پائی مگر خارجی وقت میں انہوں نے دینی تعلیم میں کافی مہارت پیدا کی ہوئی ہے اور ساتھ ہی یہ شرط بھی بڑھا دیں کہ دین کی تعلیم پانے کے بعد ان میں اسلام کا عملی رنگ بھی کم وبیش پایا جائے مثلاً کم از کم نماز روزہ کے پابند ہوں، شریعت کا احترام کریں، لڑکوں میں دینداری کی روح پیدا کرنے کے خواہاں ہوں، پھر دیکھئے گا کہ سکولوں اور کالجوں کے طلبہ میں ایک دوسال کے بعد آپ کو ایک انقلاب نظر آئے گا اور آٹھ دس سال تک تو ان شاء اللہ قوم کے نوجوانوں کی کایا پلٹی ہوئی نظر آئے گی۔

پھلدار اور غیر پھلدار درخت کی مثال

اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ یہ دعا مستلزم ترجیح بلا مرجح کو ہے کیونکہ وہ بھی مخلوق اور ہم بھی مخلوق تو تم کو ان پر کیا ترجیح ہے؟ اس کا جواب ہے کہ ہم مثمر (میوہ دار) ہیں وہ مثمر نہیں ہیں اور یہ مسلم امر ہے کہ مثمر درخت کو غیر مثمر پر ترجیح ہوا کرتی ہے اگرچہ مثمر کتنا ہی ضعیف اور چھوٹا ہو اور غیر مثمر کتنا ہی بڑا ہو، اس کی مثال ایسی ہے کہ باغبان برگد کے درخت کو (جو نہایت سایہ دار ہوتا ہے) کاٹ دیتا ہے کیونکہ اس سے پھل کی توقع نہیں اور اس کے بجائے ایک پتلی سی ٹہنی لگا دیتا ہے کیونکہ اس سے پھل کی توقع ہے، اسی طرح غیر مسلم مثل بڑے درخت کے ہیں جن کی جڑیں کٹ چکی ہیں یعنی تعلق باللہ قائم نہیں رہا اور قاعدہ ہے کہ جتنا بڑا درخت ہو وہ دیر سے خشک ہوتا ہے اور اس چھوٹے درخت کی جڑیں قائم ہو چکی ہیں یعنی تعلق باللہ قائم ہو گیا ہے، گویا کفار کی جڑیں تو کٹ چکی ہیں لیکن دیر سے تباہ ہوں گے۔

بدن اور روح کے مل کر کام کرنے کے نتائج

وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ: اگر تنہا بدن کام کرے تو نتائج بہت ہی تھوڑے نکلتے ہیں اور اگر روح بھی بدن کے ساتھ کام کرنے کیلئے آمادہ ہو جائے تو پھر یہ بدنی اعمال بہت زیادہ قیمت پیدا کر لیتے ہیں، جس کی پہلی بسم اللہ دس نیکیوں سے شروع ہوتی ہے اور سات سو بلکہ سات ہزار

اور اس سے بھی زائد ترقی ہوسکتی ہے تو اب مثلاً جن قوموں نے صدیوں سے حکومت کی ہے اور حکومت کرتے کرتے جو ترقی انہوں نے مدتوں کے بعد حاصل کی ہے، اب مسلمانوں کو وہ حکومت فوراً سوائے تدریجی ترقی کے کیسے مل سکتی ہے؟

بِغَیۡرِ حِسَابٍ کا مطلب

اب بِغَیۡرِ حِسَابٍ کا یہ مطلب ہے کہ جو کام کسی قوم نے ہزار سال میں کیا ہے تو وہ کام روحانی قوت والی قوم ایک سال میں کر سکتی ہے، جب یہ روحانی قوت تیزی سے بدنی قوتوں کے ساتھ مل کر کام کرنے لگ جائے تو پھر ان لوگوں کے حق میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ ان کو یہ چیز پہلی قوم کے حساب سے بے حساب ملی اور ایسی قوم کی ترقی کا کوئی قاعدہ مقرر کیا ہی نہیں جا سکتا، اب بھی اگر مسلمان اس تعلیم کی قدر کریں تو بے حساب ترقی کر سکتے ہیں۔

کافروں کی دوستی سے شدید ممانعت

لَا یَتَّخِذِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الۡکٰفِرِیۡنَ اَوۡلِیَآءَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ مَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِکَ فَلَیۡسَ مِنَ اللّٰہِ فِیۡ شَیۡءٍ اِلَّاۤ اَنۡ تَتَّقُوۡا مِنۡہُمۡ تُقٰىۃً وَ یُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفۡسَہٗ وَ اِلَی اللّٰہِ الۡمَصِیۡرُ: قبولیت دعا کے لئے شرط بیان کی جاتی ہے کہ تمہاری دعا اس وقت قبول ہوگی، جب تم میرے دشمنوں سے یاری نہ کرو اور میری توحید پر قائم رہو تب میں حکومت دوں گا، یہ اللہ تعالیٰ نے شرط لگا دی دشمن کا یار بھی دشمن ہوتا ہے، اگر میرے دشمنوں سے دوستی کی راہ و رسم رکھی تو میری طرف سے کسی چیز کی توقع نہ رکھنا کیونکہ دوستی کرنے کی وجہ سے وہ بھی دشمن ہوگا، دیکھئے! قرآن کتنے واضح الفاظ میں بتا رہا ہے، آدھا تیتر آدھا بیٹر نہیں ہونا چاہئے کہ آدھا ایمان اور آدھا کفر......

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں

ایں خیال ست ومحال ست وجنوں

حدیث میں ہے کہ آپس کی آگ بھی ایک دوسروں کو یعنی کافر و مومن کو نظر نہ آئے یعنی جو شخص کفار سے دوستی کرے گا اس کیلئے من جانب اللہ کوئی امداد نہیں ہوگی کیونکہ دوستی کرنے کی وجہ سے وہ بھی دشمن ٹھہرے گا، اگر کسی ضرر اور شرارت سے بچنے کے لئے دوستی کرے تو گنجائش ہے۔

معاہدہ اور دوستی میں فرق

معاہدہ اور چیز ہے دوستی اور محبت اور چیز ہے اور اس تھوڑے سے استثناء کو کہیں آگے نہ

لے جانا کہ اجازت ظاہری کو مؤدت باطنی کا بہانہ بنائیں، آگے یہ اندیشہ تھا کہ کوئی اس اجازت کو آڑ بنا کر کافروں کے ساتھ قلبی محبت پیدا کرے اس لئے چھ مرتبہ تنبیہ دی کہ قلبی محبت نہ ہونے پائے کیونکہ کفار سے ملنے میں اخلاق بگڑتے ہیں۔

چھ تنبیہات اور دوستی کے لیے حدود کا تعین

چھ تنبیہات جو قرآن میں مذکور ہیں حسب ذیل ہیں:

(۱ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا (النسآء:۱۴۴)

(۲ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (المآئدہ:۵۱)

(۳ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (المجادلة:۲۲)

(۴ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ (الممتحنة:۴)

(۵ وَ لَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ (البقرة: ۱۲۰)

(۶ وَ لَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (البقرة:۲۱۷)

جس قدر تمہیں ملاپ کی ضرورت ہے اس سے اگر ایک ذرہ برابر آگے بڑھے تو اللہ حساب لے گا۔

کفار سے دوستی اور اضطراراً مردہ کھانا

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ وَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ: جس طرح کہ زندگی بچانے کیلئے مردار کھانے کی بقدر ضرورت اجازت مل سکتی ہے اور پیٹ بھرنا حرام ہے بعینہ یہی حال کفار کے ساتھ دوستی کا ہے یعنی تم اگر کفار کے ساتھ دل میں یاریاں بنا کر رکھو گے تو یہ دوستی اللہ تعالیٰ سے چھپی ہوئی نہیں وہ دلوں کی باتوں اور مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ کو جانتے ہیں، تمہیں ظاہراً اور باطناً کسی صورت میں بھی ظالموں سے دوستی رکھنا جائز نہیں اگر تم لوگوں سے یہ عذر کرو کہ مسلمانوں کی حکومت میں بدامنی ہے جان و مال کا خطرہ ہے اس لئے ہم کافروں کے ماتحت زندگی بسر کرتے ہیں اور ان سے پیمان مؤدت باندھتے ہیں تو یہ عذر لنگ اللہ کے دربار میں کام نہ دے گا کیونکہ اگر کہیں سے مسلمانوں کی حکومت چھن جائے تو یہ ان کا فرض ہے کہ فوراً اپنے مرکز خلافت میں جمع ہو کر اس ملک پر دوبارہ قبضہ کرنے کی کوشش کریں اور یہ تو کسی بھی صورت میں جائز نہیں کہ دارالحرب کو ہی اپنا وطن بنالو۔

دوستی کے نمائشی حیلے حوالوں کی ممانعت

یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا وَ بَیْنَهٗۤ اَمَدًا بَعِیْدًا وَ یُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ: کفار کی دوستی کیلئے اگر تم نمائشی بہانے بنالو تو اللہ تعالیٰ تمہارے دل کی باتوں کو جاننے والا ہے، یہ نہ سمجھ لینا کہ اس تصنع سے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ جاؤ گے۔ دنیا میں اگر تم نے تصنع سے کام لیا تو اس دن کیا کرو گے جس دن تمہارے اعمال کے صحیح نتائج تمہیں بھگتنے پڑیں گے؟ اگر تم نے کفار کے ساتھ چھپی یاری رکھ کر اسلام کو نقصان پہنچایا تو یہ تمہارے سامنے آئے گا پھر کہو گے کاش! لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا وَ بَیْنَهٗۤ اَمَدًا بَعِیْدًا وَ یُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وہی اِلَّاۤ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً پر زور دیا جا رہا ہے کہ استثناء سے غلط فائدہ نہ لیا جائے۔

رکوع 04

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ

کہہ دو اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو تاکہ تم سے

اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾

اللہ محبت کرے اور تمہارے گناہ بخشے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

کہہ دو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو پھر اگر وہ منہ موڑیں

لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓي اٰدَمَ وَنُوْحًا

تو اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔بے شک اللہ نے آدم کو اور نوح کو

وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾ ۙ

اور ابراہیم کی اولاد کو اور عمران کی اولاد کو سارے جہان سے پسند کیا ہے۔

ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ ۚ اِذْ

جو ایک دوسرے کی اولاد تھے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّىْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِىْ

جب عمران کی عورت نے کہا اے میرے رب جو کچھ میرے پیٹ میں ہے

مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٣٥﴾

سب سے آزاد کر کے میں نے تیری نذر کیا سو تو مجھ سے قبول فرما بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ۭ

پھر جب اسے جنا کہا اے میرے رب! میں نے تو وہ لڑکی جنی ہے

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ۭ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ

اور جو کچھ اس نے جنا ہے اللہ اسے خوب جانتا ہے اور بیٹا بیٹی کی طرح نہیں ہوتا

وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا

اور میں نے اس کا نام مریم رکھا اور میں اسے اور اس کی اولاد کو

مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿٣٦﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ

شیطان مردود سے بچا کر تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ پھر اسے اس کے رب نے اچھی طرح سے قبول کیا

حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا

اور اسے اچھی طرح بڑھایا اور وہ زکریا کو سونپ دی جب زکریا اس کے پاس

دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ

حجرہ میں آتے تو اس کے پاس کچھ کھانے کی چیز پاتے

قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ

کہتے اے مریم! تیرے پاس یہ چیز کہاں سے آئی ہے وہ کہتی

إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٧﴾

یہ اللہ کے ہاں سے آئی ہے اللہ جسے چاہے بے قیاس رزق دیتا ہے۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ

زکریا نے وہیں اپنے رب سے دعا کی کہا اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ

لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ إِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿٣٨﴾

اولاد عطا فرما بے شک تو دعا کا سننے والا ہے۔

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ

پھر فرشتوں نے اس کو آواز دی جب وہ حجرے کے اندر نماز میں کھڑے تھے

أَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ

کہ بے شک اللہ تجھ کو یحیٰی کو خوشخبری دیتا ہے جو اللہ کے ایک حکم کی گواہی دے گا

وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٣٩﴾

اور سردار ہو گا اور عورت کے پاس نہ جائے گا اور صالحین میں سے نبی ہو گا۔

قَالَ رَبِّ أَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ

کہا اے میرے رب! میرا لڑکا کہاں سے ہو گا حالانکہ میں بڑھاپے کو پہنچ چکا ہوں

وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿٤٠﴾

اور میری بیوی بانجھ ہے فرمایا اللہ اسی طرح جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ

کہا اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی مقرر کر فرمایا تیرے لیے یہ نشانی ہے کہ

النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا

تو لوگوں سے تین دن سوائے اشارہ کے بات نہ کر سکے گا اور اپنے رب کو بہت یاد کر

ع ۴ ۱۲ وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ ع

اور شام اور صبح تسبیح کر۔

رکوع (۴)

خلاصہ: اللہ تعالیٰ کے دربار میں عزت پانے کیلئے اس کے برگزیدہ اور چیدہ بندوں کے نقش قدم پر چلنا ہوگا۔

ماخذ:(۱) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (آل عمران: ۳۱)

(۲) اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ (آل عمران: ۳۳)

دعویٰ محبت اور دوستی کی کسوٹی اتباع سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ:اس سے ماقبل رکوع میں آچکا ہے کہ معاندین حق کا راہ راست پر آنا مشکل ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اب راہ حق پر چلنا ہوگا اور المصطفین الاخیار چیدہ و برگزیدہ بندوں کے نقش قدم پر چلنا ہوگا مقبولین و برگزیدہ بندگان خداوندی کا اتباع کرنا پڑے گا، امام المصطفین الاخیار سید الانام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کے نقش قدم پر ہر حالت میں فی کل الاحوال (تعلق باللہ وبالمخلوق تعلق بالکفار تعلق بالمومنین تعلق بالآباء والاولاد والازواج) سب میں فی کل مکان وفی کل حالۃ چلنا ضروری ہے کیونکہ جب تم خدا تعالیٰ کیساتھ دوستی کا دعویٰ کرتے ہو اور تمہاری خواہش یہ ہے کہ خدا تعالیٰ تمہاری ویسی ہی مدد کرے جیسی وہ اپنے دوستوں کی کرتا ہے تو میرے طریقے پر چلو جس طرح میں خدا تعالیٰ کے حکم پر چلنے کیلئے ساری دنیا کی پروا نہیں کرتا تم بھی خدا کے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہو جاؤ، پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے تمہیں ضرور مدد ملے گی، ماقبل میں دعا کی قبولیت کیلئے شرط لگائی تھی کہ کفار کیساتھ دوستی نہ ہو اور پھر استثناء کیا گیا تھا کہ کفار کے شر سے بچنے کیلئے اگر ظاہری دوستی کر لی جائے تو جائز ہے۔

کفار سے دوستی کی حدود میں اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے رکھو

اس میں حیلہ سازی کو دفع کیا گیا تھا چونکہ یہ مشکل تھا اور اس مسلک کا صحیح نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، اس لئے کہا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے ایسی صلح کبھی نہیں کی جس میں مغلوبیت ہو اور مسلمان کفار کے زیر حکومت ہو جائیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہود اور نصاریٰ کو حاکم نہیں بنایا۔ الحاصل وہی تقاہ صحیح ہوگا، جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل درآمد ہوگا یعنی جہاں کہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی ہے مساوات کے طور پر کی ہے اور کبھی اپنی امت کو کفار کا غلام نہیں بنایا جیسا کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے برطانیہ سے صلح کی اور غلام بن گئے فَاتَّبِعُوْنِیْ مطلق ہے، نتیجہ یہ ہوگا کہ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ تمہیں محبت خداوندی حاصل ہوگی۔

قرآن مجید کا خلاصہ تعلیم: حصول رضائے الٰہی

یہ قاعدہ ہے کہ ہر اجمال کی ایک تفصیل ہوتی ہے اور ہر تفصیل کا ایک اجمال بھی ہوسکتا ہے، مثلاً اگر انسان کے ظاہری اور اندرونی اجزاء شمار کئے جائیں اور بیسیوں کو اجمال میں ضبط کرنا چاہیں تو فقط یہ لفظ کافی ہے کہ یہ انسان ہے یا مثلاً اگر ایک ضخیم کتاب کی سطریں جملے مفردات مرکبات اور حروف گننا چاہیں تو بلا مبالغہ لاکھوں تک تعداد پہنچ جائے گی اب اگر لاکھوں اجزاء کو اجمال میں ذکر کرنا چاہیں تو فقط ایک کتاب کا لفظ کافی ہے، علیٰ ھذا القیاس اگر قرآن مجید کی تفصیل بیان کرنا چاہیں تو ہزاروں عنوانات شمار کئے جاسکتے ہیں اور اگر ان تمام عنوانات کا اجمال معلوم کرنا چاہیں تو بآسانی اور بلا خوف و تردد کہا جاسکتا ہے کہ سارے قرآن مجید کا خلاصہ حصول رضائے الٰہی ہے، اس کا ثبوت قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام: ۱۶۲) ہے، حاصل یہ نکلا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ فقط اللہ ہی کی رضا طلبی کیلئے ہے۔

ہر مسلمان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کا حکم

جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کا حکم دیا گیا ہے تو صحیح تابعداری کا معیار یہ ہوگا کہ جس طرح آپ کا مقصد حیات فقط حصول رضائے الٰہی تھا اسی طرح ہر مسلمان کا مقصد حیات بھی رضائے الٰہی ہو جائے جب انسان کی یہ نیت ہو جائے گی تو جس طرح آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کا ہر عمل فرمان الٰہی کے مطابق تھا اسی طرح ہر مسلمان کے مقصد حیات میں رضائے مولیٰ ہی مطلوب ہوگی تو ہر عمل نیکی کے کھاتے میں شمار ہو جائے گا، مقصد زندگی متعین ہونے کے بعد اب ان ذرائع پر غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے کون سے ذرائع اختیار کرنے چاہئیں؟ ان ذرائع کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم فقط اللہ تعالیٰ کی عبادت، دوسری قسم مخلوق خدا کی خدمت۔

غیر اللہ کو مت پکارو

حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مت پکارو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے قبضے میں مخلوقات کا نفع یا نقصان نہیں ہے اگر وہ انسان کو تکلیف پہنچانا چاہے تو اس تکلیف کو کوئی دور نہیں کر سکتا اور اگر وہ کسی کو آرام پہنچانا چاہے تو کسی کو بھی روکنے کی مجال نہیں ہے۔

اللہ ورسول کی اطاعت کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ عملی نمونے

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ :اَطِيْعُوا اللّٰهَ سے مراد قرآن شریف کا اتباع ہے اور اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی نمونہ کا اتباع کرنا ہے تب تمہیں متبع رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھا جائے گا، یہاں پر ایجابی شرط کا ذکر ہے کہ اگر کامیابی چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو مانزل علینامن اللہ یجب علینا ان نتبعه وهو الاطاعة وصورته مابين النبی صلی اللہ علیہ وسلم "جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہم پر اس کا اتباع لازم ہے اور جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل بتائی اور عملی نمونہ دکھایا" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے تم المصطفین الاخیار (انبیاء) کے متبع ہو جاؤ گے، حدیث میں ہے الانبیاء اخوۃ من علات امهاتهم شتیٰ ودینهم واحد کیونکہ اصل دین ایک ہے۔

حفاظت حدیث حفاظت قرآن ہے

نماز کا حکم اللہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طریقہ بتلایا اسی طرح حج وزکوۃ کے طریقے اور تفصیلات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیں یہ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ہے یہاں سے اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ مستنبط ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء: ٦٤) مثلاً کعبہ کی طرف سجدہ کرتے ہیں کعبہ جہت ہے، سجدہ

خدا تعالیٰ کو ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ترجمان حدیث شریف ہے، جہاں سے مسئلہ بھی صاف ہو جاتا ہے کہ حفاظت حدیث کا اہتمام کسی اور نبی کی امت میں نہیں ہوا جیسا کہ امت مسلمہ میں ہوا، اس کی وجہ یہ ہے کہ حفاظت قرآن مقصود تھی اگر حدیث کی حفاظت نہ ہوتی تو قرآن کی حفاظت نہ ہو سکتی تھی۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع تمام برگزیدہ پیغمبروں کی اتباع ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو گے تو ادبار (زوال) بصورت اقبال (عروج) بدل جائے گا۔

تاریخ سے کچھ شہادتیں

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ: اب یہاں سے تاریخ سے شہادت پیش کر کے یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ نے اس قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کی مدد نہیں کی آگے اور بھی وضاحت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصطفین الاخیار میں سے ہیں اور برگزیدہ بندگان خدا میں سے ہیں تمہیں انکی تقلید کرنی چاہئے تو عزت ملے گی ورنہ تمہارا دعویٰ عشق غلط ہوگا، اسی طرح اللہ نے ان خاندانوں کو حکومت اور ترقی دی اور جس شخص نے ان لوگوں کی اولاد میں سے قانون کی خلاف ورزی کی اللہ نے ان کی تائید چھوڑ دی۔

قدر مشترک سب کی ایک

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِن بَعْضٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ: بعض انبیاء بعض کی اولاد میں سے ہیں، نوح علیہ السلام آدم علیہ السلام کی اور ابراہیم علیہ السلام نوح علیہ السلام کی ذریت میں سے ہیں وغیر ذلک من الأنبیاء دین اصولاً سب کا ایک ہے، فروعات میں فرق ہے لا نعبد الا ایاہ اور اتباع وقت کے نبی کا ضروری ہوگا، یہی قدر مشترک ہے، خدا تعالیٰ ہر شخص کی بات سنتا ہے اور ہر شخص کے دل کا حال جانتا ہے۔

اتباع مصطفین الاخیار کی چند صورتیں

إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ: اب اتباع مصطفین الاخیار کی چند صورتیں بیان ہو رہی ہیں، پہلے امْرَأَتُ عِمْرَانَ کا عمل واسوہ پیش کر دیا، یہ بھی اللہ کے برگزیدہ بندوں مصطفین الاخیار میں سے ہیں پیغمبر نہیں، مولانا عبید اللہ سندھیؒ اس سے اخذ کرتے ہیں کہ جس وقت ایک عورت اللہ

کی رضا حاصل کرنے کیلئے اخلاص سے دعا کرتی ہے اور اپنے پیٹ والے بچے کو اللہ تعالیٰ کے نام کرتی ہے تو دیکھئے! اس دعا سے نہایت عظیم الشان نتائج حسنہ نکلتے ہیں اور اسی طرح عمران کی بیوی نے شرکت سے آزاد ہو کر بلاشرکت غیر صرف اللہ کی رضا کے لئے نذر مانی تو مریم جیسی برگزیدہ بچی پیدا ہوتی ہے اور پھر اس کے پیٹ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے باخدا پیدا ہوتے ہیں۔

ایک عورت کی دعا بہترین نتائج کا ذریعہ

جب ایک عورت کی دعا اتنے نتائج بارگاہ الٰہی سے حاصل کر سکتی ہے تو کیا ممکن نہیں کہ تم جماعتی حیثیت میں جو کام شروع کرو گے اور دعاؤں سے اسے تقویت پہنچاؤ گے تو ایسے نتائج پیدا ہوں گے جو قیامت تک کیلئے نمونہ بن سکیں تو اے مسلمانو! اگر تم کروڑوں کی تعداد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو گے اور محض اللہ کی رضا کو مقصود رکھو گے تو تمہارے کاموں میں کتنی برکت ہوگی، نصرت اور کامیابی ہر وقت آئیگی، دیکھو برگزیدہ بندوں کی راہ پر چلنے والوں کی دعا سے لڑکی پیدا ہوئی اور پھر اسکے بطن شریف سے نبی پیدا ہوا تو اے امت محمدیہ! اگر برگزیدہ بندوں کا اتباع کرو گے تو تمہاری دعاؤں میں کتنی تاثیر ہوگی؟ مریم یہ سُریانی لفظ ہے بمعنی امۃ اللہ۔

عمران کی بیوی کو لڑکی کی پیدائش پر حسرت

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَ لَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى وَ اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَ اِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ: جس وقت زوجہ عمران کے ہاں لڑکی تولد ہوئی تو ان کے دل میں یہ خیال گزرا ہوگا کہ شاید دعا مستجاب نہیں ہوئی تو اس واسطے لڑکی پیدا ہونے سے عمران کی بیوی کا دل ٹھنڈا نہیں ہوا بلکہ دل کو ٹھنڈا کرنے کے لئے حضرت مریم علیہا السلام کو کم عمری اور والدہ کی موجودگی میں فرزند کا عطا فرمانا مناسب معلوم ہوا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم سے ایک لڑکا پیدا کیا اور اس کو نبی بنایا تاکہ حضرت مریم کی والدہ کا دل ٹھنڈا ہو، جب ایک عورت کی دعا سے ایک نبی پیدا ہوتا ہے تو مردوں کی صحیح دعا سے جو مل کر مانگتے ہیں تو کیا وہ دعا ضرور مقبول نہیں ہوگی؟

زوجہ عمران کا اپنی بیٹی کو اللہ کی راہ میں سپرد کرنے کا وعدہ

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِیَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ: امْرَاَتُ عِمْرٰنَ نے وعدہ کیا کہ میں اپنی بیٹی کو اللہ کی راہ میں دوں گی اور اس کو بیت المقدس کے مجاورین کے حوالہ کیا، جب حضرت مریم کی کفالت و سرپرستی کا مسئلہ پیش آیا تو ہر ایک مجاور اس سعادت مند لڑکی کو اپنے پاس رکھنے کا آرزومند تھا تو مسجد کی خدمت کے لیے قرعہ ڈال کر اس کی تربیت حضرت زکریا علیہ السلام کے سپرد کی گئی، یہاں دو تدبیروں میں تصادم واقع ہوا، تدبیر اول حضرت مریمؑ کا جلدی بڑا ہونا مقصود تھا تاکہ ان سے لڑکا متولد ہو یہ تو تب ہوتا کہ ان کو اغذیہ مقویہ بکثرت ملتی ہوں لیکن حضرت زکریا علیہ السلام اعلیٰ درجہ کے تارک الدنیا تھے، کھانا کثرت سے ملنے کی بجائے خود ان کو بعض اوقات فقر و فاقہ برداشت کرنا پڑتا تھا اور یہ مقصود مذکور کے مخالف تھا، اس لئے جس جگہ حضرت مریمؑ رہتی تھیں وہاں اللہ تعالیٰ نے بے موسم پھل پیدا کر دیئے۔

حضرت مریم علیہا السلام کو حضرت زکریا علیہ السلام کی کفالت میں دینے کی حکمت

اس کی حکمت مفسرین نے بیان کی ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کے گھر میں اُن کی خالہ تھی تو اُن کو گویا والدہ کی تربیت مل گئی، اصل میں یہ نکتہ بعد الوقوع ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام متوکلانہ زندگی بسر کرتے تھے جن کے گھر میں کبھی فاقہ ہوتا ہے کبھی خشک کھانا ملتا ہے اور اُن کا خدا پر بھروسہ تھا جو کچھ آتا سب کچھ خرچ کر دیتے تھے تو اللہ نے چاہا کہ جلد از جلد مریم کی نشو و نما ہو اور وہ بالغ ہو تا کہ اُن کے بطن سے عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوں اور امْرَاَتُ عِمْرٰنَ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، اس لیے اللہ تعالیٰ کی تدبیر یہ کام کرتی ہے کہ خارق عادت کے طور پر حضرت مریم علیہا السلام کی تربیت ہوتی ہے کیونکہ اگر خاص بندگان خدا کی پرورش کے لیے ظاہری اسباب نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ عالم مثال کی قوتوں سے رزق بہم پہنچاتا ہے، یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ کے خزانے بھرپور ہوں اور اس کے بندے تڑپتے رہیں۔

جلد بلوغ کے لئے رزق کی فراوانی

اب چونکہ حضرت زکریا علیہ السلام کے گھر میں رزق کی فروانی نہ تھی اس لیے محراب میں حضرت مریم علیہا السلام کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر وقت تازہ پھل آتا تھا کیونکہ جب رزق کی فراوانی ہو تو اچھے کھانے پینے سے لڑکی جلد بالغ ہو جاتی ہے، امراء کی لڑکیاں غریبوں کی لڑکیوں کی بہ نسبت جلد بالغ ہو جاتی ہیں تو جب بھی حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریمؑ کے ہاں

آتے تو بے موسم پھل پاتے تا کہ جلدی بالغہ ہو کر حضرت عیسیٰ پیدا ہو جائیں اور امراۃ عمران اپنی زندگی میں اپنے اخلاص اور محبت الٰہی کا نتیجہ دیکھ سکیں، اللہ نے اسباب رزق خود مہیا کئے۔

میوے کی تدریجی تخلیق معجزہ سے دفع ہو گئی

محمدی ایمان کے لئے تو کوئی دلیل اور معقولیت کی ضرورت نہیں ہے، پھل کے پیدا ہونے کی صورت یہ ہے کہ گٹھلی کو مٹی اور پانی سے غذا ملتی رہتی ہے جس سے درخت پھوٹ نکلتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ پھول اور پھل لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ قادر ہیں کہ جو قوۃ غذائیہ تدریجاً حاصل ہوتی ہے، وہ اپنے خزانہ غیب سے دفعۃ واحدۃ پہنچا کر فوراً پھل تیار کر دے یعنی جو کام تدریجاً ہوتا تھا وہ فوراً ہو گیا یہ معجزہ ہے اس میں کوئی شک کی بات نہیں ایک شخص نے یورپ میں جا کر تماشا دیکھا کہ دو گھنٹہ میں گٹھلی سے درخت لگوا کر اسی وقت پھل آ گیا کیونکہ ان کے پاس ایسی ادویہ تھیں جو خوراک گٹھلی کو تدریجاً حاصل ہوتی تھی وہ دفعۃً پہنچ کر فوراً درخت اور پھول اور پھل پیدا ہو گیا، اسی طریق سے عالم اعلیٰ سے ایک قوت عالم اسفل کی تدریجی قوت میں مل جاتی ہے ان دو قوتوں سے گٹھلی سے درخت پیدا ہو کر تدریجاً بڑھتا ہے اور وقت مقررہ پر اس سے میوہ ظاہر ہوتا ہے لیکن اللہ نے حضرت مریم علیہا السلام کیلئے وہ قوت عالم علوی (جو عالم سفلی کے ساتھ تدریجاً ملتی تھی اور مدت کے بعد میوہ نمودار ہوتا تھا) یک لخت خلط کر دی اور میوہ فوراً ظاہر ہو گیا جیسا کہ مرغی کے انڈے ۲۱ دن اس کے نیچے رکھے جاتے ہیں پھر بچے پیدا ہوتے ہیں لیکن سائنسدانوں نے غور و تدبر کر کے معلوم کیا کہ اگر وہ حرارت جو ۲۱ دن میں انڈوں کو پہنچتی ہے یک لخت پہنچائی جائے تو جلدی بچے ظاہر ہوں گے، چنانچہ انہوں نے ایسے آلات ایجاد کئے جن کے ذریعے سے حرارت کثیر پہنچنے کے باعث ایک دو گھنٹہ میں بچے پیدا ہو جاتے ہیں۔

بِغَيْرِ حِسَابٍ کا مطلب

بغیر حساب کا مطلب یا یہ ہے کہ بغیر پیسہ کے آتے تھے اور یا یہ کہ بے موسم پھل آتے تھے تا کہ یہ احتمال نہ ہو کہ یہ کوئی انسان لاتا ہے۔

بے موسم میوے نے حضرت زکریا علیہ السلام میں اولاد کی تڑپ پیدا کر دی

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ

جب حضرت زکریا علیہ السلام نے بے موسم میوہ کے ظہور کا مشاہدہ کر لیا تو ان کے دل میں خیال

گزرا کہ جیسے اللہ تعالیٰ بے موسم میوے پیدا کرنے پر قادر ہے، اسی طرح بوڑھوں کو بچے دینے پر بھی قادر ہے، تب انہوں نے تیقن قلبی کے ساتھ اولاد کی دعا طلب کی رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً بے شک آپ دعا کو سننے والے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی صورت میں انہیں فرزند صالح عطا فرمایا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا منشا بنی اسرائیل کو راہ راست پر لانا تھا

حضرت زکریا علیہ السلام نے جو ایک وارث کی دعا کی ہے تو ان کا یہ منشا ہرگز نہیں کہ وہ اپنی جائیداد اور دولت کا وارث طلب کر رہے تھے اس لئے انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس ہوتا ہی کیا ہے؟ جو وارث کی تلاش کریں بلکہ ان کی غرض یہ تھی کہ وہ میرے بعد بنی اسرائیل کو راہ راست پر لانے والا اور یعقوب علیہ السلام کی نبوت کا وارث اور ان کے علوم و معارف کا حامل ہو تا کہ ایسا نہ ہو کہ میری وفات کے بعد علوم نبوت کا سنبھالنے والا کوئی بھی باقی نہ رہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَيِّدًا : جب حضرت زکریا علیہ السلام نے بیٹے کی دعا کی تو اس کے نتیجے میں اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور فرشتے قبولیتِ دعا کی بشارت لائے، چنانچہ جب حضرت زکریا علیہ السلام اپنے حجرے میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اس وقت فرشتوں نے آپ کو خوشخبری دی، بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، یہود بے ایمان بکواس کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوسف نجار سے پیدا ہوئے، حالانکہ حضرت مریم علیہا السلام کا نکاح نہیں ہوا تھا بلکہ ان کی پیدائش کلمۃ اللہ سے ہوئی

شاہ ولی اللہؒ کے ہاں سید اور عبد کی قسمیں

سید اور عبد کی شاہ صاحبؒ نے دو دو قسمیں بتائی ہیں سید بالطبع سید بالعرض اور عبد بھی عبد بالطبع و عبد بالعرض۔

(۱) سید بالطبع وہ ہے کہ بالطبع اور صلاحیت سے ایک کام کو انجام دے سکتا ہے یعنی نہایت خوش انتظام ہوتا ہے جیسا کہ ایک نواب سید بالطبع ہو اور اس میں سیادت فطری ہوتی ہے اس میں اختراعی مادہ اور خداداد ملکہ ہوتا ہے، جسکے ذریعہ وہ اوروں کو اپنے پیچھے لگا دیتا ہے۔

(۲) عبد بالطبع وہ ہے جس میں بالطبع کسی کام کی صلاحیت اور اختراعی مادہ نہ ہو اور یہ اوروں کا تابع ہوتا ہے جتنا کہا اتنا کیا اور تمیز نہیں رکھتا یعنی اس کی خود کوئی رائے نہیں ہوتی، وہ تعلیم وتربیت کے بعد بھی عموماً ایک ایسے شخص کا متلاشی رہتا ہے جو اُس کی انگلی پکڑ کر جہاں چاہے لے جائے اور یہ اصطلاح آج کل کے جی حضوریوں پر پورے طور پر صادق آتی ہے۔

(۳-۴) سید بالعرض وعبد بالغرض وہ ہے کہ اس میں یہ مادہ نہیں ہوتا کہ اختراع کرے اور لوگوں کو اپنے پیچھے لگائے بلکہ امیر باپ دادا کا ولی عہد ہو اس وجہ سے سید ہوا ہے مگر کام ونظام چلانے کی صلاحیت اس میں نہیں اور عیش وعشرت اس میں فطرتاً ہے اور ایک وزیر اس کا قابل ہے، وہی نظام سلطنت چلاتا ہے، اب جو نظام چلا رہا ہے تو وہ وزیر سید بالطبع ہے اور عبد بالعرض ہے اور نواب صاحب سید بالعرض ہیں اور عبد بالطبع ہیں، نوابزادہ ہے اس لئے سید ہوا یہاں سید سے مراد سید بالطبع والذات ہے، ولی عہد سید بالعرض اور عبد بالطبع ہے، وزیر سید بالطبع اور عبد بالعرض ہے۔

یَحْیٰی علیہ السلام کے حصور ہونے کا مطلب اور حصور رکھنے میں حکمت

وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ : اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں سے بے رغبت ہیں یہ نہیں کہ صلاحیت نہیں یا مخنث ہیں، انبیاء علیہم السلام ان عیوب سے پاک ہیں، مخنث ہونا عیب ہے حصور یہ کہ صلاحیت کے باوجود فطرت سلیمہ پر توجہ دی، آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے یعنی شباب کے قویٰ بتمامہ ہونے کے باوجود وہ حیا کی وجہ سے بے رغبت ہوتے ورنہ قوت مردانگی سے خالی ہونا پیغمبر کی شان کے خلاف ہے، ضبط نفس کی وجہ یہ تھی کہ عصیان وعدوان میں ڈوبے ہوئے انسان کے لیے بہترین نمونہ پیش کر سکیں اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہود میں زناکاری بہت عام ہوگئی تھی اس لئے ان کو ضابط النفس (نفس پر کنٹرول کرنے والا) بنا کے مبعوث کیا تاکہ یہ سبق حاصل ہو کہ انسان باوجود قوت کے ضابط النفس ہوسکتا ہے۔

سوال اور پھر استبعاد

قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ قَدْ بَلَغَنِیَ الْکِبَرُ وَ امْرَاَتِیْ عَاقِرٌ قَالَ کَذٰلِکَ اللّٰہُ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ : دعا بھی خود ہی کی بشارت بھی لے کر آئے اب اللہ سے استبعاد کر رہے ہیں اصل میں قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْٓ اٰیَۃً کا سوال کرنا تھا استبعاد بھی اس کی تمہید کے لیے کیا، ورنہ ناممکن ہے

کہ اللہ تعالیٰ فرمائے اور حضرت زکریا علیہ السلام کو یقین نہ آئے لیکن سوال بطور تمہید کر دیا۔ پس جب حضرت زکریا علیہ السلام نے خوشخبری سنی تو ان کو تعجب ہوا کہ بیٹا پیدا ہونے کے ظاہری اسباب مفقود ہیں، میں تو عمر رسیدہ آدمی ہوں اور اہلیہ سرے سے قابل ولادت ہی نہیں اس لئے ان حالات میں ہمارے ہاں بیٹے کا پیدا ہونا بلاشبہ اللہ کی عظیم قدرت پر دلالت کرتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر ان الفاظ میں تعجب کا اظہار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ میری قدرت کاملہ کی کوئی انتہا نہیں اسی طرح خلافِ عادت بلا اسباب عادیہ میں جو چاہوں کرسکتا ہوں۔

حمل کی علامت مسلسل تین دن تک لوگوں سے بات چیت سے ممانعت

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِبْكَارِ: بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہو اس وقت کیلئے مجھے کوئی علامت بتلا دی جائے یعنی جتنی مدت میں ماں عادتاً بچہ جنتی ہے، اس عادت کے مطابق مدتِ حمل پورا ہونے کے بعد یحییٰ وعیسیٰ علیہما السلام پیدا ہوئے تھے، اللہ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری اہلیہ کے حمل کی علامت یہ ہوگی کہ تم متواتر تین دن تک لوگوں سے بات چیت نہیں کرسکو گے، تمہاری زبان بند ہوجائے گی اور تین دن صرف اشاروں ہی سے کام چلاؤ گے، یہاں پر یہ نہی نہیں بلکہ نفی ہے اور یہ علامت اس لئے مقرر کی گئی ہے کہ تعرف الاشیاء باضدادھا یعنی ذکر سرّاً کرسکیں گے بالجہر نہیں کرسکیں گے، کتابوں میں اس حالت کو قبض سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تدبیرِ الٰہی کی چار قسمیں

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے تدبیرِ الٰہی کی چار اقسام بیان کی ہیں:

(۱) قبض

(۲) بسط

(۳) احاطہ

(۴) الہام

تدبیرِ الٰہی ان چاروں سے کام کرتی ہے، تعرف الاشیاء باضدادھا وہ خدا تعالیٰ جس نے تمہاری قوت مبسوطہ وتکلم کا قبض کیا جو اس طرح کرسکتا ہے، وہ قبض شدہ قوت سے بسط بھی کرسکتا ہے اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ تیری قوت مبسوطہ تکلم کو قبض کردینگے اور قوت قبض (اولادنہ

پیدا کر سکنا بوجہ کبرسنی) کو قوت مبسوطہ میں تبدیل کر دینگے، تقریب الی الذہن کیلئے ہماری اصطلاح میں اللہ نے یہ بات بتلا دی کہ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاس وہی اللہ اولاد بھی دے سکتا ہے۔

(۱) قبض: قبض سے مراد یہ ہے کہ کائنات کی جو قوتیں اللہ کی حکمت کی عام مصلحت کے خلاف کام کر رہی ہوں انہیں روک دینا، اس کی مثال حدیث شریف میں آتی ہے کہ دجال ایک مومن بندے کو دوسری مرتبہ قتل کرنا چاہے گا، پس اللہ تعالیٰ اس کو اس کی قدرت نہیں دیں گے، ارادہِ قتل کے پختہ ہونے اور آلات قتل درست ہونے کے باوجود بھی قتل نہیں کر سکے گا۔

(۲) بسط: اس سے مراد یہ ہے کہ جب حکمت الٰہی کوئی خاص نتیجہ پیدا کرنا چاہتی ہے اور دیکھتی ہے کہ وہ نتیجہ پیدا کرنے والی قوت کمزور ہے تو دوسری قوتوں کو اس کی مدد کے لئے تیار کر دیتی ہے، کسی چیز کی تھوڑی سی قوت کو پھیلا دے، اس کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک چشمہ حضرت ایوب علیہ السلام کے لئے نکالا، ان کے زمین پر ٹھوکر مارنے کے ذریعے، حالانکہ عام طور پر ٹھوکر مارنے سے چشمہ نہیں پھوٹتا اور اللہ نے اپنے بعض مخلص بندوں کو جنگ میں ایسے کام کی قدرت دی جو عقل میں نہیں آتی، اس جیسے بدنوں سے اور نہ اس کے دو چند بدنوں سے۔

(۳) احاطہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک عنصر کو دوسری شکل میں بدل دینا تاکہ اصل مطلب حاصل ہو جائے اس کی مثال يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا دوسری مثال جب اللہ تعالیٰ مینہ کے قطروں کو بادلوں میں جمع کرنا چاہتا ہے تو بادلوں میں آپس میں رگڑ پیدا ہوتی ہے اور یہ رگڑ بجلی کی شکل اختیار کر لیتی ہے پھر بجلی سارے بادلوں میں دوڑ کر قطروں کو جمع کر لیتی ہے۔

(۴) الہام: خدا تعالیٰ جب کسی قوم کو اٹھانا (ترقی) چاہتا ہے تو اس قوم کے ان لوگوں کو جن کے دل زیادہ صاف ہوں بعض تعلیمات الہام کرتا ہے اور وہ ان تعلیمات پر عمل کرنے والی ایک جماعت تیار کرتے ہیں اور انقلاب برپا کر کے نیا نظام قائم کر لیتے ہیں، الہام کبھی سیدھا اس شخص کو ہوتا ہے جو مصیبت میں پھنسا ہوا ہو کبھی اس کے لئے کسی دوسرے شخص کو ہوتا ہے اس کی مثال حضرت خضر علیہ السلام کا کشتی کو پھاڑنے، دیوار کو سیدھا کرنے اور لڑکے کو قتل کرنے کے واقعات ہیں اور کتابوں اور قوانین کو انبیاء علیہم السلام پر اتارنا ہے اور الہام کبھی مبتلا بہ کو ہوتا ہے اور کبھی اس کے فائدے کیلئے اس کے علاوہ کو ہوتا ہے، حضرت زکریا علیہ السلام کی قوت تکلم پر تدبیر الٰہی مسلط ہو کر قبض ہو گئی اور حضرت زکریا علیہ السلام کے مسلوب القوۃ چیز (مردانگی) کی بسط کر کے اولاد دی، قرآن کریم نے تدبیر کی اتنی مثالیں دی ہیں کہ ان پر اضافے کی ضرورت نہیں ہے۔

رکوع 05

وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ

اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم! بے شک اللہ نے تجھے پسند کیا ہے

وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ

تجھے پاک کیا ہے اور تجھے سب جہان کی عورتوں پر پسند کیا ہے۔ اے مریم!

اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

اپنے رب کی بندگی کر اور سجدہ اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ

یہ غیب کی خبریں ہیں ہم بذریعہ وحی تمہیں اطلاع دیتے ہیں اور تو ان کے

لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَ

پاس نہیں تھا جب اپنا قلم ڈالنے لگے تھے کہ مریم کی کون پرورش کرے اور

مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ اِذْ قَالَتِ

تو ان کے پاس نہیں تھا جب کہ وہ جھگڑتے تھے۔جب فرشتوں نے کہا

الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖۗ اسْمُهُ

اے مریم! اللہ تجھ کو ایک بات کی اپنی طرف سے بشارت دیتا ہے اس کا نام

الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَ

مسیح عیسیٰ بیٹا مریم کا ہو گا دنیا اور آخرت میں مرتبے والا اور

الْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿٤٥﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي

اللہ کے مقربوں میں سے ہو گا۔ اور جب کہ وہ ماں کی گود میں ہو گا تو

الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٤٦﴾ قَالَتْ رَبِّ أَنَّى

لوگوں سے باتیں کرے گا اور جبکہ وہ اُدھیڑ عمر کا ہو گا اور نیکوں میں سے ہو گا۔ مریم نے کہا اے میرے رب!

يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ قَالَ كَذَٰلِكِ

مجھے بیٹا کیسے ہو گا حالانکہ مجھے کسی آدمی نے ہاتھ نہیں لگایا فرمایا اسی طرح

اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ

اللہ جو چاہے پیدا کرتا ہے جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو یہی کہتا ہے کہ

كُنْ فَيَكُونُ ﴿٤٧﴾ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَ

ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کو کتاب سکھائے گا اور دانش عطا فرمائے گا اور

التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ ﴿٤٨﴾ وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ

توریت اور انجیل۔ اور اس کو بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گا

أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ

بے شک میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانیاں لے کر آیا ہوں کہ میں تمہیں مٹی سے

مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ

ایک پرندہ کی شکل بنا دیتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں اور وہ اللہ کے حکم سے

طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ

اڑتا جانور ہو جاتا ہے اور مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہوں اور

اُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ

اللہ کے حکم سے مردے زندہ کرتا ہوں اور تمہیں بتا دیتا ہوں جو کھا کر آؤ اور

مَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ

جو اپنے گھروں میں رکھ کر آؤ اس میں تمہارے لیے نشانیاں ہیں

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ ۚ وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ

اگر تم ایماندار ہو۔ اور مجھ سے پہلی کتاب جو تورات ہے اس کی تصدیق

مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ

کرنے والا ہوں اور تا کہ تم کو بعض چیزیں حلال کر دوں جو تم پر حرام تھیں

عَلَيْكُمْ وَ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ

اور تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں سو اللہ سے ڈرو اور

اَطِيْعُوْنِ ﴿۵۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا

میرا کہنا مانو۔ بے شک اللہ ہی میرا اور تمہارا رب ہے سو اسی کی بندگی کرو یہی

صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٥١﴾ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ

سیدھا راستہ ہے۔ جب عیسیٰ نے بنی اسرائیل کا

الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ

کفر معلوم کیا تو کہا کہ اللہ کی راہ میں میرا کون مددگار ہے حواریوں نے کہا

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿٥٢﴾

ہم اللہ کے دین کی مدد کرنے والے ہیں ہم اللہ پر یقین لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم فرمانبردار ہونے والے ہیں۔

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا

اے رب ہمارے! ہم اس چیز پر ایمان لائے جو تو نے نازل کی اور ہم رسول کے تابعدار ہوئے سو تو ہمیں

مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٥٣﴾ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ

گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔ اور انہوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ نے بھی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ

خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿٥٤﴾ ع ٥ ١٣ ١٤

بہترین خفیہ تدبیر کرنے والوں میں سے ہے۔

رکوع (۵)

خلاصہ: بشارت پیدائش عیسیٰ علیہ السلام اور خلاصہ تعلیم عیسیٰ علیہ السلام

ماخذ: (۱) اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (آل عمران : ۴۵)

(۲) اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (آل عمران : ۵۱)

حضرت مریمؑ کی دوسری عورتوں پر فضیلت

وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَ طَهَّرَكِ وَ اصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ: اگرچہ عام قانون کے مطابق بیت المقدس کی خدمت اور جاروب کشی کے لئے صرف مردوں کا ہی انتخاب عمل میں آتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کی نذر پر (جو صرف رضائے الٰہی کے لئے تھی) یہ نتائج مرتب کئے اور حضرت مریم کو ہیکل کے لئے چن لیا پھر حضرت زکریا علیہ السلام جیسے بزرگ ترین انسان کی تربیت میں ان کو رکھا، ان کی ہر قسم کے گناہ کی آلائش سے حفاظت کی ان کو تمام زمانے کی عورتوں پر فضیلت و برتری دی، ان کو بغیر خاوند کے ایک جلیل القدر پیغمبر کی ولادت کا فخر حاصل ہوا اور انہیں فرشتوں سے ہم کلامی کا شرف نصیب ہوا، حدیث میں ہے خیر نسائها مريم ابنة عمران وخير نسائها خديجة (البخاری: ۳۴۳۲) تو حاصل یہ نکلا کہ مردوں میں تو بڑے بڑے لوگ کامل ہوئے مگر عورتوں میں سے صرف مریمؑ، آسیہ اور خدیجہ رضی اللہ عنھن کو یہ عزت نصیب ہوئی۔

قربت الٰہی کے مدارج عبادت پر موقوف

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَ اسْجُدِيْ وَ ارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ: جس قدر کوئی شخص عبدیت کے فرائض بجالائے، اتنا ہی اقرب الی اللہ ہوگا، اقرب الی اللہ ہونے کے مدارج عبادت پر موقوف

ہیں چونکہ حضرت مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ بنایا ہے تو جب حضرت مریم علیہا السلام کی بزرگی و برتری کی یہ کیفیت ہے تو اس کے شکریہ کے طور پر لسان الٰہی نے انہیں حکم دیا کہ ہر وقت اللہ کی فرمانبرداری میں رہیں اور عبادت گاہ میں دوسروں کے ساتھ نماز میں شریک ہوں۔

عورتوں کے مساجد جانے کا جواز

وَ اسْجُدِيْ وَ ارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ عورتوں کے لئے نماز کے واسطے مسجد جانا جائز ہے بشرطیکہ فتنے کا خطرہ نہ ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مستورات کو مسجد میں آنے سے منع کیا گیا تھا کیونکہ نئی مفتوح شدہ اقوام اسلام میں داخل ہو چکی تھیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے مشرف نہیں ہوئی تھیں۔

جملہ معترضہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں مریم علیہا السلام کی خالہ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی تھیں۔

غیب سے مراد ماضی ہے نہ کہ مستقبل

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ: یہ گزشتہ صدیوں کے غیب کی باتیں ہیں جنہیں ہم وحی کے ذریعہ تمہیں بیان کرتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سے پوشیدہ تھیں، غیب سے مراد مستقبل نہیں بلکہ ماضی ہے لہٰذا ان آیات کا یہ مطلب ہوگا کہ جس طرح حضرت مریم اور حضرت زکریا علیہا السلام کی ضروریات اللہ تعالیٰ نے پوری کیں، کھانے کی ضرورت تھی کھانا دیا، آدمی کی ضرورت تھی آدمی دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے طریقے پر ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مطلع کیا جاتا ہے کہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سامان کی ضرورت ہوگی وہاں سامان ملے گا، جہاں آدمیوں کی ضرورت ہوگی آدمی ملیں گے۔

مجاورین بیت المقدس کا حضرت مریمؑ کی تربیت کی سعادت میں سعی

مجاورین بیت المقدس میں حضرت مریم علیہا السلام کی تربیت پر اختلاف ہوا ہر ایک چاہتا تھا کہ میں اسے رکھ لوں لیکن فیصلہ اس پر ہوا کہ تورات لکھنے کے قلم ندی میں ڈالے جائیں جس کا قلم خلاف عادت اوپر آئے وہی کفیل مقرر ہوگا، حسن اتفاق سے یہ سعادت حضرت زکریا علیہ السلام کے نصیب میں تھی اور وہ بازی لے گئے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے بغیر والد کے تولد کی حکمت

اِذۡ قَالَتِ الۡمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرۡیَمُ اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ :امراء ۃ عمران کی خواہش پوری کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ مریم علیہا السلام کے پیٹ سے بیٹا پیدا کرنے کی بشارت دے رہے ہیں یعنی زوجہ عمران کے دل کی تفریح مقصود تھی اگر عادت معروفہ کی موافق متولد ہوتے تو بیاہ کیلئے کتنے دن صرف ہوتے، اسکے بعد حمل کے دن گزرتے، اتنی مدت میں احتمال تھا کہ حضرت مریمؑ کی والدہ اس فرحت سے محروم رہتی، اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کیساتھ بغیر والد کے اس کو پیدا کیا، جیسا کہ تربیت میں میوے خلاف عادت پیدا فرمائے تھے، دوسری بات یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت بڑے کام لینے تھے اس واسطے مناسب یہی تھا کہ ان میں قوت ملکیہ زیادہ ہو اور بھیمیۃ بہت کم ہو، لطافت زیادہ اور کثافت کم اگر بغیر والد کے پیدا نہ ہوتے تو یہ فوائد مفقود ہوتے۔

مسیح کا مطلب

بِکَلِمَۃٍ مِّنۡہُ اسۡمُہُ الۡمَسِیۡحُ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ : مسیح بمعنی ممسوح ہیں، فعیل بمعنی مفعول اور مسیح تیل ملے ہوئے کو بھی کہتے ہیں اور تیل کا خاصہ ہے کہ اس پر پانی نہیں ٹھہرتا، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت میں مساحت اس قدر بھری ہوئی تھی کہ جو ارادہ یا مقصد خدا تعالیٰ نے ان کے لئے تجویز کیا تھا، کوئی بات اس کے خلاف ان کی طبیعت میں ٹھہر ہی نہیں سکتی تھی۔

عیسیٰ علیہ السلام اور دجال کی مسیحیت میں فرق

اسی طرح دجال اعظم بھی مسیح کے نام سے پکارا گیا ہے، مسیح کا معنی ممسوح بمعنی مغلوب لیکن وہ ممسوح الروحانیۃ ہے اور حضرت عیسیٰ ممسوح البھیمیۃ والحیوانیۃ ہیں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں قوت بھیمیہ مغلوب ہے، اور دجال میں قوائے روحانیہ مغلوب ہوں گے، اسی واسطے دجال کو بھی مسیح کہا گیا اور ممسوح الملکیۃ بھی کہتے ہیں یعنی دجال میں قوت ملکیہ مغلوب ہوگئی، مغلوب کیا بلکہ نیست و نابود ہوگئی اس واسطے تو وہ خدائی کا دعوی کرے گا اور اسی طرح مرزا قادیانی بھی ممسوح الملکیۃ ہے۔

وَجِیۡھًا سے مراد

وَجِیۡھًا فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ وَ مِنَ الۡمُقَرَّبِیۡنَ : یہ وَجِیۡھًا یعنی وجاہت یہ ہے کہ من لم یؤمن

بعیسیٰ فھو کافر لایدخل الجنة ولا یرضی منه الله تعالیٰ ولا یدخل باب الجنة عیسیٰ پر ایمان نہ لانے والا کافر ہوگا، جنت میں داخل نہیں ہوگا اللہ اس سے راضی نہیں ہوگا جنت کے دروازے اس کیلئے نہیں کھولے گا، یہ ہے ان کی وجاہت اخروی اور دنیوی پوزیشن، یہاں پر دو باتوں کو ذہن نشین کر لینا ضروری ہے، اول تو یہ کہ یہودیوں اور ان تمام لوگوں پر رد ہے جو حضرت عیسیٰ کو ایک ناکام نبی بتاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ حضرت عیسیٰ کی ذات پر نہایت ہی ناپاک الزامات لگاتے ہیں کہ انکی موت کو بھی وہ لعنتی موت سے تعبیر کرتے ہیں (نعوذ باللہ) عیسائیوں نے اپنی حماقت و نادانی سے ان بے بنیاد باتوں کو تسلیم کر لیا جو یقیناً از سرتا پا غلط اور بعید از حقیقت ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول ثانی کی پیشن گوئی

دوسری اس میں دراصل ایک عظیم الشان پیشن گوئی ہے کہ جس وقت مسلمانوں کی داخلی وخارجی زندگی نہایت ہی بری ہو جائے گی اور وہ ایک مصلح اعظم کے محتاج ہوں گے تو اس وقت مسلمانوں کی امداد واعانت کے لئے اس نفس قدسی کو دوبارہ بھیجا جائے گا جبکہ حضرت مہدی امت مسلمہ کی تجدید واصلاح میں مصروف ہوں گے اس وقت اس نفس قدسی کو دوبارہ بھیجا جائے گا تاکہ اگر وہ ایک طرف فرزندان اسلام کے نشو وارتقاء میں امام مہدی کے ناصر ومددگار ہوں تو دوسری جانب قرآن حکیم کا اتباع کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امام الانبیاء ہونے کا ثبوت دیں۔

تکلم فی الکھولة کا مطلب

وَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ : تکلم فی المھد تو ہو چکا اور تکلم فی الکھولة بعد نزول ہوگا، بعض جاہل کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں سن کہولت میں تو تکلم فی الکھولة بھی ہو چکا لیکن یہ قول غلط ہے کیونکہ یہی تکلم فی الکھولة اگر مراد ہو تو یہ ہر ایک انسان میں متحقق ہے، حضرت مسیح علیہ السلام کا خاصہ کیسا ہوا؟ کیونکہ خاصہ کی تعریف تو یہ ہے کہ مایوجد فیه ولا یوجد فی غیرہ تو مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام جب آسمان سے نزول فرمائیں گے تو وہ کیسے ہوں گے؟ مرور زمنہ کا اثر ان پر نہیں پڑتا، اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا ہے اگر غیر محفوظ ہوتے تو مرورِ ایام کے باعث سن شیخوخت سے بڑھ جاتے اور ادائے فرض منصبی سے قاصر رہتے، حالانکہ چاہیئے تو یہ تھا کہ امتدادِ عصر کے بعد شیخ فرتوت (بہت بوڑھا) ہو کر ختم ہو جائے، ہڈیاں پگھل جائیں لیکن وہ پھر بھی اسی حال میں ہوں گے کہ رفع

کے وقت عمر ۳۰/۳۲ سال کی تھی اور اُترتے وقت بھی اتنی مدت مدید کے بعد کھولت میں ہوں گے۔ سینکڑوں ہزاروں سال گزر گئے معلوم نہیں خدا جانے کتنا عرصہ اور وہاں رہیں گے اور جب نزول ہوگا تب بھی کچھ بال سیاہ ہوں گے تو بلوغ و شیب بھی ان کا معجزہ اور کھولت بھی ان کا معجزہ ہے رفع کے وقت کہولت کو نہیں پہنچے تو کھولت کی تکلیم (باتیں کرنا) ابھی باقی ہے، مہد کی تکلیم کا ذکر سورت مریم میں ہے قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔

عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہنے کے اعتراض کا جواب

کسی شخص کو حق نہیں کہ ان کی تمام تر حیات میں سے ایک واقعہ بھی قابل اعتراض بتا سکے بلکہ ان کا شمار اعلیٰ درجے کے نیک لوگوں میں سے ہوگا، اس آیت میں بتا دیا کہ یہودیوں نے بغض وعداوت کی وجہ سے حضرت عیسیٰؑ کی جو تاریخ مرتب کی ہے وہ سرتاپا غلط ہے، اس لئے ہرگز قابل اعتماد نہیں ہے۔ اس جگہ صرف ایک نکتہ بیان کرنا مقصود ہے اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ کے لفظ مِّنْهُ سے وہ لوگ یہ دلیل دیتے ہیں کہ اس میں ضمیر کا ارجاع اللہ کی طرف ہوتا ہے، اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کا ایک جز ہے، اگر یہ کج فہم ذرا دقت نظر سے کام لیتے تو ان پر ان کی غلطی منکشف ہو جاتی، پس اگر مِّنْهُ کی بنا پر ان کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ خدا کا جز بن سکتے ہیں تو زمین وآسمان کی ہر چیز اور حضرت آدمؑ بھی اس حق کے مستحق ہیں جو حق ابن مریم کو دیا گیا ہے۔

حضرت مریم کا استبعاد

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ:
حضرت مریم کا استبعاد تقاضائے بشری اور سلسلہ اسباب پر نظر ڈالنے کے لحاظ سے بجا تھا، اسی لئے دنیا کے عام دستور کے مطابق مرد وعورت کے اختلاط سے ہی اولاد پیدا ہوتی ہے اسی بنا پر مریم علیہا السلام نے تعجب ظاہر کیا کہ خاوند کے بغیر میرے یہاں کس طرح اولاد ہو سکتی ہے؟ خدا نے کہا کہ دنیا میں قانون تو وہی ہے مگر ہم اس کے بغیر بھی کر سکتے ہیں، دراصل ہر چیز کی علت تامہ محض ارادہ الٰہیہ ہے، تمہارے حق میں صرف اتنا ہوگا کہ ان تمام قوتوں کو تمہارے اندر جمع کر دیا جائے گا جو سلسلہ توالد وتناسل کے لئے ضروری ہیں اور اس طرح مریم کو اطمینان دلا دیا گیا تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بغیر باپ کے اولاد کا پیدا ہونا قانونِ قدرت کے خلاف ہے ان کے لئے صرف اتنا ہی جواب کافی ہے کہ پہلے تمام قوانین ولادت کا احاطہ کر لیجئے پھر اس سوال کی طرف توجہ ہوگی۔

اللہ اپنی مراد بلا اسباب کلمۂ کُنْ سے پیدا کر دیتا ہے

اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ :اللہ تعالٰی جس کام کا ارادہ کرتا ہے تو جن اسباب کا جمع ہونا وہاں ضروری ہے وہ خود بخود جمع ہو جاتے ہیں لیکن کوئی کام بلا سبب نہیں ہوتا اور کلمہ کُنْ سے اللہ بلا اسباب بھی کر سکتا ہے، اسباب سے کام لینا انسانوں کا کام ہے اور مشہور جملہ ہے اذا اراد اللہ شیئاً ھیّأ اسبابہ (جب اللہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے اسباب مہیا کر دیتا ہے) اب اس خاندان میں بیٹا پیدا کرنا منظور ہے، جب ایک عورت میں وہ اسباب جمع ہو سکتے ہیں تو فوراً جمع ہو جائیں گے۔

الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ کا مطلب: دونوں میں عموم و خصوص مطلق

وَ يُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ : الْكِتٰبَ المکتوب المنزل من اللہ وَالْحِكْمَةَ عقل اور دانست یعنی کتاب وحکمت دو چیزیں ہیں کتاب بمعنی مکتوب اور حکمت بمعنی دانش، اس میں عموم وخصوص مطلق ہے، بعض میں دوراندیشی ہوتی ہے، علم نہیں ہوتا، بعض میں علم ہوتا ہے دوراندیشی نہیں ہوتی اور بعض میں دونوں ہوتے ہیں تو اللہ تعالٰی عیسیٰ علیہ السلام کو تورات کا عالم بنائے گا اور انجیل (مجموعہ بشارات) عطا فرمائے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت صرف بنی اسرائیل کے لئے

وَ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کا پیغمبر بنائے گا اور اِن کے ہاتھ پر یہ اہم معجزات عطا فرمائے گا تو اس سے معلوم ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں، انجیل میں بھی اس کی شہادت ملتی ہے۔

تدبیر الٰہی سے اسباب مہیا کرنا

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چند معجزات کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان کے بیان سے مقصد یہ ہے کہ جب اکمل طبقہ کا کوئی بزرگ کسی کام کے کرنے کا مصمم ارادہ کر لے اور وہاں اسباب پورے موجود نہ ہوں تو اللہ تعالٰی کے ہاں سے ضرور ایسے اسباب مہیا کر دیئے جائیں گے کہ اس کا ارادہ پورا ہو سکے، یہ فعل تدبیر کہلاتا ہے۔ ان معجزات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی

قوت ارادی اور فراست ایمانی کے نتائج وثمرات بیان کئے گئے ہیں، عام طور پر انسان یہ خیال نہیں کر سکتا کہ مردہ چیز بھی زندہ ہو سکتی ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام خداوند قدوس پر اعتماد وتوکل کر کے کہتے ہیں کہ میں تمہارے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آیا ہوں اور وہ یہ ہیں:

(۱) مٹی سے پرندہ بناتا ہوں، اللہ تعالیٰ اس میں تمام اسباب حیات جمع کر دیتا ہے اور وہ اڑنے لگتا ہے۔

(۲) مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اپنی توجہ سے اچھا کر دیتا ہوں۔

(۳) مُردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کرتا ہوں۔

یہ خوارق عادت امور میری طاقت میں نہیں ہیں، میں فقط ارادہ الہیہ کا مظہر ہوں۔

بِاِذْنِ اللّٰه عمل معجزہ کی طرف اشارہ

بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ: جب عمل معجزہ سے قوت الٰہی کا اتصال ہوتا ہے، اس کی طرف اشارہ ہے، معجزہ پیغمبر کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے، خلاف قانون اور خلاف معتاد ہوتا ہے بِاِذْنِ اللّٰه ہے اس لئے معجزہ ہے اور ولی کے ہاتھ سے ہو تو کرامت ہے، معجزات میں پیغمبروں کو محنت نہیں کرنی پڑتی اور جادوگر بے ایمانوں کو بہ محنت شاقہ جادو کرنا پڑتا ہے اور سابقہ صورت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پیغمبر یا ولی کے ہاتھ سے ظہور پاتی ہے۔

قانونِ معتاد اور خلاف معتاد

اس سلسلے میں خدا کے دو قانون ہیں:

(۱) معتاد: جس پر ہمارے سامنے شب وروز عمل درآمد ہو رہا ہے۔

(۲) معجزہ: جو معتاد سے بالاتر ہو، مثال اس بات کی کہ معجزہ میں خدا کی قدرت کا ظہور قانون معتاد سے ہٹ کر پیغمبر کے ہاتھ سے یہ ہے کہ بجلی کا کرنٹ تانبے کے بال جیسے باریک تار میں گزرتا ہے، خدا تعالیٰ نے تانبے میں یہ خاصیت رکھی ہے کہ بجلی کھینچ رہا ہے دوسری کسی چیز میں نہیں، لوہے یا لکڑی وغیرہ میں نہیں صرف دھات میں یہ خاصیت ہے تو صرف پیغمبر کے ذریعے خدا کی قدرت کا ظہور معتاد کے خلاف ہوتا ہے۔ سرسید معجزہ کا منکر ہے وہ کہتا ہے کہ خلاف فطرت نہیں ہو سکتا، ہم بھی کہتے ہیں کہ بیشک خلاف فطرت نہیں ہو سکتا لیکن خدا تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اس چیز کی

خاصیت کو روک کے اور سلب نہ کرے، حضرت ابراہیم علیہ السلام جب آگ میں پھینکے گئے تو آگ سے حرارت سلب نہیں ہوئی لیکن آگ کو حکم دیا کہ اپنے اثر حرارت کو روک دو۔

عیسیٰ علیہ السلام کی فراست کی مثال

عیسیٰ علیہ السلام کو ملکہ حاصل ہو گیا تھا کہ رات کا کھایا ہوا اور ذخیرہ بنایا ہوا بتلا دیتے تھے، پہلی مثالیں تو ان کی قوت ارادی کے اثر کی تھیں، اب ان کی فراست کی مثال دی گئی ہے اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور اللہ جب مومن کی فراست اتنی ہے کہ اندازہ لگا سکتا ہے تو انبیاء علیہم السلام کی فراست تو ہزارہا درجہ تیز ہوگی اور وہ اپنی امت کا اندازہ بھی اچھی طرح لگا سکیں گے کیونکہ وہ الہام الٰہی سے مؤید ہوتا ہے۔

فراست نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مثال

اس طرح قوی قوت کا صحیح اندازہ لگا لینا خاص نبی کا کام ہے، مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں گمان کرتا ہوں میری امت نصف دن سے کم حکومت نہیں کرے گی، امت سے مراد عرب ہیں اور قوم کی ترقی و تنزل کا ایک دن ہزار سال کا ہوتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا عرب کی حکومت کا عرصہ بتلایا ہے اور تاریخ سے یہ ٹھیک پتہ چلتا ہے کہ عرب کی حکومت پانچ سو سال تک رہی اور پانچ سو برس کے بعد بھی اگر چہ رہی لیکن اس کی مثال ایسی تھی جس طرح ایک جہاز کے تختے بکھر رہے ہیں۔

افراط و تفریط کی وجہ سے حرام کردہ امور کی تجدید حلت

وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ لِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ : حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلی تعلیم کے مصدق ہیں اس سے پہلے جو کتابیں نازل ہوئی ہیں اس کی تصدیق کرتے ہیں اسی طرح جو چیزیں اخلاق کے راستے میں حرج ڈالنے والی ہوں گی ان کو توڑ دیں گے، اس سے مراد وہ نہیں ہیں جو فطرت انسان کے لیے ضرر رساں ہوں بلکہ وہ حلال اشیاء علمائے سوء کے افراط اور تفریط سے حرام ہو گئی تھیں تو عیسیٰ علیہ السلام نے پھر ان کی تجدید حلت کر دی تو جو احکام لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معرفت ملے وہ ان مسائل کے مقابلے میں آسان و سہل تر تھے جن کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی مقتضیات وقت کی بناء پر یہودیوں کیلئے جن چیزوں کو حرام کیا گیا تھا

اس کی منشاء صرف یہ تھی کہ ان کے فسق و فجور اور بدعملی پر ان کو تنبیہ و اعتبار ہو اور وہ آئندہ اپنی حالت درست کر لیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خلاصہ تعلیم

إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کا خلاصہ یہ تھا کہ جس ذات کا بندہ میں ہوں تم بھی اس ذات کی بندگی کرو، اب جس طرح میرے ارادے خدا تعالیٰ نے پورے کیے ہیں اسی طرح تم بھی اگر ایک خدا تعالیٰ پر اعتماد کر لو تو تمہارے ارادے بھی پورے ہو سکتے ہیں، یہ تو اللہ کی قدرت کے کرشمے ہیں جو میرے ہاتھ پر دکھا رہے ہیں، اس لئے صرف اُسی کی عبادت کرو، بہرحال! ابن مریم کی نبوت یہودیوں کی ہدایت و رہنمائی کیلئے تھی، اس لئے انہوں نے فرمایا کہ تم آنکھیں بند کر کے پھر میرے پیچھے چلے آؤ اور میری تعلیم تو بہت ہی مختصر ہے جس کی تلخیص صرف دو لفظوں میں بیان کی جا سکتی ہے کہ صرف ایک خدا کی غلامی کرو یہ اس خدائے قدوس کی ذات پر اعتماد و توکل کا نتیجہ ہے کہ میرے تمام ارادے پورے ہو جاتے ہیں پس اگر تم بھی اس امر کے آرزومند ہو کہ اس قسم کے واقعات تم سے بھی ظاہر ہوں تو اس خدائے واحد کی ذات سے تمسک و اعتصام کرو اور یہی صراط مستقیم ہے۔

حواریین کا دعوت عیسیٰ پر لبیک

فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ آمَنَّا بِاللَّهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ : جب عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ یہودی میری بات کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ انکار کیے جا رہے ہیں اور میرے قتل کے درپے ہیں تو انہوں نے اپنے متبعین اور مقلدین سے دریافت کیا کہ اس تعلیم صحیح کو قائم رکھنے کیلئے کون شخص میرا معاون و مددگار بننے کو تیار ہے؟ تو حواریین نے عرض کیا کہ ہم ان تعلیمات صالحہ کو باقی رکھنے کے لئے اپنی زندگی وقف کرتے ہیں، خدائے قدوس کے ہر حکم ماننے کو تیار ہیں یعنی ہمیں اس امر کا پورا یقین ہے کہ اس تعلیم پر عمل کرنے والے ہر جگہ کامیاب و بامراد رہیں گے۔

حواریوں کا مناجات الٰہیہ شروع کرنا

رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے وعدہ نصرت کے بعد حواریوں نے اللہ سے مناجات شروع کر دیں اور صدق نیت سے اقرار کر لیا

کہ وہ اللہ کے نازل کردہ تمام احکام پر ایمان لے آئے ہیں اور اس کے پیغمبر کی اطاعت قبول کر چکے ہیں اس لئے انہیں بھی ان لوگوں کی فہرست میں شامل فرمالیا جائے جو اللہ کی توحید اور اس کے پیغمبروں کی صداقت کی گواہی دیتے ہیں۔

ناکام اور کامیاب تدبیریں

وَ مَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ: ناکام اور کامیاب تدبیریں سوچیں کیونکہ انہوں نے اس بیج کو ضائع کرنے کی کوشش کی اور خدا تعالیٰ نے اس بیج کو قائم رکھنا ضروری سمجھا یعنی وہ عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کی تدبیریں سوچتے لیکن خدا تعالیٰ کے فیصلہ کے سامنے کون ٹھہر سکتا ہے، وہ جو چاہتا ہے کر سکتا ہے تو جو آدمی اللہ تعالیٰ کے معزز بندوں کے خلاف سازشیں کرتے ہیں اور ان کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں اور ارباب حق وصدق کی تباہی سوچتے ہیں تو وہ خدا تعالیٰ کے عذاب سے کہیں بچ نہیں سکتے، اللہ تعالیٰ نے ان سے اچھی تدبیریں کیں اور ان کو ناکام کیا اور وہ بیج باقی رہا، یہودیوں نے خدا کے ایک برگزیدہ بندے کو قتل کرنے کی کوشش کی مگر خدا نے ان کو ہمیشہ کے لئے دوسروں کا غلام بنایا۔

رکوع 06

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ

جس وقت اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ! بے شک میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں

وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ

اور تمہیں کافروں سے پاک کرنے والا ہوں اور جو لوگ تیرے تابعدار ہوں گے

اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَٰمَةِ ۖ ثُمَّ

انہیں ان لوگوں پر قیامت کے دن تک غالب رکھنے والا ہوں جو تیرے منکر ہیں پھر

إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ

تم سب کو میری طرف لوٹ کر آنا ہو گا پھر میں تم میں فیصلہ کروں گا جس بات میں

تَخْتَلِفُونَ ﴿٥٥﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا

تم جھگڑتے تھے۔ سو جو لوگ کافر ہوئے انہیں دنیا اور آخرت میں سخت عذاب

شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُم مِّن نَّٰصِرِينَ ﴿٥٦﴾

دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہو گا۔

وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحَٰتِ فَيُوَفِّيهِمْ

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے انہیں ان کا حق پورا پورا دے گا

إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا

بے شک یہی سچا بیان ہے اور اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور

اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا

بے شک اللہ ہی زبردست حکمت والا ہے۔ پھر اگر پھر جائیں تو بے شک اللہ

ع ٦ ٩ ١٤ فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾ ع

فساد کرنے والوں کو جانتا ہے

رکوع (۶)

خلاصہ: مواعید اربعہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر

ماخذ: اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ وَ مُطَہِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ (آل عمران: ۵۵)

مخالفین عیسیٰؑ اپنی حیلہ سازیوں میں مکمل ناکام

اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ : اس تدبیر کا ظہور اس وقت ہوا جب کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے کا فیصلہ کرلیا، آپ کو یہ خیال ہوا کہ ان بدبختوں کی سعی اور کوشش کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ میری تعلیم کا نام ونشان مٹ جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا کوئی بھی باقی نہیں رہے گا، غزوۂ بدر کے موقع پر اسی قسم کا خیال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہوا تھا لیکن ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو اطمینان دلایا کہ فکر کرنے کی کوئی بات نہیں اس وقت یہ لوگ نہ تمہیں گرفتار کر سکتے ہیں اور نہ تم پر کسی قسم کا غلبہ حاصل کر سکتے ہیں بلکہ ہم تمہیں وقت موعود پر طبعی موت عطا کریں گے، پس اس آیت کو پیش نظر رکھ کر ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخالفین اپنی حیلہ سازیوں میں بالکل ناکام وخاسر رہے ہیں۔

پہلے توفی کا ذکر کیوں؟

اب مواعید اربعہ میں سے پہلے توفی کا ذکر کیا ورنہ عیسائی شور مچاتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس وجہ سے خدا بنا دیا گیا کہ ہمارے پیغمبر اٹھائے گئے اور رفع (آسمان کی طرف اٹھنا) ہوئے، اللہ کی ذات کے ساتھ مل گئے، فناء الفنا ہو گئے تو عین خدا ہوئے تو قرآن کریم میں ان کو تنبیہ دی گئی کہ خدا پر موت طاری نہیں ہو سکتی اور عیسیٰ ضرور مرے گا، وقوع میں رفع الی

السماء پہلے ہے اور توفی بعد میں لیکن مُتَوَفِّيْكَ کا ذکر پہلے فرمایا تا کہ پہلے سے ذہن میں بیٹھ جائے کہ حضرت عیسیٰ وفات پانے والے ہیں۔

توفی کا مطلب

رفع کا جواب مُتَوَفِّيْكَ ای ممیتك میں دے دیا توفی کا معنی قبض تام أخذالشی وافیاً تاماً کے آتے ہیں، یعنی کسی چیز کا پورا پورا لینا، مردہ اپنی زندگی کا پورا حصہ پالیتا ہے اس لئے اس کو بھی متوفی کہتے ہیں، توفی عام ہے اور موت خاص ہے کبھی توفی روح کی ہوتی ہے کبھی جسم اور روح دونوں کی، مرزائیوں کے مقابلہ میں ہم کہیں گے کہ اس سے عام مرادلیں گے کہ توفی روح مع الجسد کی ہے، پس ان امور کی بنا پر مُتَوَفِّيْكَ کے معنی اس کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتے کہ میں تمہاری دنیا میں رہنے کی مدت پوری کرنے والا ہوں۔

قرآن مجید سے توفی کامل کا ثبوت اور اس کی وضاحت

مُتَوَفِّيْكَ اور رافعك کی مزید وضاحت کے لیے چند تمہیدات بیان کرتے ہیں جس کے سمجھنے سے مقصد صاف ہو جائے گا، قرآن مجید کے پڑھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ خالی الذہن ہو کر پڑھا جائے نہ یہ کہ ایک چیز کو ذہن میں جمائے اور تمام آیات کو اس پر منطبق کرتا جائے، قرآن مجید کی آیات بعض بعض کے لیے مبیّن اور مفسر ہیں، واو عاطفہ مطلق جمع کے لیے ہے ترتیب کے لیے نہیں ہے، مثلاً جاء زید وعمرو مطلب یہ ہے کہ مجیئت زید اور عمرو سے صادر ہوئی ہے اور اس میں ترتیب کا کوئی لحاظ نہیں ہے، خواہ زید پہلے آیا ہو یا عمرو اور اس عدم ترتیب کا ثبوت قرآن سے مل سکتا ہے وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ مَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ (البقرة:۱۳۶) وَ مَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ کے درمیان واو جمع کے لیے ہے، ترتیب کے لیے نہیں ہے اگر واو ترتیب پر دلالت کرتی تو عبارت اس طرح ہوتی "وَ مَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا" اور اسی طرح وَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى اور وَ مَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ کے درمیان واو جمع کے لیے ہے ترتیب کے لیے نہیں ہے اور اگر واو ترتیب کے لیے ہوتی تو اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ وَمُوْسٰى وَ عِيْسٰى ہوتا کیونکہ عیسیٰ کے بعد النبیون نہیں آئے بلکہ عیسیٰ سے پہلے ہوئے ہیں۔

واؤ مطلق جمع کے لئے ہے نہ کہ ترتیب کے لئے

لہٰذا ان دو جگہوں سے معلوم ہوا کہ واو مطلق جمع کے لئے ہے ترتیب کے لیے نہیں ہے، اسی مقدمہ کو مدنظر رکھ کر یہ کہا جائے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام کیلئے دو چیزیں ثابت ہیں، ایک مُتَوَفِّيكَ اور دوسرا رَافِعُكَ اور ان میں واؤ جمع کے لئے ہے ترتیب کے لئے نہیں ہے ترتیب کے لئے ہوتی تو پہلے وفات اور پھر رفع ہوتا جیسا کہ بعض کا زعم باطل ہے، جب واؤ مطلق جمع کیلئے ہوئی تو ہم کہتے ہیں کہ پہلے رفع ہوا ہے اس کے بعد وفات ہوگی اور عیسیٰ علیہ السلام رفع سے پہلے نہ فوت ہوئے ہیں اور نہ قتل ہوئے ہیں اور نہ مصلوب ہوئے ہیں۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام پر قوی حجت اور دلیل

اس پر قوی حجت اور دلیل موجود ہے فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ قَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ (النساء:۱۵۵) اور آگے فرماتے ہیں وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا (النساء: ۱۵۸) اگر قتل ہوتے تو عیسیٰ تو قَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ میں داخل ہو جاتے اور آگے قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ کے ذکر کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا قول ہے کہ ہم نے قتل کیا ہے اور واقع میں قتل نہیں کیا، جیسے کہ اللہ تعالیٰ آگے بالکل صاف ارشاد فرماتے ہیں وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ اور فرماتے ہیں وَ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ان کو اشتباہ ہو گیا جن لوگوں نے اختلاف کیا ہے وہ تو دراصل شک میں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔

تفسیر آیات مذکورہ، دفع استدراک اور سوال مقدر

وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ دفع استدراک کے لئے ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام قتل نہیں ہوئے اور مصلوب بھی نہیں ہوئے تو کیوں کہتے ہیں کہ قتل ہوئے ہیں بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ جواب سوال مقدر کا ہے، ایک شخص اعتراض کرتا ہے کہ جب قتل نہیں ہوئے اور زمین پر بھی نہیں تو کہاں چلے گئے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان کو میں نے اٹھالیا ہے اور رفع روح مع الجسد ہے، فقط رفع روح نہیں ہے کیونکہ رافعك میں خطاب عیسیٰ علیہ السلام کو ہے اور رفع میں بھی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے اور عیسیٰ روح مع الجسد کا نام ہے فقط روح کا نام نہیں۔

عَزِیْزًا حَکِیْمًا کی رفع تام پر دلالت

دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ اخیر میں فرماتے ہیں وَ کَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا اور قاعدہ ہے کہ قرآن مجید میں جتنے اسمائے حسنیٰ آتے ہیں وہ ماقبل کے مضمون سے مرتبط ہوتے ہیں اور ان دو اسماء سے معلوم ہوتا ہے کہ ماقبل میں کوئی ایسا امر ہے کہ جس پر بجز خدا تعالیٰ کے اور کوئی قادر نہیں ہے اور یہ بھی نادر الوقوع جس کو حکمت عملی سے تعبیر کیا گیا ہے تو وہ رفع روح مع الجسد ہوسکتا ہے اور فقط رفع روح نہیں ہوسکتا، ورنہ تو یہ اسمائے حسنیٰ ماقبل سے مرتبط نہیں ہوں گے۔

رفع وحیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دلیل نقلی

جس طرح جسم روح کو اٹھائے پھرتا ہے اسی طرح بعض اوقات روحانیت میں ایسی قوت آجاتی ہے کہ وہ جسم کے لئے حامل ہوجاتی ہے اور جسم کو اڑا لیتی ہے جیسے ہوائی جہاز جس میں لکڑی ہوتی ہے، لوہا ہوتا ہے اور آدمی ہوتے ہیں لیکن اس میں تیل (Fuel) کی ایسی قوت ہوتی ہے کہ باوجود اتنے ثقل کے اس کو اوپر لے جاتی ہے اور میلوں تک اڑائے پھرتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں روحانیت غالب تھی کیونکہ بچہ ماں اور باپ کے مادہ سے پیدا ہوتا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام میں باپ کا مادہ نہیں تھا کیونکہ کلمہ کن سے پیدا ہوئے تھے ماں کا تھوڑا سا مادہ تھا۔

صرف بنی اسرائیل کی طرف بعثت کی وجہ سے رفع کے بغیر چارہ نہیں تھا

جس وقت کفار نے تمام اطراف سے گھیر لیا اور شاہ وقت نے بھی پھانسی کا حکم دے دیا اس وقت کوئی میدان دعوت اور تبلیغ کا نہ تھا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث تھے وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ (الصف: ٦) گویا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زمین پر قدم رکھنے کی جگہ نہ رہی کیونکہ بنی اسرائیل نے انہیں سخت مجبور کیا اور مصیبتیں تکلیفیں پہنچاتے رہے بلکہ وہ آمادۂ قتل ہوئے چونکہ فقط بنی اسرائیل کی طرف مبعوث تھے غیر ملک غیر قوم کی طرف جانے سے بھی معذور تھے اور عدت عمر ختم نہ ہونے کے باعث وفات بھی غیر ممکن تھی، بنی اسرائیل میں رہنا بھی غیر ممکن تھا کیونکہ وہ آمادۂ قتل تھے اور جس مطلب کے واسطے پیدا ہوئے تھے وہ کام ابھی نامکمل تھا کیونکہ اہل کتاب قابل اصلاح نہ تھے جب وہ واپس آئیں گے تو وہ قابل اصلاح ہوں گے عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول، تکمیل مقصد کے بعد وفات پائیں گے، اس واسطے ایسی مصیبت کے وقت میں اللہ تعالیٰ نے

وعدۂ رفع کو پورا کر دیا اور چونکہ قوت ملکیت ان پر غالب تھی فرمان الٰہی سے فرشتوں کی طرح آسمان کی طرف پرواز فرما گئے مُتَوَفِّيكَ سے مراد موت ہے جو بعد نزول ان پر واقع ہوگی اور اس سے مقصود نصاریٰ کا رد ہے جو ان کو خدا بناتے ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ کی مثال ایک معلم کی جو متعلمین کیلئے واپس آئیں گے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال ایک معلم کی ہے، جو تعلیم دینے کیلئے آتا ہے لیکن اکثر متعلمین کی نااہلی کی وجہ سے چلے گئے لہٰذا آپ دوبارہ ادھوری تعلیم کی تکمیل کے لئے تشریف لائیں گے، اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جب بنی اسرائیل کی حالت ناقابل اصلاح تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو ارسال کس لئے فرمایا؟ جواب اس کا یہ ہے کہ سب کی ایک حالت نہ تھی بعض قابل اصلاح تھے اور بعض سرکش تھے، اللہ تعالیٰ نے اس واسطے مسیح علیہ السلام کو ارسال فرمایا کہ جو قابل اصلاح ہیں وہ صالح بن جائیں گے اور متکبروں پر اتمام حجت ہو جائے۔

روحانیت مشتعل ہوئی تو جسم کو اڑا کر لے گئی

روحانیت تو پہلے سے قوی تھی اس وقت ایسی مشتعل ہوئی کہ جسم کو اڑا کر لے گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کی طرف مبعوث تھے اگر مکہ والوں نے نکال دیا تو مدینہ منورہ چلے آئے اگر بالفرض والتقدیر مدینے والے بھی نکالتے تو ایران چلے آتے، علی ہذا القیاس اور ایسی نازک حالت میں روحانیت کا غلبہ ہوتا ہے، روحانیت کا جسم کو لے جانا کوئی بعید نہیں، ایک آدمی فاسق فاجر جو بہیمیت میں مخمور ہو بشرطیکہ اس کے قلب میں ایمان ہو، اس کو جس وقت پھانسی پہ لٹکانے کے لیے لاتے ہیں اس وقت اس کا تعلق باللہ کتنا بڑھا ہوا ہوتا ہے کہ بجز خدا کے کسی پر نظر نہیں ہوتی، اور جس شخص کی پہلے سے روحانیت غالب اور قوی ہو تو اس کا اس وقت کیا حال ہوگا۔

فہم کیلئے نور بصیرت کی ضرورت

مگر فہم کیلئے نور بصیرت چاہئے اور اگر کہا جائے کہ طبقۃ زمہریر اور طبقۃ ناریۃ ہے تو وہاں سے کیسے گزرے ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کو یاد کریں اور روحانیت کے حامل چودھویں صدی میں بزرگان دین موجود ہیں چہ جائیکہ پیغمبر اور جس پر اتنی روحانیت کا غلبہ ہو کہ بلا باپ کے پیدا ہو اس سے اس کا ظہور کیونکر مشکل ہے۔

کافروں سے پاک کرنے کا وعدہ

وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا : اللہ نے یہ تیسرا وعدہ فرمایا کہ یہودیوں کی کوشش یہ ہے کہ تجھے سولی پر لٹکا کر لعنتی موت ماریں گے مگر میں تجھے ان سے بچالوں گا اور اس لعنتی موت سے محفوظ رکھوں گا، رہی وہ تاریخ جو انھوں نے تمہاری پیدائش اور تمہارے مشن کے متعلق مرتب کی ہے اور جس کو غلطی سے عیسائیوں نے بھی تسلیم کرلیا ہے اس سے بھی میں تمہیں پاک کروں گا، تمہارے بعد ایک اور نبی آئے گا جو تمہاری تطہیر اور پاکیزگی بیان کرے گا، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے قرآن حکیم کے ذریعے تمام حقائق مستورہ کو بے نقاب کردیا۔

دعوت انبیاء پر غریبوں کی سبقت

جمیع انبیاء علیہم السلام کی دعوت پر سب سے پہلے لبیک کہنے والے غریب ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے بدأ الإسلام غريبا وسيعود كمابدأ فطوبىٰ للغرباء (المسلم:١٤٥) باوجودیکہ خلقت ہر انسان کی اسلام پر ہے جیسا کہ كل مولود يولد على الفطرة میں مذکور ہے پھر غریبوں کی سبقت کا سبب کیا ہے؟ اس واسطے کہ بعض دولت مند جب مال کو غیر مشروع طریقہ پر صرف کرتے ہیں تو ان کی سیئات کثیر ہوجاتی ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قلب پر ظلمت اور کثافت طاری ہوجاتی ہے اس کے باعث بعض اہل دولت کی فطرت بیکار ہوجاتی ہے تو وہ کافر بن جاتے ہیں اور بعض کی فطرت کمزور ہوجاتی ہے تو وہ دیر سے مسلمان ہوتے ہیں اور جو سیئات سے اور بے جا صرف مال سے محفوظ رہتے ہیں وہ اسلام سے جلدی مشرف ہوتے ہیں غریب و مسکین بھی فقدان مال کے باعث کسب سیئات سے محفوظ ہوتے ہیں تو اسی طرح مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے مراد یہود ہیں۔

اکاذیب یہود سے تطہیر کے وعدے کا ایفاء

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیساتھ اللہ تعالیٰ نے عہد فرمایا تھا کہ اکاذیب یہود سے میں آپ کو پاک کروں گا، انجیل کو چونکہ وہ مانتے نہ تھے تطہیر اس کے ساتھ نہ ہوسکتی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک نہ کوئی کتاب نازل ہوئی اور نہ کوئی نبی معبوث ہوا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہودیوں کے الزام سے تطہیر قرآن مجید نے فرمائی کیونکہ انجیل اور تورات قرآن سے پہلے نازل ہوچکے تھے، تورات حضرت عیسیٰؑ سے پہلے نازل ہوچکی تھی اور انجیل بھی آپ کے رفع سے پہلے نازل ہوچکی تھی۔

قیامت تک مسلمان اور عیسائی بنی اسرائیل پر غالب رہیں گے

وَ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَیْنَكُمْ فِیْمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ : یہودیوں نے حضرت عیسیٰؑ کا صاف صاف انکار کردیا اسلئے وہ کافر ہیں اور اس آیت میں یہی لوگ مراد ہیں، ابن مریم کو قبول کرنے والے مسلمان اور عیسائی ہیں اگرچہ مسلمان تو حقیقتاً عیسیٰ کو نبی اللہ مانتے ہیں اور عیسائی صرف ظواہر کے پجاری ہیں مگر اتباع کا اطلاق دونوں پر ہوگا، اسلئے قیامت تک یہ دونوں گروہ بنی اسرائیل پر غالب رہیں گے۔

تعدد زمان ومکان

اگر کہا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام اتنی مدت بغیر غذا زندہ کس طرح رہ سکتے ہیں؟ تو کہا جائے گا کہ بسا اوقات روحانی غذا کے ذریعے جسم اپنی غذا سے مستغنی ہوجاتا ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فان اللہ یطعمنی و یسقینی دوسرا یہ کہ جس طرح مکان متعدد ہیں اسی طرح زمان بھی متعدد ہیں تو ہم ایک زمانہ میں ہیں اور عیسیٰ دوسرے زمانہ میں، تو جائز ہے کہ یہاں زمانہ بہت گزرے اور وہاں تھوڑا، مثلاً یہاں ایک سال گزرے اور وہاں ایک گھنٹہ گزرے

معاندین عیسیٰ علیہ السلام کی سزا کا ذکر

فَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ٘ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ: الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کو نہیں مانتے تھے اور انہیں قتل کرنا چاہتے تھے یا جنھوں نے ان کو معبود بنا لیا تھا آخرت کا عذاب تو ظاہر ہے اور دنیا کے عذاب سے قید و بند اور قتل کا عذاب مراد ہے، چنانچہ دنیا میں بھی ان لوگوں کو عذاب دیا گیا اور آخرت میں بھی دیا جائے گا اور ان لوگوں کا کوئی مددگار بھی نہیں ہوگا تو جن کو انہوں نے اپنا حاجت روا سمجھ رکھا ہے وہ انہیں نہ دنیا میں خدا کے عذاب سے بچا سکیں گے اور نہ آخرت میں، یہاں معاندین تعلیم عیسیٰ کی سزا کا ذکر ہے۔

متبعین عیسیٰ علیہ السلام کی جزا کا ذکر

وَ اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ : جن لوگوں نے اللہ کے تمام پیغمبروں کو مانا اور انکے لائے ہوئے پیغامات توحید کو تسلیم کیا اور عیسائیوں کی طرح اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارا اور اعمال صالحہ بجالا کر ایمان کے تمام تقاضے پورے کیے تو انہیں

ان کے اعمال کا پورا پورا اجر ملے گا اور اس میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی اور ظالمین سے یہود مراد ہیں۔

گزشتہ کے واقعات وحوادث بطور نمونہ بتائے جارہے ہیں

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَ الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ : ہم ٹھیک ٹھیک تمہیں سنا رہے ہیں کہ گزشتہ صدیوں والے واقعات وحوادث بطور نمونہ بتائے جارہے ہیں، ان کے بیان کرنے کی ضرورت اس لئے تھی کہ تمہیں معلوم ہوجائے کہ حقیقی کامیابی فقط قانون الٰہی کے اتباع ہی سے ہوا کرتی ہے اور یہ کہ ان دلائل و براہین اور بصائر وحکم کے درس ومطالعہ سے تم پر یہ واضح ہوجائے کہ عبداللہ کبھی بھی ابن اللہ نہیں بن سکتا، کفارہ کا عقیدہ اگر صحیح ہوجائے تو احساس ذمہ داری جو تمام دینی ودنیوی ترقی کا باعث اصلی ہے فنا ہوجائے گا۔

ابن اللہ کا ابطال اور رد

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نصاریٰ خدا مانتے تھے تو بعض رفع الی السماء کو علت بناتے تھے تو اس کی تردید مُتَوَفِّيْكَ سے ہوئی بعض تولد بغیر اب (باپ کے بغیر پیدائش) کو علت (یعنی حضرت عیسیٰ کو خدا ماننے کی علت) بناتے تھے تو ان کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی، مطلب یہ ہے کہ اگر الوہیت کا سبب وہی ہے کہ جو تم کہتے ہو تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کو بھی خدا مانو لیکن اہل کتاب آدم علیہ السلام کی پیدائش کو تو تسلیم کرچکے ہیں جو بن ماں باپ پیدا ہوئے ہیں تو بن باپ پیدا کرنے میں کیا بُعد ہے؟ یہود کہتے ہیں (ناجائز پیدا ہوئے ہیں) العیاذ باللہ ادھر عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں تو اگر اس قدر افہام (سمجھانے) کے بعد بھی کوئی شخص مدعی الوہیت مسیح ہو تو اسے مباہلہ (ایک دوسرے پر دعائے لعنت) کی دعوت دو تو یہاں سے دونوں کا رد ہے۔

کامیابی کی ابتدا وانتہا اور ان کی تعلیم کا نتیجہ

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقصد اور کامیابی کی ابتدا اور انتہا ان کی تعلیم ہے اور اسکا نتیجہ یہی ہے جو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کردیا ہے اگرچہ عیسائی اس کے خلاف کرنے لگیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں شک نہیں ہونا چاہئے۔

نجرانیوں سے مباہلہ: اولاد نہ کہ ازواج لے جانے کی حکمت

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ: مباہلہ کیلئے اعلان کر دیا گیا ہے اور مباہلہ میں اپنی بیٹی اور دونوں نواسوں کو داخل کیا اور ازواج مطہرات کو داخل نہیں کیا اس لیے کہ جو صدمہ اولاد کی ہلاکت کا ہوتا ہے وہ ازواج کی ہلاکت سے نہیں ہوتا، اگرچہ قانوناً ازواج مطہرات اہل بیت میں سے ہیں، اب بھی اگر عیسائی مخالفت سے باز نہ آئیں اور اپنے عندیہ اور رائے کو صحیح مانتے رہیں تو اس پر فنا ہونے کیلئے آمادہ ہو جائیں، اسی طرح مسلمان اپنی تعلیم پر یقین ہونے کی وجہ سے فنا ہونے کے لیے تیار رہیں اور مل کر دونوں ہی دعا مانگیں کہ خداوند! اگر ہماری تعلیم جھوٹی ہے تو ہم فنا ہو جائیں، نجرانیوں سے مناظرے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مباہلہ کیلئے حضرت فاطمہؓ، حسنؓ، حسینؓ کو لے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بعد میں آئے اور عیسائی نہ آئے اور کہا کہ ہم نے ایسے آدمی دیکھے ہیں کہ اگر وہ بد دعا کریں گے تو ہماری ساری قوم تباہ ہو جائے گی۔ پنج تن پاک شیعوں نے یہاں سے نکالا۔

یہی سچ ہے کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ: تعلیم عیسیٰ اور خلقت اور مواعید اربعہ اور نتیجہ تعلیم حق، سچے قصے ہیں وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ یعنی وہ تیرے جانی دشمن ہیں میں تیرا حامی ہوں، بہرحال! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا محض اللہ کی قدرت کاملہ سے تھا اس سے ان کا اِلٰہ ہونا ثابت نہیں ہوتا لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول تھے، معبود اور اِلٰہ نہیں تھے اس لئے ایک خدائے وحدہ لاشریک لہ کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ قدرت وحکمت کے اعتبار سے سب پر فائق ہے۔

مخالفت توحید محض شرارت اور ہٹ دھرمی

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِالْمُفْسِدِيْنَ: اتنی واضح تصریحات کے بعد اگر اب بھی کوئی نہ مانے اور حق کو قبول نہ کرے اور توحید سے سرتابی کرے، شر و فساد برپا کرنے میں مصروف رہے تو اللہ تعالیٰ ان کے فساد سے خوب آگاہ ہے، وہ جانتا ہے کہ مخالفت توحید محض شرارت اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہے۔

رکوع 07

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا

کہہ دو اے اہلِ کتاب! ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ

وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا

سوائے اللہ کے اور کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور سوائے اللہ

يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا

کے کوئی کسی کو رب نہ بنائے پس اگر وہ پھر جائیں

فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ

تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو فرمانبردار ہونے والے ہیں۔اے اہلِ کتاب! ابراہیم کے

تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ

معاملہ میں کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ تورات اور انجیل

اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٥﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ

تو اس کے بعد اتری ہیں کیا تم یہ نہیں سمجھتے۔ ہاں! تم وہ لوگ ہو

حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا

کہ جس چیز کا تمہیں علم تھا اس میں تو جھگڑے پس اس چیز میں کیوں جھگڑتے ہو جس

لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾

چیز کا تمہیں علم ہی نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ

ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی لیکن سیدھے راستے

كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٦٧﴾

والے مسلمان تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرٰهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهٰذَا

لوگوں میں سب سے زیادہ قریب ابراہیم کے وہ لوگ تھے جنہوں نے اس کی تابعداری کی اور یہ

النَّبِيُّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا ۗ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٨﴾

نبی اور جو اس نبی پر ایمان لائے اور اللہ ایمان والوں کا دوست ہے۔

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّونَكُمْ ۖ وَمَا

بعض اہل کتاب دل سے چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم کو گمراہ کر دیں اور گمراہ

يُضِلُّونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٩﴾ يٰٓأَهْلَ

نہیں کرتے مگر اپنے نفسوں کو اور نہیں سمجھتے۔اے اہل کتاب!

الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَأَنتُمْ

اللہ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ تم

تَشْهَدُونَ ﴿٧٠﴾ يٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ

گواہ ہو۔ اے اہل کتاب! سچ میں جھوٹ کیوں

بِالْبٰطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٧١﴾ ع

ملاتے ہو اور سچی بات کو چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو۔

رکوع (۷)

خلاصہ: اہل کتاب کو مسلک صحیح کی طرف دعوت اور ان کا انحراف بلکہ وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔

ماخذ: (۱) قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ(آل عمران : ٦٤)

(۲) وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ وَ مَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ (آل عمران : ٦٩)

محکمات سے متشابہات کی طرف نہ کہ بالعکس

ابتداء سے مسلک صحیح و غیر صحیح کی بحث کا سلسلہ چلا آ رہا ہے، صحیح بات یہ ہے کہ محکمات سے متشابہات کی طرف جایا جائے اور اگر بالعکس کرے گا نظریات سے بدیہیات حل کرے گا تو یہ مسلک غلط ہے۔

پہلا بنیادی مسئلہ توحید

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ: اہل کتاب سے کہہ دو کہ آؤ! اس بات پر اتفاق کر لیں تا کہ توحید کا مسئلہ صاف ہو جائے کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام وادیان کا متفق علیہ پہلا بنیادی مسئلہ توحید ہے پھر اس کے بعد اتباع احکام الٰہیہ و احادیث نبویہ فرض عین ہو جاتا ہے اور اگر کوئی خدا کو معبود نہ مانے تو انہیں

خطاب واحکام کی کیا ضرورت ہے۔اسی طرح اگر ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزعمل (جوبطورنمونہ پیش کیا گیا) کی پیروی نہ کی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امداد ہرگز نہیں ملے گی کیونکہ گزشتہ سارے بڑے بڑے خاندانوں کے ساتھ اللہ کی سنت یہی رہی ہے کہ جو اُن میں سے اللہ تعالیٰ کے طریقے سے ہٹے ان کی مدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے بند ہوگئی، اس کے بعد آل عمران یعنی عیسائیوں کا نمونہ پیش کیا گیا ہے کہ چونکہ انہوں نے اپنے رسول کی تعلیم پر پابندی سے عمل نہیں کیا اس لیے انہیں شکست ہورہی ہے۔

توحید پر اتفاق کے بعد کتاب وشریعت کی ضرورت آئی

اب ہم چونکہ عابد ہیں اور اللہ تعالیٰ معبود تو ہر عابد کو معبود کے احکام کی اشد ضرورت ہے پھر سارے پیغمبروں کے پیغامات کا سلسلہ اسی میں آجاتا ہے (سورۂ بقرہ میں اصل خطاب یہود کو تھا، یہاں اصل خطاب نصاریٰ کو ہے اور دوسرے نمبر پر یہود ہیں) یہاں خطاب میں اہل کتاب ہیں نمبر اول نصاریٰ ہیں یہود نمبر دو ہیں، مسئلہ توحید حل ہوجائے پھر اللہ تعالیٰ کی کتاب کو ماننے اور دستور العمل بنانے کی ضرورت پیش آتی ہے اور جس چیز کو آپ جو شرعی حیثیت دیں گے اس کی ضد ایسے ہی حرام ہوگی، اب جب توحید فرض ہے تو اس کی ضد شرک حرام قطعی ہوگی۔

احبار ورہبان کو رب کا درجہ دیا

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا (التوبة: ۳۱) میں اَرْبَابًا کہا اور وہ رب تو نہیں کہا کرتے تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے پیروں اور پیشواؤں کو یہ درجہ دیا کہ اشیائے مخلوقہ میں سے جو حرام کیا انہیں حرام سمجھا اور جسے حلال کیا اسے حلال سمجھا حالانکہ یہ کام صرف اللہ عزوجل کا ہے کہ جسے چاہے حلال کرے جسے چاہے حرام کردے تو غیر اللہ کی پرستش کے یہ معنی ہوئے کہ جیسے خدا تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے غیر اللہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرنا ایسے عقیدے والے آج بھی موجود ہیں۔

عیسائی غلط عقائد پر مسلک ابراہیمی کا غلاف چڑھاتے ہیں

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَ الْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ: جب یہ دبوچ لئے گئے اور اصولی طور پر لاجواب ہوگئے تو کہتے ہیں کہ ہمارا مسلک

تو ابراہیمی ہے، جب عیسائی اپنی غلط تعلیم کی یہ توجیہ کرنے لگے کہ یہ دراصل ابراہیم علیہ السلام کی تعلیم ہے جو سینہ بہ سینہ آرہی ہے تو ان سے کہہ دو کہ یہ غلط ہے تو فرمایا کہ تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ ابراہیم علیہ السلام کے کچھ صحف تمہارے پاس ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے الزامی جواب دیا کہ تمہارا منتہائے علم ومنبع معلومات صرف انجیل وتورات ہے اور یہ تو ابراہیم علیہ السلام کے صدیوں بعد نازل ہوئے ،اس پر ابراہیم علیہ السلام نے کیسے عمل کیا اور اس میں بھی شرک کی تعلیم کب ہے؟ تو اصل میں یہ انحراف اہل کتاب کا ہے جبکہ یہ ابراہیمی مسلک نہیں ان کا رد کیا جاتا ہے کہ تمہیں وہ ملا جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا گیا یا عیسیٰ علیہ السلام پر اور تمہارے پاس تو ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے نہیں ہیں پھر تم کس طرح کہتے ہو کہ یہ مسلک ابراہیمی ہے؟ تو حاصل یہ ہے کہ اہل کتاب اپنے افعال ومسائل مخترعہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہے کہ ان کا یہی مسلک تھا۔

یہود کی طرح کچھ لوگ غلط عقائد پر مسلک حنفی کا غلاف چڑھاتے ہیں

آج کل کی رسومات مروجہ مثلاً عرس، جمعرات، گیارھویں، قوالی وغیرہ کو حضرت امامنا الاعظم رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں جو فعل یہود کا تھا بعینہ وہی کرتے ہیں اس واسطے ہم انہیں وہی جواب دیتے ہیں جو یہودیوں کو دیا گیا تھا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کی طرف ان افعال کی نسبت گناہ ہے اور یہ لوگ ان بدعات کو امام صاحب رحمہ اللہ کے ذمہ لگاتے ہیں حالانکہ امام صاحب تو ۸۰ ھ میں پیدا ہوئے ہیں اور ہے بھی خیر القرون کا زمانہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سو سال تک دنیا میں رہے ہیں انہوں نے نہیں کہا پھر یہ بدعات کہاں سے آئی ہیں؟ گیارھویں سے یہ عرس ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام یعنی پڑدادے کا اور نہ دادا حضرت اسماعیل علیہ السلام کا عرس کیا، نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا عرس کیا اور نہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ، نہ عثمان رضی اللہ عنہ، نہ علی رضی اللہ عنہ، نہ کسی صحابیؓ نے تو جب شرع میں اس کی نظیر نہیں ملتی تو آخر یہ کیا چیز ہے؟

نامعلوم باتوں پر جھگڑنا جہل وسفاہت

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ: معلومات صحیحہ کی بنا پر بحث بھی بھلی معلوم ہوتی ہے حالانکہ وہ ایسی

چیزوں میں جھگڑتے ہیں جس کا علم تو ہے نہیں اگر علم ہوتا تو اور بات ہوتی لیکن نہ ہونے کے باوجود جھگڑتے ہیں تو یہ ان کے سراسر جہل اور سفاہت کی دلیل ہے مثلاً یہود ونصاریٰ حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کے متعلق یہ کہنے کا حق تو رکھتے ہیں کہ وہ یہودی ونصرانی تھے لیکن ابراہیم علیہ السلام پر ان قبیح الفاظ کا منطبق کرنا بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے بعض جاہل کہہ دیا کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی تو حنفی ہی تھے کیونکہ قرآن میں ان کیلئے لفظ حنیف آیا ہے، صحف ابراہیمی تمہارے پاس کہاں ہیں؟ اگر آسمانی تعلیمات میں شرک وغیرہ کے جواز کے بارے میں کچھ ہو تو پیش کرو بات صاف ہو جائے گی۔

یہود ونصاریٰ اور مشرکین کو متفقہ اصول کی طرف دعوت

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ : ہم یہود ونصاریٰ کو اوپر لے جانا چاہتے ہیں یعنی مسلک ابراہیمی کی طرف کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں سب قومیں مشرک تھیں اس لیے انہوں نے طریقہ توحید کا اختیار کیا تھا اور یہ لوگ ہمیں نیچے لانا چاہتے ہیں یعنی یہودیت اور نصرانیت کی طرف، حَنِيْفًا مُّسْلِمًا تمام ادیان باطلہ سے حق کی طرف روگردانی کرنے والے، یعنی ان دونوں کا مسلک شرک سے مخلوط ہو گیا ہے، مشرکین عرب جو اپنے آپ کو حنیف کہتے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کو اپنا بزرگ تسلیم کرتے ہیں وہ بھی اس بات کا یقین کر لیں کہ ابراہیم علیہ السلام مشرک نہ تھے بلکہ وہ سب سے کٹ کر صرف ایک ہی کی طرف ہو گئے تھے اور توحید خالص ان کا مذہب تھا جس کو صرف اسلام پیش کرتا ہے گویا ان آیات میں یہود ونصاریٰ اور مشرکین کو ایسے اصول کی دعوت دی ہے جس پر سب کا اتفاق ہے اور جس سے کسی کو ذرہ برابر انحراف کی کوئی گنجائش نہیں۔

مسلک ابراہیمی کی طرف انتساب کا حق صرف حضورؐ اور اس کی امت کو ہے

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَ هٰذَا النَّبِيُّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ: جن کو ملت ابراہیمی سے جدا کرنا چاہتے ہیں وہ ملت ابراہیمی سے زیادہ قریب ہیں، اس لئے اگر کوئی جماعت صحیح معنوں میں ابراہیمی طریقے پر چلنے کا دعویٰ کر سکتی ہے تو صرف وہ لوگ جو ان کی زندگی میں اس کائنات خلت (دوستی اور محبت) (مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں) پر ایمان لائے اور ان کے نقش قدم پر چلے اور اس وقت کرہ ارضی میں جتنے لوگ بستے ہیں ان میں

سے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اِن کے اتباع مہاجرین وانصار ان تمام اصول وکلیات پر عامل ہیں جو ابراہیم علیہ السلام کے تھے، باقی سب کا دعویٰ اتباع غلط ہے اور اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کی مدد کرتا ہے جو نفع وضرر کے لئے صرف خدائے واحد کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں جو انسانوں کی ولایت اور شفاعت پر ادھار کھا کر نہیں بیٹھ جاتے بلکہ اپنے اعمال واخلاق کی تہذیب کرتے ہیں۔

مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی ناکام خواہشیں

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ وَ مَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ : اہل کتاب کا ایک گروہ تمہیں گمراہ کرنے کیلئے غور کررہا ہے کہ تمہیں دوسرے راستے پر لے جائیں، حالانکہ وہ تو خود اپنی تعلیم پر عامل نہیں ہیں لیکن مسلمانوں کو بھی اس تعلیم پر عمل کرتے ہوئے دیکھنا برداشت نہیں کرسکتے وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی گمراہ ہوجائیں لیکن وہ تمہیں گمراہ نہیں کر سکتے کیونکہ جس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت وہم نشینی کا فخر حاصل ہو چکا ہو اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ اور اسوۂ حسنہ کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنالیا ہو تو وہ کیسے ان کے جال میں پھنسے گا لیکن یہ لوگ خود گمراہی میں گر رہے ہیں۔

حقائق ثابتہ سے انکار

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ: اٰيٰتِ اللّٰهِ سے تورات وانجیل بھی مراد لئے جاسکتے ہیں کہ ان میں جو احکام وآیات ہیں اِن کی جان بوجھ کر کیوں انکار اور مخالفت کرتے ہو حالانکہ ان لوگوں کو معلوم ہے کہ بنی اسمٰعیل میں ایک نبی آنے والے ہیں وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسی کی طرف قرآن حکیم الہام کرے گا مگر باوجود ان تمام باتوں کے وہ ان حقائق ثابتہ سے انکار کرتے ہیں۔

توحید خالص میں باطل کا اختلاط

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ: حق توحید خالص یہ ہے جسے ہم پیش کرتے ہیں اور باطل وہ توحید ہے جسے یہود ونصاریٰ نے باطل کے ساتھ خلط ملط کردیا ہے افسوس! اس امت میں بھی لتتبعن سنن من قبلکم کی بناء پر پورا شرک آگیا ہے۔

ہماری امت کے بدعتی

امداد کن امداد کن شرکیہ کلمات ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِیٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِی سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ (المومن: ٦٠) اور یہ یہودیوں کی طرح کہتے ہیں کہ ھذا ھوالدین الخالص لیکن حقیقت کیا ہے؟ اللہ فرماتے ہیں اِتَّخَذُوٓا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ أُمِرُوٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوٓا إِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ (التوبة: ٣١) یہ لوگ ان چیزوں کے مجوزہ طابق النعل بالنعل پر عمل پیرا ہیں، یہ پھٹکار ہے اس بات کی کہ قرآن کے قریب نہیں ہوئے تو شیطان نے ان کا نور دلوں سے نکال دیا۔

بدعت حسنہ اور سیئہ

بدعت کا معنی ایجادِ جدید، بدعت حسنہ وہ ہے جس کا ٹکراؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے نہ ہو اور نہ کرنے پر اسے کوئی طعن نہ دے ماا حدث قوم بدعة الا رفع عنه سنة "کسی قوم نے بدعت ایجاد کی تو سنت اس سے اٹھائی گئی" یہ بدعة سیئة کے بارے میں ہے۔

رکوع 08

وَ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْۤ

اور اہل کتاب میں سے ایک جماعت نے کہا جو کچھ مسلمانوں پر

اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَ اكْفُرُوْۤا

اترا ہے اس پر صبح ایمان لاؤ اور شام کو اس سے انکار کر دو

اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَۚۖ (۷۲) وَ لَا تُؤْمِنُوْۤا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ

شاید کہ وہ بھی پھر جائیں۔ اور اپنے مذہب والے کے سوا کسی کی بات نہ مانو

دِیْنَكُمْؕ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِۙ اَنْ یُّؤْتٰۤى اَحَدٌ

ان سے کہہ دو کہ بے شک ہدایت وہی ہے جو اللہ ہدایت کرے اور یہ بات نہ مانو کہ کوئی شخص دیا جا سکتا ہے

مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ اَوْ یُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْؕ قُلْ

مثل اس کے کہ تم دیے گئے ہو یا کوئی گروہ خدا کے ہاں تم پر الزام قائم کر سکتا ہے ان سے کہہ دو

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِۚ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ

کہ فضل اللہ کے اختیار میں ہے جسے چاہے وہ دیتا ہے اور اللہ کشائش والا

عَلِیْمٌۚۙ (۷۳) یَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُؕ وَ اللّٰهُ

جاننے والا ہے۔ جسے چاہے اپنی مہربانی سے خاص کرتا ہے اور

ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٤﴾ وَ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ

اللہ بڑے فضل والا ہے۔ اور اہل کتاب میں بعض ایسے ہیں کہ

اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اِنْ

اگر تو ان کے پاس ایک ڈھیر مال کا امانت رکھے وہ تجھ کو ادا کریں اور بعضے ان میں سے وہ ہیں

تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ

اگر تو ان کے پاس ایک اشرفی امانت رکھے تو بھی تجھے واپس نہیں کریں گے ہاں جب تک کہ تو اس کے سر پر کھڑا رہے

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَ

یا اس واسطے ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم پر ان پڑھ لوگوں کا حق لینے میں کوئی گناہ نہیں اور

يَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٥﴾

اللہ پر وہ جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَ اتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

گناہ کیوں نہ ہو گا جس شخص نے اپنا عہد پورا کیا اور اللہ سے ڈرا تو بے شک اللہ پرہیزگاروں کو

الْمُتَّقِيْنَ ﴿٧٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ

دوست رکھتا ہے۔ بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور

اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى

اپنی قسموں کے بدلے حقیر معاوضہ لیتے ہیں آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں

الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ

اور ان سے اللہ کلام نہیں کرے گا اور قیامت کے دن ان کی طرف نہ دیکھے گا

الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٧﴾

اور انہیں پاک بھی نہ کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ

اور بے شک ان میں سے ایک جماعت ہے کہ کتاب کو

لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ

زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں تاکہ تم یہ خیال کرو کہ وہ کتاب میں سے ہے

وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ

حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے ہاں سے ہے

وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٨﴾

حالانکہ وہ اللہ کے ہاں سے نہیں ہے اور اللہ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولتے ہیں۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ

کسی انسان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ اسے کتاب اور حکمت

وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ

اور نبوت عطا فرمائے پھر وہ لوگوں سے یہ کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ

دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ

لیکن کہے گا کہ تم لوگ اللہ والے بن جاؤ اس لیے کہ تم اللہ کی

تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَا

کتاب سکھاتے ہو اور اس واسطے کہ تم پڑھتے ہو۔

يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا

اور نہ یہ جائز ہے کہ تمہیں حکم کرے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنا لو

اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾ ع

کیا وہ تمہیں کفر سکھائے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو

رکوع (۸)

خلاصہ: اہل کتاب کی مسلمانوں کے خلاف ایک سازش

ماخذ: وَ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَ اكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ(ال عمران : ۷۲)

چار اہم مسائل کا ذکر

اس رکوع میں چار اہم مسائل آئیں گے۔

(۱) انکشاف سازش اہل کتاب

(۲) اس سازش باطلہ سے بعض ہستیوں کا استثناء

(۳) سازش باطلہ کے باعث سلوک الٰہی

(۴) ان کی موجودہ سازشیں اپنے اسلاف کے مسلک کے برخلاف ہیں۔

اسلام کے خلاف نئی سازش

وَ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ: اہل کتاب نے تحریک اسلام کو مٹانے کی ایک نئی تدبیر نکالی ہے یعنی آپس میں مسلمانوں کے خلاف سازش کرتے ہیں کہ اگلے پہر مسلمان ہو جاؤ اور پچھلے پہر اسلام سے نکل جاؤ، اس خیال سے کہ اس طرز عمل سے عوام پر بہت ہی برا اثر پڑے گا کہ وہ لوگ کہیں گے کہ یہ مولوی اور راہب جو اسلام سے نکلے تو انہوں نے کچھ خرابی اور نقص دیکھا ہوگا جس کے باعث علیحدہ ہو گئے ہیں اور وہ بھی کہیں گے کہ ہم تو کوئی اور سمجھ رہے تھے یہ تو بڑی خراب چیز ہے وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ۔

عالم کی لغزش پورے عالم کی لغزش

دیوانہ بکار خود ہوشیار ایسے بے ایمان وخبیث ہیں سمجھتے ہیں کہ اگر زیادہ ٹھہریں تو اسلام کے قریب ہو جائیں گے، معاف فرمائیے کہ عالم حقانی وربانی ہو تو اطیب الناس اور اگر شرارت پر آ جائے تو اخبث الناس یہ نہیں کہ بے وقوف ہیں بلکہ پوری سیاست کو جانتے ہیں جب کہ زلة العَالِم زلة العَالَم (عالم کی لغزش اور ٹھوکر پورے عالم کی ٹھوکر ہے) پھر کتنوں کو ڈبو کر جہنم رسید کر دیتے ہیں وہ طمع ولالچ ہے، بھوک کے خوف نے علمائے کرام کو برباد کر دیا۔

آنکہ شیراں راکند روبہ مزاج
احتیاج است احتیاج است احتیاج

(شیروں کو لومڑیوں والے مزاج کی طرف لے جانے والی چیز احتیاج ہے)

اگر حق کہیں تو سمجھتے ہیں کہ پیٹ کو کچھ نہ ملے گا عزت چلی جائے گی۔

یہودی سیاست

وَ لَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ: یہ سیاست ہے ان بے ایمان یہودی مولویوں کی کہ دل میں ہماری تقلید کرنا اور ہمارے مسلک پر رہنا اور ان کو گمراہ سمجھنا تو اس آیت میں ان کو وصیت کی جاتی ہے کہ ان کا اصل ایمان صرف اُس نبی کیلئے مخصوص ہے جو اسرائیلی شریعت اور قانون کا پابند ہو تو اس بے ہودہ حرکت کا جواب انہیں یہ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو ہدایت ملی ہے وہ خدا ہی دے گا، اُس آیت یا اس قسم کی اور آیتوں مثلاً يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وغیرہ کا یہ مطلب ہے کہ خدا استعدادوں کو خوب جانتا ہے اگر چہ فضیلت کے بعد ہر شخص پہچان لیا جاتا ہے لہٰذا اللہ کے ہاں سوائے لیاقت اور کمال کے اور کوئی مرجح ہو ہی نہیں سکتا لیکن اہل کتاب صرف ان انبیاء ورسل علیہم السلام کا اتباع کریں گے جو اِن کی شریعت کے پابند ہوں حالانکہ سابقہ پیشگوئی کے مطابق یہ ضروری ہے کہ اس قسم کا قانون کسی اور کو بھی دیا جائے لیکن اگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ نبی مانیں اور نہ یہ تسلیم کریں کہ شریعت اسلامی کے اصول وکلیات وہی ہیں جو شریعت موسوی کے ہیں تو اسکا مطلب اسکے سوا اور کیا ہوگا کہ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کو مشتبہ بنا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ صلاحیت اور استعداد پر دیتا ہے

اللہ تعالیٰ وسعت کرنے والا ہے اپنے نور سے جس کو چاہے دے دے عَلِیۡمٌ ہے وہ ان باتوں کو خوب جانتا ہے کہ کونسی جماعت میں اس نور کی صلاحیت واستعداد بدرجہ کمال ہے یعنی جہاں استعداد پاتا ہے وہاں حکمت اور علم دے دیتا ہے اب امت محمدیہ کو استعداد دی کہ وہ جانتا ہے۔

نبوت کسی خاص قوم یا ملک میں محدود نہیں

یَّخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ وَ اللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ: یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نبوت کسی خاص قوم یا ملک میں محدود نہیں بلکہ یہ اللہ کا فضل مخصوص ہے جس کو چاہتا ہے اس فرض جلیل کے لئے چُن لیتا ہے اس لئے تم بنی اسرائیل ہی میں اس کو منحصر مت سمجھو، اللہ جس پر چاہے اپنا فضل کرے۔

بعض ہستیوں کا استثنا اور بعض کی اخلاقی حالت

وَ مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ مَنۡ اِنۡ تَاۡمَنۡہُ بِقِنۡطَارٍ یُّؤَدِّہٖۤ اِلَیۡکَ ۚ وَ مِنۡہُمۡ مَّنۡ اِنۡ تَاۡمَنۡہُ بِدِیۡنَارٍ لَّا یُؤَدِّہٖۤ اِلَیۡکَ اِلَّا مَا دُمۡتَ عَلَیۡہِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ قَالُوۡا لَیۡسَ عَلَیۡنَا فِی الۡاُمِّیّٖنَ سَبِیۡلٌ ۚ وَ یَقُوۡلُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ وَ ہُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ: یہاں سے بعض ہستیوں کا استثنا کیا جاتا ہے کہ وہ باطل سازشوں میں شریک نہیں ہیں کیونکہ انہی باطل پرستوں میں بعض ہستیاں قابل قدر بھی ہیں اس طرح ایک طرف تو یہ ایک شرارت مذہبی ہے اور دوسری طرف ان کی اخلاقی حالت سنئے کہ وَمِنۡہُمۡ مَّنۡ اِنۡ تَاۡمَنۡہُ بِدِیۡنَارٍ لَّا یُؤَدِّہٖۤ اِلَیۡکَ

دھوکہ اور خیانت کو حق شرعی سمجھنا

تعلق باللہ کی حالت اور تعلق بالناس کی اخلاقی ودنیاوی حالت یہ ہے کہ یہ اس کو اپنا حق شرعی تصور کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو دھوکہ دیں، ان کی امانتوں میں خیانت کریں، ان کے ہر کام میں اِن کے ساتھ دھوکہ وفریب سے کام لیں، اس کی دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ ہم اہل کتاب ہیں، ہمیں اجازت ہے کہ غیر اہل کتاب کو دھوکا دے دیں اور اس پر ہم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا، جب دنیاوی واخلاقی معاملات میں ان کی یہ حالت ہے کہ ایک دَین کے ادا کرنے میں وہ پس وپیش کرتے ہیں تو بڑی امانتوں میں ان پر کیسے اعتماد ہوسکتا ہے؟ اور اس کا اندازہ ان کی مذہبی کتابوں سے بھی ہوسکتا ہے کہ اس میں انہوں نے کتنی خیانت کی ہے ان میں تحریف کی جو آدمی دنیا

کے کاموں میں حق ادا کرنے کو تیار نہیں وہ دین کی باتوں میں بھی یقیناً خائن و بدعہد ہوگا، اس کے برخلاف اہل کتاب میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو ان باتوں سے بچے ہوئے ہیں قرآن مجید نے دونوں کی نشاندہی کی ہے۔

اگر ایک قوم میں کچھ آدمی خراب ہیں تو تمام کو برا مت کہو

تو حاصل یہ نکلا کہ جس قوم میں کچھ اچھے آدمی ہیں ان کی اچھائی کو تسلیم کرو اور ان کی نیکی کا اعتراف کرو تو اہل کتاب میں جو اچھے تھے یعنی جن کے اخلاقی و دنیاوی معاملات اچھے تھے تو ان کی مثال بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی دنیاوی معاملات میں دیانت سے پیش آتے ہیں تو دین کے معاملات میں بطریق اولیٰ دیانت دار ہوں گے، قرآن حکیم کا انصاف دیکھئے کہ اگر وہ ایک جانب اہل کتاب کو خیانت کا مرتکب بتاتا ہے تو دوسری طرف ان میں جو ارباب ورع و تقویٰ ہیں ان کو کبھی فراموش نہیں کرتا بلکہ سب سے پہلے انہی کا ذکر کرتا ہے اور یہ واضح کرنا چاہتا ہے کہ اگر ایک قوم میں کچھ آدمی خراب ہیں تو تمام کی تمام جماعت کو برا مت کہو جو اچھے ہیں ان کی اچھائی کو تسلیم کرو اور ان کی نیکی کا اعتراف کرو۔

مال متروکہ کے بارے میں مولانا کا فتویٰ

تقسیم ہند کے بعد میرا فتویٰ مال متروکہ کے بارے میں یہ تھا کہ لوٹے گئے، مال کا خریدنا بھی حرام ہے کیونکہ اس کے بدلے مسلمانوں کی جائیداد وہاں کی گورنمنٹ کے قبضے میں تھی تو یہ مال یہاں گورنمنٹ کا حق تھا اس لئے میرا فتویٰ یہ تھا کہ جو مال کسی نے لوٹ کر لایا ہو اس کا خریدنا بھی حرام ہے، گورنمنٹ کا تبادلہ کئے بغیر کسی کو کیا حق ہے کہ لوٹ مار کرے، بعض بڑے بڑے علماء جواز کے فتوے دیتے ہیں میں نام نہیں لیتا، حرام مال کے نتائج میں دیکھ رہا ہوں جب علماء نے جواز کے فتوے دیئے تھے ان کے نتائج اعمال میرے سامنے ہیں، جنہوں نے گریز کیا ان کے حالات بہت خوش کن ہیں۔

تعلیمات الٰہیہ کی بنیاد اخلاق فاضلہ پر ہے

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَ اتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ : وعدہ کا ایفا بہت ضروری ہے کیونکہ خلقِ امانت کے بغیر کوئی کام چل ہی نہیں سکتا، یہود چند دنیاوی فوائد کیلئے خلقِ امانت کو تباہ کر دیتے ہیں حالانکہ یہ کسی مذہب میں جائز نہیں کہ اخلاق تباہ ہوں، تعلیمات الٰہیہ کی تمام تر بنیاد اخلاق

فاضلہ پر ہے، وہ کبھی بد دیانتی کی تعلیم نہیں دے سکتی، قرآن مجید میں اس کی مثالیں موجود ہیں: اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا وَ اِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا (النساء : ۵۸) فَلْیُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَہٗ وَلْیَتَّقِ اللّٰہَ رَبَّہٗ وَ لَا تَکْتُمُوا الشَّھَادَۃَ وَ مَنْ یَّکْتُمْھَا فَاِنَّہٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُہٗ وَ اللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ (البقرۃ: ۲۸۳) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (الانفال :۲۷)

باطل سازش کی سزا

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰہِ وَ اَیْمَانِھِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ لَا خَلَاقَ لَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ وَ لَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ وَ لَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَ لَا یُزَکِّیْھِمْ وَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ:

سازشِ باطلہ کرنے والوں کے ساتھ سلوک الٰہی یعنی انہوں نے وعدہ تو کیا تھا کہ ہم تیرے ہی پجاری رہیں گے لیکن انہوں نے دنیاوی اغراض کی خاطر کتمان حق کیا جیسا کہ آج کل کے علماء اپنے پیٹ کی خاطر کرتے ہیں، نیت ان کی بد ہے تو ان کا کچھ حصہ آخرت میں نہیں، اس قسم کے بدنیت لوگوں کو جو خدا کی مخلوق کو تاویلیں بنا بنا کر گمراہ کرتے ہیں، ان کو معافی نہیں ملے گی بلکہ سزا ہوگی اللہ تعالیٰ ان سے باتیں نہیں کریں گے۔

علماء کا کردار

ہمارے موجودہ وقت کے بعض علماء ایسے ہیں کہ اہل حق کو بے دین بناتے ہیں اور اپنی بے دینی کو دینداری کہتے ہیں حالانکہ قرآن اور صحابہ کرامؓ کا عملی نمونہ تو یہ نہیں تھا جو تم کر رہے ہو؟

ع چہ دلاور است دزدی کہ بکف چراغ دارد

کیا یہ ایماندار اور ہم بے ایمان ہیں اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ (ھود:۷۸) مولانا سید حسین احمد مدنیؒ تو بے ایمان و کافر ہو (العیاذ باللّٰہ) اور یہ ایماندار و مغفور ہوں پتہ تو لگاؤ کہ تمہاری قبروں میں کیا ہو رہا ہے ہم نے کبھی تمہارے بزرگوں کا نام لیا، کیا ان کو گالیاں دیں؟ میں کسی ایسے شخص کا نام نہیں لیتا، کیا ہمارے منہ میں زبان نہیں؟ اگر تم میں ایک بھی آنکھوں والا ہو تو دیکھے کہ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی قبر میں بہشت سے کیا کیا کچھ آ رہا ہے اور ان کی قبریں کیسی ہیں اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ (ھود:۷۸)

یہود کی ناشائستہ حرکت کے دو مطلب

وَ اِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ مَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ يَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ: اس آیت میں بھی یہود کی ایک ناشائستہ حرکت کا ذکر ہے، عام مفسرین نے اس کا مطلب یہ لکھا ہے کہ آیت پڑھتے پڑھتے زیر وزبر میں فرق کر جاتے ہیں جس سے مفہوم میں بڑا فرق پڑ جاتا ہے یہ مطلب بھی صحیح ہے لیکن اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی آیت لے کر اس سے اپنا مطلب نکال لیتے ہیں حالانکہ انہیں یقین ہے کہ یہ کتاب الٰہی کا حکم نہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہ حکم نہیں ہے۔ حق کے خلاف جو حرکتیں کر رہے ہیں یعنی اہل علم کی حالت یہ ہے کہ کتاب الٰہی کی تحریف کے مرتکب ہوتے ہیں اس کی آیات کو لے کر ان سے اپنا مطلب نکالتے ہیں اور غلط تفسیر کر کے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہی اللہ کا حکم ہے حالانکہ ان کو خوب معلوم ہے کہ یہ حقیقت اصلیہ کے بالکل برخلاف ہے اور رسول کبھی ایسی تعلیم نہیں دے سکتا حالانکہ یہ پوری یہودیت ہے وہ قرآن مجید کی آیات پڑھتے ہیں اور اپنا غلط مطلب نکالتے ہیں۔

مطلب برآری کے لئے اختراعی تاویلات

ایسی مخترعہ تاویلات رکیکہ (من گھڑت اور غلط مطلب والی) جاہل سنتا ہے تو سمجھتا ہے کہ پورا قرآن پڑھ رہا ہے اور پھر وہابی پکے بے ایمان ہیں سجدہ کے منکر ہیں، حالانکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے سجدہ کیا تھا وغیر ذٰلك من التاویلات حالانکہ یہ افتراء علی اللہ الکذب ہوتا ہے دین نہیں ہوتا اشرف الاعضاء سرکو اھون الاشیاء زمین پر صرف خدا کی بارگاہ میں رکھنا چاہئے غیروں کے سامنے نہیں اِيَّاكَ نَعْبُدُ میں عبادت اللہ تعالیٰ کیساتھ مخصوص ہو گئی اب جب سجدہ بھی غیر اللہ کو کر دیا تو اس تخصیص لانعبدالاایاك کا کیا مفہوم رہا؟ اپنے آپ کو خراب کر رہے ہیں وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (حم سجدہ: ۳۷)

خدا کا رسول امت کو عالم ربانی بناتا ہے نہ کہ مشرک اور بدعتی

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ:

یہود کی موجودہ سازشیں ان کے اسلاف کے برخلاف ہیں مثلاً قرآن کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو وحدہ لاشریک لہٗ مانو اور عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ انبیاء علیہم السلام کو بندہ مانو، یہ اس آواز کی مخالفت بھی کرتے ہیں، انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعض کلمات ایسے نقل کئے گئے ہیں جن سے ایک معمولی آدمی کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو خدا کہتے ہیں مگر انہوں نے خود ہی اس غلط فہمی کو دوسری کئی جگہ صاف کردیا ہے کہ میں اس لفظ کو اسی طرح مجازی معنی میں استعمال کرتا ہوں جس طرح بنی اسرائیل کے باقی انبیاء اور مشائخ استعمال کرتے تھے اس لئے یہاں یہ بتایا گیا کہ وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ فہم وفراست، نبوت اور کتاب سے سرفراز فرماتا ہے وہ کبھی ایسی تعلیم نہیں دے سکتا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میری بندگی کرو، اس لئے کہ یہ علاوہ کذب وافتراء کے سخت نادانی اور حماقت ہے بلکہ خدا کا رسول تو لوگوں کو عالم ربانی بناتا ہے جو اپنے شاگردوں کو تدریجی تعلیم یعنی اول ابتدائی علوم اور انتہائی اصول وکلیات سکھاتا ہے۔

ربانی کا معنی امام بخاری کے نزدیک

بخاری شریف میں ربانی کا یہ معنی کیا ہے الربانی الذی یربی الناس بصغار العلوم قبل کبارہ جو طالب علموں کی چھوٹی باتوں کے ذریعہ تربیت کرے پھر بڑی باتیں بیان کرے جس وقت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو محمد بن الحنفیۃ نے کہا مات ربانی ھذہ الامۃ پس انبیاء علیہم السلام لوگوں کو صحیح علوم کی جانب متوجہ کرنے آتے ہیں اور وہ یہی کہتے ہیں کہ تم خدائے واحد کی عبادت کرو کیونکہ تم کتاب الٰہی خود پڑھتے ہو اور دوسروں کو پڑھاتے ہو اور اس کتاب میں صرف توحید ہی کی تعلیم ہوسکتی ہے یعنی تورات اور انجیل توحید کا سبق دیتے ہیں اور یہی حالت آج کل کے علماء کی ہے کہ قرآن توحید کا سبق پڑھاتا ہے اور علمائے سوء شرک وبدعت کی طرف لے جاتے ہیں۔

انبیائے علیہم السلام کا طرۂ امتیاز

وَ لَا یَاْمُرَکُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِکَۃَ وَ النَّبِیّٖنَ اَرْبَابًا اَیَاْمُرُکُمْ بِالْکُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ: بعض جاہل لوگ اپنی نادانی اور سفاہت کی بنا پر اپنے بزرگوں کو خدا اور مختار کل بنادیتے ہیں لیکن نبی ہرگز یہ نہیں کرسکتا کہ وہ لوگوں، فرشتوں اور نبیوں کو رب بنانے کیلئے کہے، انبیائے کرام علیہم السلام کا تو طرۂ امتیاز یہی ہے کہ وہ ایک لمحہ کیلئے بھی غیر اللہ کی طرف نہیں بلاسکتے وَ مَآ

أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (الانبياء : ٢٥)
وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ (النحل : ٣٦) بہر حال! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کو اتنا صاف اور واضح کیا ہے کہ اب اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کو نبی کو سجدہ کرنے سے روکنا

ایک دفعہ کسی نے عرض کیا یارسول اللہ! نسلم عليك كمايسلم بعضنا على بعض أفلانسجد لك؟ یعنی جس طرح ہم آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں ویسے ہی آپ کی خدمت میں بھی سلام عرض کرتے ہیں کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا لاولکن اکرموا نبیکم واعرفواالحق لاهله فانه لاينبغي ان يسجد لاحد من دون الله جو مذاہب اپنے بزرگوں کی تعظیم عبادت کے طور پر کرتے ہیں وہ برباد ہوئے ہیں جیسے ہندو وغیرہ پس مسلمانوں کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ ایسی شخصیات کا اتباع کریں جو شریعت کے مخالف ہوں اگر چہ وہ اللہ والے ہوں، بہر حال! رب کے معنی وہی عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی روایت میں یاد رکھئے جو پچھلے رکوع میں بیان ہوئے۔

رکوع 09

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ

اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا اور البتہ جو کچھ میں تمہیں کتاب اور علم سے دوں پھر

كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا

تمہارے پاس پیغمبر آئے جو اس چیز کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے البتہ اس پر ایمان لے آنا

مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ

اور البتہ اس کی مدد کرنا فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر میرا عہد قبول کیا

اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ

انہوں نے کہا ہم نے اقرار کیا اللہ نے فرمایا تو

فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ

اب تم گواہ رہو میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ پھر جو

تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ اَفَغَيْرَ

کوئی اس کے بعد پھر جائے تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔ کیا اللہ

دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَ لَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ

کے دین کے سوا کوئی اور دین تلاش کرتے ہیں حالانکہ جو کوئی آسمان اور

الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

زمین میں ہے خوشی سے یا لاچاری سے سب اُسی کے تابع ہے اور اُسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى

کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کچھ ہم پر نازل کیا گیا اور جو کچھ

اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ

ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر نازل کیا گیا اور جو

وَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۪

کچھ موسیٰ اور عیسیٰ اور سب نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے ملا ہم اُن میں سے

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۫ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾

کسی کو جدا نہیں کرتے اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں۔

وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَ هُوَ

اور جو کوئی اسلام کے سوا اور کوئی دین چاہے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ

فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ

آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔اللہ ایسے لوگوں کو کیونکر راہ دکھائے

قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَ شَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ

جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے اور گواہی دے چکے ہیں کہ بے شک یہ رسول

حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

سچا ہے اور ان کے پاس روشن نشانیاں آئی ہیں اور اللہ

الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٦﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ

ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا۔ ایسے لوگوں کی یہ سزا ہے کہ ان پر اللہ

وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٧﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے

لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٨٨﴾

ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا اور نہ وہ مہلت دیے جائیں گے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

مگر جنہوں نے اس کے بعد توبہ کی اور نیک کام کیے تو بے شک اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٨٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ

بخشنے والا مہربان ہے۔ بے شک جو لوگ ایمان لانے کے بعد منکر ہو گئے

ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

پھر انکار میں بڑھتے گئے ان کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی اور

الضَّآلُّوْنَ ﴿٩٠﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ

وہی گمراہ ہیں۔ بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور کفر کی حالت میں

يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى

مر گئے تو کسی ایسے سے زمین بھر کر سونا بھی قبول نہیں کیا جائے گا اگرچہ

بِهٖ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٩١﴾

وہ اس قدر سونا بدلے میں دے ان لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

رکوع (۹)

خلاصہ: اے اہل کتاب! تمہارے مقتداؤں (انبیاء علیہم السلام) نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کا اقرار کیا تھا۔

ماخذ: وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ (آل عمران: ۸۳)

آیت کی دو توجیہات میں راجح توجیہ

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ: یہ ابتدائے روزِ تخلیق کی بات ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے دو وعدے لیے گئے تھے ایک عام انسانوں کے ساتھ اور ایک خصوصی، یہاں اس آیت میں دو توجیہات ہیں۔

(۱) تمام انبیاء علیہم السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عہد لیا گیا تھا۔

(۲) ہر نبی سے وعدہ لیا گیا تھا کہ تیرے بعد جو نبی آئے تجھے اس کا اتباع کرنا پڑے گا۔

ہم پہلی توجیہ یہاں لیتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تائید کردی لو کان موسیٰ حیا ماوسعه الا اتباعی جب تمہارے انبیاء علیہم السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کا وعدہ کیا ہے تو تمہیں بطریق اولیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع پر فخر کرنا چاہیے ورنہ تمہاری اقتدا اپنے اسلاف کی نہیں ہوگی، اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مفسرین کا اتفاق

ہے کہ اس آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی طرف اشارہ ہے، قرآن مجید نے اس کی بار بار وضاحت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہر نبی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوا ہے وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (الفاطر: ٢٤)

تمام عالم کے لئے ایک نبی کی بعثت پوری انسانیت پر احسان

اس وقت تمام دنیا کیلئے ایک ہی پیغمبر بھیجا گیا، جو ان تفریقوں اور اختلافات کو مٹا کر تمام نسل انسانی کو ایک بنا دے، اس نبی کا فرض یہ تھا کہ وہ تمام قوموں میں عالمگیر برادری قائم کر دے اس لئے ضروری تھا کہ انبیاء علیہم السلام سے اس قسم کا عہد لیا جاتا تا کہ وہ اپنی قوم کو تیار رکھے کہ جس وقت آخری نبی مبعوث ہو تو اس کے سامنے سر تسلیم خم ہو، اس آخری نبی کی سب سے بڑی خوبی اور خصوصیت یہ ہے کہ وہ تمام کتابوں اور رسولوں کی تصدیق کرے گا لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایسے نبی کا انتظار تھا اور آج تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی شخص نے مثل موسیٰ علیہ السلام ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ کے ظہور کی خبر اپنی قوم کو دی۔

تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت واتباع کا عہد

اس عام قاعدہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا عہد بلا استثناء تمام انبیائے سابقین علیہم السلام سے لیا گیا تھا اور انہوں نے اپنی امتوں سے یہی قول اور اقرار لیے تھے کیونکہ ایک آپ ہی کی مخزن الکمال ہستی تھی جو عالم غیب میں سب سے پہلے اور عالم شہادت میں سب انبیاء علیہم السلام کے بعد جلوہ افروز ہونے والی تھی اور جس کے بعد کوئی نبی آنے والا نہ تھا اور آپ ہی کا وجود مسعود تمام انبیائے سابقین علیہم السلام اور کتب سماویہ کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کرنے والا تھا چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے منقول ہے کہ اس قسم کا عہد انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر آج حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کے بغیر چارہ نہ تھا اور فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو کتاب اللہ (قرآن کریم) اور تمہارے نبی کی سنت پر فیصلے کریں گے محشر میں شفاعت کبریٰ کے لئے پیش قدمی کرنا اور تمام بنی آدم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہونا اور شب معراج میں بیت المقدس

کے اندر تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت کرانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی سیادت عامہ (پوری دنیا کی قیادت) اور امامت عظمیٰ کے آثار میں سے ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت

سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم میں جامعیت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اللہ کے معلم بھی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صحبت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عملی قوتیں بھی حرکت میں آجاتی تھیں، انہیں نہ اپنی جان کی پرواتھی نہ بیوی بچوں کا خیال ان پر غلبہ پاتا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ان کی زندگی کا نصب العین تھا، حاصل یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ظاہری اور باطنی دونوں تربیتیں ہوجاتی تھیں، اب عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ علمی تربیت علمائے کرام کرتے ہیں اور باطن کی تربیت صوفیائے عظام فرماتے ہیں، ہاں! اللہ تعالیٰ کے بعض بندے جامع بھی ہوتے ہیں کہ وہ بحیثیت عالم ہونے کے خلق خدا کو کتاب وسنت پڑھاتے ہیں اور بحیثیت باطن کے کامل ہونے کے مخلوق خدا کے باطن کو امراض روحانی سے پاک کردیتے ہیں۔

ہمارے اسلاف میں جامعیت

جامعیت کی مثالیں دار العلوم دیوبند کے اسلاف اور اخلاف میں بفضلہٖ تعالیٰ پائی جاتی ہیں، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ بانیٔ دار العلوم سے لے کر آج تک جتنے حضرات اس کے سرپرست بنے ہیں سب ہی ظاہر کے فاضل اجل اور باطن کے کامل اور مکمل تھے۔

اسلام کے شیدائی دولت مند

قرآن مجید کی حفاظت میں بعض نیک دل، خدا پرست، حامی اسلام دولت مندوں کا بھی حصہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی خدمت کی توفیق دی۔ اگرچہ دنیا دار عام طور پر بے دین ہوتے ہیں مگر جس طرح گدڑیوں میں لعل کی مثالیں ہے اس طرح ان دولتمندوں میں بھی بعض اسلام کے شیدائی اور فدائی پیدا ہوجاتے ہیں، حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں کی آسمانی کتاب (قرآن مجید) کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کو پورا کرنے کا ذریعہ علمائے کرام، صوفیائے عظام اور بعض دولت مندوں کو بنایا۔

انبیاء علیہم السلام تو وعدہ خلافی سے پاک مگر امتی بھی عہد شکنی نہ کریں

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ: انبیاء علیہم السلام تو تولی (وعدہ خلافی) سے معصوم ہیں ان سے ناممکن ہے کہ گناہ صادر ہو جائے نہ صغیرہ نہ کبیرہ جب انبیاء علیہم السلام معصومین سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنی ہوگی تو ان کی امتوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنا ضروری ہوگا اور جو شخص سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اقتدا سے جی چرائے گا تو وہ عہد الٰہی کو توڑے گا، بفضلہٖ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام تو اس عہد شکنی سے پاک ہیں لیکن تم ان کی امتیں کہلا کر بھی اس عہد کو توڑ رہے ہو تو تم تولی کرنے والوں فٰسِقُوْن قانون توڑنے والوں میں شمار ہو گے۔

ہم انبیاء میں تفریق کے قائل نہیں: دین اسلام ادیان سابقہ کا خلاصہ

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ: دین الٰہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکھاتے ہیں اور یہ تو عہد الٰہی سے منہ موڑ کر کوئی اور نیا دین بنا لینا چاہتے ہیں حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تمام ادیان سابقہ کی روح اور خلاصہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی مخالفت دراصل تمام ادیان سابقہ کی مخالفت ہے جب یہ اس کو نہیں مانتے تو دین الٰہی کے بغیر کسی اور چیز کو کیوں طلب کر رہے ہو؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تو لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ہم اللہ کے کسی رسول کے بارے میں فرق نہیں کرتے ہیں اور تمہارا رویہ تو تفریق کا ثبوت ہے انقیاد مطلق یہ ہے کہ جو پیغمبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ان کی اتباع کرنی ضروری ہے اور اس طرح آسمان اور زمین کے مالک کی غلامی کرنا تو سرمایۂ عزت ہے اور اس کے سوا دوسروں کی اطاعت کرنا باعث صد ذلت ہے۔

ہم تمام انبیاء کے مصدق ومقلد

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ: ہم نے تبلیغ کر دی اگر نہیں مانتے تو سن لو کہ سب پیغمبروں پر ہمارا ایمان ہے ہم سب کے مصدق اور سب کے مقلد ہیں یعنی ہم تو تمام پیغمبروں کو بلا تفریق مانتے ہیں صرف یہ ہے کہ ہم حسن اتفاق اور خوش قسمتی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں آئے اور ہم ان پر

ایمان لائے اور اب چونکہ سابقہ پیغمبروں کی شریعت پر عمل کرنا ناجائز ہے، اس لئے ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کر رہے ہیں اور دوسری بات یہ کہ پہلے پیغمبروں کی شرائع محفوظ نہیں لہٰذا ہم تمام انبیاء علیہم السلام کے اتباع میں اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں۔

دین اسلام کے سوا کوئی دین مقبول نہیں

وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ : انبیاء علیہم السلام کے متفقہ دین یعنی مذکورہ اُلْإِسْلَامِ کے سوا اور کوئی دین نہ کبھی قبول ہوا ہے اور نہ ہوگا اور اُلْإِسْلَامِ میں الف لام عہدی ہے، مطلق اسلام کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے جو چاہے جس کے ذریعے چاہے نازل فرماتے ہیں لیکن ہمارے لئے حسن اتفاق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے احکام نازل ہوئے اور یہودی کہتے ہیں کہ فقط عیسیٰ علیہ السلام کو جو احکام اس کے ذریعے سے نازل ہوئے ہیں صرف ان کو تسلیم کریں گے، اب تو یہ لوگ دین کی مخالفت کر رہے ہیں جبکہ اس وقت دنیا میں اس کا حاصل کرنا آسان ہے لیکن موت کے بعد یہ بہت افسوس کا باعث ہوگا۔

یہود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر شہادت کے بعد انکار کر بیٹھے

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَ شَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ: سوتے کو تو کوئی جگائے مگر جاگتے کو کون جگائے، جاہل کو تو کوئی سمجھائے مگر عالم جب علم کے باوجود خراب ہو جائے تو کون اسے سمجھائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ مکرمہ میں رہے یعنی بعد از بعثت مکہ معظمہ میں تیرہ سال رہے تو آپ کے حالات کا علم جب یہودیوں کو ہوا تو کہتے تھے کہ یہ نبی الامیین ہیں، حالات تو پہلے سے پڑھ لئے تھے اور اتنی مدت میں یہود گواہی دیتے تھے کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات، اخلاق اور ہدایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ تسلیم کر چکے تھے کہ نبی ہیں مگر جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اور انہیں دعوت دی گئی تو وہاں یہود مخالف ہو گئے اور محض ذاتی اغراض اور ہٹ دھرمی کی بناء پر سرے سے نبوت ہی کا انکار کر بیٹھے، ایسے ہٹ دھرم ظالموں کو کیسے ہدایت ہو، اسی وجہ سے فرمایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو ہدایت کرے گا، جنہوں نے پہلے اقرار کیا اور اگر نہ سمجھے تو قرآن کے ذریعے سمجھ جائیں

لیکن جب سمجھتے ہیں پھر بھی ایمان نہیں لاتے تو ان کو ایمان لانا ہی نصیب نہ ہوگا الْبَيِّنٰتُ جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہی نہ ہو، خدا جبر نہیں کرنا چاہتا اپنے شوق سے یہ مسلمان نہیں ہوتے یعنی جان بوجھ کر نہیں مانتے، اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو ایسے ظالموں سے کوئی سروکار نہیں۔

دائمی لعنت کے سزاوار ٹھہرے

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ: یہ ساری باتیں جان کر پھر انکار کرنا گویا لعنت کو خود خریدنا ہے یعنی ان لوگوں پر لعنت ہوگی اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی جب یہ لوگ پیغمبر کی تعلیم کا انکار کریں گے تو سزا بھی سخت بتائی کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فرشتوں سے دور ہوں گے اور لوگ بھی ان کو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

نہ عذاب میں تخفیف اور نہ مزید مہلت

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ: چونکہ رحمت کے مسلک پر ایک لحہ بھی چلنے کی کوشش نہیں کی اس لئے ہمیشہ ہمیشہ لعنت میں مبتلا رہیں گے، نہ عذاب میں تخفیف ہوگی اور نہ مزید مہلت دی جائے گی۔

اپنی حالت کی اصلاح کرنے والے کی توبہ قبول ہونا

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: جن لوگوں نے توبہ کی اور اپنی حالت کی اصلاح کی اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرلیتا ہے اور ان کے گزشتہ گناہ معاف کر کے انہیں مزید فضل ورحمت سے نوازے گا، اور وہ لوگ اس عذاب سے مستثنیٰ ہوجائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

مرنے کے بعد یا غرغرہ کی حالت میں توبہ قبول نہیں ہوتی

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو دل میں صحیح مان کر پھر بھی جو لوگ مخالف رہے اور اسی پر مرے، مرنے کے بعد یا غرغرہ کی حالت میں اگر توبہ کریں تو ہرگز قبول نہ ہوگی، ایمان کا مطلب تو یہ تھا کہ آئندہ تمام اعمال فاسقہ سے پرہیز کیا جائے مگر جب انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اور اس کی مزید مخالفت بھی کرتے ہیں تو پھر ان کی توبہ کیسے قبول ہوگی؟

مرنے کے بعد کفر کا کفارہ ادا نہیں ہو سکے گا

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ مَاتُوۡا وَ ھُمۡ کُفَّارٌ فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡ اَحَدِھِمۡ مِّلۡءُ الۡاَرۡضِ ذَھَبًا وَّلَوِ افۡتَدٰی بِہٖ اُولٰٓئِکَ لَھُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ وَّ مَا لَھُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ : جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور توفیق توبہ کے بغیر ہی مر گئے وہ آخرت میں عذاب الٰہی سے کسی صورت نہیں بچ سکیں گے، اگر بالفرض قیامت کے روز زمین بھر سونا ان کے ہاتھ آ جائے اور وہ اُسے بطور فدیہ دے کر عذاب سے بچنا چاہیں تو یہ فدیہ ان سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے انہیں بہرحال دردناک عذاب دیا جائے گا یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ فدیہ کے بغیر معافی مل جائے، نہ یہ فدیہ دے کر بچ سکیں گے نہ معافی مل سکے گی نہ ہی کسی یار و مددگار کی نصرت و یاری اور نہ ہی کسی سفارشی کی سفارش سے نجات مل سکے گی وَّ لَا یُقۡبَلُ مِنۡھَا شَفَاعَۃٌ وَّ لَا یُؤۡخَذُ مِنۡھَا عَدۡلٌ وَّ لَا ھُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ(البقرۃ:٤٨)

اسی طرح دوسری آیت میں ہے یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوۡنَ ○ اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ(الشعراء:٨٩،٨٨)

رکوع 10

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ

ہرگز نیکی میں کمال حاصل نہ کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز سے کچھ خرچ کرو اور جو چیز تم

شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۹۲﴾ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا

خرچ کرو گے بے شک اللہ اسے جاننے والا ہے۔ بنی اسرائیل کے لیے سب کھانے کی چیزیں حلال

لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ

تھیں مگر وہ چیز جو اسرائیل نے تورات نازل ہونے سے پہلے اپنے اوپر

قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ

حرام کی تھی کہہ دو تورات لاؤ اور اسے پڑھو اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

تم سچے ہو۔ پھر جس شخص نے اس کے بعد اللہ پر جھوٹ بنایا

مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾ قُلْ صَدَقَ

وہی بڑے بے انصاف ہیں۔ کہہ دو

اللّٰهُ قف فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ

اللہ نے سچ فرمایا ہے اب ابراہیم کے دین کے تابع ہو جاؤ جو ایک ہی کے ہو گئے تھے اور

الجزء ۴

وقف جبریل علیہ السلام

الْمُشْرِكِينَ ﴿٩٥﴾ إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي

مشرکوں میں سے نہ تھے ۔بے شک لوگوں کے واسطے جو سب سے پہلا گھر مقرر ہوا یہی ہے

بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ﴿٩٦﴾ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ

جو مکہ میں برکت والا ہے اور جہان کے لوگوں کے لیے راہ نما ہے۔ اس میں ظاہر نشانیاں ہیں

مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۖ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۗ وَلِلَّهِ عَلَى

مقام ابراہیم ہے اور جو اس میں داخل ہو جائے وہ امن والا ہو جاتا ہے اور

النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ

لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا اللہ کا حق ہے جو شخص اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو اور جو انکار کرے

فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿٩٧﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ

تو پھر اللہ جہان والوں سے بے پرواہ ہے۔ کہہ دو اے اہلِ کتاب اللہ کی

تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا تَعْمَلُونَ ﴿٩٨﴾

آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس پر گواہ ہے۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ

کہہ دو اے اہلِ کتاب اللہ کی راہ سے کیوں روکتے ہو اس شخص کو جو ایمان لائے اس میں

آمَنَ تَبْغُونَهَا عِوَجًا وَأَنتُمْ شُهَدَاءُ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ

عیب ڈھونڈتے ہو اور تم خود جانتے ہو اور تمہارے کام سے اللہ

عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٩﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا

بے خبر نہیں ہے۔ اے ایمان والو اگر تم اہلِ کتاب کی کسی جماعت کا بھی

مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ

کہا مانو گے تو وہ تمہیں ایمان لانے کے بعد

كٰفِرِيْنَ ﴿١٠٠﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ

کافر کر دیں گے۔ اور تم کس طرح کافر ہو گے حالانکہ تم پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں

اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۭ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ

اور اس کا رسول تم میں موجود ہے اور جو شخص اللہ کو مضبوط پکڑے گا

ع ١٠

هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٠١﴾ ع

تو اسے ہی سیدھے راستے کی ہدایت کی جائے گی۔

رکوع (۱۰)

خلاصہ: (۱) یہود کے شبہ کا جواب
(۲) درسگاہ ابراہیمی (علیہ السلام) کی طرف دعوت
(۳) مقاطعہ عن اهل کتاب

ماخذ: (۱) كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَآءِيلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوهَآ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ (آل عمران: ۹۳)
(۲) إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِينَ (آل عمران: ۹۶)
(۳) يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا إِنْ تُطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمٰنِكُمْ كٰفِرِينَ (آل عمران: ۱۰۰)

آخرت میں مال ودولت کی کوئی قدر و قیمت نہیں

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيمٌ: اس سے پہلی آیت میں ذکر ہو چکا ہے کہ آدمی کفر کی حالت میں مر جائے تو مرنے کے بعد اُسے دولت کی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ وہاں زندگی اعمال سے ملتی ہے تو جو چیز تمہاری وہاں ناکارہ ہو تو اس کا فدیہ کرنا کیسے قبول ہوگا؟ کیونکہ مال وہ قبول ہوا کرتا ہے جو محبوب ہو اور میدان قیامت میں کام آئے اول تو مال نہیں ہوگا اور اگر بالفرض والتقدیر ہو تو محبوب نہیں ہوگا دنیا میں بر (نیکی) تب حاصل کرو گے کہ وہ مال خرچ کرو جو تمہیں زیادہ محبوب ہو اور اس طرح تمہارے نفقہ (صدقہ)

کرنے کی قیمت تب ہے جب تم ایسی حالت میں ہو کہ تم اس کی طرف محتاج ہو، لہٰذا وہ تمہیں مرغوب ہوگی اس طریقہ پر مال صَرف کرنا نتیجہ خیز ہے کیونکہ اس صورت میں تزکیہ نفس ہوگا اور یہی عنداللہ قدر و قیمت رکھتا ہے، دنیا میں تمہیں زندگی کی حالت میں اس کی احتیاج ہے، دنیا میں مال و دولت تمہارے کام آسکتا ہے جب مر جاؤ تو تمہیں اس کی چاہت ہی نہ رہے گی، اس لئے آخرت میں بفرض محال تمام مال و دولت خرچ کرو تو بھی قبول نہیں کیا جائے گا اور محبوب چیز وہ ہوتی ہے جس سے راحت ہو۔

اہل کتاب کا ضد وعناد پر ڈٹے رہنا

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسۡرَآءِيۡلُ عَلٰى نَفۡسِهٖ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تُنَزَّلَ التَّوۡرٰٮةُ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِالتَّوۡرٰٮةِ فَاتۡلُوۡهَآ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ: اہل کتاب اپنی ضد وعناد سے باز نہیں آتے وہ چاہتے ہیں کہ کلمۃ الحق کی آواز جو اٹھ رہی ہے بند ہو جائے وہ اعتراض کرتے ہیں کہ آپ ملت ابراہیمی (علیہ السلام) کے متبع کہلاتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں ملت ابراہیمی (علیہ السلام) کا، حالانکہ یہ دعویٰ تمہارا غلط ہے کیونکہ ملت ابراہیمی (علیہ السلام) میں بہت سی چیزیں حرام تھیں اور تم ان کو حلال سمجھتے ہو، مثلاً وہ اعتراض کرتے ہیں کہ تم اونٹ کا گوشت اور دودھ کیوں استعمال کرتے ہو؟ جواب دیا جاتا ہے کہ یہ چیزیں ملت ابراہیمی (علیہ السلام) میں حرام نہیں تھیں بلکہ یعقوب علیہ السلام نے عرق النساء کی بیماری کیلئے نذر مانی کہ یہ نہیں کھاؤں گا، اپنی ذات پر نذر مانی کہ نہیں کھاؤں گا مگر بنی اسرائیل نے بھی اس کا کھانا چھوڑ دیا اور بعد میں ان پر حرام ہوگئیں اور یہ حرمت گوشت اور دودھ کی خباثت کی وجہ سے نہیں تھی لہٰذا اس کا اتباع بنی اسرائیل کے لئے ضروری تھا نہ کہ بنی اسماعیل (علیہ السلام) کے لیے۔

غلط فہمی کا ازالہ

اب ان لوگوں کے خیال میں جو اونٹ کا دودھ اور گوشت استعمال کرتے ہیں وہ سنت الانبیاء علیہم السلام کے مجرم سمجھے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت فرمائی کہ یہ چیز غلط ہے اور اس طرح یعقوب علیہ السلام نے جو نذر مانی تھی کہ مجھے اس بیماری سے شفا ہوگی تو اچھی چیزیں کھانا پینا چھوڑ دوں گا پھر یعقوب علیہ السلام صحتیاب ہوگئے تو انہوں نے اونٹ کا گوشت اور دودھ چھوڑ دیا کیونکہ یہ دو چیزیں اچھی شمار کی جاتی تھیں تو جب یعقوب علیہ السلام نے چھوڑ دیا

تو اوروں نے بھی ان کی اتباع میں چھوڑ دیئے کیونکہ قاعدہ ہے شریف آدمی اگر کسی چیز کو ترک کردے تو نیچے درجے کا آدمی بھی اسے ترک کر دیتا ہے مثلاً کہ گھر میں جو بڑا آدمی ہو تو جو چیز وہ نہ کھائے تو وہ نہیں پکتی، اس لئے کہ وہ بڑا آدمی نہیں کھاتا تو ہم دوسرے سالن بھی کھا سکتے ہیں، ان کی وجہ سے اتنی محنت سے پکاتے ہیں پھر یہ نہیں کھاتے اس لئے اب اسے نہیں پکائیں گے تو بڑا آدمی کسی مصلحت کی وجہ سے نہیں کھاتا مثلاً گائے کا گوشت ہے یا اور ایسی چیزیں جو اس کے لیے مضر ہیں اس وجہ سے چھوڑتا ہے، اِسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے تو درد سے شفا ہونے کے شکریہ میں ترک کیا تھا، اب بیٹوں نے بھی ترک کر دیا۔

بزرگوں کے انفرادی عمل کو تسلسل کے ساتھ اختیار کرنا

مثلاً علاقہ سندھ میں سید خرگوش نہیں کھاتے کسی بڑے نے کسی جسمانی صحت کی بنا پر نہیں کھایا اب وہ رسم چل نکلی ہے کہ جو سید ہوگا وہ خرگوش نہیں کھائے گا یا مثلاً گوہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کھائی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کھائی، فرمایا کہ میرے ملک میں اسے نہیں کھایا جاتا لیکن اس کی تحریم کا حکم بعد میں آچکا ہے لہٰذا بعد میں اس کو نہیں کھایا گیا، امت نے بھی اِسے چھوڑ دیا تو یہود کو کہا گیا کہ بعض مخصوص اشیاء کو اپنے اوپر حرام کر دینا ابراہیمی کام نہیں ہے اُن کے ذمہ کیوں لگاتے ہو، یہ تو یعقوبی یعنی بنی اسرائیلی کام ہے اس کو ابراہیم علیہ السلام کی طرف کیوں منسوب کرتے ہو اس طرح کرنا غلط ہے، ابراہیم علیہ السلام کو اسرائیل کا پابند نہ بناؤ بلکہ اسرائیل کو پابند ابراہیم علیہ السلام کا مان کر پھر ابراہیمی ملت کا اتباع کرو۔

مُفتری عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے؟

فَمَنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ: واقعات صحیحہ سے معلوم ہونے کے بعد بھی یہی کہتے جاؤ تو پھر اس جھوٹ کا کیا علاج ہوسکتا ہے کیونکہ اتنے واضح بیان سے یہودیوں کے جھوٹ، کذب وافترا کا بھانڈہ پھوٹ گیا اب اگر اس کے بعد بھی وہ غلط بیانی سے باز نہ آئے اور بدستور انبیاء علیہم السلام اور آسمانی کتابوں پر افترا کرتے اور بہتان تراشتے رہے تو ایسے لوگوں سے بڑا ظالم اور کون ہوگا۔

تمام امتوں کو ملت ابراہیمی کی طرف دعوت

قُلْ صَدَقَ اللّٰہُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ: دعویٰ ہے اتباع

ملت ابراہیمی علیہ السلام کا اور کرتے ہو شرک ، ایک مسئلہ تو صاف ہوا اب ہم انہیں ملت ابراہیمی (علیہ السلام) کی طرف لے جانا چاہتے ہیں اور وہ ہمیں ملت موسوی (علیہ السلام) کی طرف اور ملت ابراہیمی (علیہ السلام) کی تعلیم پر عمل کرنے کا دعوی کرتے ہو، اللہ کے بندو! خصوصیات اسرائیلی کو چھوڑ دو اور ملت ابراہیمی علیہ السلام میں ہمارے دوش بدوش چلو تا کہ مل کر کام کر سکیں۔

لوگوں کیلئے سب سے پہلے برکت والا گھر مکہ مقرر ہوا

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ: تو اب خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ، اس لئے کہ اصل زمین پانی کے نیچے ہے اس پر پانی ہے تو اصلی زمین سے کچھ حصہ (بلبلے کی صورت) اوپر نمودار ہوا جو سب سے پہلے خانہ کعبہ کا مقام تھا، بعثت محمدی سے پہلے امتوں میں سے ہر امت کا جدا جدا قبلہ تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد تمام اقوام عالم کا متفق علیہ قبلہ کعبہ ہی ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ کعبہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تمام اقوام عالم (الیٰ یوم القیٰمۃ) کے ہادی ہیں، اس لئے تمام اقوام عالم کے لئے قبلہ بھی ایک ہی ہونا چاہئے۔

درسگاہ ابراہیمی کی طرف دعوت

یہاں پر درسگاہ ابراہیمی کی طرف دعوت مقصود ہے یعنی اگر خصوصیات ابراہیمی پیدا کرنا چاہتے ہو تو مرکز ابراہیمی سے تعلق پیدا کرو اور درسگاہ ابراہیمی خانہ کعبہ میں زبان حال سے عبرت دینے والے اساتذہ موجود ہیں (وہ نشانیاں جو حال کی معلم ہیں) فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ وہاں جائیں تو آدمی ماسویٰ اللہ سے کٹ جاتا ہے توحید کا نور ہر رگ میں سرایت کر جاتا ہے، یہ زمزم کا قصہ، یہ تعمیر کا قصہ سب پڑھئے! ان سب میں درس عبرت ہے، جس سے انسان توحید پرست بنتا ہے اور اعتماد علی اللہ ہو جاتا ہے، یہ صفا کیا ہے؟ یہ مروہ کیا ہے؟

آل سعود اور متبرک مقامات کا خاتمہ

حضرت استاد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جب میں پہلی دفعہ محمد شریف کے دور میں حج کے لئے گیا تھا تو اس وقت بہت سی اشیاء موجود تھیں یہ وہ زمانہ ہے جبکہ ترک کے محمد شریف زندہ تھے وہاں عرفات میں ایک پتھر تھا، جس کے بارے میں فقہاء بھی لکھتے ہیں کہ اس کے پاس کھڑے ہو کر دعا مانگی جائے تو قبول ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی جگہ بھی موجود تھی

لیکن وہاں کی زمین نسبتاً پست تھی اور آس پاس کی باقی زمین بوجہ مٹی وغیرہ پڑنے کے بلند تھی، اسی طرح وہ جگہ جہاں اسماعیل علیہ السلام ذبح کرنے کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام لے گئے تھے وہ جگہ بھی تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مقبرہ یہ تمام جگہیں اس زمانہ میں موجود تھیں لیکن پھر سعود کے خلیفہ ہونے کے بعد میں دو دفعہ حج پر گیا لیکن اب وہاں کچھ بھی باقی نہیں، نہ عرفات میں پتھر ہے نہ مذبح اسماعیل علیہ السلام ہے، نہ مقبرہ خدیجہ کا ہے، نہ مولد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے غرضیکہ اس نے کچھ نہیں چھوڑا اس کو کسی استاد نے یہ پڑھا دیا کہ مسلمان ان متبرک مقامات کی عبادت کی غرض سے آتے ہیں، اس غرض سے ان کو نیست و نابود کر دیا ہے اور ایسا ہوتا ہے کہ لوگ کچھ نہ کچھ حرکات کر جاتے ہیں۔

حضرت خدیجہؓ کے مزار پر حاضری

وہاں جا کر حضرت مخدوم مدظلہ نے فرمایا کہ جب میں دوسری دفعہ گیا تو میں حضرت خدیجہؓ کے مقبرہ میں گیا، عین دوپہر کا وقت تھا اور میرے ساتھ ایک مرد و عورت مصری بھی چلے گئے، میں نے پولیس کے آدمیوں سے اجازت لی کہ ہم دعا کرنا چاہتے ہیں، پولیس کے دو آدمی پہرے پر ہوتے ہیں تو ان میں سے ایک وہاں نہیں تھا، شاید کہیں گیا ہوا تھا، جب ہم مقبرہ کے پاس پہنچے تو میں فاتحہ پڑھ رہا تھا اور عورت بھی پاس کھڑی تھی جب پولیس کے آدمی نے اپنے دوسرے دوست کی طرف دیکھا تو اس عورت نے فوراً مٹھی مٹی کی لیکر سر پر مل لی اور جگہ بھی بالکل زمین سے ملی ہوئی تھی قبر کا نشان بھی معلوم نہیں ہوتا تھا، غرضیکہ اس قسم کی حرکتیں کر جاتے ہیں اس لئے وہاں پہرہ ہوتا ہے، ایسے ہی گنبد خضراء کے اردگرد بھی پولیس ہوتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرقد مبارک چار پردوں کے اندر ہے اور سب سے باہر لوہے کا جال ہے، بعض سجدہ کے عادی لوگ وہاں کوشش کرتے ہیں تو پولیس کھڑی رہتی ہے جب دیکھا کہ کوئی جھک رہا ہے فوراً لاٹھی رسید کرتے ہیں، خیر ان متبرک مقامات کے مٹانے کے ہم قائل نہیں ہیں، یہ یادگاریں ہیں، جگہ جگہ پہرہ کھڑا ہے، ترک بھی سنگین پہرے کا انتظام کر سکتے تھے لیکن اس واسطے نہ کیا کہ متبرک مقام میں یہ مار پیٹ اچھی نہیں ہے ورنہ سلطنت انتظام کر سکتی ہے، ترکوں کیلئے یہ مشکل تھا عربوں کیلئے نہیں بلکہ وجہ مذکورہ تھی کہ ابن سعود عرب ہے لوہا لوہے کو کاٹتا ہے تو متبرک مقامات کو نیست و نابود کرنے کی اجازت نہیں ہے، متبرک مقام ایک یادگار رہوتا ہے مثلاً دیکھو کہ راجہ اشوک پونے تین سو سال

کے بعض بعض یادگاریں آج بھی دہلی میں موجود ہیں، تقریباً پانچ سو سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان فاصلہ ہے۔

تاریخی مقامات سے انوارات کا ظہور

اسی طرح امام الموحدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے انقطاع عن الخلق و اعتماد علی اللہ کا نور ہر ایک جگہ سے ابھر کر پھیل رہا ہے، اب فرمایا کہ اس درسگاہ کی طرف آؤ، جس کی تاریخ دیکھو، حضرت نوح علیہ السلام نے اور اس سے قبل ملائکہ نے اس کی تعمیر کی، مقام ابراہیم علیہ السلام مختلف دھاتوں کا بنا ہوا کھڑا ہے۔

حضرت لاہوریؒ پر اللہ کا احسان

ہمارے معلم ہیں جو میری عمر کے ہیں، اگلے سال نابینا ہو گئے، ۱۹۴۱ء میں جب گیا تو ان کے والد محترم زندہ تھے، ان کی والدہ صاحبہ (جو حضرت امداد اللہؒ کی بیٹی یا پوتی ہیں) کہتی ہے کہ میری پیدائش یہاں ہوئی لیکن میں نے کبھی مقام ابراہیم علیہ السلام کو نہیں دیکھا ہمیشہ مقفل ہوتا ہے، مجھ پر اللہ کا یہ فضل ہوا کہ میں ۷۔۸ بجے بیٹھا تھا میرے سامنے مقام ابراہیم (علیہ السلام) مقفل تھا، اتنے میں ایک آدمی آیا، دروازہ اس نے کھولا میں نے اندر جانے کی درخواست کی، اس نے مجھے اندر جانے دیا، کپڑا اٹھایا اس نے مقام قدمین میں زمزم کا پانی لا کر ڈال دیا اور مجھے کہا کہ اشرب یا شیخ میں نے منہ سے وہ پانی پی لیا اور خیال کیا کہ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا (الزلزال:۱-٤) یہ مقامات مقدسہ شہادت دیں گے۔ اللہ نے بہت بڑا فضل کیا حج کے زمانہ میں اسے کبھی نہیں کھولتے عمرہ کے زمانے میں صرف اس وقت مجھے دیکھنا نصیب ہوا۔ وہاں خصوصیات ابراہیمی کی یادگاریں یعنی ایسے معلم اساتذہ ظاہر نشانیوں کی شکل میں موجود ہیں جو زبان حال سے تمہیں بتائیں گے کہ آنے والوں کو تعلیم دے رہے ہیں، جس کو وسعت ہو وہاں ضرور جائے تاکہ مشاہدہ کر کے خصوصیات ابراہیمی علیہ السلام کا رنگ پائے مثلاً مقام ابراہیمی (علیہ السلام) کی اور حجر اسود کی تاریخ کہ یہ جنت سے آیا ہے، اگر اس پر بحث کی جائے تو یہ ایک مستقل تاریخ کی کتاب ہے، اسی طرح صفا، مروہ، زمزم اس میں توحید پرستوں کیلئے رہنمائی ہے، اگر ان میں سے ایک ایک کے بیان میں کچھ لکھا جائے تو ایک بڑی تاریخ بنتی ہے۔

تین بڑے نشانات بیان

فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ: اس آیت میں تین بڑے نشانات بیان فرمائے گئے ہیں، اول مقام ابراہیم یعنید نیا کی تمام عبادت گاہوں میں سے صرف اسی گھر کی یہ خصوصیت ہے کہ اسے اللہ کا گھر کہا گیا ہے، یہی ایک مقام ہے جس کے ساتھ اس کرۂ ارض میں ابراہیم علیہ السلام کی شہرت ورفعت کا ذکر وابستہ ہے؛ بیت المقدس اور دوسرے مذہبی مقامات کو یہ امتیازات حاصل نہیں ہیں، عرب کے لوگ بت پرستی اور شرک میں مبتلا تھے مگر باوجود اس کے وہ بھی خانہ کعبہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے تھے۔

امن کا گہوارہ

وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا: عرب کے لوگ اسلام سے قبل اپنی جاہلیت اور بربریت کے لئے شہرہ آفاق تھے مگر باوجود اس کے پھر بھی انہوں نے اس گھر کو امن والا رکھا، بڑے بڑے مجرم یہاں آکر پناہ لیتے تھے اور کسی کو اس کے گرفتار کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی، زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ اگر کوئی شخص جرم کے ارتکاب کے بعد بیت اللہ میں آکر پناہ لیتا تو اُسے کوئی گرفتار نہ کرسکتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے لووجدت فيه قاتل الخطاب مامسسته حتىٰ يخرج منه یعنی اگر میں اپنے والد کے قاتل کو بھی بیت اللہ میں دیکھ پاؤں تو جب تک وہ خود باہر نہ آئے گا تو میں اس کے جسم کو ہاتھ تک نہ لگاؤں گا۔

لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا اللہ کا حق ہے

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ : دنیا میں جس قدر مذہبی مقامات اور زیارت گاہیں موجود ہیں ان پر بارہا دشمنوں نے حملے کئے اور ان کو تباہ وبرباد کردیا مگر اس بیت اللہ کے لئے تمام دنیا کے مسلمانوں پر لازم کردیا گیا کہ وہ اپنے اندر اتنی قوت محفوظ رکھیں کہ بڑے سے بڑا مخالف بھی اس پر قابض نہ ہوسکے تاکہ یہ امن کا گھر رہے اور ہر زمانے میں لوگ اس کا حج کرسکیں۔ بہر حال! جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی اس طرح ہر صاحب استطاعت مسلمان پر فرض ہے کہ حج بیت اللہ الحرام کے لئے جانا اپنے لئے سعادت سمجھے اور جو مسلمان استطاعت کے باوجود نہ جائے ایسا شخص اس وعید سے نہیں بچ سکے گا، حدیث میں من ملك زاد اوراحلة ولم يحج بيت الله

ولا یضرہ مات یھودیاً اونصرانیاً جوفرضیت حج سے انکار کرے مع الاستطاعت تو وہ بھی اس میں شامل ہے،اسی طرح اگر تم ایک مرکز پر جمع ہو کر اس کے فوائد سے متمتع نہیں ہونا چاہتے تو اس کا نقصان تمہیں ہی پہنچے گا خدا تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہو۔

مقاطعہ عن الکفار کی تمہید

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ شَهِیْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ: یہاں سے مقاطعہ عن الکفار کی تمہید شروع ہو رہی ہے اب جبکہ تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ یہ جماعت حق پر ہے پھر بھی تم اپنی توراۃ انجیل والی بشارت کو جھٹلاتے ہو،اتنے کھلے نشانات کے باوجود بھی اس کو جھٹلانا بدبختی کی علامت ہے حالانکہ یہ لوگ اسلام کی حقانیت کو خوب جانتے ہیں باوجود علم کے تکذیب کرتے ہیں۔

مقاطعہ عن اھل الکتاب کی تمہید

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّ اَنْتُمْ شُهَدَآءُ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ: یہاں سے مقاطعہ عن اھل الکتاب ہے کیونکہ جس وقت ان کی غرض ہمیں نیچے لے جاتی ہے تو ہم کو ان سے جدا ہونا چاہئے تاکہ ان کی نحوست ہم پر نہ پڑے اور ہمارا بنا بنایا اتحاد نہ ٹوٹے اور اس وقت انگریزوں سے اختلاط اور اتحاد تو ایک گونہ ارتداد بھی ہے کیونکہ جو لوگ برطانیہ کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں تو وہ صحیح اسلام سے بہت دور ہیں۔اب ان لوگوں کی منشاء ہے کہ جو اصل مطلب ٹیڑھا کر کے لوگوں کو بتاتے ہیں،سب اسی کے پابند ہیں اور دنیا میں مذہب ہمیشہ ٹیڑھا ہی رہے۔ ماقبل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ دین حنیف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہے اور کعبہ تمام اقوام عالم کا قبلہ ہے اب اگر تم اس سے کسی کو منع کر دیتے ہو تو تم اللہ تعالیٰ کے دین سے لوگوں کو منع کرو گے تو فرماتے ہیں کہ تم لوگوں کو خدا کی راہ سے کیوں روکتے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن گیر بننے میں کیوں رکاوٹیں ڈالتے ہو۔

خیالات فاسدہ والوں کی اطاعت سے گمراہی کا لزوم

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ یَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ كٰفِرِیْنَ: اے مسلمانو! مذکورۃ الصدر خیالات فاسدہ والے یعنی فریق اہل کتاب یہود ونصاریٰ کی فریق کی اطاعت کرو گے تو مرتد اور گمراہ ہو جاؤ گے ان سے مقاطعہ کرو۔لفظ اطاعت

عام ہے مذہبی ہو اخلاقی ہو، تعلیمی ہو، معاشرتی یا سیاسی یعنی ہر قسم کی اطاعت ہو تو ضرور گمراہ ہو جاؤ گے اور اس کی سزا بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوگی۔ پس اے مسلمانو! تمہیں ان سے پرہیز کرنا چاہئے اور ان کی مخالفت کرنی چاہیے۔

کتاب اللہ میں درس حکمت کے ساتھ بہترین ضابطہ عمل بھی

وَ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَ اَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَ فِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ وَ مَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ: فرمایا کہ تم گمراہوں کے دام میں کیسے آسکتے ہو؟ حالانکہ قرآن حکیم تم پر نازل ہو رہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے اندر موجود ہیں، لہٰذا غیروں کی اطاعت دو ضرورتوں کی وجہ سے ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ اپنے پاس کوئی مکمل قانون اور دستور العمل موجود نہ ہو یا قانون تو ہو مگر اس کے عملی نمونے سامنے نہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی دونوں ضرورتوں کو پورا کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسی کتاب دی ہے جن میں درس حکمت ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین ضابطہ عمل بھی ہے اس لئے یہود و نصاریٰ کی اطاعت ایک لحہ کیلئے بھی جائز نہیں۔ تمام مسلمان اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ کامیاب و بامراد وہی شخص یا جماعت ہو سکتی ہے جو اس کتاب کو اپنا امام بنائے اور اس کی شرح و تفصیل کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی پیروی کرے۔

رکوع 11

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ

اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو جیسا اس سے ڈرنا چاہیے اور نہ مرو

اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ

مگر ایسے حال میں کہ تم مسلمان ہو۔ اور سب مل کر اللہ کی رسی مضبوط پکڑو

جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

اور پھوٹ نہ ڈالو اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب کہ

اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ

تم آپس میں دشمن تھے پھر تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پھر تم اس کے

بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ

فضل سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے

فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ

پھر تم کو اس سے نجات دی اس طرح تم پر اللہ اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَ لْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ

تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ اور چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو

يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ

جو نیک کام کی طرف بلاتی رہے اور اچھے کاموں کا حکم کرتی رہے اور برے کاموں سے

عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَ لَا

روکتی رہے اور وہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔ ان لوگوں

تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا

کی طرح مت ہو جو متفرق ہو گئے بعد اس کے کہ ان کے پاس

جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾ لا

واضح احکام آئے انہوں نے اختلاف کیا اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ

جس دن بعضے منہ سفید اور بعضے منہ سیاہ ہوں گے سو وہ جن کے منہ سیاہ ہوں گے

اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۫ قف اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ

ان سے کہا جائے گا کیا تم ایمان لا کر کافر ہو گئے تھے

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَ اَمَّا

اب اس کفر کرنے کے بدلے میں عذاب چکھو۔ اور وہ لوگ

الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا

جن کے منہ سفید ہوں گے تو وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے

خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٧﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ط

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۔ یہ اللہ کے احکام ہیں ہم تمہیں ٹھیک ٹھیک سناتے ہیں

وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٨﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي

اور اللہ مخلوقات پر ظلم نہیں کرنا چاہتا۔ اور جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ

آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور سب کام اللہ ہی کے طرف

ع ١١ ٨ ٢ الْاُمُوْرُ ﴿١٠٩﴾ ع

پھیرے جاتے ہیں۔

رکوع (۱۱)

خلاصہ: تم میں سے ہمیشہ ایک جماعت مسلک صحیح کی طرف داعی رہنی چاہیے اور اس جماعت کے نتائج اخروی۔

ماخذ: (۱) وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَ يَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ‌ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ (آل عمران:۱۰۴)

(۲) وَ اَمَّا الَّذِيۡنَ ابۡيَضَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ فَفِىۡ رَحۡمَةِ اللّٰهِ‌ؕ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ (آل عمران: ۱۰۷)

اہل کتاب سے اختلاط کی ممانعت اور اس کے برے اثرات

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَ اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ: اے مسلمانو! ان کے لایعنی اعتراضات کی پروا نہ کرو، وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو گمراہ کریں حالانکہ ہمیں مرتے دم تک اطاعت الٰہی کا حق ادا کرنا ہے لہٰذا اہل کتاب سے انقطاع بھی تادم مرگ رکھنا پڑے گا کیونکہ اگر ان سے مخلوط ہوئے تو وہ ہمیں مرتد بنانے میں ساعی ہوں گے بلکہ ہمیں تو اس مقصد کے لئے دوسروں کا داعی بننا ہے لہٰذا پہلے اپنے اندر استقامت پیدا کرلیں، اہل کتاب سے ہمارا مطلق خلط نہ ہونے پائے کیونکہ جس وقت کسی قوم سے خلط ہوگا ضرور اس کی رسومات ہم پر اثر انداز ہوں گی مثلاً پہلے ہندوؤں سے ربط وضبط تھا تو ان کی بری رسمیں مسلمانوں میں گھس گئیں۔ جیسے ہندوؤں میں پھل، مسلمانوں میں قل، ہندوؤں میں منگوانا اور مسلمانوں میں چالیسواں اور ہندوؤں میں سراد، مسلمانوں میں عرس مگر ہندو بڑے ہوشیار ہیں جتنے ان کے بڑے ہیں تمام کا سراد نہیں کرتے کیونکہ اس سے تو بہت روپیہ خرچ ہوتا ہے بلکہ یہ تجویز کرتے ہیں کہ یہ ایک ہفتہ میں اکھٹے کرتے رہتے ہیں کیونکہ جو مرا ہوگا ضرور ہفتہ کے اندر ہی مرا ہوگا اور اگر ایک ایک کا کریں

تو سینکڑوں کا سراد کرنا پڑے گا اور رسوم آنے کے (یعنی اختیار کرنے کے) دو دروازے ہیں ایک دروازۂ محمدی اور دوسرا دروازہ غیر مسلم اقوام کا تو ہم کو چاہئے کہ جو رسم اپنے اندر پائیں تو اس کی تلاش کریں اگر دروازۂ نبوی سے آئی ہے تو علی الراس والعین اگر اقوام غیر سے آئی ہے یا مسلمانوں کے بعد ایجاد شدہ ہے تو اس کو ترک کردیں اس میں دارین کی بہبود ہے۔

اعتصام بِحَبْلِ اللّٰہ اور افتراق سے بچنے کی تلقین

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ: یہود و نصاریٰ تو نہ مانے اب تم اس قرآن یعنی اللہ تعالیٰ کی رسی اور دعوت کو مل کر پکڑو ہمیشہ استقامت سے ثابت قدم رہو، متفرق نہ ہونا، بِحَبْلِ اللّٰهِ کی تشریح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے کتاب اللہ ھو حبل اللہ الممدود من السماء الی الارض اللہ تعالیٰ کی کتاب اللہ تعالیٰ ہی کی رسی ہے، جو آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں ھذا القران حبل اللہ تو فتح و کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ ساری قوم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے تب کامیابی ملے گی، دنیا میں انفرادی کامیابی کا احساس نہیں ہوتا جب تک اس میں اجتماع وانضمام پیدا نہ ہو اگر ہم تمام اقوام کو ایک جسم مانیں تو اس کے مختلف اعضاء و جوارح ہوں گے، جسم کی ترقی اور نشو ونما یہی ہے کہ اس کے تمام اعضاء تناسب کے ساتھ ترقی پذیر ہوں، مثال کے طور پر اگر کسی آدمی کے تمام اعضاء سالم ہوں لیکن ان میں سے ایک عضو بیکار ہو جائے یعنی آنکھ وغیرہ تو ہم اس کو صحیح البدن نہیں کہیں گے، تو یہی حال قوم کا ہے کہ اگر اس میں چند افراد بگڑ جائیں تو کامیابی ممکن نہیں ہو سکتی، اللہ تعالیٰ کی برکتیں اور نعمتیں جماعت کے ساتھ ہوتی ہے یداللہ علی الجماعۃ اور یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ (الفتح: ۱۰)

مسلمانوں کو استقامۃ علی الدین کی تلقین

اس اختلاف باہمی کے باعث تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے اللہ نے قرآن کی برکت سے بچایا اس لئے کہ ہدایت کا منبع قرآن ہی ہے، یہ تھی مسلمانوں کو استقامۃ علی الدین کی تلقین کہ خود پابند رہو اور اس کے اوپر جمے رہو، آگے اوروں کو دعوت دینے کی تلقین

ہے، اس کے برعکس اگر تم نے اعتصام بِحَبْلِ اللّٰہِ نہ کیا تو اس کا نتیجہ افتراق ہیں اور افتراق کا نتیجہ دوزخ ہوگا اور جس وقت اعتصام بِحَبْلِ اللّٰہِ اور اتحاد حاصل ہو جائے گا پھر کامیابی اور جنت ملے گی، تمہارے اندر جو اختلافات پیدا ہوئے تھے اس کی وجہ قرآن مجید کو چھوڑنا (ترک عمل) تھا قرآن مجید کو پکڑ دو گے یعنی عمل کرو گے تو تمام اختلافات مٹ جائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ سال میں قرآن کی تعلیم دی ہے، اب قرآن کی تعلیم مفت ہے، کچھ دام خرچ نہیں ہوتے اس واسطے فرمایا کہ قیامت کے دن حجت نہ رہے کہ اے باری تعالیٰ! ہمیں قیمت دینی پڑتی تھی اور ہمارے پاس پیسے نہیں تھے کہ سنتے، اس حجت کو قیامت کے دن بیکار کرنے کے لئے علماء مفت تعلیم دیتے ہیں۔

قرآن مجید ایک انقلابی کتاب ہے

اس آیت پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ قرآن مجید پر ایمان لانے والوں میں یہ انقلاب آیا کہ جو لوگ ایک دوسرے کے دشمن تھے دوست بن گئے اور جو لوگ دوزخ میں داخل ہونے والے تھے وہ بہشتی ہو گئے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ چیز بآسانی معلوم ہو سکتی ہے کہ ان میں کون کون سے گناہ تھے جن کے باعث وہ دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر پہنچے ہوئے تھے۔

قرآن مجید کی برکت سے انقلاب

قرآن مجید پر ایمان لانے اور اسے اپنا دستور العمل بنانے اور اسے عملی جامہ پہنانے کی برکت سے انہیں لوگوں میں ایسا انقلاب آیا کہ خدائے قدوس وحدہ لاشریک کے دربار سے بھی ان کی تعریف ہونے لگی چنانچہ ارشاد ہوا: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔

اس امت کے محاسن

☆ سب امتوں سے بہتر امت ہے۔

☆ لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم کرنے والے تو یہی ہیں۔

☆ برائی سے روکنے والے تو یہی ہیں۔

☆ اصلی کھرے اور سچے ایماندار تو یہی جماعت ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ آج ہمارے ہاتھوں میں وہی قرآن مجید ہے جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوۃ والسلام کے وقت موجود تھا اور ہمارا ایمان ہے کہ اس کے اندر آج بھی وہ تاثیر موجود ہے جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے موجود تھی اور اس پر عمل کرنے والوں کی امداد کے جو وعدے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے اللہ نے کئے تھے آج بھی وہ وعدے اس پر عمل کرنے والوں کے لئے موجود ہیں۔ کمی اس چیز کی ہے کہ آج کل مسلمان سارے کے سارے اس پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

مُلّا اِزم تو قرآن ازم ہے

مسلمانوں میں ایک جماعت ایسی ہے جو سرے سے قرآن مجید پر عمل کرنے کی مخالف ہے، ان کا یہ مقولہ ہے کہ ہم ملا ازم قائم نہیں ہونے دیں گے، میں پوچھتا ہوں کہ مُلّا کے پاس کمیونزم ہے یا سوشلزم ہے؟ ملا کے پاس قرآن مجید ہی تو ہے یا اس کی شرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے جو شخص یہ کہتا ہے کہ ملا ازم نہیں قائم ہونے دیں گے تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ قرآن مجید اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملک میں نافذ نہیں ہونے دینگے۔

دوسرا گروہ مفہوم مسخ کرتا ہے

مسلمانوں میں ایک دوسرا گروہ ہے جو کہتا ہے کہ قرآن مجید کو نافذ کریں گے لیکن اس کا مفہوم اور مطلب وہ نہیں لیں گے جو ساڑھے تیرہ سو سال سے اسلام کے فدائی اور جاں نثار مفسرین اور محدثین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے لے کر آج تک سنتے اور سناتے، پڑھتے اور پڑھاتے آئے ہیں۔

تیسرا سچا گروہ اقلیت میں ہے

ایک تیسرا گروہ ہے جو اقلیت میں ہے، وہ چاہتا ہے کہ اسلام کا وہ نقشہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں تھا علمی طور پر بھی وہی رائج ہو اور عملی طور پر بھی اسی رنگ کی پیروی کی جائے تاکہ جو برکتیں اس زمانے میں مسلمانوں کو نصیب ہوئی تھیں وہ آج پھر مسلمانوں کو نصیب ہوں اور جو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اس وقت مسلمانوں پر نازل ہوئیں آج پھر نازل ہوں لیکن ان کی اقلیت کے باعث ان کی آواز کا اثر بہت کم ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی اکثریت سے ناراض ہے

مذکورۃ الصدر صورت کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی اکثریت سے ناراض ہے کیونکہ پہلے عرض کر چکا کہ دو گروہ ساڑھے تیرہ سو سالہ اسلام کو زندہ کرنے کے مخالف ہیں۔ایک علی الاعلان کھلم کھلا مسلمان کو مٹانا چاہتا ہے جو علی الاعلان یہ کہتا ہے کہ ملا ازم قائم نہیں ہونے دیں گے، دوسرا گروہ اسلام کا نام لیتا ہے مگر جو اسلام مفسرین اور محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے ذریعے سے تیرہ سو سال سے منتقل ہو کر چودھویں صدی والے مسلمانوں کو نصیب ہوا ہے اس کا مخالف ہے وہ فقط قرآن مجید کو ہاتھ میں لے کر اس کی تشریح کرنا چاہتا ہے۔ان حالات سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی اکثریت سے ناراض ہے۔

پہلے دو گروہوں کو چیلنج

یہ عاجز بھی اس گروہ میں شامل ہے، جسے حقارت آمیز طریقہ سے ملا کہا جاتا ہے، میں (احمد علی) مسلمانوں کے پہلے دو گروہوں سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے پہلے فقط ایک سال کے بطور امتحان پاکستان کے ایک صوبہ کی حکومت دے دیجئے۔ان شاء اللہ اللہ جل شانہ کی غیبی امداد سے قرآن مجید کی ہدایت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر حکومت قائم کر کے دکھاؤں گا۔اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجھے یقین کامل ہے کہ پاکستان کے سب سے پہلے گورنر جنرل اور مسٹر لیاقت علی خان کے اعلان کے مطابق آپ کو پاکستان کی تصویر نظر آنے لگے گی اور کافی اور معتد بہ حالت تک محمدی اسلام کا نقشہ نظر آنے لگے گا۔خدا کے فضل سے جب آثار اچھے نظر آئیں تو پھر دو سال مزید مہلت دیجئے گا تاکہ تین سال میں آثار محمدی صلی اللہ علیہ وسلم مفسرین اور محدثین (رحمہم اللہ کا) پورا نقشہ اس صوبہ میں نظر آنے لگے۔

معاونین اور میعاد

ایک صوبہ میں اس نقشہ پر نظام قائم کرنے کے لئے پہلے مجھے اپنے ہم خیال وہم رنگ معاونین کے انتخاب کرنے کی ضرورت ہوگی اور اس انتخاب کی میعاد تین ماہ ہوگی۔میرا یقین ہے کہ حکومت کے ہر شعبے میں ایماندار، دیانتدار، فرض شناس، اسلام کے سچے خیر خواہ، مسلمانوں کے پکے ہمدرد، اسلام محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زندہ کرنے کے خواہش مند موجود ہیں۔ان شاء اللہ تعالیٰ اور تواور مجھے پولیس اور فوج میں سے ان صفات حمیدہ سے متصف آدمی مل جائیں گے

جو میرے دست وبازو بنیں گے جو اللہ تعالیٰ کے دربار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سرخرو ہونے کے لئے پوری ہمت سے کام کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ جب ایک صوبہ میں قدامت پسندوں کے ہاتھ سے اسلام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ قائم ہوجائے گا تو پھر باقی صوبوں کو بھی اس پر ڈھال لیجئے گا۔

اسلام عالمگیر مذہب

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ : اہل باطل کی طرف سے فساد فی الارض کی کوششیں برابر جاری رہیں گی، پس اہل حق کا فرض ہے کہ وہ حقانیت کی تبلیغ میں پورے کوشاں رہیں اور اس کے لئے اعلیٰ ترین دل و دماغ مصروف عمل رہیں تا کہ مخالفین حق کی دجالانہ کوششیں بارآور نہ ہوسکیں، چونکہ اسلام عالمگیر مذہب ہے اس کی اشاعت کیلئے جماعت مقرر کرو تا کہ مسلمانوں میں اتحاد کی روح پیدا ہوتو آیت میں تین چیزوں کا ذکر آیا، دعوة الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔

دعوة الی الخیر

اللہ تعالیٰ نے اصلاح کے لئے قرآن مجید نازل کیا ہے، اس کی دعوت الی الخیر تمام روئے زمین میں کرنا یعنی کوئی جگہ خالی نہ رہے یہ مقصد ہے، صحابہ کرامؓ اس طغرائے امتیاز سے سرفراز تھے، ان کی زندگیاں اس تعمیل ارشاد کا بہترین نمونہ تھیں، وہ اس حقیقت سے خوب واقف تھے کہ اطراف عالم میں اسلام کی اشاعت ہمارا فرض ہے، بلغوا عنی ولو اية نے ان کے اس شوق کو اور بھی تیز کردیا تھا اسی کی خاطر وہ اپنے گھروں کو چھوڑ کر تمام روئے زمین پر پھیل گئے تھے مگر افسوس کہ آج ہم اس عظیم ترین فرض سے غافل آرام واطمینان کی زندگی بسر کررہے ہیں اور نہیں سوچتے کہ یہ سہل انگاری ہماری بربادی کا سامان فراہم کررہی ہے۔

امر بالمعروف

روئے زمین سے فساد کا خاتمہ کرنا، امر بالمعروف کے ذریعے ہی سے ممکن ہے، لوگوں کو سیدھی راہ دکھانا اور اسی طرح لوگوں کے بگڑے ہوئے اخلاق کو سنوارنا مقصد ہے، دنیا میں جب کبھی حق وحریت کی بنیاد پڑے تو اس کی خشت اول ایک مسلم ہی کے ہاتھ سے رکھی جانی چاہیے اور

مسلمانوں کا اولین کام یہی ہے کہ وہ تمام افراد کو اتحاد و اشتراک عمل کی دعوت دیں کیونکہ تمام نیکیوں کی بنیاد اسی پر ہے اور گزشتہ آیات میں اسی پر زور دیا گیا ہے۔

نہی عن المنکر

برائی کا خاتمہ اور برائی میں مبتلا کو اس کی برائی سے روکنا مقصد ہے، حدیث میں ہے کہ من رای منکم منکراً فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه ولیس وراء ذلك حبة خردل من الایمان اس حدیث میں ایمان کے تین مدارج بیان کئے گئے ہیں کہ قوت ہو تو ہاتھ سے اس کی اصلاح کرنا، ہاتھ سے ممکن نہ ہو تو زبان کے ذریعے روک تھام کرنا، زبان سے بھی نہ ہو سکے تو کم از کم دل میں برائی کو ختم کرنے کی کوشش کرنا، یہ یہود کا شیوہ تھا کہ جب وہ کسی کی برائی دیکھتے تو اُس کو اُس کی برائی سے منع نہیں کرتے تھے كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (المائدة:٧٩)

تبلیغ کامیاب ہونے کی بنیاد

مبلغ کا اعتصام بِحَبْلِ اللّٰهِ اور اتحاد فیما بینهم تبلیغ سے پہلے ہونا چاہئے ورنہ تبلیغ کامیاب نہیں ہوگی اس لئے کہ جب اپنے اندرونی اختلافات سے بچ جائیں گے اور بیرونی حملوں سے بھی محفوظ ہو جائیں گے تو دوسروں کو اس مقصد خیر میں شریک بنانے میں آسانی ہوگی۔

معروف سے مراد اتحاد اور منکر سے افتراق

اگرچہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے مراد عام ہیں جس کا شارع نے امر کیا ہے اور جس سے منع کیا ہے لیکن باعتبار ربط آیات کے معروف سے مراد اتحاد ہے منکر سے مراد افتراق ہے، اس لئے کہ جب کسی قوم سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی روح نکل جاتی ہے تو اس کے اکثر افراد گناہ پر دلیر ہو جاتے ہیں اس وجہ سے حدیث میں برائی کو روکنے کے لئے قوت اور طاقت سے کام لینے کے لئے کہا گیا ہے تو جو قوم ان تین اصولوں پر چلے گی وہ کامیاب ہوگی اور جو قوم اسے ترک کرے گی وہ ذلیل ہوگی۔

اسلام تبلیغ سے زندہ ہے

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

عَذَابٌ عَظِيمٌ: مخالفین نے اختلاف کر کے دین کو نا قابل عمل بنا دیا یہ تو اللہ کا فضل ہے کہ اسلام زندہ ہے حالانکہ کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی جب تک کہ وہ اوروں کو اپنے دائرہ میں لانے کی کوشش نہ کرے لہٰذا ایک جماعت ہے جو حق پرستوں کی چلی آ رہی ہے دین اسلام کی وسعت کے لئے اس کے ساتھ کوشش کرو اور اگر ہم پہلی امتوں کی طرح فرقہ بندیوں کی الجھن میں پڑ گئے تو اس سزا کے مستحق ہوں گے جو اِن کو ملی یعنی وہ غلامی اور محکومی کے عذاب میں مبتلا ہو گئے تو اگر مسلمان بھی ان کے نقش قدم پر چلیں گے تو وہ بھی اس جیسے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:لاتختلفوا فتختلف قلوبكم اختلاف امت سے بچو اس لئے کہ تمہارے دل بھی اس جیسے ہو سکتے ہیں فأنما أهلكت الذين من قبلكم كثرة سائلهم واختلافهم على انبيائهم(المسلم:۱۳۳۷) امم سابقہ کی ہلاکت کی وجہ بھی کثرت سوال اور انبیاء علیہم السلام کے متعلق اختلاف تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ اختلاف اور تفریق کا خوف تھا، اس لئے سب سے زیادہ اسی سے مسلمانوں کو ڈرایا من فارق الجماعة شبرا فقد خلع ربقة الإسلام من عنقه (سنن ابی داود:۴۷۵۸) یعنی جو آدمی بالشت بھر بھی جماعت کے اعمال و عقائد سے ہٹ گیا تو اس نے اسلام کا قلادہ اپنی گردن سے اتار پھینکا۔

اتحاد والوں کے چہرے روشن اور افتراق والوں کے سیاہ

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ: جنہوں نے دین الٰہی میں اختلاف نہیں کیا تو مسلک صحیح یعنی اسلام وانقیاد کے راستے پر چلنے والوں کے چہرے سفید اور روشن ہوں گے، ان لوگوں سے مراد اتحاد کی تبلیغ کرنے والے ہیں اور جنہوں نے اختلاف کیا اور اپنی قوم کو الگ الگ کرنے میں اور فرقے فرقے بنانے میں مصروف رہے تو انکے چہرے قیامت کے دن سیاہ ہوں گے، اس سے مراد افتراق کی تبلیغ کرنے والے ہیں کیونکہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ غیروں نے انکے افتراق سے فائدہ اٹھا کر انکو اپنا محکوم بنا لیا اس وجہ سے قرآن نے ذمہ دیا ہے کہ اختلاف سے بچو اور آپس کے جھگڑوں سے بھی بچو، وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ(المائدة:۴۸) یعنی آپس میں مت جھگڑو ایسا نہ ہو کہ تم میں بزدلی پیدا ہو جائے یعنی اتحاد

کرا کے پھر تفرقہ ڈالنے والے مولوی اور قوم کے لیڈر ہیں جو لوگوں کے دلوں میں نفرتیں پیدا کرتے ہیں اور آپس میں اتفاق واتحاد کو دور کرتے ہیں تو تفرقہ پیدا کرنے والوں کیلئے سخت عذاب ہے۔

سفید چہروں والے اللہ کی رحمت کے سائے میں

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ : اللہ کے راستے کی طرف دعوت دینے والوں کے چہرے روشن ہوں گے فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ فرما کر ایک نہایت ہی دقیق اور بلند پایہ نکتہ کی طرف توجہ دلائی جس تک پہنچنے کے لئے اس علم کی ضرورت ہے جو براہ راست خزانہ نبوت سے ماخوذ ہو کہ خدا تعالیٰ کی رحمتیں مختلف قسم کی ہیں، جن میں بعض وہ ہیں جو مومن اور کافر دونوں میں مشترک ہیں اور بعض خاص قسم کی ہیں جو مخصوص اوقات میں ایمان والوں پر ہوتی ہے، حدیث میں ہے کہ وتعرضوا النفحات رحمه الله فإن لله نفحات من رحمته (الجامع الصغير:١١٠٣)

اللہ تعالیٰ کسی کو بلا انتباہ پکڑنا نہیں چاہتا

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَ مَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ: یہ ہونا چاہئے دنیا میں یعنی تبلیغ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور آخرت میں یہ ہوگا یعنی تسود اور تبیض اب بارگاہ الٰہی کے صحیح فیصلے ہم نے تمہیں سنا دیئے ہیں، اللہ تعالیٰ کسی کو بلا انتباہ پکڑنا نہیں چاہتے یعنی اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا اور ہر چیز کا رجوع اللہ تعالیٰ کی طرف اور ان کا رجوع بھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگا اور ضرور اپنے ظلم کی سزا پائیں گے۔

زمین وآسمان کا قبضہ اور قیامت بھی اسی کے ہاتھ میں

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ: زمین وآسمان تمام کا قبضہ خدا کا ہے قیامت بھی اسی کے ہاتھ میں ہے لہٰذا تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ کا قبضہ بھی اسی کے ہاتھ میں ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ جس طرح باقی خیر وشر کے سلسلوں کو چلا رہا ہے اسی طرح ان دونوں جماعتوں کو چلاتا رہے گا۔ پھر سب سلسلے اللہ تعالیٰ کے ہاں منتہی ہوں گے، اب یہ سوال کہ اس صحیح طریقے کے مقابلے میں برا طریقہ کیوں قائم رہا تو اس کی حکمت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

رکوع 12

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ

تم سب امتوں میں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لیے بھیجی گئیں ہیں

بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ

اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو

وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ

اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہتر تھا کچھ ان میں سے

الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ

ایماندار ہیں اور اکثر ان میں سے نافرمان ہیں۔ وہ زبان سے ستانے کے سوا

اِلَّآ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ قف ثُمَّ لَا

تمہارا اور کچھ بگاڑ نہ سکیں گے اور اگر تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر دیں گے پھر مدد نہیں

يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا

دیے جائیں گے۔ ان پر ذلت لازم کی گئی ہے جہاں وہ پائے جائیں گے

اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ

مگر ساتھ اللہ کی پناہ کے اور لوگوں کی پناہ کے اور وہ اللہ کے

بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ

غضب کے مستحق ہوئے اور ان پر پستی لازم کی گئی یہ اس واسطے ہے

بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ

کہ اللہ کی نشانیوں کے ساتھ کفر کرتے تھے اور پیغمبروں کو

الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا

ناحق قتل کرتے تھے یہ اس سبب سے ہے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور

يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ

حد سے نکل جاتے تھے۔وہ سب برابر نہیں اہل کتاب میں سے ایک فرقہ

قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَ هُمْ

سیدھی راہ پر ہے وہ رات کے وقت اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں اور وہ

يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ

سجدے کرتے ہیں۔اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور

يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ

اچھی بات کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں اور

يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ وَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

نیک کاموں میں دوڑتے ہیں اور وہی لوگ نیک بخت ہیں۔

وَ مَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَ اللّٰهُ

وہ لوگ جو نیک کام کریں گے اس سے محروم نہ کیے جائیں گے اور اللہ

عَلِيمٌۢ بِالْمُتَّقِينَ ﴿١١٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ

پرہیزگاروں کو جاننے والا ہے۔ بے شک جو لوگ کافر ہیں ان کے مال

عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَآ أَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ؕ وَ

اور اولاد اللہ کے مقابلے میں کچھ کام نہ آئیں گے اور

أُولَٰٓئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١١٦﴾ مَثَلُ مَا

وہی لوگ دوزخی ہیں وہ اس آگ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔اس دنیا کی زندگی میں جو

يُنْفِقُونَ فِي هَٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا

کچھ خرچ کرتے ہیں اس کی مثال ایسی ہے جس طرح ایک ہوا ہو جس میں تیز سردی ہو

صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوٓا أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ؕ

وہ ایسے لوگوں کی کھیتی کو لگ جائے جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا تھا پھر اسکو برباد کر گئی

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١١٧﴾

اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّنْ دُونِكُمْ

اے ایمان والو اپنوں کے سوا کسی کو بھیدی نہ بناؤ

لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ

وہ تمہاری خرابی میں قصور نہیں کرتے جو چیز تمہیں تکلیف دے وہ انہیں پسند آتی ہے

الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ

ان کے مونہوں سے دشمنی نکل پڑتی ہے اور جو ان کے سینے میں چھپی ہوئی ہے وہ بہت زیادہ ہے

قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

ہم نے تمہارے لیے نشانیاں بیان کر دی ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔

هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ

سن لو تم ان کے دوست ہو اور وہ تمہارے دوست نہیں اور تم تو

بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا

سب کتابوں کو مانتے ہو اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور جب الگ ہوتے ہیں

عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا

تو تم پر غصہ سے انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں کہہ دو تم اپنے غصہ میں

بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ اِنْ

مرو اللہ کو دلوں کی باتیں خوب معلوم ہیں۔ اگر تمہیں

تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ

کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بری لگتی ہے اور اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو

يَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ

اس سے خوش ہوتے ہیں اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو ان کے فریب سے

كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾ ع ۱۲ ع ۱۱ ۲

تمہارا کچھ نہ بگڑے گا بے شک اللہ ان کے اعمال پر احاطہ کرنے والا ہے۔

رکوع (۱۲)

خلاصہ: (۱) امت مسلمہ کا فرض
(۲) منافقین سے مقاطعہ

ماخذ: (۱) كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اٰمَنَ أَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُونَ (آل عمران: ۱۱۰)

(۲) يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ (آل عمران: ۱۱۸)

حقیقت شناس مسلمانوں کو یہود، منافقین اور اہل کتاب سے مقاطعے کی تلقین

اس رکوع میں تین مسئلے ذکر ہوں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری امت مبلغ ہے، یہود اپنے فرائض منصبی کے ترک کی وجہ سے گر گئے، منافقین سے مقاطعہ اور اس سے پہلے اہل کتاب سے مقاطعے کا ذکر ہو چکا ہے۔ حقیقت شناس مسلمانوں کو یہود اور مصنوعی مسلمانوں سے مقاطعہ کرنا پڑے گا، ورنہ کامیابی نہیں ہوگی اور یہ دونوں جماعتیں ذلیل ہوں گی۔

امت محمدی کی تمام امتوں پر فوقیت کی وجہ

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ: امت محمدیہ کو باقی امتوں میں بہترین امت کہا گیا ہے کیونکہ پہلی امتوں میں اشاعت مذہب کا فرض ادا کرنا محدود تھا اور اس امت یعنی امت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس لئے بہتر قرار دیا

کہ وہ تمام اقوام عالم کیلئے اور پوری روئے زمین کے واسطے مبلغ ہیں، پس خیر الامت میں تمام مسلمان شامل ہو سکتے ہیں اگر وہ ان فرائض کو ادا کریں اس وجہ سے فرمایا کہ تم خود ہر حکم کو مانو اور امر بالمعروف کرو اگر اہل کتاب بھی ایسا ہی کرتے لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ اور امت کا بحیثیت امت یہ فرض ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے لہٰذا جو شخص بھی اس امت کا فرد کہلائے گا اس کے ذمے یہ فرض عائد ہو جائیگا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہے بلغوا عنی ولو آیة

اہل کتاب کی بھلائی تتبع حق میں

وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ: ایمان کا معنی حکم کو دل سے مان لینا ہے، لہٰذا ربط آیات کے اعتبار سے یہ مطلب ہوگا کہ اگر اہل کتاب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے تو ان کیلئے بھلائی ہوتی لیکن اکثر نے اس فرض کو چھوڑ دیا وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ یعنی اکثروں نے کہا نہیں مانا۔

نیکی اور بدی کے معنی

ہر وہ کام جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو وہ نیکی ہے اور جس کام سے ناراض ہو وہ برائی ہے، اس فیصلہ کی بنا پر ایک کام بظاہر نیکی ہے مگر وہ حقیقت میں اس لیے بدی بن جاتا ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے مثلاً ایک شخص اس نیت سے نماز پڑھتا ہے کہ فلاں آدمی مجھے نمازی سمجھ کر اپنی لڑکی کا رشتہ دے دے، اس نماز کا اسے ثواب نہیں ہوگا بلکہ گناہ ہوگا کیونکہ اس نے غیر اللہ کے دکھلاوے کیلئے نماز پڑھی اور بعض اوقات ایک کام بظاہر بدی ہوگا مگر چونکہ اس میں رضائے مولیٰ مطلوب ہے اس لئے وہ نیکی ہو جائے گا مثلاً ایک ڈاکٹر کسی مسکین مسلمان کا بلا فیس محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے آپریشن کرتا ہے اگرچہ مسلمان کو چیرنا پھاڑنا سخت گناہ ہے مگر چونکہ اس کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہے اس لئے وہ آپریشن عبادت میں شمار ہوگا۔

نیکی کی رغبت دلانا اور برائی سے روکنا ہر مرد وزن کا فرض ہے

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرامؓ کی یہ خوبی بیان کی گئی ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بدی سے روکتے ہیں، صحابہ کرامؓ کی فہرست میں صحابیات بھی آتی ہیں اس لیے معلوم ہوا کہ حسب توفیق اشاعت دین میں وہ بھی حصہ دار ہیں۔

مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کرنا

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى وَ اِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ: جب مسلک کا اختلاف ہے تو ہم اس اسلام کو پھیلاتے ہیں اور وہ مٹاتے ہیں تو کوئی حرج کی بات نہیں کیونکہ عملی طور پر وہ آپ کی تحریک میں رکاوٹ پیدا نہیں کر سکیں گے، فقط زبانی تکلیف پہنچاتے رہیں گے، مقابلے کے میدان میں آ کر پیٹھ دکھا کر برباد ہو کر ذلیل ہوں گے یعنی اگر قتال پر آمادہ ہو جائیں تو فتح یاب نہیں بلکہ ذلیل ہوں گے جیسے بنو قریظہ اور بنو نضیر۔

ذلت کی دو رسیوں کا پھندا

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ: ان لوگوں نے عصیان اور عدوان کے باعث کفر بآیات اللہ اور قتل الانبیاء تک نوبت پہنچائی تو ایسی قوم کو ہم کافر کہیں گے اگر اپنے آپ کو اس قوم کا محکوم بنائیں گے تو کتنی بڑی ذلت ہے، اب وہ مسلمانوں کو کافر بھی سمجھتے ہیں لیکن مسلمانوں کے محکوم رہیں گے یہ ان کے لئے بڑی ذلت ہے، اللہ نے ان سے حکومت لے لی، اب وہ جہاں رہیں گے دو رسیاں ان کے گلے میں رہیں گی، ایک قانون الٰہی یعنی اللہ نے تورات کا پھندا گلے میں ڈالا ہے جسے وہ نہیں چھوڑ سکیں گے اور دوسری حکومت وقت کے قانون کا سایہ سر پر ہوگا یعنی غیروں کی غلامی کی رسی۔

ہمارے علمائے سوء کی بھی یہی حالت

آپ کے ہاں لوگ بھی قرآن قرآن کرتے ہیں اور امداد کن امداد کن کا پھندا اور بھوت بھی سر پر ہے یہ ایک عذاب ہے قرآن سے بھی دستبردار نہیں ہوئے۔ اسی طرح ہمارے علماء بھی ذلت کا شکار ہو رہے ہیں ان کی گردن میں بھی دو حبل ہیں ایک حَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ یعنی قرآن مجید اگر اس کے خلاف کریں تو جیل خانہ اُخروی کی قید یعنی دوزخ اور دوسرا حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ یعنی تعزیرات ہند، اگر اس کے خلاف کریں تو جیل خانہ دنیاوی کی قید اس کا نام ذلت ہے اگر کچھ احساس ہو ورنہ جس وقت فطرت مسخ ہوتی ہے تو انسان ذلت کو عزت سمجھتا ہے اور یہی

حال ہمارے علمائے سوء کا ہے کہ شمس العلماء کا جوتا سر پر لے کر ذلت کو عزت سمجھتے ہیں، اگر ہندوستان والے صحیح معنوں میں مؤمن ہوتے تو ساری دنیا کی بادشاہی اُن کی ہوتی، جیسا کہ اللہ صاف وعدہ فرماتے ہیں وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (النور: ۵۵) ''اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ انہیں ضرور ملک کی حکومت عطا کرے گا جیسا کہ ان سے پہلوں کو عطا کی تھی اور ان کیلئے جس دین کو پسند کیا ہے اسے ضرور مستحکم کر دے گا اور البتہ ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور جو اس کے بعد ناشکری کریں وہی فاسق ہوں گے'' اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سے فقط ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ مراد نہیں بلکہ ہر ایمان والا اور نیکوکار مراد ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام اور وعدے سچے ہیں وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا اور اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم دعویٰ کے مومن ہیں صحیح معنی میں مومن نہیں، ورنہ تو یہ وعدہ اٹل تھا اس کا تخلف نہ ہوتا......

نقصان ز قابل است وگرنہ علی الدوام
فیض سعادتش ہمہ کس را برابر است

اور یہ ترک تبلیغ کا نتیجہ ہے اگر تبلیغ ترک نہ ہوتی تو یہ ذلت نصیب نہ ہوتی، مال و دولت کے باوجود بے اطمینانی جوع البقر (کھانے سے سیر نہ ہونا ہے) اور چین انہیں نصیب نہیں یہ مَسْكَنَة ہے اسی وجہ سے مَسْكَنَة کی سزا تجویز کی۔

اہل کتاب سب برابر نہیں

لَيْسُوْا سَوَآءً مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ:
ہر کلیہ سے مستثنیات بھی ہیں یعنی تمام اہل کتاب برابر نہیں ہیں بعض ان میں سے منقاد ہیں یعنی ان میں بھی اچھے لوگ ہیں، یا وہ جن کو تبلیغ قرآن ابھی نہیں ہوئی وہ اچھے لوگ ہیں یا جو عبداللہ بن سلامؓ وغیرہ کی جماعت جو مسلمان ہوئی، اسی طرح جن کے قلوب میں رحمت الٰہی جذب ہوتی ہے، ان

کے ذریعے سے رحمت الٰہی برستی رہتی ہے، اس لئے جن اقوام سابقہ پر غضب نازل ہوا ہے ان کے نبی کو ان سے علیحدگی کا حکم دیا گیا ہے۔

ایمان والوں کے اوصاف

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَ اُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ : وہ اچھے آدمی اپنے فرض منصبی دعوت الی الخیر سے غافل نہیں ہیں، یہاں ان لوگوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو نیک اعمال سرانجام دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور آخرت پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور اچھے کاموں کی دعوت دیتے ہیں اور برے کاموں سے لوگوں کو منع کرتے ہیں اور نیکی کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہیں، اہل کتاب میں سے جو لوگ مذکورہ بالا صفات جلیلہ سے متصف ہیں اللہ کے نزدیک ان کا شمار نیکوکار لوگوں میں ہے۔

جس چیز کا اللہ سے تعلق ہے اسی کو بقا ہے

وَ مَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ : یہ لوگ اگرچہ برباد شدہ معاند بالحق قوم کے فرد ہیں لیکن ان کی خوبیوں کا بدلہ انہیں یقیناً ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو بقا ہے اور جس چیز کا اللہ تعالیٰ سے تعلق ہوگا اس کو بقا ہوگا اور جتنی قدر رہوگی اتنی قدر اس پر بقا ہوگی، اسی طرح جو عمل اور تعلق اللہ تعالیٰ کے لئے ہوگا اس کو بھی بقا ہوگا۔

اموال واولاد میں انہماک کا نتیجہ

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَ لَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ : جو لوگ اپنی زندگی کے فرض منصبی کو بھلا کر اموال اور اولاد میں منہمک ہیں یہ چیزیں انہیں عذاب الٰہی سے ہرگز نہیں بچا سکیں گی کیونکہ ان کی اولاد اور مال اللہ کے سامنے ان کے کسی کام نہ آئیں گے لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (الممتحنة: ٣) دوسری جگہ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ (الشعراء: ۸۸) یعنی اُس دن وہ نہ مال سے کوئی توقع کریں اور نہ اولاد سے۔

مذہبی فرائض کو حقارت سے چھوڑ دینے والوں کی مثال

مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ وَ مَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَ لٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ: جولوگ مذہبی فرائض حقارت سے چھوڑ چکے ہیں اس کے بعد اگر چہ کچھ نہ کچھ حصہ مال کا مذہبی کاموں پر صرف کریں وہ سب بیکار ہوگا یعنی ان کے اعمال کے قبول نہ ہونے، کام نہ آنے اور نجات کا باعث نہ بننے کی مثال ایسی ہے جیسے ایک قوم نے اپنے آپ کو مشقت میں ڈال کر فصل کی پرورش کی یا کسی قوم نے ظلم وجبر کر کے اپنے ماتحتوں سے خوب کام لیا تو جب کھیتی تیار ہوگئی اس کے بعد ایک ایسی ٹھنڈی ہوا چلی کہ ساری کھیتی تباہ ہوگئی تو یہی حال ان بدبختوں کا ہوگا اور یہ ظلم نہیں بلکہ یہ لوگ اپنے اوپر خود ظلم کرتے ہیں۔

منافقین سے ہر طرح احتیاط کا حکم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَ مَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ: یہ منافقین سے مقاطعہ کرنے اور محتاط رہنے کا ذکر ہے، منافقین تمہارے دشمن ہیں ان کو اپنے راز نہ بتایا کرو، ورنہ یہ سخت ضرر پہنچائیں گے کیونکہ یہ لوگ عہد میثاق کو توڑنے والے ہیں اور یہ لوگ مشرکین اور کفار مکہ کو مسلمانوں کے خلاف برابر اکساتے رہتے ہیں، ان کی در پردہ مدد کرتے ہیں اور ان سے ساز باز رکھتے ہیں، ان کے علاوہ منافقین کا ایک گروہ تھا جو ان سے ملا ہوا تھا ان کا بھی یہی مقصد تھا کہ مسلمانوں کو نیست و نابود کردیں اور ان میں اتحاد و اشتراک عمل پیدا نہ ہونے دے، ان کے تمام نقائص کے ہوتے ہوئے یہ ضروری تھا کہ مسلمانوں کو ان سے علیحدگی اختیار کرنے اور ان پر اعتماد نہ کرنے کا حکم دیا جائے۔

منافقین کی مسلمانوں سے نفرت

هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَ لَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ وَ اِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَ اِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ: تم اپنی صداقت سے ان کے ساتھ محبت کرتے ہو حالانکہ وہ تمہارے پکے دشمن ہیں اور وہ جھوٹے ہیں محبت نہیں کرتے اور اسی طرح تم تو تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور

یہ لوگ بجائے ایمان لانے کے اس میں تحریف کرتے ہیں اور اس کی توہین کرتے ہیں اور اسی طرح جب یہ لوگ مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور جب الگ ہوتے ہیں تو مسلمانوں کی آپس کی محبت کو دیکھ کر گھٹ گھٹ کر مرتے ہیں اور جلتے ہیں اور اپنی انگلیاں غصہ اور غضب کی وجہ سے دانتوں سے کاٹتے ہیں، اس لئے مسلمانوں کو ان کے ظاہری و باطنی حالات سے مطلع کر دیا۔

منافقین کا مسلمانوں کی خوشی سے جلنا

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَ اِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ: منافقین تمہاری مصیبت سے خوش ہوتے ہیں اور تمہارے آرام سے انہیں تکلیف پہنچتی ہے اور اس سے جلتے ہیں اور جب مسلمانوں کو کوئی مصیبت پیش آجائے تو خوشی کے مارے ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں تو بتایا گیا کہ ایسی قوم سے کیا توقع جو مسلمانوں کی خوشی پر مصیبت میں ہوتے ہیں اور مصیبت کے وقت خوش ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس مکر و فریب سے بچنے کی تدبیر بتائی کہ صبر اور تقویٰ اختیار کرو، ان کا کوئی داؤ تم پر نہیں چلے گا، وہ جو تدبیریں کرتے ہیں سب سے اللہ واقف ہیں۔

رکوع 13

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ

اور جب تو صبح کو اپنے گھر سے نکلا مسلمانوں کو لڑائی کے ٹھکانے پر

لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ

بٹھا رہا تھا اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ جب تم میں سے دو جماعتوں نے قصد کیا کہ

مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ

نامردی کریں اور اللہ ان کا مددگار تھا اور چاہیے کہ اللہ ہی

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ

پر مسلمان بھروسہ کریں۔ اور اللہ بدر کی لڑائی میں تمہاری مدد

بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

کر چکا ہے حالانکہ تم کمزور تھے پس اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکر کرو۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ

جب تو مسلمانوں کو کہتا تھا کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری

رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ ؕ بَلٰٓى ۙ

مدد کے لیے تین ہزار فرشتے آسمان سے اترنے والے بھیجے۔ بلکہ

اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا

اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو اور وہ تم پر ایک دم سے آ پہنچیں

يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

تو تمہارا رب پانچ ہزار فرشتے نشان دار گھوڑوں پر مدد کے لیے

الربع مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَ

بھیجے گا۔اور اس چیز کو اللہ نے تمہارے دل کی خوشی کے لیے کیا ہے اور

لِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

تاکہ تمہارے دلوں کو اس سے اطمینان ہو اور مدد تو صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے

الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ

جو زبردست حکمت والا ہے۔تاکہ بعض کافروں کو ہلاک کرے

كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَيْسَ لَكَ

یا انہیں ذلیل کرے پھر وہ ناکام ہو کر لوٹ جائیں۔ تیرا کوئی

مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ

اختیار نہیں ہے یا اللہ انہیں توبہ کی توفیق دے یا انہیں عذاب کرے کیوں کہ

ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ

وہ ظالم ہیں۔اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے

لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۳

جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

رکوع (۱۳)

خلاصہ: غزوۂ بدر کی کامیابی کا راز کفار ومنافقین سے علیحدگی ہی تھا اس لئے طبائع میں استقامت تھی۔

ماخذ: وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (آل عمران : ۱۲۳)

کفار سے مقاطعہ کے فوائد

بارھویں رکوع میں امت مسلمہ کا منافقین سے مقاطعہ آچکا ہے جس کا مآخذ یہ ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَ مَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ (آل عمران : ۱۱۸) اب یہ ثابت کیا جارہا ہے کہ اسی مقاطعہ کی وجہ سے غزوۂ بدر میں کامیابی حاصل ہوئی اور یہ اسی مقاطعہ کے فوائد ہیں اور غزوۂ احد میں مقاطعة عن الکفار میں تذبذب ہوا طبائع میں استقامت نہیں رہی جبکہ ۳ میل کے فاصلے پر تھے، جاتے ہوئے ایک جماعت رک بھی گئی یہی تذبذب تھا۔

بدر میں تذبذب نہ ہونے کی وجہ سے کامیابی

غزوۂ بدر میں مسلمان جنگ کے ارادے سے بھی نہیں نکلے تھے۔ اعلان جنگ کے بعد اپنے مخالف کو ہر قسم کا نقصان پہنچانا عقلاً وشرعاً جائز ہے، کافروں نے مکہ میں بحیثیت برادری کے ہر برادری سے ایک نوجوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لئے بھیجا کہ ہر ایک کا مقابلہ کرنا ان کیلئے مشکل تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نظروں سے اللہ کے فضل سے بچ کر نکلے اب اس سے زیادہ اعلان جنگ کیا ہوگا، غزوۂ بدر کے وقت کافروں کا قافلہ سامان لے کر آرہا تھا، اعلان جنگ کے بعد سب کچھ جائز ہوتا ہے تو مسلمانوں نے اسے لوٹنے کا ارادہ کیا تاکہ وہ اس

سامان سے مسلمانوں کے خلاف کام نہ لیں اور ان کی قوت مضبوط نہ ہوجائے تو مسلمان جنگ کے ارادہ سے نہیں نکلے تھے، یہی ہم نے اپنے اکابر سے سنا۔ واللہ اعلم۔

ملائکہ عظام کی مسلمانوں کی نصرت

سمندر کے راستہ سے قافلہ نکل گیا اور دونوں طاقتیں آپس میں ٹکرا گئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی جنگ کا ارادہ لے کر نہیں نکلے تھے، صحابہ رضی اللہ عنہم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ لیا، مہاجرین وانصار نے اتفاق رائے سے مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا اس کے بعد جنگ کا فیصلہ ہوا خدا کی قدرت سے فتح ہوئی، آسمان سے ملائکہ عظام آئے کافر گر پڑتے اور بدن پر زخم اور مار کے نشان ہوتے، مقام بدر مدینہ سے کئی منزل کے فاصلے پر ہے اور اُحد تین میل کے فاصلہ پر ہے وہاں ایسی استقامت نہیں تھی، تذبذب تھا، غزوۂ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ کیا تھا کہ مدینہ منورہ میں لڑیں یا باہر لڑیں (دو دفعہ میں وہاں گیا ہوں اونٹ کا قافلہ مکہ سے مدینہ کئی دن میں پہنچتا ہے)

احد میں ناکامی بوجۂ تذبذبِ منافقین

عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین سے پوچھا بڑا آدمی چودھری تھا انصار کا اس نے کہا کہ مدینہ منورہ کی تاریخ بتلاتی ہے کہ مدینہ منورہ میں رہ کر لڑنے سے فتح اور باہر نکل کر لڑنے سے شکست ہوتی ہے، اس لئے میری رائے یہاں رہ کر لڑنے کی ہے، نوجوان طبقے کا خون جوش میں تھا وہ کہتے تھے کہ ہم باہر نکل کر اپنی شجاعت کے جوہر دکھائیں گے، اہل بدر کو تمغہ اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم ملا تھا، اب جو شریک نہ ہوسکے تھے ان کو بھی شوق تھا کہ باہر لڑیں اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نوجوانوں کے مشورہ پر مسلح ہو کر نکل آئے تو بعد میں نوجوان پشیمان ہوئے کہ ہم نے آپ پر دباؤ ڈالا ہے اگر کل کو تکلیف ہوئی تو لوگ ہمیں ملزم بنائیں گے، تب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی نبی جب ہتھیار پہن لے پھر نہیں اتارتے، اب باہر جانا ہی ہے، اب عبداللہ بن ابی پیچھے ہوگیا، اپنے ساتھیوں کے ساتھ دو قبیلوں میں مخلصین تھے ان کی ہمت بھی سرد پڑگئی، یہ حالت غزوۂ احد میں تذبذب کی ہوئی، یہ منافقین کا اثر تھا، غزوۂ بدر میں نہیں ہوا تو یہ ثابت کیا جارہا ہے کہ منافقین سے قطعی تأثر نہ لیں تب فتح وکامیابی ہوگی اور اگر اثر لیا تو ناکامی ہوگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدبر عسکری جرنیل

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ: اس سے پہلے مسلمانوں کا فرض مذہبی تبلیغ بتلایا جا چکا ہے اس کے بعد حکم دیا گیا ہے کہ اہل کتاب اور منافقین سے علیحدہ رہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر فن میں اللہ تعالیٰ نے مہارت تامہ عطا فرمائی تھی، مدبر جرنیل خود فوجوں کے کھڑے کرنے کے مقامات متعین کرتا ہے، منتظم اعلیٰ مصالح خود سمجھتا ہے، اب آئندہ اس قانون کا اجراء دکھایا جاتا ہے کہ غزوۂ بدر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں استقلال تھا اور مخالفین کے خیالات سے متاثر نہیں تھے تو فتح ہوئی اور غزوۂ احد میں منافقین کے خیالات کا کچھ نہ کچھ اثر تھا اور جنگ میں شرکت کے موقع پر بھی بعض لوگوں کی طبیعتوں میں تذبذب تھا اور یہ تخلف دراصل منافقین کا مسلک تھا، اس کمزوری کے باعث غزوۂ احد میں شکست ہوئی، پہلی آیت غزوۂ احد کے حق میں ہے۔

چست ہوشیار شخص کی ضرورت

میں نے ایک معاملہ کیلئے ایک شخص کا انتخاب کیا جو دیانت دار تھا مگر سست تھا، بعد میں خیال آیا کہ وہاں احمد علی کو دیانتدار، چست و ہوشیار شخص چاہئے تو میں نے اسکو نظر انداز کیا کہ مخلص بھی ہو، ہوشیار بھی ہو، سست نہ ہو، نیک بھی ہو اس کے ساتھ ساتھ کچھ اور بھی لوازمات ہوتے ہیں۔

بعض مخلص مسلمانوں کا منافقین سے تاثر

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَ اللّٰهُ وَلِيُّهُمَا وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ: مخلص مسلمانوں کی دو جماعتیں منافقین کی طرح صفِ جہاد سے پیچھے رہنا چاہتی تھیں، یہ لفظ ولی ان کے مخلص ہونے پر دال ہے کہ منافق نہیں تھے عبداللہ بن ابی کی جماعت سے متاثر ہوئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں تخلف سے بچا لیا، جن دو قبیلوں نے مسلمانوں کی صف چھوڑی تھی وہ انصار میں سے تھے ایک بنو سلمہ اور دوسرا بنو حارثہ، ان لوگوں کا مسلمانوں کی صف چھوڑنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ اپنی قلت تعداد، اسباب کی قلت ضعف ظاہری کو دیکھ رہے تھے اور دوسری طرف دشمن کی کثرت تعداد واسباب کو دیکھ کر کمزوری کا خیال دل میں آ کر پیچھے ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور انہوں نے میدان جنگ میں اپنی بہادری دکھادی اور یہی مسلمانوں کی شان ہے کہ ظاہری اسباب پر اعتماد کے بجائے نتیجہ اللہ پر چھوڑ دیں۔

توکل فرض عین ہے

فرض کی دو قسمیں ہیں، ایک فرض کفایہ۔ وہ یہ ہے کہ ایک کام بہت سے مسلمانوں کے ذمہ آپڑا تھا اگر بعض مسلمانوں نے اسے ادا کر دیا تو باقی مسلمانوں کی طرف سے بھی ادا ہو جائے گا مثلاً کسی گاؤں میں ایک آدمی فوت ہو گیا ہے۔ اب سارے گاؤں والے کے ذمے فرض تھا کہ اس کے جنازے کو لحد تک پہنچائیں اگر اس گاؤں کے بعض آدمیوں نے اسے لحد تک پہنچا دیا تو باقی ماندہ اس فرض سے سبکدوش سمجھے جائیں گے اور اگر کسی نے بھی اسے دفن نہ کیا تو سارے گنہگار ہوں گے۔ دوسرا فرض عین وہ یہ ہے کہ وہ کام ہر مسلمان کو خود کرنا پڑتا ہے مثلاً نماز فرض عین ہے، ہر مسلمان عورت اور مرد کو خود ادا کرنی پڑتی ہے۔ یہ نہیں کہ محلّہ والوں میں سے بعض نے پڑھ لی تو باقی ماندہ سبکدوش سمجھے جائیں، اسی طرح توکل بھی فرض عین ہے۔

توکل خاص و توکل عام

توکل کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم خواص کا، دوسری قسم عوام کا توکل۔

خواص کے توکل میں اول نمبر انبیاء علیہم السلام ہیں۔ یہ حضرات تمام خداداد قوتوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی نشر و اشاعت میں دن رات صرف کرتے ہیں اور اپنی ضروریات زندگی کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی تمام ضرورتیں فتوحات غیبی سے پوری فرماتا ہے۔ مثلاً کبھی کسی مخلص انسان کے دل میں خیال ڈال دیا کہ فلاں چیز ان کی خدمت میں ہدیتاً پیش کر دے اسے فتوحات غیبی کہا جاتا ہے یعنی رزق کی کوئی صورت یا کوئی ذریعہ متعین نہیں ہوتا۔ نہ تجارت، نہ زراعت، نہ جائیداد، نہ ملازمت وغیرہ۔

ذریعہ معاش توکل

جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دن اور رات کو یاد الٰہی یا بندگان خدا کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہیں گے تو ضروریات زندگی کیسے پوری ہوں گی۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ وَكَفَىٰ بِهِ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا (الفرقان : ٥٧) حاصل یہ نکلا کہ میں تمہیں دین کی تعلیم بلا معاوضہ دوں گا، میری ضروریات کا کفیل فقط اللہ تعالیٰ ہے، قوم سے بھی معاوضہ نہیں مانگتے اور بظاہر ذریعہ معاش بھی کوئی نہیں۔ خواص کا توکل یہی ہے اس مقدس گروہ کی ضروریات کا کفیل اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور اس کا اعلان ہے۔ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ

يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ○ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (الطلاق:۲-۳)

عوام کا توکل

توکل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہر کام کے کرنے میں سلسلہ اسباب میں ہاتھ ڈالیں جس طرح کہ ایک غیر مسلم ہاتھ ڈالتا ہے مگر اس کام میں خاطر خواہ کامیابی نکلنے کی امید اپنی کارکردگی اور محنت کو نہ سمجھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ رکھے، مثلاً دس ہزار کا مال دکان پر لا کر رکھا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اے اللہ! تو مجھے اس تجارت میں نفع عطا فرما۔ جب نفع حاصل ہو جائے تو یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے نفع ہوا ہے اگر وہ چاہتا تو بجائے نفع کے نقصان ہو جاتا۔ علی ہذا القیاس مومن خواہ کوئی ذریعہ معاش اختیار کرے عقیدہ یہی ہونا چاہئے کہ کام تو میں ہی کر رہا ہوں نفع و نقصان اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ نفع ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھا جائے بخلاف اسکے غیر مسلم کا نظریہ یہ ہے کہ نفع میری دانشمندی اور عقلمندی کے باعث ہوا۔

خواص موجود رہیں گے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات حمیدہ میں صرف ایک صفت اللہ تعالیٰ نے آگے منتقل ہونے نہیں دی اور وہ صفت نبوت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد دنیا میں قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس کے علاوہ باقی صفات کے حامل آپ کی امت میں اللہ تعالیٰ کے بندے آرہے ہیں اور قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ جن کی برکت سے حقیقی اور اصلی اسلام کے انوار ہمیشہ دنیا میں تابندہ درخشندہ اور پائندہ رہیں گے۔ چنانچہ خواص کے توکل والے اللہ کے مقبول بندے ہمیشہ پیدا ہوتے رہے ہیں اور آج بھی موجود ہیں جو اپنی تمام خداداد قوتوں کو اور اپنی زندگی کے تمام لحات کو محض اللہ تعالیٰ کے دین کی حمایت اور اس کی نشر و اشاعت میں خرچ کرتے ہیں اور تمام ذرائع معاش کو ترک کر کے اپنی ضروریات کا کفیل فقط اللہ تعالیٰ کو بناتے ہیں، دراصل اسلام کا صحیح نقشہ انہیں اللہ تعالیٰ کے بندوں کی برکت سے آج تک زندہ رہا ہے اور قیامت تک رہے گا۔

غزوۂ بدر میں نصرت کی وجہ

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ : بدر میں قلت

تعداد، قلت آلاتحرب، قلت ماء اور میدان کی ناموافقت (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ریتلی طرف تھے اور کفار عمدہ زمین کی طرف) کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مدد دی اور فتح ہوئی، حالانکہ تم کمزور اور تھکے ہوئے تھے فتح بھی ہوئی اُحد میں کافر تھکے تھے، دور سے آئے تھے اور تم قریب سے آئے تھے مگر شکست ہوگئی، اس وقت تمہاری نصرت اس لئے کی گئی تھی کہ آئندہ تم کبھی اس قسم کے سوالات بیچ میں نہ لاؤ بلکہ تمہیں نتیجہ کو اللہ پر چھوڑ کر کام کرنا چاہیے کیونکہ اصل چیز استقامت ومقاطعہ منافقین ہے۔

جنگ میں ملائکہ سے نصرت

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ اَنْ یُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُنْزَلِیْنَ: بدر میں اتفاق رائے تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے تعداد میں قلت کے باوجود عزم صحیح کو دیکھ کر ملائکہ عظام سے کمی پوری کردی، پہلے ایک ہزار اور اگر ضرورت ہوتو تین ہزار فرشتے نازل کرنے کا وعدہ فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی تعداد ۳۱۳ جو بظاہر طبیعت کو مضمحل کرنے کے اسباب تھے لیکن اخلاص واستقامت سے کامیابی ہوئی۔

مسلمانوں کی حوصلہ افزائی اور اطمینان قلبی

بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ یَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُسَوِّمِیْنَ: فرمایا کہ اگر کافروں نے زیادہ جوش سے پھر حملہ کیا تو پانچ ہزار فرشتے تمہاری نصرت کے لئے مزید بھیج دوں گا، جبکہ تم نے صبر کیا ہو، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی امداد کے لئے تین دفعہ وعدہ فرمایا کہ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُرْدِفِیْنَ (الانفال: ۹) تمہارے مدد کیلئے ایک ہزار فرشتہ بھیج رہا ہوں۔ دوسرا وعدہ ۳ ہزار، جبکہ تیسرا وعدہ ۵ ہزار کا تھا جیسے کہ اس آیت میں ہے مطلب یہ ہے کہ کفار اگر ایک ہزار ہیں تو تم ۳۱۳ ہو خطرہ محسوس نہ کرو، اللہ ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا اور اگر وہ جوش کیساتھ لڑنے لگے اور ضرورت ہوئی تو ۳ ہزار فرشتہ ثانیاً نازل کردیں گے اگر پھر ضرورت محسوس ہوئی تو ۵ ہزار نازل کردیں گے اور یہ تعین تعداد تمہاری تسلی کیلئے ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ وَ مَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ

فرشتوں کا نزول تمہاری دلجوئی وحوصلہ افزائی کے لئے

وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَ لِتَطْمَىٕنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ وَ مَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمِ: ملائکہ کا اسباب کی صورت میں پہنچنا تمہاری دلجوئی وحوصلہ افزائی کیلئے تھا ورنہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ کُنْ بھی ان کی تباہی کیلئے کافی ہے، یا ایک فرشتہ بھی کفار کو نیست ونابود کرنے کیلئے کافی ہے لیکن یہ تعداد تمہاری تسلی طبع کیلئے تھی اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (یٰس: ۸۲) اسی طرح تم کسی خوف میں مبتلا نہ ہو جاؤ جہاں تک نصرت غیبی کا تعلق ہے وہ تو من جانب اللہ ہی ہوتا ہے، اللہ کے ارادے پر ساری مشینری حرکت کرتی ہے۔

جنگ بدر کی کامیابی اللہ کے فضل سے

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ: جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد اس لئے فرمائی تھی اور منشاء یہ تھی کہ خدا بعض کافروں کو تمہارے ہاتھوں ہلاک اور انہیں ذلیل کر دے جیا پھرنا کام ونامراد گھروں کو لوٹیں اور اس طرح کفر کا زور ٹوٹ جائے اور کافروں کی شان وشوکت اور ان کا رعب ووقار مسلمانوں کے ہاتھوں خاک میں مل جائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا لہٰذا بدر کی کامیابی اللہ کے فضل سے ہوئی۔

اُحد میں حکم عدولی کا نتیجہ

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ: تدبیر وتقدیر کا مالک اللہ ہے آپ کے قبضہ میں تقدیر الٰہی کا کوئی حصہ نہیں، غزوۂ احد میں صحابہ رضی اللہ عنہم متعین محاذ اور بتلائے گئے مورچے جبل الرماۃ سے ہٹ گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدبیر کہ یہاں سے کسی حال میں ہٹنا نہیں ہے، پر قائم نہ رہے کفار پیچھے پلٹے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نرغے میں آگئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے رہے اور مسلمان بھاگ اٹھے پہاڑی والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی بھی کی، اسبابِ شکست خود مسلمانوں کی طرف سے متحقق ہوئے، کفار نے شہدائے اُحد کے مُثلے (ناک، ہونٹ، کان کاٹنا) کئے۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تمہاری اپنی غلطی کا نتیجہ ہے جو باعث شکست ہوئی، اب آیتیں اسی کے بارے میں آرہی ہیں۔

حضرت امیر حمزہؓ کے مثلہ سے مسلمانوں میں سخت اشتعال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے رنج تھا اور کافروں کو بددعا دینے لگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جنگ احد میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا جب کفار نے مثلہ کیا تو مسلمانوں میں سخت اشتعال

پیدا ہوا اور کہنے لگے واللہ لنربین یعنی فقط حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے عوض بہتوں کا مثلہ کریں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا جا رہا ہے کہ ان کا کفر کی حالت میں مر جانا یا توبہ کرنا آپ کے اختیار میں ہے ہی نہیں، اس لئے بددعا نہ کریں، نہ رنج کریں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض لوگوں کا نام لے کر بددعا کر رہے تھے جنگ احد میں آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہوگیا اور خون بہنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیف یفلح قوم فعلوا ھذا بنبیھم وھو یدعوھم الی ربھم عزوجل (الترمذی: ۳۰۰۲) جو قوم اپنے نبی کے ساتھ اس قسم کی حرکت کرے وہ کیسے کامیاب ہوسکتی ہے؟ حالانکہ وہ انہیں خدائے واحد کی طرف بلاتا ہے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی، کیونکہ ممکن ہے انہیں کفار میں سے بعض کو آئندہ اللہ تعالیٰ ہدایت کردے۔

عذاب اور مغفرت اللہ کے اختیار میں

وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ: زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ سب خدا کے قبضہ قدرت میں ہے، ہر چیز اس کی ملکیت میں اور اس کے اقتدار و تصرف کے ماتحت ہے وہ کسی کو معاف کرنے یا سزا دینے میں نہ کسی خاص سبب کا محتاج ہے اور نہ مجبور ہے وہ عام قانون رحمت کے تحت جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے کیونکہ عذاب اور مغفرت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور ایسا ہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کفار کو مشرف بہ اسلام کیا اور وہ نہایت ہی زبردست فدا کار اسلام ثابت ہوئے۔

رکوع 14

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَاۡكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضۡعَافًا

اے ایمان والو سود دونے پر دونا نہ کھاؤ اور

مُّضٰعَفَةً‌ ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ‌ۚ ﴿۱۳۰﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ

اللہ سے ڈرو تاکہ تمہارا چھٹکارا ہو۔اور اس آگ سے بچو جو

الَّتِىۡۤ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ‌ۚ ﴿۱۳۱﴾ وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ

کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ اور اللہ اور رسول کی تابعداری کرو

لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۱۳۲﴾ وَسَارِعُوۡۤا اِلٰى مَغۡفِرَةٍ مِّنۡ

تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو

رَّبِّكُمۡ وَجَنَّةٍ عَرۡضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُۙ اُعِدَّتۡ

اور بہشت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین ہے جو پرہیزگاروں کے لیے

لِلۡمُتَّقِيۡنَۙ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ فِى السَّرَّآءِ

تیار کی گئی ہے۔جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں

وَالضَّرَّآءِ وَالۡكٰظِمِيۡنَ الۡغَيۡظَ وَالۡعَافِيۡنَ عَنِ

اور غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور

النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا

لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور وہ لوگ جب

فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ

کوئی کھلا گناہ کر بیٹھیں یا اپنے حق میں ظلم کریں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں

فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا

اور اپنے گناہوں سے بخشش مانگتے ہیں اور سوائے اللہ کے اور کون گناہ بخشنے والا ہے

اللّٰهُ ۫ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

اور اپنے کیے پر وہ اڑتے نہیں اور وہ جانتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ

یہ لوگ ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں سے بخشش ہے اور باغ ہیں

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَنِعْمَ اَجْرُ

جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان باغوں میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور کام کرنے والوں کی کیسی اچھی

الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا

مزدوری ہے۔ تم سے پہلے کئی واقعات ہو چکے ہیں سو زمین

فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

میں سیر کرو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا

الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ

انجام ہوا۔ یہ لوگوں کے واسطے بیان ہے اور ڈرنے والوں کے لیے ہدایت

مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا

اور نصیحت ہے۔ اور سست نہ ہو اور غم نہ کھاؤ

وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾

اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایماندار ہو۔

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ط

اگر تمہیں زخم پہنچا ہے تو انہیں بھی ایسا ہی زخم پہنچ چکا ہے

وَ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ج وَ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ

اور ہم یہ دن لوگوں میں باری باری بدلتے رہتے ہیں اور تاکہ اللہ ایمان والوں

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ يَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ط وَ اللّٰهُ

کو جان لے اور تم میں سے بعضوں کو شہید کرے اور اللہ

لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَ لِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور تاکہ اللہ ایمان والوں کو پاک کر دے

وَ يَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا

اور کافروں کو مٹا دے۔کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ

الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ

جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تک اللہ نے نہیں ظاہر کیا ان لوگوں کو جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں

وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ

اور ابھی صبر کرنے والوں کو بھی ظاہر نہیں کیا۔ اور تم موت سے پہلے اس کی

الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ص فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ

ملاقات کی آرزو کرتے تھے سو اب تم نے اسے آنکھوں کے

۱۴ ع ۱۴ ۵ تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾ ع

سامنے دیکھ لیا۔

رکوع (۱۴)

خلاصہ: اصلاح لغزش واقعہ اُحد (اس واقعہ احد میں مسلمانوں کے ستر آدمی شہید ہوئے اور حضرت حمزہؓ کا مثلہ بھی کیا گیا۔)

ماخذ: (۱) يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (ال عمران: ۱۳۰)

(۲) وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (ال عمران: ۱۳۲)

(۳) وَ سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ (ال عمران: ۱۳۳)

مثلہ میں ربوا کرنے سے ممانعت

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ: شیخ الہندؒ کی تفسیر ہے کہ مثلہ (کان، ناک، ہونٹ وغیرہ کاٹنا) کرنے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی منہ سے یہ جملہ نکلا کہ واللہ لنربین ایک ایک مثلہ کے بدلے کئی کئی مثلہ کریں گے اور یہ بھی ایک قسم کا رِبوا ہے، اللہ تعالیٰ اس ربوا سے بھی منع فرمارہے ہیں، یہ قاعدہ اور قانون ہے کہ گرم ملک کے لوگوں کی طبیعتیں جلدی مشتعل ہوتی ہیں معمولی بات پر غصہ آتا ہے اور سرزمین عرب خدا کے فضل و کرم سے گرم تو ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہتے ہیں کہ ہم شہر سے باہر جا کر مقابلہ کریں گے، شہید کرنے کا مقصد خدا وندی یہ تھا کہ کفار کے مقابلے میں سستی سے کام نہ لیں ان کی طبیعت میں مقابلہ کا جوش رہے۔

مثلہ میں بھی ربا جائز نہیں شیخ الہندؒ کی توجیہ بروایت سندھیؒ

یہاں بیع وشراء کا ربا مراد نہیں ہے بلکہ مراد مثلہ میں ربوا ہے کہ ایک کے بدلہ کئی کا مثلہ

کریں گے تو اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا نہ ہوا ربط کے لحاظ سے یہ توجیہ ٹھیک ہے یعنی ربط آیات میں غور کرنا امر عظیم ہے اور تدبر طلب بات ہے ہم نے اکثر تفاسیر ایسی دیکھی ہیں کہ وہ ربط آیات میں بہت کمزور باتیں پیش کرتے ہیں اس سے تو بہتر یہ ہے کہ وہ ربط آیات کے متعلق کلام نہ کریں اور صرف آیات کے معانی پر اکتفا کرلیں اب مسلمانوں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی جارہی ہے کہ وہ اپنے نقصان کی تلافی کریں، حضرت لاہوریؒ نے فرمایا کہ یہ توجیہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے حضرت مولانا شیخ الہندؒ سے روایت کی تھی، تم لوگ ادھر انتقام اور بدلہ لینے کی طرف توجہ نہ کرو اپنا نصب العین رضائے الٰہی مسارعة الى المغفرة اور تقویٰ بناؤ، مطلب یہ ہے کہ وہ کفر میں رہیں اور ہمارے ہاتھوں قتل ہو جائیں اور پھر ہم ان کا مثلہ کریں، یہ خیال غلط ہے بلکہ اس کی جگہ یہ تمنا کرنی چاہئے کہ وہ مومن ہو جائیں اگر تم یہ خیال نہیں چھوڑتے تو خدا تعالیٰ کا حکم ماننے سے انکار کرو گے اور خدا تعالیٰ کا حکم نہ ماننے والے کافر ہوتے ہیں، خدا ارحم الراحمین ہے اس لئے تمہارا خیال بھی رحمت و شفقت کا ہونا چاہئے اور یہ کہ یہ کافر ایمان لائیں۔

سود خوری پر وعید

وَ اتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ: یہ سود خوری پر وعید ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ سود خوری کبیرہ گناہ ہے لہٰذا خدا کے محارم سے نہ بچنے والوں کو جہنم کے اس طبقہ میں عذاب دینے کی دھمکی دی گئی ہے جو دراصل کفار کیلئے تیار کیا گیا ہے، وہ بد اخلاقی کی سزا ہے لہٰذا تم بد اخلاقی سے بچو جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا تو ہو سکتی ہے لیکن زیادتی جرم ہے۔

اطاعت کا مطلب حکم کو ادا کرنا

وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ: ان خیالات سے دلوں کو صاف کرکے ادھر لگاؤ اور ان چیزوں کے حاصل کرنے کی کوشش کرو، اطاعت کا مطلب حکم کو ادا کرنا ہے یعنی جب انسان یہ سمجھے کہ اس کا فائدہ صرف ہمیں ہوگا اور صرف ہم پر رحمت ہوگی اگر یہ سمجھ کر حکم کو پورا کیا جائے تو یہ اطاعت ہے، مثال کے طور پر استاد شاگردوں کو کسی چیز کے بارے میں حکم دیتا ہے تو ان میں جو ذکی طالب علم ہیں تو وہ جلدی سمجھیں گے کہ اس سے استاد کا کیا مقصد ہے تو وہ شاگرد اس پر اعتماد کرکے اس کا حکم بجالاتے ہیں۔

انتقام کا نہیں مغفرت کا خیال رکھو

وَ سَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ:

سَارِعُوْٓا باب مفاعلة ہے، اشتراک کیلئے آتا ہے یعنی تمہاری ساری قوت مغفرت ورحمت حاصل کرنے کیلئے خرچ ہو اور یہ کہ جب لڑو اس میں بدلہ لینے کا خیال نہ رکھو بلکہ مغفرت ورحمت کا خیال رکھو، اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اشتعال کو ٹھنڈا کیا جاتا ہے یعنی تم اشتعال میں نہ آؤ بلکہ مغفرت کی طرف جلدی کرو کیونکہ تمہارا نصب العین بندگان خدا کو راہ راست پر لانا ہے اور یہ اشتعال اس نصب العین کے برخلاف ہے۔

وسعت جنت کی منطقی اور عقلی تشریح

ان الفاظ کی تفسیر سمجھنے کیلئے پہلی چیز اصطلاح سمجھئے!

نقطة: انتہائے خط کو کہتے ہیں جس کے لئے طول، عرض اور عمق نہیں ہوتا اور ایک خط سے ہم غیر متناہی نقاط نکال سکتے ہیں کیونکہ خط میں طول ہے اور نقطہ میں طول نہیں ہے تو ہم جتنے نقطے نکالیں گے خط کا طول ختم نہیں ہوگا اور نقطہ خط کیلئے عرض ہوتا ہے۔

خط: انتہائے سطح کو کہتے ہیں یعنی سطح کا خاتمہ خط پر ہوگا، اس کیلئے طول ہوتا ہے، عرض عمق نہیں ہوتا اور ایک سطح سے ہم غیر متناہی خطوط نکال سکتے ہیں کیونکہ سطح میں عرض ہوتا ہے اور خط میں عرض نہیں ہوتا تو ہم جتنے خطوط نکالیں گے سطح ختم نہیں ہوگی اور خط سطح کیلئے عرض ہے۔

سطح: انتہائے جسم کو کہتے ہیں یعنی جسم کا خاتمہ سطح پر ہوگا۔ اس کے لئے فقط طول وعرض ہوتا ہے اور ایک جسم سے غیر متناہی سطوح نکل سکتے ہیں کیونکہ سطح میں عمق نہیں ہوتا اور جسم میں عمق ہوتا ہے تو جتنی سطحیں نکلیں تو جسم ختم نہیں ہوگا اور سطح جسم کے لئے عرض ہے۔

جسم: جس کے لئے ابعاد ثلاثہ ہوں یعنی طول عرض اور عمق اس کے بعد ہم کہتے ہیں کہ جنت ایسا جسم ہے کہ جس کے ابعادِ اربعہ ہیں تو جس طرح نقطہ خط کیلئے عرض ہے اور خط سطح کے لئے اور سطح جسم کے لئے عرض ہے، اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ جسم جس کے ابعاد ثلاثہ ہیں جنت کے جسم کے لئے ابعاد اربعہ ہیں وہ عرض ہے۔

الحاصل: زمین اور آسمان ایسے جسم سے مرکب، جس کے لئے ابعاد ثلثہ ہوں اور جنت ایسے جسم سے مرکب ہے جس کیلئے ابعاد اربعہ ہیں تو یہ ابعاد ثلاثہ والا جسم عرض ہوگا۔ اس جسم کیلئے

جس کے لئے ابعاد اربعہ ہوں اور اگر ابعاد ثلاثہ والے جسم کو غیر متناہی مرتبہ نکالا جائے پھر بھی ابعاد اربعہ والا جسم ختم نہیں ہوگا، اتنی طویل بحث اس آیت کی معقولیت بتانے کیلئے ہے، ورنہ ایمان بالغیب اور سلف الصالحین کی طرز پر چلیں تو یہ بحث مباحثہ نامناسب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قرب

آپ کو معلوم ہے کہ جمعہ کے دن رحمت الٰہی کے دروازے کھلتے ہیں اور عفو عام ہوتا ہے۔ مؤذن اونچی جگہ پر کھڑے ہوکر گنہگاروں کو بابانگ دہل پکارتا ہے کہ اے گنہگارو! اگر گناہوں کی آلودگیوں سے پاک اور صاف ہونا چاہتے ہو تو آؤ رحمت الٰہی تمہیں اپنے پردہ عاطفت میں پناہ دینے کیلئے تیار ہے اور تمہارے گناہوں پر قلم عفو پھیر کر تمہیں عذاب دوزخ سے بری کرنے کیلئے بیتاب ہے، آؤ آؤ جو آئے گا خالی نہیں جائے گا۔ کم از کم دس دن کے گناہوں سے خلاصی کا تمغہ پائے گا۔ اسی بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ جمعہ مسلمانوں کی عید ہے، بایں معنی کہ لَیس العید لمن لبس الجدید انما العید لمن خاف الوعید ”عید اس کی نہیں جو فقط نئے کپڑے پہن لے بلکہ عید اس کی ہے جو اللہ کے عذاب سے ڈرے۔“

خطیب کا فرض

لہٰذا خطیب جمعہ کا فرض ہے کہ مسلمانوں کی حالت پر تنقیدی نگاہ ڈالے، کتاب وسنت کی روشنی میں ان کے حالات کی جانچ پڑتال کرے جو چیز قابل اصلاح ہو اس کی طرف توجہ دلائے، اس کے متعلقہ احکام کتاب وسنت سے انتخاب کرکے حاضرین کو سنائے، پوری کوشش کرے کہ انہیں ذہن نشین کرائے تاکہ ان تمام پر اتمام حجت ہوجائے قیامت کے دن یہ نہ کہنے پائیں۔ رَبَّنَا مَاجَآءَنَا مِنْ نَّذِیْرٍ ”ہمارے رب ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔“

دنیا کو مقصود، مطلوب ومحبوب نہ بنانا

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا میں پیدا کرکے بے شمار خواہشات میں جکڑ دیا ہے مثلاً کھانا، پینا، پہننا، نکاح کرنا، بچے جننا مکان بنانا وغیرہ۔ اگر انسان کا تعلق انبیاء علیہم السلام سے نہ ہو تو اس کے جذبات، اس کے خیالات، اس کے تمام اقوال وافعال فقط ضروریات دنیا ہی کے اندر غرق ہو کر رہ جاتے ہیں۔ فقط دنیا ہی مقصود، دنیا ہی مطلوب، دنیا ہی محبوب نظر آتی ہے۔ اسلئے ارشاد ہے وَ سَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ

حاصل اس آیت کا یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم میں سے ہر ایک اس امر کی کوشش کرے کہ خدا تعالیٰ کی مغفرت حاصل کرنے میں دوسروں سے بڑھ جائے یعنی اول تو گناہ ہی نہ کرے اور اگر بالفرض گناہ ہو جائے تو یہ خیال کرے کہ میں ہر گناہ کے ساتھ مغفرت الٰہی کا ضمیمہ لگا دوں تاکہ کوئی گناہ باقی رہنے ہی نہ پائے اور میرا مقام اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں والا یعنی بہشت ہو جائے۔

رعایا کے ایمان کی حفاظت کے لئے مسلمان حکمران کی ضرورت

جس دور سے ہم مسلمانانِ ہندوستان گزر رہے ہیں یہ ایک نہایت خطرناک دور ہے کیونکہ قانون قدرت یہ ہے کہ جس طرح بے سمجھ اور نا تجربہ کار بچوں کیلئے والدین کسی کو نگران ومحافظ بناتے ہیں اسی طرح رعایا کے ایمان اور اسلام کی حفاظت کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کو بنایا ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد واجب الاعتقاد ہے کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ (البخاری: ۵۲۰۰) ''تم میں سے ہر شخص چرواہا ہے اور اس سے اپنی رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی۔'' اس لئے بادشاہ اسلام رعایا کی جان اور مال اور عزت کی حفاظت کے علاوہ ان کے ایمان اور اسلام کا محافظ اور ذمہ دار بھی اپنے آپ کو سمجھتا ہے پھر آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جس چیز کی حفاظت کا ذمہ بادشاہ اٹھالے، اس کی ذمہ داری کیسی عمدگی سے نباہی جائے گی، کسی شخص کو مجال نہیں ہوگی کہ اس کی مخالفت کرے اور اگر کرے گا تو جیل کی ہوا کھائے گا۔

آزادی کا ڈھول پیٹ کر نوجوان کا مذہب سے آزاد ہونا

بطور مثال دیکھ لیجئے کہ ہندوستان میں آزادی آزادی کا ڈھول پیٹا جا رہا ہے اور جدید تعلیم یافتہ نوجوان عموماً اس شمع آزادی کا پروانہ نظر آتا ہے مگر کبھی کسی نے غور کر کے دیکھا ہے کہ وہ فقط اسلام اور اس کے احکام سے آزاد ہو رہا ہے مذہب کی پابندیوں سے آزادی پر فخر کر رہا ہے لیکن تعزیرات ہند کی دفعات کا وہ ایسا ہی وفادار ہے جس طرح کہ ایک بے بس غلام اپنے آقا کا وفادار ہوتا ہے، دل میں خواہ ہزار اعتراض ہوں لیکن وہ یقیناً جانتا ہے کہ اگر میں نے آقا کی حکم عدولی کی تو جوتوں اور ڈنڈوں سے میری خاطر تواضع ہوگی۔ اس لئے بقول شخصے ''ڈرتا ہر ہر کرتا'' وہ بے چارہ آقا کی آواز پر ''جی حضور'' کہہ کر اٹھ دوڑتا ہے اور نیاز سے سر جھکا کر ''حضور کا ارشاد'' کہہ کر حکم دریافت کرتا ہے اور ڈنڈے کے خوف سے بظاہر بڑے شوق سے تعمیل حکم کر دیتا ہے۔

ملا کے اسلام سے فرار اور تعزیرات ہند کے ڈنڈے کا غلام

بعینہٖ یہی حال آزاد منش نوجوان کا ہے کہ احکام اسلام میں ہزاروں حیلے بہانے اور کٹ حجتیاں نکالتا ہے کہ مولوی نے آج تک اسلام کو سمجھا ہی نہیں تھا اصلی اسلام وہ نہیں جو علماء پیش کرتے ہیں جس میں نماز روزہ وغیرہ سے ہی فرصت نہیں ملتی اور مولوی ایسا تنگ خیال کہ آنکھ پر پابندی، کان پر پابندی، زبان پر پابندی، پاؤں پر پابندی، دن پر پابندی، رات پر پابندی غرضیکہ اس نے ناک میں دم کر دیا ہے اس لئے اس ''تنگ خیال، تنگ نظر اور دقیانوس اسلام'' سے ہم باز آئے۔ اس کے مقابل تعزیرات ہند کی حفاظت کے لئے چونکہ گورنمنٹ برطانیہ کا ڈنڈا سر پر نظر آرہا ہے لال پگڑی والے گلی کوچوں میں گشت کرتے نظر آتے ہیں تعزیرات ہند کی مخالفت کرنے والے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہن کر جیلوں کی ہوا کھاتے نظر آتے ہیں اس لئے ''دیوانہ بکار خویش ہشیار'' اس آزاد منش نوجوان کے دماغ پر تعزیرات ہند سے آزادی کا بھوت کبھی سوار نہیں ہوتا کیونکہ آزادی کا بھوت جانتا ہے کہ اگر میں نے تعزیزات ہند سے آزادی کی بکواس کی تو ابھی اس آسیب سے نجات دلانے والے عامل (پولیس) ڈنڈے اور ہتھکڑیاں لے کر میرے گرد جمع ہو جائیں گے اور جب تک یہ بھوت میرے دماغ سے نکلے گا یہ چھومنتر کرنے والے میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے، نوکری بھی جائے گی، بے عزت بھی ہوں گے اس سے چُپ ہی بھلی ہے۔

قرآن کے محافظ ڈنڈے والے کی ضرورت

تعزیرات ہند کی طرح اگر اسلام اور اس کے قانون یعنی قرآن کا محافظ بھی کوئی ڈنڈے والا ہوتا تو پھر اسلام کے احکام کو بھی ''جی حضور'' کہہ کر سنتے، فدا کار اور جان نثار غلام کی طرح اس کے احکام بجالاتے اور محافظ اسلام بادشاہ کے سامنے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اسلام کا علمبردار اور مونس و غمخوار اپنے آپ کو ظاہر کرتے۔ آپ مادرزاد مسلمان تو اسلام کی وفاداری کا دم یقیناً بھرتے بلکہ دشمنان اسلام کی کھلم کھلا مخالفت کرتے۔

بادشاہ قسطنطنیہ کو دندان شکن جواب

آپ کو یاد ہے کہ بہادران اسلام نے ابتداء میں جب قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا تو پھر اپنی کسی مصلحت کی بنا پر محاصرہ اٹھایا اور ان دنوں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ یعنی سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوۃ والسلام کے مدنی میزبان کا انتقال ہوا، تو بادشاہ قسطنطنیہ نے کہا کہ

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر کو ہم اکھاڑ پھینکیں گے، مسلمانون نے للکار کر جواب دیا کہ اگر ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر اکھاڑی گئی تو یاد رکھو کہ بیت المقدس میں تمہارے بزرگوں کی ایک قبر بھی باقی نہیں رہے گی اس دھمکی کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج تک قسطنطنیہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مزار موجود ہے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی مثال

پاکستان میں ہم مسلمانوں کی مثال ان یتیم بچوں کی سی ہے جن کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ جائے اب ہر بچہ آزاد اور آوارہ ہے چونکہ باپ کا رعب اور ڈنڈا سر پر نہیں ہے اس لئے اگر ان بچوں میں سے کوئی بھائی بہن عقل مند بھی ہو اور چھوٹے بھائیوں کو کوئی بات سمجھائے تو وہ اس کا کہا نہیں مانتے الٹا دو چار بکواس اس کے سامنے کر دیتے ہیں۔ وہ اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے، سونے جاگنے، آوارہ محلوں میں آنے جانے، بیہودہ اور بد اخلاق آدمیوں کی صحبتوں میں بیٹھنے میں بالکل آزاد ہیں وہ بچے یہ خیال کرتے ہیں اچھا ہوا کہ ہمارا نگران اور مارنے پیٹنے والا کوئی نہیں۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ہماری یہ آوارگی ہمارے لیے مہلک ہے اور ہم تباہی کے گھاٹ اتارے جا رہے ہیں

مسلمانوں کے سروں پر روحانی باپ کی ضرورت

بعینہ یہی حال ہم مسلمانوں کا ہے۔ اگر ہمارے سروں پر روحانی باپ یعنی مسلمان بادشاہ ہوتو ہم اس قدر آوارہ نہ ہوتے اور اس قدر اسلامی عبادات، اخلاق، تمدن اور معاشرت سے بیگانہ نہ ہوتے۔ اب تو ہماری حالت ان اشعار کی مصداق ہے۔

طائروں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا — اپنی منقاروں سے حلقہ کس رہے ہیں جال کا
وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا — کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

پاکستانی مسلمانوں کے لئے ایک نصیحت

یہ مانا کہ ہمارا روحانی باپ یعنی بادشاہ اسلام پاکستان میں کوئی نہیں لیکن آپ نے ایسی نظیریں کہیں کبھی نہیں دیکھیں کہ ہونہار اور سمجھدار بچے اپنی سمجھ اور مآل اندیشی سے کام نہ لیتے ہوئے وقت ضائع کرتے ہوں۔ وہ کسب کمال کیلئے بڑی محنت کرتے ہیں بالآخر وہ باکمال ہوکر اپنے ہمعصروں میں عزت کی زندگی بسر کرنے کے قابل ہوجاتے ہیں۔ ایسے بچوں کا کمال اور زیادہ قابل داد ہوتا ہے اسی طرح ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم اپنا وقت ضائع نہ کریں اور جس کمال

کے حاصل کرنے کے لئے ہمارے خالق نے ہمیں درسگاہ دنیا میں بھجوایا ہے اسے حاصل کرنے میں پوری محنت اور جانفشانی سے کام لیں اور وہ کمال عبدیت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات:٥٦) ''میں نے جنوں اور انسانوں کو سوائے عبادت کے اور کسی کام کے لئے پیدا نہیں کیا۔''

حوائج دنیا کے ساتھ اصل مقصد تخلیق کا حصول

انسان کا فرض ہے کہ اپنی خلقت کے مقصد کو بھولنے نہ پائے اور اس ناپائیدار دنیا میں رہنے سہنے کے باعث اسے جو وقتی ضرورتیں پیش آتی ہیں ان سے فارغ ہونے کے بعد اپنے مقصد حیات کی تکمیل میں مصروف ہو جائے مثلاً جب تک انسان اس جہاں فانی میں موجود ہے اس وقت تک کھانے پینے، پہننے کی اسے اشد ضرورت ہے بیشک ان حاجتوں کو پورا کرے اور چونکہ روپے کے بغیر چیزیں میسر نہیں آسکتیں اس لیے بیشک روپیہ کمائے مگر کمانے اور کھانے کے بعد جب فراغت پائے تو دنیا کے کھیل تماشا ہی میں غرق نہ ہو جائے بلکہ تکمیل مقصد زندگی یعنی عبادت الٰہی میں مصروف ہو جائے اور جس طرح ایک دنیا پرست کاروبار دنیا میں غرق اور دوسرا جاہ وجلال عزت وعظمت میں بڑھنے کا شیدائی ہوتا ہے اسی طرح ایک کلمہ گو مسلمان کا فرض ہے کہ دنیا کی ضرورتوں سے فراغت حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو جائے اور دل میں یہ آرزو رکھے کہ ''خدا کرے کہ میں بندگی کا حق ادا کرنے میں سب سے بڑھ جاؤں۔'' طہارت و عبادت، زہد وتقویٰ، صداقت وامانت، دیانت وشرافت غرضیکہ خوبیوں میں میرا نمبر سب سے آگے ہو اور جب ساری عمر کی کارگزاری کا امتحان قیامت کے دن لیا جائے تو میرا نمبر سب سے اول آئے اور مقام عبدیت میں میرا مرتبہ سب سے بلند ہو جائے اللہ تعالیٰ ہر ایک مسلمان کو یہ نظریہ ہر وقت پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نوجوان مسلمان کی ایک سخت غلطی

میں دیکھ رہا ہوں کہ نوجوان مسلمان ایک سخت غلطی میں مبتلا ہو رہا ہے، اسے کرنا تو یہ چاہئے تھا، ارشاد خداوندی: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الأحزاب:٢١) ''تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اچھا نمونہ موجود ہے۔''

اپنی صورت وسیرت اپنے عادات واطوار اپنے رسم ورواج اپنے تمدن اور معاشرت

اور اپنی سیاست میں سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنا دلیل راہ بناتا اور جلوت وخلوت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو شمع ہدایت خیال کرتا مگر مسلمان اس سیدھے راستہ کو چھوڑ کر بھٹک رہا ہے اب مسلمان کے پیش نظر یورپ کا نمونہ ہے گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے اب یورپ ہی اس کا ہادی، رہنما اور پیشوا ہے اب جو چیزیں یورپ سے آئیں خواہ وہ کتنی مضر اور مہلک کیوں نہ ہوں اس پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کر دیتا ہے اور جو چیز اسلام کے نام سے اسے پیش کی جائے اس کے تسلیم کرنے میں طرح طرح کے بہانے بناتا ہے۔

راہ خدا میں دن رات خرچ کرنے والے

اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ فِی السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ وَ الۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ: اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کا تذکرہ فرمایا کہ وہ حالت السَّرَّآءِ (خوشی) میں تکبر میں آکر بھولتے نہیں اور حالت ضَرَّآءِ میں بھی نہیں بھولتے یعنی سَرَّآءِ ہو یا ضَرَّآءِ دن ہو یا رات، غربت ہو یا فراخی ہر وقت اللہ کے نام پر خرچ کرنا اور اسی طرح غصہ پر قابو پانا یہ ایمان کی ادنیٰ حالت ہے، تمہارا خیال غلط ہے کہ حالت کفر میں ان کو قتل کر کے ان کا مثلہ کریں بلکہ عفو اچھا ہے، اس خیال سے کہ وہ اسلام لائیں۔

محسنین کا مقصود رضائے الٰہی نہ کہ انتقام

تمہیں زیادہ غصہ میں آکر ان کے پیچھے نہیں پڑنا چاہئے، محسنین کا طریقہ یہ ہے کہ رضائے الٰہی مقصود ہونی چاہئے۔ اس خیال سے توبہ کرنی چاہئے کہ ان کا انتقام اَضۡعَافًا مُّضٰعَفَۃً لیتے رہیں گے، حدیث شریف میں ہے لیس الشديد بالصرعة انما الشديد الذی یملك نفسه عند الغضب (البخاری: ٦١١٤) پہلوان وہ نہیں جو دوسروں کو کشتی میں گرادے بلکہ قوی وطاقتور وہ ہے جو غضب کے وقت اپنے اوپر قابو پالیتا ہے۔

گناہوں پر اصرار نہ کرنے والا مستحق مغفرت

وَ الَّذِیۡنَ اِذَا فَعَلُوۡا فَاحِشَۃً اَوۡ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسۡتَغۡفَرُوۡا لِذُنُوۡبِہِمۡ وَ مَنۡ یَّغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اللّٰہُ وَ لَمۡ یُصِرُّوۡا عَلٰی مَا فَعَلُوۡا وَ ہُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ: اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے وہ ہیں جو غلطی کر بیٹھیں یا اپنے اوپر ظلم کریں تو وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کون ان کا گناہ معاف کرنے والا ہے اور

یہ لوگ اپنے کئے ہوئے گناہ پر اصرار نہیں کرتے ہیں، اہل علم حضرات کا یہ فیصلہ ہے کہ انسان جب نقصان دہ کاموں سے رجوع کرتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی جہالت کی وجہ سے اصرار کرتا رہا تو اسلئے جو آدمی اصرار کو ترک کر دے تو وہ مستحق مغفرت ہوگا، حدیث شریف میں بھی آتا ہے مااصرمن استغفر وان عاد فی الیوم سبعین مرة (الجامع الصغیر: ۷۸۰۳) جو شخص توبہ کرتا ہے تو وہ اپنے جرم پر اصرار نہیں کرتا اگر چہ وہ ایک روز میں اس کا ارتکاب ستر مرتبہ کرے

نیک بندوں کے لئے انعام

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ: اس آیت میں نیک بندوں کی جزا کا ذکر فرمایا کہ ان کے اعمال کا بدلہ مغفرت ہے، یہ انعامات اُن لوگوں کیلئے ہوں گے جو مغفرت اور جنت کے مستحق ہو سکتے ہیں اور ان کیلئے ایسے باغات ہوں گے جس کے نیچے نہریں بہتی ہونگی، جن میں یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے اور اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں گے اور اس میں وہ خوش رہیں گے اور کام کرنے والوں کی کیسی اچھی روزی ہے، یہ سب اللہ کی طرف سے ہوگا، ان لوگوں کیلئے جو اللہ سے مغفرت کے متمنی ہیں۔

تذکیر بایام اللّٰہ مکذبین کا انجام

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ: زمین میں سیر کر کے دیکھو کہ مکذبین تباہ ہو رہے ہیں یا نہیں یعنی تم سے پہلے قومیں مکذبین کی ہیں جنہوں نے اپنے نبی کی تکذیب کی، ان کے احوال اور ان کے اعمال دیکھو وہ تمہارے لئے ایک نمونہ ہے، اگر کوئی قوم جوش وجنون میں اخلاق صالحہ کو ترک کرنے پر آمادہ ہو جائے تو وہ بہت جلد فنا ہو جاتی ہے لہٰذا تمہارے مخالف تو خود ہی اپنے آپ کو سنت اللہ کے ماتحت تباہی کے لئے تیار کر رہے ہیں۔

فتح کے آرزومند جماعت کیلئے دستور العمل کے مطابق عمل کرنا ضروری

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ: گزشتہ آیت میں ہم نے متقین کو نصیحت دے دی ہے اور ان کی صحیح رہنمائی فرمادی یعنی فتح کی آرزومند جماعت کیلئے دستور العمل کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے ورنہ وہ کبھی اعلیٰ درجے پر فائز نہیں ہوسکتی ہے، یہ واضح بیان ہے کہ لوگوں کے عموم میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو جنگ کرنے کے لئے آئے تھے اور عام مکذبین بھی کہ اہل تقویٰ ہی واقعی طور پر ہدایت، عبرت اور نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

مسلمانوں کو انجام کار کامیابی کی خوشخبری

وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ: اس آیت میں مسلمانوں کو تسلی دی جارہی ہے کہ تم گھبراتے کیوں ہو بلکہ اپنے ایمانوں کو مضبوط رکھو آخری فتح تمہاری ہی ہوگی، انہیں خوشخبری دی جاتی ہے کہ اگر تم خداوند کا ہر حکم خواہ اعتقاداً ہو یا عملاً مانو گے اور اس کی راہ میں اپنی قیمتی چیز قربان کرو گے تو فتح تمہاری ہی ہوگی تو اس آیت میں یہ بتایا جارہا ہے کہ مسلمان کتنے ہی غم ومصیبت میں ہوں وہ ہمت نہ ہاریں اور غم نہ کریں کہ عاقبت کار وہی کامیاب سربلند ہوں گے، اس لئے فرمایا کہ غصہ کو ٹھنڈا کیا جائے جس کی وجہ سے تم لوگوں نے اپنی غلطی کی وجہ سے اُحد میں شکست کھائی اس غلطی کا ذکر آگے آرہا ہے۔

فتح وشکست کے اسباب

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ يَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ: اگر تمہارے آج ستر شہید ہوگئے تو کیا ان کے ستر آدمی تم نے بدر میں قتل نہیں کئے تھے؟ اگر تمہیں اس شکست میں نقصان پہنچا ہے تو اس سے پہلے بدر میں کفار کو بھی شکست فاش ہو چکی ہے، ان کے جوش کا اندازہ ہم نہیں کر سکتے، ان کے جوش کو ٹھنڈا کرنے کی غرض سے پہلے امتوں کا ذکر فرمایا کہ اسی طرح پہلے بھی مسلمانوں کے ساتھ کفار لڑے ہیں لیکن بعض اسباب کے لحاظ سے فتح اور بعض کمزوریوں کے باعث شکست تو ہوا ہی کرتی ہے لیکن آخری فتح مسلمانوں کی تھی، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دلجوئی کرتے ہیں۔

مسلمانوں کی شکست میں حکمتیں

فتح کے وقت تو ہر شخص مومن ہو جاتا ہے مومن وہ ہے جو اول سے اعتراف کرے تو اس وجہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ اس قسم کی شکستوں میں کھرے کھوٹے کی تمیز ہو جائے ورنہ علم تو پہلے سے اللہ کو ہے، اسی طرح بعض اوقات شکست دینا اور بعض آدمیوں کو شہید کرانا اللہ تعالیٰ کا مقصود ہوتا ہے تا کہ مسلمانوں کے خون میں جوش وجذبہ پیدا ہو جائے اور خوابیدہ قوم زخم خوردہ ہو کر بیدار ہو جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت کسی قوم کو زندہ کرنا ہوتا ہے تو اس کو ایسا کانٹا چبھویا جاتا ہے کہ ان کے سینوں میں ناسور پیدا ہو جائے اور خون میں حرارت پیدا ہو جائے کہ جب تک

انتقام نہ لیں چین سے نہ بیٹھیں، جیسا کہ گاندھی کی گرفتاری کے خبر پر ایک طوفان پیدا ہوگیا، یا شردھانند کے قتل پر آریہ میں ایسا جوش پیدا ہوگیا کہ دس لاکھ روپیہ کے چندے کا اعلان کر دیا۔ ان کو ظاہری فتح پسند کرنے کی بنا پر نہیں ہوئی، مطلب یہ وجہ نہیں کہ کفار اللہ تعالیٰ کو محبوب تھے اس واسطے ان کو فتح ہوئی، وہ بہرحال ظاہر ہے یہی حکم ابتلاء و آزمائش مقصود تھی۔

فتح و شکست کے الٹ پھیر میں مصلحت

وَ لِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ يَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ: فتح و شکست کے الٹ پھیر میں ایک مصلحت یہ بھی ہے ایمان والوں کو گناہوں کے میل سے پاک وصاف کیا جائے اور کافروں کا استیصال کر کے ان کا نام ونشان مٹا دیا جائے، اگر فتح کافروں کی ہو تو اس سے مومن اور منافق میں امتیاز ہوتا ہے یعنی کھرے سچے ایمانداروں کا پتہ لگ جائے کہ ان میں منافقین کون سے ہیں اور مسلمان کون سے ہیں دونوں میں امتیاز کو ظاہر کرنا مقصود تھا۔

جنت میں جس کا جتنا حصہ وہ اس درجہ میں ہوگا

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ: اللہ یہ چاہتا ہے کہ مسلمان ایک ایسی قوم بن جائے جو حق وحریت کی راہ میں ہر تکلیف ومصیبت کو برداشت کرنے کو تیار ہوں کہ اس کے بغیر دنیا وآخرت کی کامیابی ناممکن اور محال ہے اور یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا تھا جب تک ان پر یہ مصیبت نہ آتی اور مجاہد وصابر کی صفیں باقی لوگوں سے ممتاز نہ ہو جاتیں اور ان کو مزید تسلی دی جارہی ہے کہ تم چاہتے ہو کہ مصائب کی بھٹی میں پڑنے سے پہلے ہی جنت کے مستحق بن جاؤ، حالانکہ جنت کے مستحق وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہو اور پھر جنت میں درجات ہوں گے، ہر آدمی کیلئے اس میں درجہ ہوگا، جس کا جتنا حصہ ہوگا وہ اس درجہ میں ہوگا۔

جنت کا داخلہ اور مستحقین

جنت میں داخلہ ہر مسلمان مومن کی تمنا اور خواہش ہے آج قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے تو فرمایا کہ پہلے اللہ کے مخلص بندوں اور انبیاء علیہم السلام پر بھی تکلیفیں آئیں ایسی تکلیفیں پیش آئیں کہ گھبرا کر کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئے گی؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی گھبراہٹ پر جواب دیا کہ گھبراؤ مت اللہ کی مدد تمہارے شامل حال ہونے والی ہے حالانکہ انبیاء علیہم السلام اعلیٰ درجہ کے صابر ہوتے ہیں لیکن انہیں بھی ایسی آزمائشوں سے گزرنا پڑا

کہ گھبرا گئے جب پہلے لوگوں کا مصائب میں مبتلا ہو کر امتحان لیا گیا تو کیا تمہیں اے مسلمانو! آزمایا نہیں جائے گا۔ یقیناً آزمائش کے مراحل آئیں گے، تمہارا فرض ہے کہ اسلام کی راہ میں جو مصیبت آئے اسے خندہ پیشانی سے جھیلو اور سمجھو کہ یہ ہمارا امتحان ہو رہا ہے کہ کھرے ہیں یا کھوٹے ؟ جو مسلمان مصائب آنے پر ثابت قدم رہیں گے اور وہ کامیاب رہیں گے، کھوٹے ڈھلمل (لڑکھڑاتا ہوا) اسلام یقین والے کی راہ میں سختی برداشت نہیں کریں گے اور واویلا کریں گے وہ مسلمان گویا کہ فیل ہو گئے۔ بہادر وہ ہے جو صحیح اسلام کو پہلے سمجھ لے پھر چاہے جان چلی جائے لیکن ایک قدم پیچھے نہ ہٹے۔ یہی لوگ سچے مسلمان ہوں گے اور یہ حضرات جنت کے وارث ہوں گے۔

موت کی تمنا کرنے سے ممانعت

وَ لَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ: جب مشورہ کیا گیا تھا کہ مدینہ منورہ میں ٹھہر کر کفار کا مقابلہ کریں یا باہر میدان میں نکل کر اس وقت ہی نوجوانوں نے باہر نکلنے کی تمنا کی تھی اور شوق ظاہر کیا تھا تاکہ بہادری کے جوہر دکھائیں کیونکہ جو جنگ بدر میں رہ گئے تھے تو وہ کہتے تھے کہ اگر اب جہاد ہوا تو جان توڑ کر لڑیں گے اور شہادت پائیں گے، اس لئے جب جنگ بدر میں شہید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق بہت سی فضیلت نازل ہوئیں تو جو شریک نہ ہو سکے انہیں اس بات کا افسوس تھا ایک روایت میں ہے ان رجلا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانوا یقولون لیتنانقتل کماقتل اصحاب بدرونستشهد اولیت لنا یوما کیوم بدر نقاتل فیه المشرکین ونبلی فیه خیراً ونلتمس الشهادة والجنة والحیاة والرزق(الدر المنثور: ج۲، ص ۸۰) تو یہی لوگ چاہتے ہیں کہ جنگ احد میں باہر جا کر جوش دکھائیں اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو ارشاد فرماتا ہے کہ موت کیلئے جب پہلے سے تم متمنی تھے تو اب گھبرانے کی کون سی بات ہے تو اس آیت میں موت کی تمنا کرنے سے ممانعت ہے حدیث میں ہے لاتتمنوالقاء العدو وسلوا الله العافیة فاذا لقیتموهم فاصبروا واعلموا ان الجنة تحت ظلال السیوف(البخاری: ۲۹۶۵) دشمن سے جنگ کی آرزو مت کرو بلکہ خدا تعالیٰ سے عافیت طلب کرو اور اگر جنگ کی نوبت آجائے تو صبر و استقلال سے کام لو کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے، گویا اسی آرزو کے مطابق تم اپنی آنکھوں سے اس جنگ کو دیکھ رہے ہو۔

رکوع 15

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ

اور محمد تو ایک رسول ہے اس سے پہلے بہت رسول گزرے

اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ

پھر کیا اگر وہ مر جائے یا مارا جائے تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو کوئی

يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى

الٹے پاؤں پھر جائے گا تو اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑے گا اور اللہ شکر

اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ

گزاروں کو ثواب دے گا۔ اور اللہ کے حکم کے سوا کوئی

اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا

مر نہیں سکتا ایک وقت مقرر لکھا ہوا ہے اور جو شخص دنیا کا بدلہ چاہے گا

نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ

ہم اُسے دنیا ہی میں دے دیں گے اور جو آخرت کا بدلہ چاہے گا ہم اُسے اُس میں سے دیں گے

وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِىٍّ قٰتَلَ ۙ

اور ہم شکر گزاروں کو جزا دیں گے۔ اور کئی نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر

مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ

بہت اللہ والے لڑے ہیں پھر اللہ کی راہ میں تکلیف پہنچنے پر

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ

نہ ہارے ہیں اور نہ سست ہوئے اور نہ وہ دبے ہیں اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کو

الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا

پسند کرتا ہے۔ اور انہوں نے سوائے اس کے کچھ نہیں کہا کہ اے ہمارے رب!

اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا

ہمارے گناہ بخش دے اور جو ہمارے کام میں ہم سے زیادتی ہوئی ہے اور ہمارے قدم ثابت رکھ

وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ

اور کافروں کی قوم پر ہمیں مدد دے۔ پھر اللہ نے ان کو

ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ

دنیا کا ثواب اور آخرت کا عمدہ بدلہ دیا اور اللہ نیک کاموں کو

۱۵ع۵۶ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ ع

پسند کرتا ہے

رکوع (۱۵)

خلاصہ: کام فقط اللہ کے بھروسہ پر ہونا چاہئے نہ کسی خاص مقتداء کے اعتماد پر

ماخذ: وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَ سَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (آل عمرن: ۱۱٤)

کسی مقتدا پر نہیں بلکہ اعتماد الٰہی پر کام

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَ سَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ:

اعتماد الٰہی پر کام کرنا چاہئے نہ کہ کسی مقتدائے خاص کے اعتماد پر، واقعہ احد میں جس وقت طرفین کے لشکر آپس میں مل گئے اور درے جبل الرماۃ سے آدمی نیچے اتر آئے، اب وہ نقشہ جو آپ نے تیار کیا بکھر گیا، مسلمان اور کافر منتشر ہو گئے اس حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظروں سے اوجھل ہوئے کسی شقی ازلی نے بلند آواز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کا نعرہ لگایا۔

دو طرح کی جماعتیں

جس وقت صحابہ کرامؓ کے کانوں میں یہ خبر پڑی تو دو قسم کی جماعتیں ہو گئیں ایک شکست کے وقت بھاگ گئی یعنی ان کے دلوں پر ایسا اثر ہوا کہ ہمت پست ہوئی اور بھاگنے لگے اور ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ دوسری وہ جماعت تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر کہنے لگی کہ جب وہ شہید ہو گئے تو ہم بھی شہادت چاہتے ہیں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر پیچھے نہیں ہٹے کیونکہ فطرتی امر ہے کہ جس وقت بڑے موجود ہوں چھوٹوں کو کسی قسم کا خیال نہیں ہوتا اگرچہ کتنے صاحب کمال اور بہادر ہوں لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی موجودگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو کسی قسم کا خیال نہ ہوتا تھا بعض اشخاص ایسے ہوتے ہیں جن کے وجود کی برکت سے ہمتیں بلند ہوتی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت حکم فرماتے تو سر ہتھیلی پر رکھ کر حاضر ہو جاتے اور جس وقت یہ ناگہانی خبر سنی تو جہاں کوئی تھا وہیں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ان میں سے بعض بھاگ نکلے اور یہ بھی ان کا کمال تھا باوجود اتنی نسبت و تعلق کے یہ خبر سنی تو فقط بے حس ہو گئے یہ انکی وسعت صدری اور بلند حوصلہ کی بیّن دلیل ہے، اگر تنگ ظرف ہوتے تو روح فوراً تحلیل ہو جاتی مگر بوجہ اپنی وسعت صدری اور عالی حوصلہ کے ایسے صدمہ کو بھی ضبط کر گئے

تیسری جماعت منافقین کی

تیسری جماعت منافقین کی تھی کہ وہ تو جنگ میں شامل ہی نہیں ہوئی تھی تو یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دین اللہ تعالیٰ کا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رہیں یا نہ رہیں دین کی حفاظت تمہارا فرض ہے، تمہیں میدان جنگ سے بھاگنا نہیں چاہئے تھا......

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی　　　منت شناس ازو کہ بہ خدمت بداشتت

کام اللہ کے بھروسے ہی پر ہو، حتیٰ کہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی صرف اللہ ہی کے بھروسے پر کرو اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم روپوش ہو جائیں تو ہمت نہ ہار بیٹھو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تنبیہ ہو رہی ہے۔

کسی کے مرنے سے گھبرانا نہیں بلکہ باہمت ہونا چاہیے

وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا وَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَ سَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ: ہر شخص اللہ کے حکم سے مرتا ہے اور ہر ایک کیلئے اپنا وقت مقرر ہے جس سے کوئی آگے پیچھے نہیں ہوتا، اس لئے فرمایا کہ کسی کے مرنے سے گھبرانا فضول ہے، تمہیں اپنے فرائض سے ہرگز غافل نہ ہونا چاہئے کسی دوسرے ساتھی کے مرنے سے ہمت نہیں ہارنی چاہئے بلکہ اس سے اور بھی باہمت ہونا چاہئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے کہ وہ بھی اپنے مقررہ وقت پر انتقال فرمائیں گے، اگرچہ قتل کے تمام اسباب موجود ہوں پھر بھی اللہ کا وعدہ ہے وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ہاں دنیا میں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک فنا فی مرضات اللہ (اللہ کی مرضی پر مر مٹنے والے) اور ایک طالب دنیا، تو جو شخص محض شہرت طلبی اور قومیت کے جوش میں آ کر لڑتا ہے تو اس کو دنیا ہی میں

بدلہ ملے گا اور جو صرف رضائے الٰہی کیلئے اور اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے لڑتا ہے تو اللہ اُسے دائمی زندگی نوازش کرے گا اور مرنے کے بعد اُسے بہترین اجر عطا فرمائے گا مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ (شوریٰ: ۲۰)

انبیاء علیہم السلام کے خدا پرست ساتھیوں کے عزائم اور استقامت کی مثال

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَ هَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ مَا ضَعُفُوْا وَ مَا اسْتَكَانُوْا وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ: زندہ مثال بیان کی جاتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھی بن کر ہمیشہ خدا پرستوں نے لڑائیاں لڑیں، اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی امتیں بھی لڑتی تھیں وہ دشمن کے مقابلہ میں کمزور نہیں ہوئی تھیں، نہ کبھی سست ہوئے نہ ضعف کا اظہار کیا نہ تھک کر بیٹھے اور اگر ان کو کوئی تکلیف پہنچ جاتی تو کہتے کہ یہ ہم سے کوئی تجاوز عن الحد ہوگئی ہے تمہیں بھی ایسا کرنا چاہئے تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی اطلاع کے بعد تو اور بھی ہمت سے کام لینا چاہئے تھا نہ یہ کہ بھاگ جاتے اللہ والے ایسا نہیں کیا کرتے۔

شکست کی وجہ اپنی کوتاہی اور قصور کا اعتراف

وَ مَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِيْۤ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ: اللہ کے انبیاء علیہم السلام کی معیت میں لڑنے والوں کی دعا یہ ہوتی تھی کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کی بخشش فرمادے اور ہم سے ہمارے کام میں جو زیادتی ہوئی ہے اس سے درگزر فرما اور اس پر ہم کو ثابت قدم رکھ اور کافروں کے خلاف ہماری مدد فرما اور اس طرح یہ لوگ تکلیف کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں، اس میں اشارہ ہے کہ واقعہ احد میں جو شکست ہوئی تمہارا اپنا قصور ہے۔

دنیا میں عزت اور آخرت میں جنت کی سرفرازی

فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَ حُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ: اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر واستقلال کے عوض دنیا میں اعلیٰ عزت عطا فرمائی یعنی فتح ونصرت اور مال غنیمت دیا اور آخرت کی سرفرازی سے بھی ممتاز فرمایا، یہ سب کچھ ان لوگوں کے اخلاص نیت اور احسان عمل کی وجہ سے ہے، اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔

رکوع 16

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

اے ایمان والو! اگر تم کافروں کا کہا مانو گے تو وہ تمہیں

یَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۱۴۹﴾

الٹے پاؤں پھیر دیں گے پھر تم نقصان میں جا پڑو گے۔

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَ هُوَ خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ ﴿۱۵۰﴾ سَنُلْقِیْ

بلکہ اللہ تمہارا مددگار ہے اور وہ بہترین مدد کرنے والا ہے۔ اب ہم

فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَاۤ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ

کافروں کے دلوں میں ہیبت ڈال دیں گے اس لیے کہ انہوں نے اللہ کا شریک ٹھہرایا

مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَ بِئْسَ

جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور

مَثْوَى الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَ لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ

ظالموں کا وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ اور اللہ تو اپنا وعدہ تم سے سچا کر چکا جب تم

تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِی

اس کے حکم سے انہیں قتل کرنے لگے یہاں تک کہ جب تم نے نامردی کی اور

الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ

کام میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی بعد اس کے کہ تم کو دکھا دی وہ چیز جسے تم پسند کرتے تھے

مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ

بعض تم میں سے دنیا چاہتے تھے اور بعض تم میں سے آخرت کے طالب تھے

الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا

پھر تمہیں ان سے پھیر دیا تاکہ تمہیں آزمائے اور البتہ تحقیق تمہیں اس نے معاف

عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾

کر دیا ہے اور اللہ ایمانداروں پر فضل والا ہے۔

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ

جس وقت تم چڑھے جاتے تھے اور کسی کو مڑ کر نہ دیکھتے تھے اور رسول

يَدْعُوْكُمْ فِىْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ

تمہیں تمہارے پیچھے سے پکار رہا تھا سو اللہ نے تمہیں اس کی پاداش میں غم دیا بسبب غم دینے کے

لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ؕ

تاکہ تم مغموم نہ ہو اس پر جو ہاتھ سے نکل گئی اور نہ اس پر جو تمہیں پیش آئی

وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ

اور اللہ خبردار ہے اس چیز سے جو تم کرتے ہو۔ پھر اللہ نے اس غم

25
25

مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ لا

کے بعد تم پر چین یعنی اونگھ بھیجی اس نے بعضوں کو تم میں سے ڈھانک لیا

وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ

اور بعضوں کو اپنی جان کا فکر لڑ رہا تھا اللہ پر جھوٹے خیال

الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ط يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ

جاہلوں جیسے کر رہے تھے کہتے تھے ہمارے ہاتھ میں کچھ کام ہے

شَيْءٍ ط قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ط يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا

کہہ دو کہ سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ اپنے دل میں چھپاتے ہیں جو

لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ط يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ

تیرے سامنے ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں اگر ہمارے ہاتھ میں کچھ کام ہوتا

شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ط قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ

تو ہم اس جگہ مارے نہ جاتے کہہ دو اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے

لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ج

البتہ اپنے گرنے کی جگہ پر باہر نکل آتے وہ لوگ جن پر قتل ہونا لکھا جا چکا تھا

وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ

اور تاکہ اللہ آزمائے جو تمہارے سینوں میں ہے اور تاکہ اس چیز کو صاف کر دے

قُلُوْبِكُمْ ۭ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾

جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ دلوں کے بھید جاننے والا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا

بے شک وہ لوگ جو تم میں پیٹھ پھیر گئے جس دن دونوں فوجیں ملیں سو

اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا

شیطان نے ان کے گناہ کے سبب سے انہیں بہکا دیا تھا اور اللہ نے ان کو معاف

اللّٰهُ عَنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾ ع ۱۶

کر دیا ہے بے شک اللہ بخشنے والا تحمل کرنے والا ہے۔

رکوع (١٦)

خلاصہ: احد کی شکست تمہاری فشل، تنازع اور عصیان الرسول کا نتیجہ ہے۔

ماخذ: وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰٮكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (آل عمران: ١٥٢)

منافقین کا خبث باطنی

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ: اگر تم نے کفار کی اطاعت کی تو تمہیں مرتد بنادیں گے اور تمہیں الٹے پاؤں پھیر دیں گے پھر تم نقصان میں جا پڑو گے، غزوہ احد میں تم منافقین کے خیالات سے متاثر ہوئے، منافقین اندر سے تو خبیث ہی ہیں اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا (النساء ١٤٥) اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (التوبہ: ٨٠) بظاہر مسلمان اور دل میں کافروں سے بھی بدتر مسلم نما کافر ہیں تم ان سے متاثر نہ ہوا کرو اور انکے پروپیگنڈوں سے متاثر ہو کر اس کو توجہ نہ دیا کرو بلکہ اپنے کام میں لگے رہنا، یہ کمزور طبع مسلمانوں کیلئے کہ منافقین سے متاثر ہو کر ہمت ہار گئے ان کو بتایا جارہا ہے کہ اس قسم کے لغو خیالات سے بچو ان کی اطاعت اور فرمانبرداری تم کو کافر بنادے گی وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (البقرة: ٢١٧) اور یہ لوگ

ہمیشہ تم لوگوں سے جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر تم ان کے ساتھ ہو گئے تو وہ تمہیں کافر بنا دیں گے۔

غیر کی پرواہ نہ کیجئے! اللہ تعالیٰ تمہارا مولیٰ ہے

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ : غیر کی پرواہ نہ کیجئے! اللہ تعالیٰ تمہارا مولیٰ ہے جب اس کے نام پر جان دینے کے لئے تیار ہو جاؤ گے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت تمہارا مقابلہ نہیں کر سکے گی، ان سے گھبرانا نہیں بلکہ ڈٹ کر ان کا مقابلہ کرو اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوگی۔

رعب کے ذریعہ امداد توحید ہی ہمت اور طاقت کا سر چشمہ

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ وَ بِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وہ مدد ہے جو اسباب سے پیدا نہیں ہو سکتی، یہاں امداد کی کیفیت بیان کی جاتی ہے کہ رعب کے ذریعے سے امداد ہوئی یعنی اللہ نے کافروں کے دل میں ان کے شرک کی وجہ سے رعب ڈال دیا، معلوم ہوا کہ توحید ہی اصل چیز ہے یعنی توحید وہ چیز ہے جو انسان میں ہمت اور طاقت پیدا کرتی ہے اور ڈر کو دور کرتی ہے ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ اسی طرح توحید کے غالب ہونے کے بہت سی مثالیں موجود ہیں مثلاً بدر میں توحید پرستوں کی تعداد دیکھو، ۳۱۳ مسلمانوں نے کفار کے ہزار آدمیوں کو شکست دی، اسی طرح آج کل بھی مغرب والے ڈرتے ہیں تو صرف مسلمان کے نام سے اور یہی سلسلہ ان شاء اللہ تعالیٰ تا قیامت جاری رہے گا۔

فتح شکست میں تبدیل ہونے کی وجہ

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ: اللہ تعالیٰ نے تو غزوۂ اُحد میں بھی وعدہ سچا کر دکھایا لیکن شکست کیوں ہوئی؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں تمہاری امداد کر چکا ہوں لیکن تم نے خودستی اور تنازع دکھایا جبکہ خدا نے تمہیں فتح دکھا دی پھر تم نے نافرمانی کی تو فتح شکست میں تبدیل ہوئی حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے تھے کہ اگر پرندے ہماری بوٹیاں لے جائیں تب بھی یہاں سے نہ ہٹنا۔

واقعہ اُحد میں جو ٹیلے والوں پر حملہ کرنے والے تھے، وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے، ابھی اسلام نہیں لائے تھے، اللہ تعالیٰ نے تو اپنا وعدہ پورا کر دیا جب تم اس کے حکم سے ان کو قتل کرنے لگے یہاں تک کہ جب تم نے نامردی کا مظاہرہ کیا اور نافرمانی کر کے کام میں جھگڑا ڈالا بعد اس کے کہ تم کو دکھا دی وہ چیز جسے تم پسند کرتے تھے، (فتح و غلبہ) تم میں سے بعض دنیا چاہتے تھے بعض آخرت کے طالب تھے پھر تمہیں ان سے پھیر دیا کہ تمہیں آزمائے لیکن پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور عصیان کی وجہ سے شکست ہوئی۔

اُحد میں اجتہادی غلطی کو معاف کر دیا

وَ لَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَ اللّٰهُ ذُوْفَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ: اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ ایمانداروں پر فضل کرنے والا ہے چونکہ صحابہ کرامؓ کی پہلی غلطی تھی اور یہ غلطی اجتہادی تھی اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے تھی لیکن اس غلطی کے نتائج تو بھگتنے پڑے اب اللہ نے معاف کر دیا۔

گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں
وہ طفل کیا گرے جو گھٹنوں کے بل چلے

احد میں مسلمانوں کی بے ترتیبی اور منتشر ہونے کی وجہ

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَ لَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِیْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ: کفار نے نہایت شدت سے مسلمانوں پر حملہ کیا اب یہ لوگ کفار کا تعاقب کرنے کے بجائے خود اپنی مصیبت میں گرفتار ہو گئے، بے ترتیبی اور منتشر ہونے کی وجہ سے ہر ایک کو اپنی ہی فکر لاحق تھی ہر کوئی بھاگا جاتا ہے اور کسی کی طرف مڑ کر نہیں دیکھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حالت دیکھی تو سب کو جمع ہونے کا فرمایا اَنْ اَدُّوْۤا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ (الدخان:۱۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی کا غم تمام غموں کو فراموش کر گیا

غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا مَاۤ اَصَابَكُمْ وَ اللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ: پہلا غم مسلمانوں کی شکست کا اور مال غنیمت کا ہاتھ سے جانا اور دوسرا غم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی کا اور وقوع کے اعتبار سے دوسرا غم پہلے ہے اور ذکر میں مؤخر ہے، اس نے پہلا غم بھی بھلا دیا اور یہ غم دامن گیر ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے نرغے میں کھڑے بلا رہے ہیں اور ہم بھاگ رہے ہیں تو دوسرا غم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی زیادہ سخت ہے تو تمام

تکلیفیں اور مصیبتیں فراموش ہوگئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبت ان پر غالب آ گئی وہ حیران تھے کہ یہ کیا ہو گیا ایک عورت کو خبر دی گئی کہ اس کا والد اور اسکا بیٹا اور اس کا خاوند تینوں اس جنگ میں شہید ہو گئے ہیں اسکے باوجود اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال پوچھا تو لوگوں نے کہا کہ وہ خیریت سے ہیں اس پر وہ بول اٹھی کل مصيبة بعدك جلل آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو کوئی پرواہ نہیں یہ تمام مصیبتیں اس کے سامنے ہیچ ہیں لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب اليه من والده وولده والناس اجمعين (البخاری: ح۱۵) یہ حالت تھی مسلمانوں کی اور اسکے مقابلے میں منافقین تو وہ مدینہ میں رہ گئے تھے بعض بھاگ گئے تھے یعنی جو کھڑے رہے انکے درجات بلند ہو گئے اور جو بھاگ گئے انکو معافی دی گئی اور جو کھڑے رہے ان پر اونگھ طاری ہو گئی۔

شکست کے وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کے تین فریق

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَ طَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ يُخْفُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ وَ لِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَ لِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ: صحابہ کرامؓ کے تین فریق ہو گئے تھے، ایک فرقہ تو نہایت بدحواس دوڑا جو سیدھا مدینہ منورہ پہنچا جن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (آل عمران: ۱۵۵) دوسرا گروہ جو میدان میں منتشر تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر آپؐ کے قریب جمع ہو گیا اور بعض جن کی تعداد بخاری شریف میں بارہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہے، ان دو گروپوں کے حق میں ہے یعنی اونگھ ان دونوں پر طاری ہوئی تھی اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى خلاصہ یہ ہے کہ جو ثابت قدم رہے ان کے اطمینان کی کیفیت بیان کی جاتی ہے یعنی ایک ایسی جماعت جن کو اونگھ آ رہی تھی میدان کارزار گرم تھا مگر ان پر سکون طاری ہوا جن کو اطمینان قلب خدا نے دیا تھا، غشينا ونحن فی مصافنا يوم أحد قال فجعل سيفی يسقط من يدی وأخذه ويسقط وآخذه (البخاری: ح ۴۰۶۲) جنگ اُحد

میں عین لڑائی کے وقت ہم پر اونگھ طاری ہوگئی میری تلوار بار بار میرے ہاتھ سے گرتی تھی اور بار بار میں اسے اٹھاتا تھا، میدان جنگ میں اونگھ رحمت کی علامت ہے اور اگر تھوڑا تردد ہو تو نیند نہیں آتی، حالانکہ جس وقت بعض بھاگ نکلیں تو اطمینان نہایت مشکل ہوتا ہے۔

مسلمانوں کی تکلیف پر منافقین کی بکواس کا جواب

ایک جماعت کو اپنے نفس کے بچاؤ کی فکر تھی میدان سے بھاگ رہے تھے، یہ منافقین کی جماعت تھی جو عبداللہ بن ابی کے ساتھ راستہ ہی سے واپس لوٹ آئی تھی، جب ان بدبختوں کو معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو اس جنگ میں تکلیف اٹھانی پڑی اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی سخت زخمی ہوگئے تو اب ان بدبختوں نے بکواس شروع کی کہ اگر یہ سچا نبی ہے تو اس قدر مصیبت ان لوگوں پر کیوں آئی ؟ بات یہ ہے کہ تم لوگ یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ پیغمبر اور مومن اپنے اہل وعیال میں کبھی لوٹ کر آئیں گے ہی نہیں۔ ان بکواس کرنے والوں کو جواب دیا گیا ہے کہ تمہیں اپنے مشوروں پر زور دینے کا کوئی حق نہیں مسلمانوں کی فداکاری کی تو حالت یہ ہے کہ اگر مدینہ میں رہ کر جنگ کریں تب بھی یہ جنگ میں جاتے، ان کیلئے مدینہ اور احد کا میدان برابر ہے تم ان کے شہید ہونے پر افسوس کا اظہار کیوں کرتے ہو؟ اس میں دو پہلو تھے۔ (۱) متوکلانہ (۲) معاندانہ، تو ظاہری طور پر متوکلانہ کہتے لیکن اندرونی طور پر ان کا اعتراض مقصود تھا کہ اگر باہر لڑائی کیلئے نہ جاتے تو قتل نہ ہوتے، اس لئے اگر یہ ہمارا کہا مانتے تو یہ مصیبت نہ آتی۔

ربط آیات کے لحاظ سے توجیہ

یہ توجیہ ربط آیت کے لحاظ سے مسلمانوں کا قول ہے کہ تقدیر ایسی تھی جو ہم بھاگ گئے تو ہمیں اس میں کیا دخل ہے؟ یہ نیک مسلمان بھاگے خود ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کی مرضی تھی منافقین تو میدان میں آئے نہیں تھے۔ دوسری توجیہ میں یہ منافقین کا قول ٹھہرایا گیا حالانکہ وہ یہاں آئے نہیں تھے۔

دوسری توجیہ

جن حضرات نے ربط آیات کا لحاظ نہیں رکھا انکی یہ توجیہ ہے کہ اب غلطی کو چھپانا چاہتے ہیں تقدیر پر حمل کر رہے ہیں ہمارا قصور کوئی نہیں مفسرین ان آیات کو منافقین پر حمل کرتے ہیں یہ حضرات مَا قُتِلْنَا هٰهُنَا کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ ہمارے رشتہ دار شہید نہ ہوتے منافقین کے مخلصین رشتہ دار بھی تو تھے اور پہلی توجیہ پر یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کا قول ہے کہ ہم یہاں قتل نہ ہوتے۔

مخلصین صحابہ کا تذکرہ اور اللہ عفو کا بیان

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ: غزوۂ احد کے دن بھاگنا اپنی غلطیوں کے سبب سے تھا، ضمیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کو راجع ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معصوم عن الخطاء نہیں ہیں مخلصین ہی کا تذکرہ ہے منافقین کا نہیں، مفسرین تو کہتے ہیں کہ مراد عصیان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپس میں اختلاف ہے۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی توجیہ

مولانا عبید اللہ سندھیؒ فرماتے ہیں اس سے مراد منافقین کے قول سے متاثر ہونا ہے یعنی جس وقت غزوۂ احد کے متعلق مشورہ ہوا تو عبداللہ بن ابی نے کہا کہ مدینہ سے باہر نہ نکلیں کیونکہ اول تو وہ آئیں گے نہیں اگر آئیں گے تو ہم بھی لڑیں گے اور ہمارے بچے اور عورتیں ان پر اینٹیں اور پتھر برسائیں گے اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ میدان میں نکلیں تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے کو ترجیح ہوئی اور جس وقت مدینے سے کچھ دور آئے تو عبداللہ بن ابی مع تین سو آدمیوں کے واپس ہوگیا اور کہا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ اور یہ بھی کہا تھا کہ تم جا رہے ہو شکست کھاؤ گے تو اتفاق سے شکست ہوئی تو بعض کو یہ مقولہ یاد آیا تو ان کے قول سے زیادہ متاثر ہوگئے اور بالکل پاؤں اکھڑ گئے۔ چونکہ یہ پہلی غلطی تھی اس لئے معاف کر دی گئی، یہاں پر چند باتوں کی وضاحت ضروری ہے ان میں سے یہ کہ اُحد میں بھاگنے والوں کی تعداد کتنی تھی؟ دوسری یہ کہ کون کون بھاگے تھے؟ اور بھاگنے کی وجہ تو قرآن نے واضح بیان کیا ہے کہ وہ تیر اندازوں کا اپنی جگہ کو چھوڑ دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں کوتاہی کرنا اور مال غنیمت میں مصروف ہو جانا یہ بھاگنے کی وجوہات تھیں۔

بھاگنے والوں کی تعداد

روایات مختلف ہیں ایک روایت میں یہ ہے کہ فوج کا تیسرا حصہ تھا لیکن اس کا مدعا یہ ہے کہ لشکر میں تین غیر مساوی گروہ ہوگئے تھے، بہت ہی قلیل جماعت مدینہ کو بھاگ گئی جن کی تعداد مختلف روایات میں آٹھ یا نو سے زیادہ نہیں اور دوسرا گروہ جو زخمی ہوگیا غالباً اس کی تعداد سو تک تھی، لہٰذا ثابت قدم لوگ چھ سو کے قریب تھے۔

کون لوگ بھاگے ہیں؟

اکثر روایات میں حضرت عثمانؓ، سعد انصاریؓ، سعد عقبہ انصاریؓ کے نام لئے جاتے ہیں بعض لوگ حضرت عمرؓ کا نام بھی لیتے ہیں مگر یہ غلط ہے، بخاری کی حدیث اسکی تردید کرتی ہے۔ براءؓ کہتے ہیں کہ جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی سرکردگی میں تیراندازوں کو ایک مورچہ پر مقرر کر کے فرمادیا کہ ہماری فتح وشکست سے تمہیں کوئی بحث نہیں، تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا لڑائی ہوئی تو کفار بھاگ کھڑے ہوئے ان کی عورتیں پنڈلیوں سے کپڑا اٹھائے ہوئے پہاڑوں میں دوڑ رہی تھیں۔اب تیرانداز غنیمت دیکھ کر مورچہ کو خالی کرنے لگے تو عبداللہ بن جبیرؓ نے انہیں روکا جب وہ باز نہ آئے تو اب خود مسلمانوں پر مصیبت آ گئی اور ہمارے ستر آدمی شہید ہو گئے اور ابوسفیان نے پہاڑ پر چڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکرؓ اور عمرؓ کو آواز دی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سوال کے جواب میں یہی جواب ارشاد فرمایا کہ جواب مت دو جواب نہ ملنے کی وجہ سے اس نے کہا کہ سب لوگ مر گئے اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔

ابوسفیان کی ہرزہ سرائی اور حضرت عمرؓ کا جواب

اس پر حضرت عمرؓ کو طیش آ گیا انہوں نے کہا او خدا کے دشمن! تمہیں ذلیل کرنے کیلئے ہم سب زندہ ہیں ابوسفیان نے بت ہبل کو پکارا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ کو پکارو جب اس نے کہا لنا العزیٰ ولا عزیٰ لکم تو آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا تم اس کا یہ جواب دو کہ ہمارا ولی وناصر اللہ جل جلالہ ہے اور تمہارا کوئی ولی نہیں، ابوسفیان نے کہا یہ جنگ بدر کا جواب ہے اور جنگ میں ایسا ہوا ہی کرتا ہے کبھی ایک فاتح کبھی دوسرا، تم بعض لوگوں کا مثلہ دیکھو گے مگر میں نے اس کا حکم تو نہیں دیا مگر کچھ برا بھی معلوم نہیں ہوتا، یہ طویل روایت تمہارے سامنے ہے جو اس امر کا اعلان کر رہی ہے کہ حضرت عمرؓ ہرگز میدان جنگ سے نہیں بھاگے بلکہ برابر اسی جگہ جمے رہے اور ابوسفیان کی ہرزہ سرائیوں کا جواب دیتے رہے۔ بخاری کی اس روایت کے بعد کسی منصف مزاج مسلمان کو جائز نہیں کہ وہ فاروق اعظمؓ کی شان میں گستاخی کرے۔

الحاصل: آئندہ مسلمانوں کے شیرازہ منتشرہ کو وہی شخص متحد کر سکے گا جس میں صفات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ پایا جائے۔

رکوع 17

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جو کافر ہوئے

وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا

اور وہ اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں جب وہ ملک میں سفر پر نکلیں یا جہاد

غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ

پر جائیں اگر ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے تاکہ

اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۗ وَ

اللہ اس خیال سے ان کے دلوں میں افسوس ڈالے اور اللہ ہی جلاتا اور مارتا ہے اور

اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿١٥٦﴾ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ

اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھنے والا ہے۔ اور اگر تم اللہ کی راہ میں مارے گئے

اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا

یا مر گئے تو اللہ کی بخشش اور اُس کی مہربانی اس چیز سے بہتر ہے جو

يَجْمَعُوْنَ ﴿١٥٧﴾ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ

وہ جمع کرتے ہیں۔اور اگر تم مر گئے یا مارے گئے تو البتہ تم سب اللہ ہی کے

تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ

ہاں جمع کیے جاؤ گے ۔پھر اللہ کی رحمت کے سبب سے تو ان کے لیے نرم ہو گیا اور اگر

كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ

تو تند خو اور سخت دل ہوتا تو البتہ تیرے گرد سے بھاگ جاتے پس انہیں

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ

معاف کر دے اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور کام میں ان سے مشورہ لیا کر

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

پھر جب تو اس کام کا ارادہ کر چکا تو اللہ پر بھروسہ کر بے شک اللہ توکل کرنے والے لوگوں

الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ

کو پسند کرتا ہے۔ اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو تم پر کوئی غالب

لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ

نہ ہو سکے گا اور اگر اس نے مدد چھوڑ دی تو پھر ایسا کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کر سکے

مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَ

اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ اور

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ

کسی نبی کو یہ لائق نہیں کہ خیانت کرے گا اور جو کوئی خیانت کرے گا اس چیز کو

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ

قیامت کے دن لائے گا جو خیانت کی تھی پھر ہر کوئی پورا پالے گا جو اس نے کمایا تھا

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٦١﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ

اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔ آیا وہ شخص جو اللہ کی رضا کا تابع ہے

بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ

اس کے برابر ہو سکتا ہے جو غضب الٰہی کا مستحق ہوا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور کیسی

الْمَصِيْرُ ﴿١٦٢﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا

وہ بری جگہ ہے۔ اللہ کے ہاں لوگوں کے مختلف درجے ہیں اور اللہ دیکھتا ہے جو

يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٣﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ

کچھ وہ کرتے ہیں۔ اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا ہے جو ان میں

فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ

انہیں میں سے رسول بھیجا ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے

وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ

اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور دانش سکھاتا ہے اگرچہ وہ

النصف كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٦٤﴾ اَوَلَمَّآ

اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔ کیا جب تمہیں

أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ أَنَّىٰ

ایک تکلیف پہنچی حالانکہ تم تو اس سے دو چند تکلیف پہنچا چکے ہو تو کہتے ہو یہ کہاں سے

هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ

آئی کہہ دو یہ تکلیف تمہیں تمہاری طرف سے پہنچی ہے بے شک اللہ ہر چیز

شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٦٥﴾ وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ

پر قادر ہے۔ اور جو کچھ تمہیں اس دن پیش آیا جس دن دونوں جماعتیں ملیں

فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٦٦﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ

سو اللہ کے حکم سے ہوا اور تا کہ اللہ ایمان داروں کو ظاہر کر دے۔ اور تا کہ منافقوں کو ظاہر کر دے

نَافَقُوا ۚ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ

اور انہیں کہا گیا تھا کہ آؤ اللہ کی راہ میں لڑو یا دشمنوں کو دفع کرو

ادْفَعُوا ۖ قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ

تو انہوں نے کہا اگر ہمیں علم ہوتا کہ آج جنگ ہو گی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے وہ اس وقت

يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا

بہ نسبت ایمان کے کفر سے زیادہ قریب تھے وہ اپنے مونہوں سے وہ باتیں کہتے ہیں

لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿١٦٧﴾

جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں اور جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

اَلَّذِیۡنَ قَالُوۡا لِاِخۡوَانِہِمۡ وَ قَعَدُوۡا لَوۡ اَطَاعُوۡنَا مَا

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں حالانکہ خود بیٹھ رہے تھے اگر وہ ہماری بات

قُتِلُوۡا ؕ قُلۡ فَادۡرَءُوۡا عَنۡ اَنۡفُسِکُمُ الۡمَوۡتَ اِنۡ

مانتے تو قتل نہ کیے جاتے کہہ دو اگر تم سچے ہو تو اپنی جانوں سے

کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۱۶۸﴾ وَ لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ

موت کو ہٹا دو۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو

سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ ﴿۱۶۹﴾ ۙ

بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں سے رزق دیے جاتے رہتے ہیں۔

فَرِحِیۡنَ بِمَاۤ اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ۙ وَ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ

اللہ نے اپنے فضل سے جو انہیں دیا ہے اس پر خوش ہونے والے ہیں اور ان کی طرف

بِالَّذِیۡنَ لَمۡ یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ مِّنۡ خَلۡفِہِمۡ ۙ اَلَّا خَوۡفٌ

سے بھی خوش ہوتے ہیں جو ابھی تک ان کے پیچھے سے ان کے پاس نہیں پہنچے اس لئے کہ نہ ان پر خوف ہے

عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۱۷۰﴾ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ بِنِعۡمَۃٍ وقف لازم

اور نہ وہ غم کھائیں گے۔ اللہ کی نعمت اور فضل سے خوش ہوتے ہیں

مِّنَ اللّٰہِ وَ فَضۡلٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۷۱﴾ ع ۱۷ ۸

اور اس بات سے کہ اللہ ایمانداروں کی مزدوری کو ضائع نہیں کرتا۔

رکوع (۱۷)

خلاصہ : (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیرازہ منتشرہ کو کن خوبیوں سے جمع فرمایا اور آئندہ شیرازہ منتشرہ کو وہ متحد کرسکتا ہے جس میں انوار محمدی ہوں

(۲) ہزیمت احد فتح بدر کا تتمہ ہے۔

ماخذ: (۱) فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ (آل عمران: ۱۵۹)

(۲) اَوَ لَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (آل عمران: ۱۶۶)

منافقین کی طرح کمزور فقیروں کی مخالفت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَ مَا قُتِلُوْا لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ وَ اللّٰهُ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ: مسلمانوں کے دل میں خدشہ پیدا ہوسکتا تھا کہ اگر میدان اُحد گرم نہ ہوتا تو وہ نہ مرتے اب تو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے ماتحت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں شہید ہوتے تو یہ اللہ کا بڑا انعام ہے، ورنہ ویسے کوئی بہانہ بن جاتا اور مرجاتے تھے، اسی طرح مخلص مومنوں سے کہا جاتا ہے کہ تمہیں منافقین کی طرح لَوْ كَانَ لنَامِنَ الامرِ مِنْ شئ یا اوراس قسم کے فقرے نہیں کہنے چاہئیں، تمہارا شہنشاہ حقیقی عزاسمہ وجل مجدہ تمہیں اسی حالت میں بھی اپنی روحانی قوتوں کی امداد سے زندہ رکھ سکتا ہے، جس وقت تمام جسمانی قوتیں امداد دینے سے عاجز آجائیں۔

اُحد قتل کا نہیں مغفرت کا سبب بنا

اصل میں یہ الفاظ منافقین کے تھے وہ کہتے تھے کہ اگر ہمارے وہ رشتہ دار جو جنگ میں

مارے گئے ہیں ہمارے ہی پاس رہتے ،لڑائی میں شریک نہ ہوتے اور ہماری ہی طرح انکار کر دیتے تو ان پر یہ مصیبت نہ آتی ،ظاہر ہے کہ جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا البتہ ایک حسرت ہے جو ان کے دلوں میں باقی رہ گئی ہے اس کا غم انہیں زندگی بھر رہے گا اور اسی میں گھل گھل کر مر جائیں گے ، تو اس لئے فرمایا کہ تم پر عبداللہ بن ابی کی باتوں کا اثر نہ ہو جائے بلکہ یہ خیال نہ آ جائے کہ احد کی لڑائی ہمارے قتل کا سبب بنی بلکہ یہ تو تمہاری مغفرت کا سبب بنی ،اصل بات یہ ہے کہ زندگی اور موت کا رشتہ فقط خداوند قدوس کے اختیار میں ہے ،اس کے سوا کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی یہ اختیار نہیں رکھتی اگر تمام مادی اور جسمانی قوتیں بھی کام کرنے سے رُک جائیں پھر بھی اللہ تعالیٰ روحانی قوتوں کی مدد سے ہمیں زندگی نوازش کر سکتا ہے جب حالت یہ ہے تو پھر زندگی اور موت کے جھگڑے میں ایک مسلمان کو پڑنے کی کیا ضرورت ہے ؟ اُسے تو ہمیشہ اپنے آپ کو اللہ کے پاک نام پر قربان کرنے کو تیار رکھنا چاہیے۔

حضرت خالدؓ کا زہر کھالینا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو گرفتار کیا اس کے پاس ایک گتھلی سی تھی ، حضرت خالدؓ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ زہر ہے، تمہیں مارنے کے لئے لایا تھا، تو حضرت خالدؓ نے اسے لے کر بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہٖ شیئ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم پڑھ کر تمام زہر کھالیا اور کچھ بھی نہ ہوا کیونکہ وَاللّٰہُ یُحۡیٖ وَ یُمِیۡتُ پر ان کا پکا ایمان تھا

طبعی موت سے شہادت بدر جہا بہتر

وَ لَئِنۡ قُتِلۡتُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَوۡ مُتُّمۡ لَمَغۡفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَحۡمَۃٌ خَیۡرٌ مِّمَّا یَجۡمَعُوۡنَ: مسلمانوں کو تسلی دی جا رہی ہے کہ ان جیسے الفاظ منہ سے آئندہ نہ نکالنا تمہاری شہادت تو بدر جہا بہتر ہے اپنی طبعی موت مرنے سے شکر کرو کہ خدا تعالیٰ کے دین کی حمایت میں مرے یعنی جو شخص کسی دینی خدمت کیلئے نکلا اور وہاں فوت ہو جائے تو اس کا مرنا سب گزشتہ گناہوں کا جبیرہ ہو گا اور اگر کام پورا ہونے سے پہلے ہی وہ فوت ہو گیا ہے تو بھی اس کا عہدہ بدلہ اور تنخواہ بند نہیں ہو گی۔

اپنے محبوب کی راہ میں گردنیں کٹوا کر حاضر ہونا

وَ لَئِنۡ مُّتُّمۡ اَوۡ قُتِلۡتُمۡ لَاِالَی اللّٰہِ تُحۡشَرُوۡنَ: اگر بالفرض تم سفر نہ کرو اور میدان میں نہ جاؤ تو بھی ضرور مرو گے اور حساب کتاب دو گے ، جب یہ باتیں ضروری ہیں تو پھر انسان اچھے کام

میں کیوں نہ مرے، اس لئے کہا جا رہا ہے کہ مرنا تو ویسے بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونا ہے تو کیوں نہ اپنے محبوب کی راہ میں گردنیں کٹوا کر حاضر ہوا جائے اور خدا کی راہ میں لڑ کر جان دی جائے ایک مسلمان بلکہ ہر عقلمند انسان کا بلند ترین مقصد ہونا چاہئے۔

اوصاف حمیدہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شیرازہ بندی

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ: آپ ان کی حالت کو پورا جانتے تھے کہ ترقی تدریجاً ہی ہوا کرتی ہے اور ان صفات حمیدہ کی بنا پر شیرازہ منتشرہ کو جمع کر دیا یہ دانشمندی اور موقع شناسی ہے، مثلاً یہ وقت نرمی کا تھا دشمنی کا نہ تھا، رحمت خداوندی کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نرم ہو گئے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت اور نہایت ہی رحم کا اظہار کیا اور قرآن شریف میں آپ کی نرمی کا محض اس لئے اعلان ہوا ہے کہ آئندہ کوئی شخص ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر لب کشائی نہ کر سکے، اس لئے کہا کہ غلطی ہوئی ڈانٹا نہیں، حالانکہ وہ پہلے سے شرمندہ تھے اگر انہیں آپ ڈانٹتے تو بھاگ اٹھتے اور منتشر ہو جاتے، ان صفات کی بناء پر وہ اور بھی شرمندہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے بھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی معافی مانگنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے ساتھ وہی اصول وسلوک بحال رکھا جو اس غلطی سے قبل ان کے ساتھ تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مشاورت کا حکم

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ: اب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان (صحابہؓ) کے ساتھ مشورہ بھی کیجئے اور مشورہ کے بعد کسی کی پرواہ نہ کیجئے! اللہ کیلئے کوشش کیجئے اور آئندہ کے لئے بھی ان کی رائے پر اعتماد ہونا چاہئے، یہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے کہ ضروری کاموں میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ کر لیا کریں وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ مسلمانوں کا طغرۂ امتیاز ہے، حدیث میں ہے ماتشاور قوم قط الا ھدوا لأرشد امرھم (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٦٢٧٥) جب بھی ایک قوم کسی کام کے متعلق مشورہ کرے گی تو اس کو بہترین راہ عمل کی طرف ہدایت ہوگی، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ ما رایت رجلاً اکثر استشارۃ للرجال من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (شرح السنۃ: ٣٦١) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی شخص کو لوگوں کے ساتھ مشورہ کرنے والا نہیں

دیکھا، ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو فرمایا: لواجتمعتما فی مشورة ما خالفتکما اگر تم دونوں کسی بات پر متفق ہو گئے تو میں تمہاری مخالفت نہیں کروں گا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی جگہوں میں مشورہ پر عمل کرنا منقول ہے، مثلاً غزوۂ بدر میں مشورہ سے نکلے، جنگ اُحد میں اگرچہ آپ کی رائے مخالف تھی مگر کثرت رائے کو تسلیم کرلیا، جنگ احزاب میں آپ کفار کو کچھ دینے پر رضامند تھے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے سے رُک گئے خود واقعہ اِفک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔

طے شدہ فیصلہ اور عزم سے پیچھے نہ ہٹیں

جس وقت کثرت رائے یا اتفاق رائے یا عقلاً اور اصولاً ایک امر طے ہو جائے پھر کام کرنے کے وقت کوئی دباؤ پڑ جائے تو پیچھے نہیں ہٹنا چاہئے کیونکہ دباؤ سے وہ راستہ غلط نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ فیصلہ کو توڑنے والی دنیا میں کوئی قوت پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔

فتح وشکست امداد الٰہی پر موقوف ہے نہ کہ قلت اور کثرت پر

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَ اِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ: جو لوگ اپنی صحیح رائے قائم کرنے میں پوری ہمت صرف کرتے ہیں اور اس کے بعد پوری ہمت سے کام کرتے ہیں، خدا تعالیٰ ان لوگوں کی مدد کرتا ہے یعنی فتح اور شکست امداد الٰہی پر موقوف ہے قلت اور کثرت پر موقوف نہیں ہے، جس کو اللہ تعالیٰ کی امداد کی ضرورت ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کو راضی رکھے تو فتح اس کے فضل سے نصیب ہوگی، ایسے ہی دنیا کو صحیح علم کی ضرورت ہے جس کی بقا اللہ تعالیٰ کی نصرت اور دستگیری پر موقوف ہے اس لئے جو لوگ اس کو باقی رکھنے کیلئے سر بکف کوشش کریں گے یقیناً ان کی مدد ہوگی مسلمانوں کا فرض ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ میں کسی رکاوٹ کی پرواہ نہ کریں ضرور انہیں کامیابی ہوگی۔

نصرت الٰہی

مدد سے مراد ہے کہ ایک معاملہ میں اس بات کا لحاظ رکھو گے کہ دین الٰہی کی وہ تعلیم جو ہمیں اللہ نے قرآن مجید میں دی ہے اور جس دین کا عملی نمونہ ہم مسلمان سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوۃ السلام کو سمجھتے ہیں اس کی ہرگز مخالفت نہیں کریں گے یعنی ہر کام کے کرنے میں وہ طریقہ اختیار کریں گے جس میں اللہ تعالیٰ کے فرمان اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

سنت کی مخالفت نہ ہونے پائے ، زندگی بھر اس طرز عمل کا عہد کرنے کے بعد پھر اللہ کی طرف سے تمہیں ملنے کے پانچ اعلانات ملاحظہ ہوں يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ (محمد:۷) ''(اللہ تعالیٰ) تمہیں مدد دے گا اور تمہارے قدموں کو ثابت رکھے گا'' یعنی خدا تعالیٰ کے فضل سے تمہارے قدم نہیں ڈگمگائیں گے بلکہ ہر دل میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے باعث ایک طرح خوشی ہوگی کہ الحمد للہ ہم نے اس معاملہ میں بے دین لوگوں کی پرواہ نہیں کی اور اللہ تعالیٰ کو راضی رکھا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کام بھی ہوگیا۔

ایک دیندار مسلمان کے بیٹے کا رشتہ

مثلاً ایک دیندار مسلمان کے بیٹے کا رشتہ ہوا، لڑکی والوں نے لڑکے کیلئے رشتہ تو خوشی سے دے دیا مگر دبی زبان سے یہ بھی کہہ دیا کہ ہمارے ہاں برات میں باجوں کی رسم ہے، لہٰذا برات میں باجے ضرور لائیں، لڑکے والے خاموش رہے اور باجے لانے کا وعدہ کوئی نہ کیا۔ جس دن برات لائے تو برات تو بڑی شان وشوکت سے سج دھج کر آئی اور برادری کے تمام معززین ساتھ لائے جب لڑکی والوں کے گھر پہنچے لڑکی والوں نے کہا کہ ہم نے تو برات میں باجے لانے کا بھی ذکر کیا تھا، لڑکے والوں نے کہا کہ چونکہ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں باجے بجانے حرام ہیں اس لئے ہم باجے نہیں لائے ، اگر خدانخواستہ آپ کے ہاں لڑکی کی شادی پر باجے لانا لازمی شرط ہے تو ہم برات لے کر واپس چلے جاتے ہیں ، آپ پھر اپنی لڑکی کا رشتہ ان لوگوں کو دیں جو آپ کی شرط پوری کریں......

پائے فقیر لنگ نیست ملک خدا تنگ نیست

ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کوئی ایسا رشتہ دے گا جس لڑکی کے ماں باپ باجا لانے کی شرط نہ لگائیں۔

اب لڑکی والے بیٹھ کر سوچیں گے کہ اگر ہم لڑکی کا نکاح نہیں کرتے تو لوگوں میں یہ بات مشہور ہو جائے گی کہ لڑکی والوں کو لڑکے کا رشتہ تو واقعی پسند تھا اسی لئے منظور کیا تھا مگر فقط باجہ نہ لانے کے باعث رشتہ فسخ ہوگیا، خدا کے فضل سے ان کے دل میں خود بخود یہ خیال آئیگا کہ اس صورت میں تو ہماری بدنامی ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ لڑکی والے جھک جائیں گے۔ کہیں گے بہت اچھا، آیئے! تشریف لائیں۔ بیٹھیں ابھی نکاح ہو جاتا ہے اور ان شاء اللہ نماز عصر کے بعد رخصتی کر دیں گے، آپ نے دیکھا کہ دین الٰہی کی پابندی کرنے والوں کو اللہ نے کیسی فتح عطا فرمائی۔

دوسری مثال

مثلاً ایک لڑکے والوں کو لڑکی کا رشتہ بڑا ہی پسند ہے، لڑکی میں تمام خوبیاں موجود ہیں، صورت، سیرت، عقل مندی، دانشمندی، شرافت طبعی علاوہ ازیں لڑکی سے قریب کی رشتہ داری بھی ہو مثلاً لڑکے کی خالہ کی لڑکی ہے یا پھوپھی کی لڑکی ہے، غرضیکہ لڑکی ماشاء اللہ تمام صفات حسنہ سے موصوف ہے، علاوہ اس کے کہ لڑکی کا باپ مالدار بھی ہے یہ بھی امید ہے کہ لڑکی کو جہیز میں کم از کم پانچ (آج کی مناسبت سے پانچ لاکھ کا جہیز) ہزار کا مال (کپڑے، زیور، لحاف، بستر، پلنگ، کرسی وغیرہ کی صورت میں) ملے گا۔ اب لڑکی والے لڑکے کو رشتہ دینے سے قبل اسلامی شکل بنانے اور اسلامی شعار کی پابندی کرنے پر ڈٹ جائیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ مجھے یقین کامل ہے کہ لڑکے والے اپنے لڑکے کو مجبور کریں گے کہ اسلام کی وہ شرطیں مان لے کہ بخیر وخوبی شادی ہو جائے اور ان شاء اللہ تعالیٰ وہ نوجوان بھی ساری عمر کے لئے برادری میں یہ توہین کبھی برداشت نہیں کرے گا کہ اس نے لڑکی کا بہترین رشتہ اس لئے چھوڑ دیا تھا کہ لڑکی والے اس کی دینی اصلاح کی شرط پر لڑکی کا رشتہ دینے پر مصر تھے، آپ نے میری پیش کردہ مثالوں میں دیکھا کہ اللہ نے اس کے دین کی پابندی کرنے والے مسلمانوں کو کیسی فتح عطا فرمائی۔ علی ہذا القیاس اگر ہم مسلمان ہر معاملہ میں دین الٰہی کی تابعداری پر ڈٹ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری ہر موقع پر امداد فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کی امداد کی برکت سے مخالف کو جھکنا پڑے گا۔

ایک پکے دیندار کا عجیب واقعہ

جب اس گنہگار کو اللہ تعالیٰ دہلی سے لاہور لایا اور خدا تعالیٰ کی قدرت کہ مجھے شیرانوالہ سے باہر رہائش کے لئے ایک مکان کرایہ پر ملا چونکہ اس مکان کے قریب یہ لائن والی مسجد ہی تھی میں نے اس مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آنا شروع کر دیا، یہ مسجد دراصل پولیس لائن والوں کی تھی محلہ نہیں تھا پولیس والے ہی اکثر اس میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ جس طرح کہ ہر تھانے کے پاس آپ دیکھیں گے کہ چھوٹی سی مسجد ضرور ہوتی ہے جس میں پولیس کے آدمی جو نمازی ہوتے ہیں وہ اس میں وقت پر نماز پڑھا کرتے ہیں تا کہ دور بھی نہ جانا پڑے اور نماز بھی باجماعت ہو جائے، میرے لاہور میں آنے کے وقت پولیس لائن تو یہاں سے اٹھائی جا چکی تھی اور چھوٹی سی یہ مسجد مسجد ہی رہی، اس میں نواں محلہ جو مسجد کے متصل ہے اس محلہ کے رہنے والے ایک بزرگ بحیثیت خادم

کے محض اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مسجد کی خدمت کرتے تھے اور ان کا ذریعہ معاش بزازی کی ایک چھوٹی سی دکان تھی جو اسی مسجد کے قریب ہی تھی وہ بچارے کوئی بڑے سرمایہ دار تو نہیں تھے انہوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں ہندوؤں سے کپڑا ادھار لاتا ہوں اور میں نے ہندو بزازوں (کپڑا فروخت کرنے والوں) سے کہہ رکھا ہے کہ میں ادھار لے جاؤں گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ وعدے کے مطابق تھانوں کی قیمت تو ادا کروں گا مگر سود نہیں دوں گا، مرحوم فرماتے ہیں کہ ہندو مجھے کہتے تھے کہ بہت اچھا میاں جی! آپ بیشک جتنی ضرورت ہو کپڑے لے جایا کریں اور وقت پر قیمت ادا کر دیا کریں ہم آپ سے سود نہیں لیں گے۔

آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے اور اس کی پاک نیت کی بنا پر کس طرح ہندوؤں کے دلوں کو نرم کر دیا تھا، یہ رعایت دراصل حاجی صاحب مرحوم کی للّٰہیت اور اخلاص کا نتیجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ میرا بندہ اتنا سچا اور پکا مسلمان ہے کہ بھوکا رہنا منظور کرے گا مگر سود دے کر مجھے ناراض کرنا گوارا نہیں کرے گا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہندوؤں کے دلوں کو نرم کر دیا تھا، اللہ اپنے مخلص بندوں کی خاطر اپنے دشمنوں کے دلوں کو بھی پھیر دینے پر قادر ہے۔

حاصل یہ نکلا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غلبہ نہیں پا سکتا اور اگر وہ مدد نہ کرے تو اور کوئی زمین یا آسمان میں مدد کرنے والا ہے بھی نہیں اور اس کی طرف سے مدد کرنے کی شرط پہلے بیان ہو چکی ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین کی پابندی کرو گے تو پھر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد ضرور کرے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے نائب کبھی خیانت نہیں کریں گے

وَ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ وَ مَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ: عام مفسرین اس کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ مال غنیمت سے ایک چادر گم ہو گئی، بعض نے خیال کیا کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے رکھی ہو تو فرمایا کہ غلول یعنی اخذ الشئی من الغنیمة قبل التقسیم خفیة یعنی مال غنیمت کی تقسیم سے قبل جو چیز لے لی جائے وہ غلول کہلاتی ہے اور امیر جو شیرازہ کا متحد کرنے والا ہے اس کو غلول نہیں کرنا چاہئے تو بعض لوگوں کا جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خیال تھا وہ غلط تھا کیونکہ یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان نہیں، اب یہ سوال کہ آئندہ اس کام (غلول) سے بچنے والے کس قسم

کے آدمی ہوں گے؟ لہٰذا بتلایا گیا کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کا اپنے آپ کو نمونہ بنالیں گے وہ خیانت نہیں کریں گے اور کوئی چیز مسلمانوں سے چھپا کر اپنے لیے خاص نہیں کریں گے اور اس قسم کے آدمی آپ کے نائب ہوں گے۔

حضرت مخدومی صاحب کی تحقیق

حضرت مخدومی صاحب مدظلہ یہ فرماتے کہ میری اپنی تحقیق یوں ہے کہ یہ غزوہ احد سے تعلق رکھتی ہے وہ ایسے کہ مسلمانوں کے افسوس اور حسرت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہیں کہ جہاں موت آنی ہوتی ہے وہاں آکر رہتی ہے حسرت کی کیا بات ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی تھی اور مسلمانوں نے یہ خیال کیا کہ آپ ہم سے صرف ظاہری طور پر راضی ہوئے ہیں جیسا کہ دنیا کے معاملات میں بھی ظاہری رضامندی ہوتی ہے اور دل میں کدورت باقی رہتی ہے ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ظاہری طور پر راضی ہوئے ہوں اور دل میں ناراضی ہو، اس کا جواب دیا گیا ہے کہ یہ نبی کے شایان شان نہیں کہ وہ خیانت کرے، حالانکہ یہ بھی ایک قسم کی خیانت ہے کہ ظاہر میں کچھ ہو اور باطن میں کچھ اور یہ احد کے واقعہ سے زیادہ چسپاں ہے واقعہ بدر کا انکار نہیں اور یہی صحیح ہے۔

قصہ احد میں بدر کا ذکر ربط کی توجیہ

مفسرین حضرات اس واقعہ کو بدر پر محمول کر کے اس کی تفسیر کرتے ہیں میں اس کی تردید نہیں کرتا مگر ذکر احد کا ہو رہا ہے اب بدر کا قصہ اس ربط کے لحاظ سے غیر موزوں رہے گا، میں اس کی توجیہ یہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں خوشخبری سناتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاف فرما دیا تو وہ دل میں کچھ چھپاتے نہیں خفگی اور ناراضگی نہیں رکھتے بلکہ دلی طور سے وہ راضی ہو گئے ہیں، اس لئے یہ پیغمبر علیہ السلام کے شایان شان نہیں کہ دل میں کچھ ہو اور زبان پر کچھ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر و باطن ایک ہے اور وہ تم سے خفا نہیں بلکہ انہوں نے دل سے تمہیں معاف کر دیا ہے۔

رضائے الٰہی کا طالب کبھی غلول نہیں کرسکتا

أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ: فقط وہی شخص اسلامی خدمت کرنے کے قابل ہے جو قانون الٰہی پورا کرنے کیلئے اپنے مقاصد کو موخر کر

سکتا ہے، حالانکہ یہ تو دھوکے بازوں کا کام ہے کہ بظاہر خوش اور دل میں غصہ رکھے اللہ کے مقبول بندوں انبیاء علیہم السلام کا یہ کام نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ میں سے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں امام ہیں تو یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب نہیں یعنی جو شخص اتباع رضوان کرتا ہے وہ کیسے غلول کر سکتا ہے۔

رضوان اور سَخَطٍ کے متبع برابر نہیں ہو سکتے

هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ: وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کا تابع ہو اور وہ شخص جو اللہ کے غضب میں آ گیا ہو تو یہ دونوں جنسیں (قسمیں) برابر نہیں ہیں، اس لیے نیابت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ والوں میں سے آدمی ہونا چاہئے کیونکہ ایسا شخص قانون الٰہی کی خاطر اپنے اغراض و مقاصد کی پرواہ نہیں کرتا اور ہر چیز اس کے لئے قربان کر دیتا ہے اور جو شخص اپنی ضروریات کو مقدم رکھتا ہے وہ پورا کامیاب نہیں ہو سکتا اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى (الرعد:۱۹) یعنی جو شخص یہ جانتا ہے کہ جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے حق ہے وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اندھا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت احسان عظیم اس بارے میں کوئی وسوسہ نامناسب

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فرض کے انجام دینے کیلئے بھیجا گیا ہے لہٰذا اس کسوٹی پر آئندہ آپ کے سچے متبعین کو پرکھ لیا جائے گا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے ایسے عہدہ پر ممتاز فرمایا ہے تو اس سے کس طرح غلول ہو سکتا ہے کیا اس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تم غلول کا شبہ کر سکتے ہو؟ جس کی اللہ تعریفیں فرما دے اور اس کی بعثت پر آپ لوگوں پر احسان جتلاتا ہو، اتنے بلند کردار کا مالک ہے کہ تمہیں پاک رکھے اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے، جس پاک باز انسان کی حیات مقدس کا ایک ایک لمحہ ان مقاصد عالیہ میں صرف ہو اس کی نسبت یہ گمان ہو سکتا ہے کہ وہ غلول کا مرتکب ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اس سے بہت بلند تر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسے خطرات و وساوس دل میں لانا ہرگز مناسب نہیں کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تو یہ وہم

وگمان بھی نہیں ہوسکتا، اس کی صورت بالکل ایسی ہی ہے جیسا کہ تورات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ تو شرک اور چوری نہ کر تو اس کا مطلب دراصل امت کو تعلیم دینا ہے۔

ان آیات سے مستنبط نتائج

ان تمام آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طریق بتایا کہ مسلمانوں کو کس طرح یکجا کر دیا جو اُحد میں الگ ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ بھی بیان ہوا ہے۔ مثلاً

(۱) غلطی کرنے والے کے ساتھ نرمی کا برتاؤ

(۲) بد خلقی سے پرہیز کا حکم

(۳) دل میں اپنے دوستوں کے لئے ہمدردی ومحبت اور شفقت

(۴) ماضی کی غلطیوں کو بالکل فراموش کرنا اور دوبارہ یاد نہ کرنا

(۵) ان پر استغفار کرنا اور آئندہ کے لئے غلطیوں سے محفوظ رہنا

(۶) ہمیشہ مشورہ کی تلقین اور اپنی رائے پر اصرار سے پرہیز کرنا

(۷) تمام لوگوں میں امیر کا حق برابر ہو کسی چیز کو اپنے لئے خاص نہ کرنا

(۸) تلاوت میں مصروف ہونا خود پڑھو اور پڑھاؤ

(۹) قرآن کریم کی تعلیم دینا اور لوگوں کے شکوک وشبہات دور کرنا

(۱۰) تعلیم حکمت میں مصروف ہونا یہ نتائج ہیں جو گزشتہ آیات سے مستنبط ہوتے ہیں

اُحد کی شکست فتح بدر کا تتمہ تھا

أَوَلَمَّآ أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ: مخالف کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوء تدبیر سے العیاذ باللہ شکست ہوئی یہ غلط ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بکھرے ہوئے شیرازہ کو متحد کیا، اگر کوئی غیر مسلم سوال کرے کہ جنگ احد میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے کیا وجہ تھی کہ مسلمانوں کو فتح نصیب نہ ہوئی تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ شکست ان کے اپنے نفس کا قصور ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مذبذب نہ ہونا لیکن وہ راستہ میں مذبذب ہو گئے تھے دوسرا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درہ پر بیٹھنے کا حکم فرمایا تھا وہ مال غنیمت کیلئے چلے آئے تو اس لئے فرمایا کہ یہ شکست تو تمہارے افعال کی وجہ سے تھی یعنی جس وقت فتح بدر میں

ستر آدمی اسیر ہو کر آئے تھے تو ان کے متعلق مشورہ ہوا کہ آیا قتل کر دیئے جائیں؟ یا ان سے فدیہ لیکر چھوڑ دیئے جائیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کو قتل کر دیا جائے اور ہر ایک صحابیؓ اپنے خویش و اقارب کو قتل کرے میرے رشتہ دار میرے حوالہ کئے جائیں ایسے ہی ہر ایک کو، اب خود ہی فیصلہ کیا تھا کہ اگر قتل ہوئے تو شہید ہی ہوں گے، اب کیوں حسرت کرتے ہو، جب اسیران بدر کے متعلق آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے ہیں، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آئے اور پوچھا کہ بتلایئے کہ کیا وجہ ہے؟ مجھے بھی بتلائیں کہ میں رونا شروع کروں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر عذاب آتا تو عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی نہ بچتا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی قیدیوں کے متعلق رائے

کفار کو رہا کرنے پر عتاب ہوا کہ دنیا کی غرض سے ان کو چھوڑا لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں کہا کہ ان سے فدیہ لیا جائے کیونکہ اب ہمیں روپے کی ضرورت ہے لہٰذا فدیہ لینے سے اولاً روپے کی ضرورت پوری ہو جائے گی اس لئے کہ مسلمانوں کی مالی حالت کمزور ہے وہ بھی پوری ہو جائے گی اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو جائیں گے ان کی پشتوں میں سے کوئی مسلمان نکلے گا لیکن فدیہ لے کر چھوڑنا اس امر کے ساتھ مشروط تھا کہ اس کے بدلے میں اگر ہمارے ستر مسلمان بھی شہید ہوئے تو تم اسے برداشت کرو گے، اب مالی امداد سے مضبوطی حاصل کی جائے گی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے کو ترجیح دی اور عبداللہ بن ابی اور اس کے بہی خواہوں کی بھی یہی رائے تھی کیونکہ منافق تو تھے ہی عبدالدراھم والدنانیر اور یہی رائے ٹھہری اب اس کا نتیجہ یہاں یکدم مسلمانوں سے ستر مسلمانوں کی شہادت کی صورت میں سامنے آیا، لہٰذا یہ احد کی شکست بدر کی فتح کا تتمہ ہے اور یہ تکلیف مسلمانوں نے اپنے ہی فیصلہ پر خود منظور کر لی تھی۔

اہل ایمان کو باقی لوگوں سے ممتاز کرنا

وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ: اللہ کے علم میں تو ہر چیز ہر وقت موجود ہے اسے تکلیف میں مبتلا کر کے اہل ایمان کا ایمان جانچنے کی ضرورت نہ تھی بلکہ یہاں علم کا معنی ممتاز کرنا ہے مطلب یہ ہے کہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو باقی لوگوں سے ممتاز کرنا چاہتا تھا جب اس قسم کی آزمائش آئی تو سب لوگوں کو علم ہو گیا کہ پکے سچے مومن کون ہیں؟ اللہ نے انہیں کمزور ایمان والوں سے علیحدہ کر دیا۔

مومن اور منافق کی تمیز

وَ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا وَ قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ: ان لوگوں سے کہا گیا کہ حق وصدق کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہو اور اللہ کی راہ میں جنگ کرو کہ کلمہ حق وحریت بلند و برتر ہو، انسان کی زندگی کا اعلیٰ مقصد تو یہی جہاد فی سبیل اللہ ہی ہونا چاہیے لیکن اگر اس کا شوق و ولولہ نہیں اور تمہارے دل اسلام کی محبت سے خالی ہیں تو پھر اپنے آپ ہی کو بچانے کے لئے ہتھیار سنبھال لو کہ دشمن تمہارے فنا کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے مگر ان منافقین کی حالت یہ ہے کہ کسی طرح بھی جہاد کے لئے تیار نہیں ہوتے بلکہ الٹا ان مسلمانوں کو مورد طعن و تشنیع بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ذرا عقل سے کام لو، یہ بھی کوئی لڑائی ہے جس کے لئے تم ہمیں دعوت دے رہے ہو، دشمن کی تعداد ہم سے چار گنا ہے، زیادہ اسباب و وسائل اور مال و دولت میں ہم سے بڑھ کر ہے، ادھر مسلمان غریب و مفلس اور بے دست و پا ہیں، اس حالت میں گھر سے جنگ کے لئے نکلنا کہاں کی دانشمندی ہے؟ یہ تو اپنے آپ کو جان بوجھ کر موت کے منہ میں لے جانا ہے ان حالات میں ہمیں یقین تو نہیں آتا کہ جنگ ہوگی؟ اگر واقعات وقرائن اس بات کی شہادت دیتے کہ لڑائی ہو کر رہے گی تو خیر ہم بھی تمہارے ساتھ ہو لیتے بہر حال! اس میں یہ فائدہ بھی ہوا کہ مومن اور منافق کی تمیز ہو گئی اسی طرح انہیں کہا گیا تھا کہ آؤ! اللہ کی راہ میں لڑو یا دشمنوں کو دفع کرو تو انہوں نے کہا کہ اگر ہمیں علم ہوتا کہ آج جنگ ہوگی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے وہ اس وقت بہ نسبت ایمان کے کفر سے زیادہ قریب تھے وہ اپنے مونہوں سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو انکے دلوں میں نہیں ہیں اور جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اللہ خوب جانتا ہے۔

منافق خود جنگ میں نہیں جاتے بلکہ مسلمانوں کو پھسلانے میں لگے رہتے

اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَ قَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ : منافق محض خود ہی جنگ میں نہیں گئے بلکہ مسلمانوں کو پھسلانے کی سعی بھی کرتے رہے یعنی یہ وہی لوگ ہیں جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں حالانکہ خود بیٹھ رہے تھے، یہ احمق اسی پر قناعت نہیں کرتے بلکہ اپنے مشوروں کی اہمیت اصابت رائے اور دانش مندی جتانے کے لئے کہتے ہیں کہ اگر وہ مسلمان بھی ہمارا کہنا مان لیتے جو جنگ میں شریک ہوئے ہیں تو ہرگز قتل نہ

ہوتے اور نہ ان کے مال ان کے قبضے سے نکلتے ،ان سے کہہ دو کہ تمہاری بات ماننے سے انسان نہیں مرتا اور اگر تمہاری صحبت و یکجائی زندگی بخش ہے تو ذرا اپنی موت کو تو ٹال دو جب ایسا نہیں کرسکتے اور وہ ضرور آ کر رہے گی تو اس موت سے یقیناً یہ بہتر ہے کہ ایک مسلمان جہاد فی سبیل اللہ میں اپنی جان دے دے۔

مسلمانوں کے دفع حزن اور تفریح قلب کیلئے اس آیت کا نزول

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ: منافقین کے خیالات باطلہ کی تردید ہے کہ اگر زندہ ہوتے تو خوشی سے ہمارے ساتھ عیش وعشرت کرتے لیکن جو لوگ شہید ہوگئے وہ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے نفع اٹھا رہے ہیں جس طرح زندگی میں انسان نعمتوں سے متمتع ہوتا ہے، یہ آیات مسلمانوں کے دفع حزن اور تفریح قلب کیلئے نازل ہوئیں اور کفار کے غلط اعتقاد کا جواب بھی ہے کہ شہید کی زندگی ہماری زندگی کی طرح نہیں ہے، جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر دنیوی زندگی کی طرح ہوتی تو وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرة:۱۵٤) والی آیات نازل نہ ہوتی۔

شہادت کی بناء پر فضل الٰہی سے بڑے خوش ہیں

فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ: جو حضرات شہید ہوگئے وہ نہ صرف اپنی نعمتوں میں خوش ہیں بلکہ وہ ان مسلمانوں کے بارے میں بھی خوش ہو رہے ہیں جو ان تک ابھی نہیں پہنچے اس دنیا میں ان سے پیچھے رہ گئے کہ اگر یہ لوگ بھی اللہ کی راہ میں شہید ہو جائیں تو ان پر بھی ہماری طرح انعام ہوگا نہ خوف زدہ ہوں گے اور نہ غمگین ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ایمانداروں کا اجر ضائع نہیں کرتا

یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ: ان کو اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل پر ناز تو ہے علاوہ اس کے یہ بھی معلوم کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایمانداروں کا اجر ضائع نہیں کرتا بلکہ انکے ہر چھوٹے سے چھوٹے عمل پر بھی اجر و ثواب اور جزائے جمیل عطا فرما رہا ہے۔

رکوع 18

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا مع

جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانا بعد اس کے

أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ

کہ انہیں زخم پہنچ چکے تھے جو ان میں سے نیک ہیں اور پرہیزگار ہوئے ان کے لیے

عَظِيمٌ ﴿١٧٢﴾ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ

بڑا اجر ہے۔ جنہیں لوگوں نے کہا کہ مکہ والوں نے تمہارے مقابلے کے لیے

جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا ۖ وَقَالُوا

سامان جمع کیا ہے سو تم ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہوا اور کہا کہ

حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ

ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ پھر مسلمان اللہ کی نعمت

مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ ۙ وَاتَّبَعُوا

اور فضل کے ساتھ لوٹ آئے انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچی اور

رِضْوَانَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ﴿١٧٤﴾ إِنَّمَا

اللہ کی مرضی کے تابع ہوئے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ سو یہ

ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ ۖ فَلَا تَخَافُوهُمْ

شیطان ہے کہ اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے پس تم ان سے مت ڈرو

وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ

اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان دار ہو۔اور وہ لوگ آپ کو غم

الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ

میں نہ ڈال دیں جو کفر کی طرف دوڑتے ہیں وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑیں گے اللہ

شَيْـًٔا ۗ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ

ارادہ کرتا ہے کہ آخرت میں انہیں کوئی حصہ نہ دے اور ان کے لیے

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ

بڑا عذاب ہے ۔جنہوں نے ایمان کے بدلے کفر خرید لیا

بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾

وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ

اور کافر یہ نہ سمجھیں کہ ہم جو انہیں مہلت دیتے ہیں یہ ان کے حق میں بھلائی ہے

لِّاَنْفُسِهِمْ ۗ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ

ہم انہیں مہلت اس لیے دیتے ہیں کہ وہ گناہ میں زیادتی کریں اور ان کے لیے

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ

خوار کرنے والا عذاب ہے۔ اللہ مسلمانوں کو اس حالت پر

عَلٰی مَآ اَنۡتُمۡ عَلَیۡهِ حَتّٰی یَمِیۡزَ الۡخَبِیۡثَ مِنَ الطَّیِّبِ ؕ

رکھنا نہیں چاہتا جس پر اب تم ہو جب تک کہ ناپاک کو پاک سے جدا نہ کر دے

وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُطۡلِعَکُمۡ عَلَی الۡغَیۡبِ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ

اور اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ تمہیں غیب پر مطلع کر دے لیکن اللہ

یَجۡتَبِیۡ مِنۡ رُّسُلِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَ

اپنے رسولوں میں جسے چاہے چن لیتا ہے سو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لا اور

اِنۡ تُؤۡمِنُوۡا وَ تَتَّقُوۡا فَلَکُمۡ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ﴿۱۷۹﴾ وَلَا

پرہیزگاری کرو تو تمہارے لیے بہت بڑا اجر ہے۔ اور جو لوگ اس

یَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ یَبۡخَلُوۡنَ بِمَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ

چیز پر بخل کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے وہ یہ خیال نہ کریں کہ

هُوَ خَیۡرًا لَّهُمۡ ؕ بَلۡ هُوَ شَرٌّ لَّهُمۡ ؕ سَیُطَوَّقُوۡنَ مَا بَخِلُوۡا

بخل ان کے حق میں بہتر ہے بلکہ یہ ان کے حق میں برا ہے قیامت کے دن وہ مال طوق بنا کر

بِهٖ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِیۡرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَ

ان کے گلوں میں ڈالا جائے گا جس میں وہ بخل کرتے تھے اور اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا وارث ہے اور

۱۸ ع ۹ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ﴿۱۸۰﴾ ع

جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔

رکوع (۱۸)

خلاصہ :بدر صغریٰ کی کامیابی کا باعث
ماخذ: اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ(آل عمران:۱۷۳)

مومنین کی صفت

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ: (پچھلے رکوع میں اجر المومنین کہا گیا تھا یہ اس مومنین کیلئے صفت ہے) پہلے منافقین کے خیالات کا اظہار ہو چکا ہے، اس کے بعد مومنین کو سمجھا دیا گیا ہے کہ یہ موت نہیں بلکہ زندگی ہے، اب آئندہ سمجھایا جاتا ہے کہ میدان جنگ میں خواہ مخواہ موت نہیں ہے، یہ واقعہ بدر صغریٰ کی طرف اشارہ ہے جو جنگ احد سے ایک سال بعد پیش آیا ابوسفیان احد میں کہہ گیا تھا کہ آئندہ سال ہماری جنگ ''بدر'' میں ہوگی اور اس کا خیال تھا کہ کام ناتمام رہ گیا ہے اس کو پورا کریں گے یعنی مسلمانوں کا نام ونشان مٹا دیں گے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی سے گمان تھا کہ وہ مسلمانوں کو مغلوب سمجھ کر دوبارہ حملہ کرنے کا خیال کریں گے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ستر آدمیوں کی جماعت اس خدمت کیلئے تیار کی تا کہ تمام مسلمانوں کی حفاظت ہو سکے، چنانچہ آئندہ سال مسلمان بغرض دفاع بدر میں جمع ہوئے لیکن کفار نہ آئے وہاں ایک میلہ تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خوب تجارت کی اور نفع کما کر واپس آئے۔

''اللہ ہی کافی ہے'' کا نعرہ

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ :ان آیات میں بدر صغری کا ذکر کیا گیا ہے، اُحد کے میدان سے چلتے وقت ابوسفیان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ آئندہ سال بدر صغریٰ کے میدان میں ہماری اور آپ کی جنگ ہوگی اور آپ کی طرف سے حضرت عمرؓ نے

اس کا اثبات میں جواب دیا تھا، دوسرے سال اسی وعدے کے مطابق ابوسفیان اپنے لشکر کو لے کر آنے لگا مگر کچھ ایسا مرعوب اور ہیبت زدہ ہو گیا کہ اسی جگہ سے واپس لوٹ گیا، ادھر قبیلہ عبدالقیس کے چند سوار (جو مدینہ جارہے تھے) ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو اس نے ان کے ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیغام بھیجا کہ ہم نے دوبارہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے اور ہم ان کو بالکل مٹانے کا عزم کر چکے ہیں جس کے جواب میں مسلمانوں نے حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ کا نعرہ بلند کیا۔

مسلمان تجارت میں خوب نفع کما کر واپس لوٹے

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ: وہ (کفار) نہیں آئے تھے وہاں میلے میں مسلمانوں نے خوب تجارت کی اور نفع کما کر واپس آئے بِنِعْمَةٍ سے مراد میلے میں تجارت سے نفع ہے کہ بدر میں میلہ ہوتا تھا وہاں انہوں نے تجارت شروع کر دی ابوسفیان نے پروپیگنڈہ کر رکھا تھا کہ بدر کی جنگ کیلئے بہت فوج جمع کی ہے ابوسفیان خبریں پہنچاتا رہتا تھا کہ ہم نے اہل مدینہ سے جنگ کیلئے بہت تیاری کی ہے، جب مسلمانوں کو لشکر کفار کی کثرت تعداد اور کثرت ساز و سامان کی خبر ملی تو انہوں نے کسی قسم کی کمزوری اور بزدلی کا اظہار نہیں کیا بلکہ اللہ پر توکل اور بھروسہ کیا۔

شیطان مومنوں کو ڈرا نہیں سکتا

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ: اس جملہ میں دو احتمال ہیں، پہلا یہ کہ شیطان اپنے دوستوں سے تمہیں ڈراتا ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ شیطان اپنے دوستوں کو ڈراتا ہے مومنین صالحین کو نہیں ڈرا سکتا، یہاں تک احد کی بحث ختم ہوئی، اس سے پہلے کہا گیا تھا کہ کفار و منافقین کے ساتھ دوستی مت رکھو ورنہ بربادی تمہارے قدم چومے گی تو اس دوستی کا نتیجہ بھی دکھایا گیا کہ اسلام پر حملے ہو رہے ہیں اور ان لوگوں کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی، جب کفار و منافقین کی دوستی کا اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے ظاہر ہونے سے نہ رہا تو بعد میں یہ دوستی بدرجہ اولی اپنا رنگ لائے گی، چنانچہ موجودہ دور کے مسلمانوں کی حالت بھی اسی طرح ہے اس لئے ہم اپنا فریضہ سمجھ کر کفار و منافقین سے دوستی نہ رکھیں اور ان کی دوستی سے پرہیز کریں اور ان پر ایک لمحہ کیلئے اعتماد نہ کریں۔

اسلام کی حفاظت کیلئے فدا کاروں کی ایک اعلیٰ جماعت ہمیشہ تیار رہے گی

وَ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ: جس وقت آپ کے پاس ایک مخلص جماعت موجود ہے جو بہادر اور مستحکم ہے اور اسی طرح صحیح تبلیغ ہونے کے بعد بھی جو لوگ کفر کی طرف جا رہے ہیں یعنی منافقین کفر کی طرف دوڑ رہے ہیں اس پر تسلی کے طور پر فرمایا کہ آپ اس کا غم نہ کریں اور اس کی پرواہ بھی نہ کریں، اس آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اگر کچھ نام نہاد مسلمان موج نفاق میں بہہ جائیں تو آپ ان کی پرواہ نہ کریں کہ اسلام کی حفاظت و صیانت کے لئے فدا کاروں کی ایک اعلیٰ ترین جماعت ہمیشہ تیار رہے گی۔

عیسائی یہودی کی اصلاح شدہ جماعت ہے

یہاں سے اخیر سورت تک دو مسئلے حل ہوں گے، پہلا مسئلہ یہ کہ عیسائی، یہودی کی ایک اصلاح شدہ جماعت ہے اور یہود کی متعدد خرابیاں عیسائیوں نے چھوڑ دی تھیں جن سے مسلمانوں کو لازماً پرہیز کرنا چاہئے ورنہ وہ عیسائیوں کو ہدایت نہیں کر سکیں گے، دوم یہ کہ انہیں ان تمام عادات و اطوار سے مزین ہونا چاہئے جو عیسائیوں کے اعلیٰ طبقہ میں تھیں، اسی حالت میں مسلمان اس قابل ہوں گے کہ عیسائیوں کی حکومت انہیں دی جائے۔

ایمان کے بدلے کفر کو خریدنے والا اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا

اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: اس گمراہی کا برا اثر انہیں پر پڑے گا جنہوں نے ایمانی فطرت کو بدل کر کفر اختیار کیا یعنی ایمان کے بدلے کفر کو خریدا خواہ یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرکین یا منافقین یا کوئی اور وہ سب مل کر بھی اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور ایسے لوگوں کیلئے اللہ کی طرف سے ایک دردناک عذاب تیار ہوا ہے۔

کافروں کے حق میں بھلائی نہیں

وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْا اِثْمًا وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ: دنیا میں ہم نے کافروں کو زندہ رہنے اور عیش و عشرت میں منہمک رہنے کی مہلت دے رکھی ہے وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہماری طرف سے یہ مہلت ان کے حق میں اچھے اور عمدہ نتائج

کی حامل ہے بلکہ ہمارا ان کو مہلت دینا ان کے لئے خیر اور بہتر نہیں یہ مہلت ان کو صرف اس لئے دی جا رہی ہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ گناہ کر کے آخرت میں اپنے کیفر کردار کو پہنچیں اور وہ دنیا میں بھی ذلیل ہو کر رہیں گے اور یہ اس قانون کے ترک کرنے کا لازمی نتیجہ ہے کیونکہ دنیا میں محکوم ہو کر رہنا انتہائی درجہ کی ذلت ہے۔

یہود کی قبیح ومحمود رسموں میں تمیز

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ: مصیبت کی بھٹی میں ڈال کر غل وغش اور اچھے برے کا پتہ چل جاتا ہے یعنی یہود کی قبیح رسموں سے بچنے کے لئے ان کی قبیح اور محمود رسموں میں تمیز کرنا ضروری ہے اس لئے اب ان کی قبیح رسموں کا ذکر آئے گا چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آئندہ ساری دنیا کیلئے نمونہ بننے والے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے منافقین کی جماعت کو علیحدہ کر دے اور ان لوگوں کے عادات واطوار دیکھ کر ان سے پرہیز کیا جائے لیکن یہ تمیز ہر ادنیٰ واعلیٰ کو نہیں ملے گی۔

عام انسانوں کو غیب پر مطلع کرنا سنت اللہ کے خلاف

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ: یہ سوال مقدر کا جواب ہے کہ کوئی شخص اعتراض کرتا ہے کہ خداوند کریم نے مذکورہ بالا واقعات کی کیوں اطلاع نہ دی؟ جواب دیا جاتا ہے کہ اللہ عام انسانوں کو غیب پر مطلع نہیں کرتے ورنہ اس سے ان پر حجت قائم ہو سکتی تھی اور اللہ تعالیٰ یہ بھی کر سکتا تھا کہ منافقین کی نشاندہی کر دیتا لیکن یہ ابتلاء وامتحان کے خلاف تھا اور اِن واقعات میں ہر ایک کو معلوم بھی ہو گیا اور ان کیلئے چوں وچرا کرنے کی گنجائش بھی نہ رہی، ہاں! اللہ تعالیٰ اپنے رسل کو علم دیتا ہے جس وقت چاہے اور جتنا چاہے وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ (التوبة : ۱۰۱) "اور تمہارے گردونواح میں بعض گنوار منافق ہیں اور بعض مدینہ والے بھی نفاق پر اَڑے ہوئے ہیں تم نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں ہم انہیں دوہری سزا دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔"

بخل ان کے حق میں شر ہے خیر نہیں

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ:

وہ لوگ اس چیز پر بخل کرتے ہیں جو اللہ نے اپنے فضل سے ان کو دی ہے، وہ خیال نہ کریں کہ بخل ان کے حق میں بہتر ہے بلکہ یہ ان کے حق میں شر ہے، قیامت کے دن وہ مال طوق بنا کر ان کے گلے میں ڈالا جائے گا جس میں وہ بخل کرتے تھے اور اللہ ہی آسمانوں اور زمینوں کا وارث ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ انہیں جانتا ہے اور اسی طرح دنیا میں جس قدر آدمی مال کما کر جمع کرے وہ مال بالآخر اللہ تعالیٰ کے قبضے میں آجاتا ہے، اس لئے آدمی خود کیوں نہ دے۔

یہود کی تمام رسمیں بری نہیں بس امتیاز کی ضرورت

اس سورت کا مقصد وحید یہی ہے کہ عیسائیوں کی تمام حکومتیں مسلمانوں کو دلوادی جائیں اور ان کے ممالک پر فرزندان اسلام کا قبضہ ہو تو اس غرض کے حصول کیلئے کچھ شرطیں سورت کی ابتدا میں بیان کی گئی تھیں، اب یہاں سے یہود کی خرابیوں کا ذکر ہے جن کا نتیجہ بربادی کے سوا اور کچھ نہیں ان کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان ان سے پرہیز کریں، اگر پرہیز نہیں کریں گے تو یہود کی طرح برباد ہو جائیں گے، یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہودیوں کی تمام رسمیں بری نہیں ہیں لیکن ہمیں ان میں فرق و امتیاز کی ضرورت ہے کہ جو بری ہیں ان کو چھوڑ دیں۔

امراض یہود

عہد شکنی، کتمان حق، تلبیسِ حق، تولی (اعراض کرنا)، تعمق، حیلہ سازی، قتل انبیاء علیہم السلام، تکذیب انبیاء علیہم السلام، مخالفت انبیاء علیہم السلام، کذب علی اللہ، تحریف کتاب اللہ، بددیانتی، شرک، بخل وحرص اور حب مال، یہ لوگ اپنے مالوں کو سمیٹ سمیٹ کر رکھتے ہیں مگر وہ یقین کرلیں کہ یہی دولت ان کی ذلت کا باعث بن جائے گی۔

رکوع 19

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ

بے شک اللہ نے ان کی بات سنی ہے جنہوں نے کہا کہ بے شک اللہ فقیر ہے

وَّنَحْنُ اَغْنِیَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِیَآءَ

وقف لازم

اور ہم دولت مند ہیں اب ہم ان کی بات لکھ رکھیں گے اور جو انہوں نے انبیاء

بِغَیْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ

کے ناحق خون کیے ہیں اور کہیں گے کہ جلتی آگ کا عذاب چکھو۔یہ اس چیز کے

بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ

بدلے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ بندوں پر

لِّلْعَبِیْدِ ﴿۱۸۲﴾ ۚ اَلَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَیْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ

ظلم نہیں کرتا۔وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں حکم فرمایا تھا کہ ہم کسی پیغمبر پر ایمان نہ لائیں

لِرَسُوْلٍ حَتّٰی یَاْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ

یہاں تک کہ وہ ہمارے پاس قربانی لائے کہ اسے آگ کھا جائے کہہ دو

جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ وَبِالَّذِیْ قُلْتُمْ

مجھ سے پہلے کتنے رسول نشانیاں لے کر تمہارے پاس آئے اور یہ نشانی بھی جو تم کہتے ہو

فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ

پھر انہیں تم نے کیوں قتل کیا اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر

كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ

یہ تجھے جھٹلائیں تو تجھ سے پہلے بہت سے رسول جھٹلائے گئے جو نشانیاں

بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ

اور صحیفے اور روشن کتاب لائے۔ ہر جان موت کا مزہ

ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ

چکھنے والی ہے اور تمہیں قیامت کے دن پورے پورے بدلے ملیں گے پھر جو کوئی دوزخ سے

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا

دور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا سو وہ پورا کامیاب ہوا اور دنیا کی

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ

زندگی سوائے دھوکے کی پونجی کے اور کچھ نہیں۔ البتہ تم اپنے

أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ۖ قف وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا

مالوں اور جانوں میں آزمائے جاؤ گے اور البتہ پہلی

الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ أَشْرَكُوْٓا أَذًى

کتاب والوں اور مشرکوں سے تم بہت بد گوئی سنو گے اور اگر تم نے

كَثِيْرًا ۗ وَإِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ

صبر کیا اور پرہیزگاری کی تو یہ ہمت کے

الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا

کاموں میں سے ہے۔ اور جب اللہ نے اہلِ کتاب سے یہ عہد لیا کہ

الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ٘ فَنَبَذُوْهُ

اسے لوگوں سے ضرور بیان کرو گے اور نہ چھپاؤ گے انہوں نے وہ عہد اپنی پیٹھ کے پیچھے

وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا

پھینک دیا اور اس کے بدلے میں تھوڑا سا مول خرید کیا سو کیا ہی برا ہے جو

یَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا

وہ خریدتے ہیں۔مت گمان کر ان لوگوں کو جو خوش ہوتے ہیں جو کرتے ہیں

وَّ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا

اور چاہتے ہیں کہ اس چیز کے ساتھ تعریف کیے جائیں جو انہوں نے نہیں کی

تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ

پس ہر گز تو انہیں عذاب سے خلاصی پانے والا خیال نہ کر اور ان کے لیے دردناک

اَلِیْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی

عذاب ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے واسطے ہے اور اللہ

ع ۱۹ ۹ ۱۰ كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۸۹﴾ ع

ہر چیز پر قادر ہے۔

رکوع (۱۹)

خلاصہ: تذکرہ امراض یہود جن سے مسلمانوں کو احتراز لازمی ہے، بخل اور کتمان حق وغیرہ۔

ماخذ: (۱) لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَ قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ (آل عمران: ۱۷۱)

(۲) وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ (آل عمران: ۱۷۸)

یہود کا مرض بخل

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا: پہلے ماخذ میں یہود کے مرض بخل اور دوسرے میں کتمان حق کا ذکر ہے۔ بخل کے مقابلے میں انفاق فی سبیل اللہ اور کتمان حق کے مقابلہ میں اشاعت حق ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں انفاق اور اشاعت کا جذبہ تھا اس لئے کامیاب ہوئے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ نصاریٰ یہود میں سے اصلاح شدہ جماعت کا نام ہے اگر مسلمانوں میں یہود کے امراض آ گئے تو پھر مسلمان فاتح نہیں ہو سکتے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مشرکین اور اہل کتاب پر فتح دینا چاہتا ہے یہود میں بعض روحانی امراض ہیں جن کی بناء پر یہود مغلوب ہیں اور نصاریٰ غالب، اب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دونوں پر غلبہ دیتا ہے جس وقت یہ چیزیں مسلمانوں کے ہر فرد میں آ جائیں گی تو مسلمان فاتح اور ہر قوم پر فائق اور ہر قطعہ ارض پر غالب ہوں گے اور اگر یہودیوں کے امراض جن کی بنا پر وہ مردود ہو چکے ہیں مسلمانوں میں بھی پیدا ہو جائیں گے تو وہ اس کے قابل نہ ہوں گے کہ خیر کے کاموں میں

غالب آ جائیں گے جب انہیں (یہود کو) خرچ کرنے کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے تو کہتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ ای ان اللّٰہ لیس بفقیر فکیف تسئلوننا فلم لایرزقهم وقد خلقهم (جب اللہ تعالیٰ فقیر نہیں تو ہم سے کیوں مانگتے ہو وہ انہیں کیوں نہیں کھلاتا؟ جبکہ اس نے انہیں پیدا کیا ہے) چونکہ طبیعت انسانی میں بخل موجود ہے اس لئے خدا تعالیٰ کے نام پر مانگا جائے تو بہانے بناتے ہیں اور اس پر جان کو قیاس کر لیجئے کہ یہ لوگ جان کیا دیں گے؟۔

انبیائے کرام علیہم السلام کا ناجائز قتل

وَ قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ: ای قتلهم بغیر حق بلا کسی وجہ کے انبیاء علیہم السلام کا قتل کرنا بلکہ انبیاء علیہم السلام کا احترام ہونا چاہئے کان واجباً علی الامة احترامهم وهم قاتلوهم بغیر حق وهذا جرمٌ عظیمٌ بِغَيْرِ حَقٍّ قید احترازی نہیں اتفاقی ہے ان کو ذلیل کرنے کے لئے یہ قید لگائی گئی ہے اور جس قوم میں بخل اور کتمان حق کی بیماری ہو وہ قوم کب پھیل سکتی ہے بخل ہر جگہ اپنا رنگ دکھائے گا جب عادت پڑ جائے تو علمی چیزوں میں بخل اختیار کریں گے، مال تک محدود نہیں رہے گا۔

حکیموں میں بخل کا مرض

ہمارے ہاں ایک قابل دوست جو طبیب تھے ہم نے اُن کو کہا کہ کسی کو خادم بنا کر نسخے بنوایئے! دُکان نکال دو تو خلق اللہ کو نفع ہوگا کہتے تھے کہ نہیں! ان کو سکھاؤں تو کمائیں گے مجھے نہیں کھلائیں گے، آخر میں اندھا ہوا وہ بیش قیمت نسخے بھی اپنے ساتھ لے گیا۔

یہود کا اپنے اعمال کی وجہ سے سزا

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ: یہ عذاب حریق اس کی وجہ سے ہوا جو ان لوگوں نے کیا یعنی یہ سزا ان کے خود کردہ گناہوں کی ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں کہ بندوں کو ناحق سزا دے۔

بنی اسرائیل کا احکام الٰہی کی تعمیل سے بچنے کیلئے بہانے تراشنا

اَلَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَاۤ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ بِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ

صٰدِقِيْنَ: اس آیت میں یہود کی ایک اور خرابی کا ذکر ہے بنی اسرائیل کی تخصیصی علامت تھی وہ کہتے تھے کہ ہم فقط اس رسول کے پیرو بن سکتے ہیں جو بنی اسرائیلی شریعت کا پابند ہو اور اس کے نزدیک قربانی دینے کا وہی قاعدہ ہو جو انبیائے بنی اسرائیل میں رائج تھا، وہ قانون یہ تھا کہ اکثر اوقات پوری کی پوری قربانی آگ کی نذر کی جاتی تھی جس کو وہ سوختنی قربانی کہا کرتے تھے، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ آسمان سے آگ نازل ہو کر اس کو کھا گئی جو قبولیت کی نشانی تصور کی جاتی تھی، مثلاً ان کے ہاں مال غنیمت حرام تھا جو مال غنیمت حاصل کرتے اِسے میدان میں رکھتے تو آسمان سے آگ آ کر اس کو کھا جاتی، یہ علامت اس کے قبول ہونے کی تھی، اب اس شرط کو خواہ مخواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انحراف کا بہانہ بنایا اللہ تعالیٰ تو ان کی جڑوں سے واقف ہیں فرمایا، جب تم ایسے سچے ہو تو یہ علامتیں تو تمہیں ان انبیاء علیہم السلام نے بتلائی تھیں تم نے ان کو کیوں قتل کیا اور انکار کیا اذا لم تستحی فافعل ماشئت جب حیا نہ کرے تو ہر چہ خواہی کن والا محاورہ ان پر صادق آتا ہے۔

یہود کا تکذیب رسل کا مرض

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ وَ الْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ: اگر آپ پر تکذیب کا الزام لگائیں تو ان سے بعید نہیں ان کا یہ پیشہ ہے اور تکذیب رسل ان کا پرانا مرض ہے لہٰذا آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں بِالْبَيِّنٰتِ سے مراد وہ احکام ہیں جو واضح ترین ہوں جن کو فطرت سلیمہ والا ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی بھی بآسانی مان سکے الزُّبُرِ سے مراد کتاب کے چھوٹے چھوٹے حصے ہیں جس طرح قرآن حکیم کی چھوٹی چھوٹی سورتیں ہوئی ہیں جو مفصل ہیں اور اسی طرح جن میں حکمت و دانائی کی باتیں بھی درج ہوں وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ (الشعراء: ۱۹۶) اور الْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ سے مراد بڑی کتابیں ہیں یعنی "چھوٹی چھوٹی کتابوں کا مجموعہ" ہے، قتادہ کہتے ہیں کہ الزُّبُر کتب الانبیاء والکتب المنیر ھوالقرآن الکریم زُبُرِ سے مراد انبیائے سابقین کی کتابیں ہیں اور کتاب منیر قرآن کریم ہے۔

انسانی تخلیق کے پندرہ ادوار و مراحل

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ: اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے مختلف

ادوار تجویز کئے ہیں، انسان کو ان ادوار سے گزرنا لازمی ہے، انسان نہ بھی چاہے تو بھی تقدیر الٰہی کے مطابق ان ادوار سے ہر امیر وغریب، ہر گدا کو گزرنا ہی پڑتا ہے مثلاً اگر ایک آدم علیہ السلام کو مستثنیٰ کر دیا جائے تو پھر ہر انسان ماں کے پیٹ میں بھی (سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے) باقی اربوں، کھربوں، پدموں، سنکھوں انسانوں کی پیدائش کا قانون یہی رہا ہے کہ پہلے نطفہ ہوتا ہے پھر نطفہ سے تبدیل ہو کر علقہ (خون بستہ) بنتا ہے پھر علقہ سے مضغہ (گوشت کا ٹکڑا) بنتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے اس میں ہڈیاں پیدا کرتا ہے پھر ہڈیوں اور گوشت کو ایک خاص طریقہ سے مرتب کر کے انسان کا وجود بناتا ہے۔ چار مہینے تک جب انسان کا وجود ماں کے پیٹ میں مکمل بن جاتا ہے تب اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس وجود میں روح ڈالی جاتی ہے پھر نو ماہ اور چند دن کے بعد ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے۔ باہر آنے کے بعد ایک عرصہ تک ماں کی چھاتی سے دودھ پیتا ہے مگر چل پھر نہیں سکتا پھر چلنا پھرنا سیکھتا ہے پھر جوان ہو کر شادی کرتا ہے پھر اولاد پیدا ہوتی ہے اگر عمر طبعی تک پہنچ گیا تو پھر اس پر بڑھاپا طاری ہوتا ہے پھر اس پر موت آتی ہے۔ جتنی تفصیل عرض کی گئی ہے، یہ تمام ادوار اللہ تعالیٰ کے کلام پاک کے ایک فقرہ کی تفسیر کا ایک حصہ ہیں لَتَرۡكَبُنَّ طَبَقًا عَنۡ طَبَقٍ (الانشقاق: ۱۹) ''البتہ تمہیں ایک منزل سے دوسری منزل پر چڑھنا ہوگا'' اس زندگی کے پندرہ ادوار میں سے آخری دور موت کا ہے، یعنی دنیا کی زندگی میں مختلف ادوار سے بتدریج گزر کر آخیر میں موت کی سیڑھی ہے، پھر عالم برزخ کی، پھر قیامت کی پھر قیامت میں خدا جانے کتنے احوال ومراتب درجہ بدرجہ طے کرنے ہیں۔

موت سے آٹھ پہلوؤں کا بدلنا

موت سے انسان کے کئی پہلو بدل جاتے ہیں، پہلا دنیا کی زندگی کا خاتمہ۔ دوسرا ہر قسم کے کام کرنے کی رکاوٹ، نہ کھا سکتا ہے نہ پی سکتا ہے نہ بول سکتا ہے وغیرہ وغیرہ، تیسرا اس کی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ پر ورثاء کا قبضہ، چوتھا سطح دنیا سے رخصتی کا آخری غسل اسے دیا جاتا ہے، پانچواں سطح دنیا سے رخصتی کے وقت کفن کا لفافہ پہنایا جاتا ہے، چھٹا سطح دنیا سے رخصتی کے وقت جنازہ سامنے رکھ کر اس کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے، ساتواں اس کے جنازہ (میت) کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے، آٹھواں انسان کے جسم کا روح سے جدا ہونا (تاہم روح کا تعلق جسم سے کسی حد تک باقی اور برقرار رہتا ہے۔)

موت سے انسان کی ذات پر اثر

انسان نے موت سے پہلے کی زندگی میں جو اعمال کئے ہیں مرنے کے بعد ان اعمال کا اثر پڑنا شروع ہو جاتا ہے بلکہ سکرات کی حالت ہی میں ان کا اثر شروع ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے ''بیشک بندہ مومن جب دنیا سے رخصت ہونے اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے لگتا ہے (یعنی جب اس پر سکرات طاری ہوتی ہیں) اس کی طرف آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں، سفید چہروں والے، گویا ان کے منہ سورج ہیں، ان کے پاس بہشت کے کفنوں میں سے کفن ہوتا ہے اور بہشت کی خوشبوؤں میں سے خوشبو ہوتی ہے یہاں تک کہ (وہ اتنی دور جا بیٹھتے ہیں) جہاں انسانوں کی نگاہ پہنچتی ہے پھر ملک الموت آتے ہیں یہاں تک کہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے پھر کہتا ہے اے پاک نفس! اللہ کی بخشش اور اس کی رضا کی طرف نکل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اس سے روح اس طرح نکل جاتی ہے جس طرح مشک سے پانی کا قطرہ بہتا ہے، اوپر جو ذکر کیا گیا ہے وہ ایماندار انسان کا ذکر تھا''

وقت سکرات حالت کافر

بندۂ کافر جب دنیا سے رخصت اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے والا ہوتا ہے اس کی طرف آسمان سے سیاہ چہروں والے فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان کے پاس ٹاٹ ہوتا ہے پھر اس کی آنکھ کی نگاہ کی دوری پر جا بیٹھتے ہیں پھر ملک الموت آتا ہے یہاں تک کہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے پھر کہتا ہے اے خبیث! نفس اللہ کے غضب کی طرف نکل۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا پھر روح اس کے جسم میں تحلیل ہو جاتی ہے پھر اسے کھینچ کر نکالتا ہے جس طرح سیخ تر اون سے نکالی جاتی ہے (یعنی جس طرح گرم سیخ پر اون لپیٹ دی جائے تو وہ سیخ کو چمٹ جاتی ہے اور بڑی مشکل سے سیخ اس سے جدا کی جاتی ہے'')

موت کی دو قسمیں

انسان پر دنیا میں جو دور گزرے ہیں ان میں آخری مرنے کا وقت تھا۔ موت کی دو قسمیں ہیں، ایک موت محمود اور دوسری موت مذموم۔

موت محمود

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا اللہ جس شخص کو ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اس کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک جب نور سینے میں داخل ہوتا ہے تو سینہ کھل جاتا ہے، آپ سے عرض کی گئی یا رسول اللہ! اس کی کوئی نشانی بھی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں دنیا سے (دل) کا ہٹ جانا اور ہیشگی کے گھر (آخرت) کی طرف رجوع ہو جانا اور موت کے آنے سے پہلے ہی مرنے کی تیاری کرنا۔

موت مذموم

اس شخص کے حق میں موت بری ثابت ہوگی جو ساری عمر محض دنیا کے دھندوں میں غرق رہا۔ جب ملک الموت موت کا وارنٹ لے کر آ گئے اس وقت یہ تمنا کرے گا کہ کاش! مجھے دنیا میں رہنے کی کچھ اور مہلت مل جائے تا کہ کوئی خیرات کرلوں اور نیکی کا کام کر کے نیکو کاروں کی فہرست میں شامل ہو جاؤں۔ فیصلہ الٰہی یہی ہے کہ جب موت آ جائے تو مہلت نہیں مل سکتی۔

مسلمانوں کو یہود کے طعن پر صبر کی تلقین

لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ:

ایھاالمومنون فی اموالکم یہ مسلمانوں کیلئے تسلی ہے یعنی جس وقت چندہ کی تحریک کی جاتی ہے تو وہ یہ الفاظ کہتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ اس لئے مسلمانوں کو کہا جاتا ہے کہ تم ان کے طعن پر صبر کرو اور اگر مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز عمل کو مستحکم رکھا اور جو طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی خباثتوں سے بچنے کا اختیار کیا تھا اس پر مستحکم رہے تو یہ ہمت کے کاموں میں سے ہوگا، اب چونکہ یہود کے ساتھ کافی بحث ہو چکی اب مزید ان سے اصلاح کی امید نہیں رکھی جا سکتی تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فرمایا انہیں چھوڑ دیجئے! یہ بھی تمہیں مشرکوں کی طرح ستائیں گے ان کا ایک ہی محاذ ہے اس لئے اپنے کام میں لگے رہئے فی التعلق باللہ اپنے راستہ پہ جاؤ یہ جانیں ان کے کام جانے یہود اور مشرک ایک ہی سطح پر اترے ہیں دونوں دشمن ہیں، یہ سب کے سب اسلام کے مقابلے میں متحد ہو جائیں گے لأن الكفر ملة

واحدۃ اور ان سب کا مرکزی نقطہ یہ ہوگا کہ مسلمانوں کو نیست و نابود کر دیں ان کے ممالک پر قبضہ کرلیں، قرآن حکیم کو محو و باطل کر دیں، دنیا میں ایک مسجد بھی قائم نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا ایک متنفس کا بھی وجود نہ رہے۔

فرزندانِ اسلام کی کامیابی صحابہ کے طرزِ عمل کو اپنانے میں

موجودہ زمانہ کے حالات پر یہ آیت پورے طور پر صادق آرہی ہے، اپنے اردگرد نظر دوڑاؤ اور یورپ کی تاریخ اپنے سامنے رکھ لو تو اس کی صداقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی، ان تکالیف و مصائب کے زمانہ میں مسلمانوں کو صبر و استقلال سے کام لینا چاہئے وہ اپنے مقصد پر مرمٹیں، ایک انچ بھی اسلام سے نہ ہٹیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرزِ عمل کو اپنے سامنے رکھیں اس کے بعد کامیابی صرف فرزندانِ اسلام ہی کی ہے۔

آخرت دے کر دنیا خریدنا

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ: اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے یہ عہد لیا کہ اسے لوگوں سے ضرور بیان کریں گے اور چھپائیں گے نہیں، یہاں پر ضمیر دونوں جگہ کتاب کی طرف راجع ہے، دنیوی اغراض و مقاصد کی خاطر اس کا کتمان حق کرتے ہیں، کتمان حق کا کیا فائدہ؟ لیکن افسوس کہ خود امت مسلمہ کے بیشتر طبقات اسی جرمِ کتمان و عدم تبیین کے مرتکب ہو رہے ہیں، دعوت الی القرآن جو اِن کی زندگی کا اصل مقصد ہے، اسی سے اعراض و انحراف ہے اور کتاب الٰہی سے بُعد و ہجر ہی ان کے تمام مسائل و مصائب کا حقیقی سبب ہے لیکن یہ لوگ دولت اور پیسے جمع کرنے پر تلے ہوئے ہیں، حق کو چھپاتے ہیں اور حق کا کتمان پیسے بٹورنے کیلئے کیا اور آخرت دے کر دنیا خریدی۔

یہود اپنی حرکات سے خوش نہ ہوں یہ عذاب سے بچ نہیں سکتے

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ أَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ أَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ: ان کی بیماری سنیے کہ یہ کتمان حق کرتے ہیں، انفاق فی سبیل اللہ سے گھبراتے ہیں، سید المرسلین نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اور قرآن کو ٹھکراتے ہیں مگر چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف حق پرست اور اشاعت حق کرنے والے

علماء وفضلاء کی طرح ہو اور ان کی طرح مدح چاہتے ہیں یہ مرض ہمارے علماء اور پیران عظام میں بھی ہے کہ دینی خدمت تو کرتے نہیں اور مدح اور تعظیم چاہتے ہیں اگر سیدنا ومولانا و بالفرض اولاً نہ کہو تو نہایت رنجیدہ ہوتے ہیں اور اگر پیران عظام کو حضرت صاحب غریب نواز حضور پاک نہ کہو تو نہایت بگڑتے ہیں اور تعظیم نہ کرنے والے کو محروم ومردود کہتے ہیں اور یہ مصرع سناتے ہیں۔

ع بے ادب محروم گشت از فضل رب

یہود اپنی ان حرکات سے خوش نہ ہوں یہ عذاب سے بچ نہیں سکتے ہیں، میں آپ کے سامنے الاعتبار والتاویل کا باب نہیں کھولتا آپ خود عالم ہیں میں عام درس کرتا ہوں، تاویل کا ذکر تمہیں کردوں گا کیونکہ یہ علماء کا درس ہے، عام لوگوں کے درس میں اس کا ذکر کرتا ہوں، آج کل اب بھی یہی چیز ہے کہ نہیں؟ آپ خود سوچئے پورا حذوالنعل بالنعل اتباع من قبلکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہو رہا ہے۔

بخل اور کتمان حق سے تائب نہ ہونے والوں کے لئے وعید

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ: اگر یہ لوگ بخل اور کتمان حق سے تائب نہیں ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اس کام کے لئے اپنے ملک اور بادشاہی میں اور لوگوں کو مامور کردے گا، وہ تمہارے مملوک نہیں ہیں کہ تم رنجیدہ ہوتے ہو بلکہ اللہ کے مملوک ہیں اور اگر یہ لوگ تمہاری تعظیم نہ کریں اور مدح نہ کریں تو تم کیوں رنجیدہ ہوتے ہو اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے وہ حاکم اور تم محکوم ہو، اس لئے وہ ایک سیکنڈ میں عذاب دے سکتا ہے تم کروڑوں ہو یا اربوں، یہ اس کی قدرت سے بعید نہیں کہ تمہیں اٹھا کردے مارے اور دھکیل دے۔

رکوع 20

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ

بے شک آسمان اور زمین کے بنانے اور رات اور دن کے

وَ النَّہَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِیۡنَ

آنے جانے میں البتہ عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ وہ جو

یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ

اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے یاد کرتے ہیں اور آسمان

وَ یَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ رَبَّنَا مَا

اور زمین کی پیدائش میں فکر کرتے ہیں (کہتے ہیں) اے ہمارے رب تو نے

خَلَقۡتَ ہٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبۡحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾

یہ بے فائدہ نہیں بنایا تو سب عیبوں سے پاک ہے سو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

رَبَّنَاۤ اِنَّکَ مَنۡ تُدۡخِلِ النَّارَ فَقَدۡ اَخۡزَیۡتَہٗ ؕ وَ مَا

اے رب ہمارے جسے تو نے دوزخ میں داخل کیا سو تو نے اُسے رسوا کیا

لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِیًا

اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہو گا۔ اے رب ہمارے ہم نے ایک پکارنے والے سے سنا

يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا

جو ایمان لانے کو پکارتا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ سو ہم ایمان لائے

فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ

اے رب ہمارے اب ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ

الْاَبْرَارِ ﴿١٩٣﴾ ج رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَ لَا

موت دے۔ اے رب ہمارے اور ہمیں دے جو تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعے سے وعدہ

تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿١٩٤﴾

کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر بے شک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ

پھر ان کے رب نے ان کی دعا قبول کی کہ میں تم میں سے کسی کام کرنے والے

مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ج بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ج

کا کام ضائع نہیں کرتا خواہ مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک دوسرے

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِيْ

کے جز ہو پھر جن لوگوں نے وطن چھوڑا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ

سَبِيْلِيْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ

میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے البتہ میں ان سے ان کی برائیاں دور کروں گا اور

لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ

انہیں باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی

عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ لَا يَغُرَّنَّكَ

یہ اللہ کے ہاں سے بدلہ ہے اور اللہ ہی کے ہاں اچھا بدلہ ہے۔ تجھ کو کافروں

تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ ؕ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۟ قف ثُمَّ

کا شہروں میں چلنا پھرنا دھوکہ نہ دے۔ یہ تھوڑا سا فائدہ ہے پھر

مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰكِنِ

ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ لیکن جو لوگ

الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ

ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ کے ہاں مہمانی ہے اور جو اللہ کے ہاں ہے وہ نیک بندوں کے لیے

لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ

بدرجہا بہتر ہے۔ اور اہل کتاب میں بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں

وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ

اور جو چیز تمہاری طرف نازل کی گئی اور جو ان کی طرف نازل کی گئی

لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

اللہ کے سامنے عاجزی کرنے والے ہیں اللہ کی آیتوں پر تھوڑا مول نہیں لیتے یہی ہیں

اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿١٩٩﴾

جن کے لیے ان کے رب کے ہاں مزدوری ہے بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا ۫ قف

اے ایمان والو صبر کرو اور مقابلہ کے وقت مضبوط رہو اور لگے رہو

ع ۲۰

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٢٠٠﴾ ع

اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔

رکوع (۲۰)

خلاصہ: نصاریٰ کے بعض اوصاف حمیدہ کی تعمیم (یعنی جن سے مسلمانوں کو مستفید ہونا چاہیے)

ماخذ: وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (آل عمران:۱۹۹)

نصاریٰ اقرب الی الاسلام ہیں

ماخذ کے نکتہ نگاہ سے دیکھئے! یہودیوں میں بخل اور کتمان حق تو تھا اور اقرب الی الاسلام نصاریٰ ہیں تو یہاں بعض محاسن نصاریٰ اور نصاریٰ کے خصائل حمیدہ کو بیان کیا جاتا ہے، جو بعض نصاریٰ میں تھے ان میں بعض اللہ کے نیک بندے ہیں۔

عقلمند آدمی کا آسمان وزمین کی پیدائش اور دن رات کے آنے جانے میں غور

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ: اس سے پہلے ایک بیکار جماعت کا ذکر تھا، اسے کام کرنے کی توفیق نہ تھی اور کام کے بغیر ہی وہ مدح کی خواہش مند تھی، اس رکوع میں ایک خدا پرست مصلح جماعت کا ذکر ہے جس کیلئے ہر چیز کار آمد ہے اور وہ ہر چیز سے عبرت حاصل کرتی ہے اگر یہ غور وفکر کرتے تو کبھی شرک نہ کرتے نہ حق سے انکار کرتے یعنی عقلمند آدمی آسمان اور زمین کی پیدائش اور ان کے عجیب وغریب احوال اور دن رات کے مضبوط ومحکم نظام میں غور کرتا ہے تو ضرور اس کی سوچ میں یہ بات آئے گی کہ قدرت کے نظام کو چلانا کسی مختار کل قادر مطلق حقیقی کی طرف سے ہے۔

اولو الألباب کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے دیکھ کر عاقبت اندیش شخص فیصلہ کرسکتا ہے کہ اس ذات کے ساتھ تعلقات ٹھیک رکھنے چاہئیں جس کے قبضہ قدرت میں یہ ساری چیزیں ہیں حق کو چھپا کر دنیوی چیزوں کے ساتھ تعلقات قائم کرنا دوراندیش اور عقل مند کا کام نہیں۔

ہرحالت میں ذکرالٰہی سے غافل نہ رہنا

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰي جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ: اس آیت میں عقلمندوں کے اوصاف اوران کے حالات کا ذکر فرمایا کہ جو ہرحالت میں ذکرالٰہی میں مشغول ہوں اور اللہ کے ذکر سے غافل نہیں رہتے اوراس کی یاد ہروقت، ہرحال، ہرآن ان کے دل وزبان پر جاری رہتی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یذکراللّٰہ علی کل احیانہ(المسلم:۳۷۳) جب وہ زمین وآسمان کی پیدائش میں پہلے غور کرچکے ہیں اور کائنات کے ذرے ذرے سے اللہ کی توحید پر استدلال کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت وپکار کے لائق نہیں پس جو چیز جس مقصد کے لئے پیدا کی گئی ہے اگر وہ اس درجہ سے گرجائے تو پھراس مقصد کو پورا نہیں کرسکتی، اسی طرح انسان جس مقصد کیلئے پیدا کیا گیا تھا اس سے تنزل کرآئے تو کیا پھر بھی وہ راحت جس کا اعلیٰ نمونہ جنت ہے میں پہنچ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ اگرایسا ہوجائے تو معلوم ہوگا کہ دنیا کواس خاص نظام کا پابند بنانا ہی فضول ہوگا، یہ بھی ان کومعلوم ہے کہ اس کے خلاف کرنا بربادی کا باعث ہے وہ مختارِ مطلق ہے۔

اپنے فرائض میں حددرجہ کی کوتاہی کرنے والے کوجہنم سے کوئی بچانہیں سکتا

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ: جس شخص نے اپنے فرائض میں اس درجہ کوتاہی کی اُسے جہنم سے کوئی چیز بچا ہی نہیں سکتی یعنی جتنی مدت دوزخ میں رہے گا، اتنی ہی رسوائی سمجھی جائے گی اوراسی طرح خدا تعالیٰ جس کوبھی دوزخ میں ڈالے تو کوئی سفارش یا حمایت کرکے بچانے والا نہیں رہے گا، ہاں! جس کواللہ تعالیٰ مقرر کرے کہ وہ اس کی شفاعت کرے تو وہ مستثنیٰ ہیں بعض آیات واحادیث سے بھی ثابت ہے۔

اے اللہ ہمارے گناہ بخش دے اور اپنے وفادار بندوں میں ہمیں شامل فرما

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ: اے ہمارے رب! بلاشبہ ہم نے تیری منادی دینے والے کو سنا جو ایمان کی دعوت دے رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ پس اے ہمارے رب! ہم نے اس کا کہا مان لیا اور ایمان لے آئے، اب فرائض کے پورا کرنے میں اگر ہم سے کوئی غلطی ہو جائے تو اس پر ہمارا مواخذہ نہ کر، وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا اے اللہ! ہمارے بڑے گناہ بخش دے اور چھوٹی موٹی برائیوں پر پردہ ڈال دے اور جب اٹھانا ہو تو اپنے وفادار بندوں میں ہمارا نام لکھ دے، یہ توحید خالص ہے کہ اس کا مرجع و ماویٰ اللہ کی ذات کو بنایا۔

قیامت کے دن رسوائی سے بچنے کی دعا

رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ: اے ہمارے رب! تقسیم انعامات کے وقت اور دین و دنیا میں ہر قسم کی امداد سے ہمیں محروم نہ رکھنا، حالانکہ تو نے اپنے رسولوں کی زبان پر وعدہ فرمایا ہے کہ جو شخص میرے کام میں لگ جائے گا، میں اس کو تمام دنیا سے بے نیاز کروں گا اور اس کو ہمیشہ کفار پر غالب رکھوں گا۔ پس اے میرے پروردگار! ہم کو اپنے وعدے کا مستحق ٹھہرائیے اور انعامات سے ہمیں نوازیں اور ہماری تمناؤں کو پورا کردیں اور ایسا نہ ہو کہ ہم ضروریات زندگی فراہم نہ ہونے کی وجہ سے اس فرض جلیل سے غافل ہو کر قیامت کے روز سب کے روبرو ذلیل ہوں پس تو ہی ہماری ضروریات کو پورا فرما۔

کامیاب و بامراد زندگی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرمان پر دل سے مہر تصدیق لگانی چاہئے اور اپنے گناہوں کا اقرار کر کے معافی مانگنی چاہئے اور اللہ کے نیک بندوں کی سی موت کی دعا کرنی چاہئے اور قیامت کے دن کی ذلت سے پناہ مانگنی چاہئے۔ بفضلہ تعالیٰ عالم قرآن نے اپنے اساتذہ سے تعلیم ہی یہی پائی ہے اور انہیں چیزوں کا یقیناً خواہاں ہے۔

قرآن مجید میں کیا کچھ ہے

جو قرآن مجید کی تعلیم سے بے بہرہ ہے وہ خیال کرتا ہے کہ قرآن مجید میں سیاست کی کوئی

تعلیم نہیں ہے حالانکہ قرآن مجید انسان کے ہر شعبہ حیات میں بہتر رہنما ہے، قرآن مجید میں اخلاقی، معاشرتی، اقتصادی سیاسی ہر ایک شعبہ کے متعلق بنیادی اصول اور ہدایات موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ اس قسم کے سچے اور منصفانہ اصول دنیا میں کسی قوم کے پاس نہیں، وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا (الانعام: ۱۱۵) اور تیرے رب کی باتیں سچائی اور انصاف کی انتہائی حد تک پہنچی ہوئی ہیں، قرآن مجید میں جو سیاست کے گر عالم قرآن کو سکھائے گئے ہیں وہ بہترین گر دنیا کی کسی قوم کے پاس نہیں ہیں لہٰذا قرآن مجید کا عالم جو اللہ تعالیٰ کی سکھائی ہوئی سیاست سے نظام قائم کرے گا وہ مسٹر کے نظام سے یقیناً بہتر ہوگا کیونکہ مسٹر کو نظام سیاست سکھانے والا اللہ تعالیٰ نہیں ہے بلکہ انگریز ہے۔

اللہ نیکوکاروں کے کسی عمل کو ضائع نہیں کرتا

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ : سو ان کے رب نے ان کی دعا کو قبول فرمالیا جب ان لوگوں نے غور و فکر کے نتیجے میں دعوت ایمان پر لبیک کہا اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اس کے سامنے دعائیں کیں تو اللہ نے ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور فرمایا کہ بلاشبہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اعمال کا ثواب سب کو ملے گا جو کوئی ایمان قبول کرے گا اس کا کچھ بھی ضائع نہیں ہوگا چونکہ تم بھی نیکوکاروں کے بھائی ہو لہٰذا جو برتاؤ میرا ان کے ساتھ رہا ہے وہی تمہارے ساتھ ہوگا اور تم پر برکات نازل ہوں گی۔

اللہ کے لئے ہجرت اور اس کی راہ میں تکالیف سہنے پر انعامات

فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ : عقلمندوں کی دعا اور اس کی قبولیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشقت کے کام کرنے والے دیگر لوگوں کا تذکرہ فرمایا کہ مشکل ترین امور میں سے ایک ہجرت بھی ہے، چنانچہ فرمایا کہ جن لوگوں نے اللہ کے لئے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے زبردستی نکالے گئے اور ان کے مال اسباب پر قبضہ کرلیا گیا، بیوی بچوں کو روک لیا گیا اور جنہیں میرے راستے میں ستایا گیا، جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا تاکہ دین الٰہی غالب رہے اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں جان

جیسی قیمتی متاع قربان کردی تو ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا کہ میں انکی خطاؤں کو ضرور معاف کر دونگا اور میں انہیں ایسی بہشتوں میں داخل کردوں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و ثواب ہے بیشک اللہ کے ہاں بہت ہی اچھا بدلہ ہے ایسا بدلہ صرف اللہ ہی کے پاس ہے لہٰذا اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنی چاہیے اور ہمیشہ اس کی وحدانیت پیش نظر رہنی چاہیے بہرحال اگر اللہ تعالیٰ سے معاملہ درست ہوگیا تو حقوق العباد تو معاف نہیں ہوتے مگر اس کا معاوضہ اللہ کی طرف سے دیا گیا تو معاف کئے جاؤ گے یہ ان کی دعا کا جواب ہے یہ پورا خاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حواریین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی ہے جب تم ایسے بن گئے پھر تمہارے سامنے عیسائیوں کی سلطنتیں منقاد ہوسکیں گی، قبولیت دعا کیلئے چند شرطیں ہیں۔

(۱) ھجرۃ

(۲) اخراج عن اھل جبر (ظالموں کی طرف سے وطن نکال دینا)

(۳) ایذا فی سبیل اللّٰہ

(۴) قتل کرنا اور قتل ہونا

کفار کا عیش و عشرت تمہیں کہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ: اب خدشہ ہے کہ یہ باغی چلتے پھرتے کیا کرتے ہیں ان کو معذب کیوں نہیں کرتے تو فرمایا لَا يَغُرَّنَّكَ ان بیچاروں کا کیا ہے آگے جہنم ان کی قسمت میں لکھی ہے اور وہ جہنم رسید ہوں گے مگر تمہیں یہ خیال پیدا نہ ہو کہ ہمارے ہاں ساز و سامان نہیں اور ان کے ہاں موجود ہے اور عقل مند لوگ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت اور اطاعت کرتے ہیں اور ان کے لئے مغفرت ہے اب اگر تم دنیا میں کفار کو چلتے پھرتے دیکھتے ہو تو ان کا چلنا پھرنا تمہیں دھوکہ میں نہ ڈالے کیونکہ ان کا انجام دوزخ ہے۔

یہ حقیر سا سامان جب کفار کو مل چکا ہے تو کیا تمہیں نہیں ملے گا؟

مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ: فرمایا کہ دنیا کا سارا ساز و سامان جو اس زمین پر بسنے والے ایک ایک فرد کے پاس موجود ہے اور وہ خزانے جو پہاڑوں کی تہہ میں موجود ہیں اور بیش قیمت موتی جو سمندر میں پائے جاتے ہیں، غرض دنیا کی ہر چیز ایک جگہ پر اکٹھی کردی جائے تو پھر بھی یہ سب کچھ اللہ کے نزدیک یہ حقیر سا سامان ہے اور جب انہیں مل چکا ہے تو کیا تمہیں نہیں ملے گا؟

پرہیزگاروں کے لئے انعامات کا ذکر

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ: اس آیت میں پرہیزگاروں کے لئے انعامات کا ذکر فرمایا کہ جولوگ اپنے رب سے ڈرتے رہیں، شرک وکفر سے محفوظ رہیں، گناہوں سے بچتے رہے ان کے دلوں میں خوف خدا جاگزیں رہا اوراسی خوف کی وجہ سے اللہ کی قائم کردہ حدود سے تجاوز نہیں کیا اور تقویٰ کا راستہ اختیار کیا تو ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے لہٰذا یہ ساری نعمتیں اللہ کی طرف سے مہمان نوازی ہوگی پس جو کچھ اللہ کے پاس انعامات ہیں وہ ان نیک لوگوں کے لئے بہتر اجر ہے۔

اہل کتاب میں خوبیوں کے حامل بعض افراد

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ: یہود تو بالکل وہی ہیں جن کا مفصل بیان سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے یہاں یہ کہا جارہا ہے کہ اہل کتاب میں ان خوبیوں کے حامل بعض آدمی موجود ہیں اگر مسلمانوں میں بھی وہی خوبیاں ہوں تو ان کی ترجیح ناممکن ہوگی، اگر یہ بلحاظ اعلان قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (آل عمران: ٢٦) چاہتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ سرفراز فرمائے اور عیسائیوں پر غالب کرے تو انہیں چاہئے کہ اس قسم کے اوصاف حمیدہ والے ان میں اکثر پائے جائیں یہ صفات ہیں اس لئے قابل احترام ہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت ایسی ہی تھی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا حق ادا کیا اور ترجیح بھی ان ہی کو دی گئی، ہر عمل کی جزا فوراً شروع ہوجاتی ہے ہاں ایک جزا کا نتیجہ فوراً نکل آتا ہے دوسری کا نتیجہ سال کے بعد نکلے گا، تیسری کا دس سال کے بعد اور سب جزاؤں کے نتائج قیامت کے دن پورے ظاہر ہوں گے۔

اگر تم صبر کروگے تو دنیا وما فیہا حاصل ہوجائے گی

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا: اے ایمان والو! اپنے فرض پر مرمٹو، دوسروں کو مٹنے پر تیار کرو اور صبر کرو اپنے نظام پر اگر صبر کروگے تو دنیا و مافیہا حاصل ہوجائے گی

اور دشمنوں کی گھات میں لگے رہو اور خدا تعالیٰ سے تعلق درست رکھو، تاکہ تم ہر مصیبت سے نجات پاسکو وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ (النور:٥٤) اللهم اجعلنا من اتباعهم مطلب یہ ہوا کہ یہود کے اوصاف خبیثہ سے بچ جائیں اور نصاریٰ کے خصائل حمیدہ سے متصف ہو جائیں یہود میں اگر اقل قلیل ہو تو وہ کالمعدوم ہیں وَ صَابِرُوْا پھر سکھا وَ رَابِطُوْا نگہداشت حقوق جیسے مجاہد اور غازی شب و روز حفاظت سرحد کیلئے بے چین رہتا ہے، احادیث میں نہایت کثرت سے اس رباط فی سبیل اللہ کے فضائل بیان کئے گئے ہیں رباط یوم فی سبیل اللّٰہ خیر من الدنیا ومافیها (الترمذی:١٦٦٤) اللہ کیلئے ایک دن کی چوکیداری دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، ایک روایت میں ہے کل میت یختم علی عمله الا الذی مات مرابطا فی سبیل اللّٰہ فانه ینمی له عمله الی یوم القیٰمة ویأمن فتنة القبر (الترمذی: ١٦٢٤) ہر مرنے والے کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں مگر مرابط فی سبیل اللہ کے اعمال قیامت تک بڑھتے رہتے ہیں اور فتنہ قبر سے محفوظ رہتا ہے کہ اس نے نوع انسانی کی بقا کی خاطر اپنا وقت قربان کر دیا، ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے تو فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے حرس لیلة فی سبیل اللّٰہ افضل من الف لیلة یقام لیلها ویصام نهارها (الترغیب و الترهیب: ج٢ ص٢٢٦) اللہ کی راہ میں ایک رات جاگنا ایسے ہزار دنوں سے بہتر ہے جو روزوں سے بسر ہوں اور ان کی شب میں قیام کیا جائے۔

تقویٰ اختیار کرو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ: اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو، ان صفات کے کسب اور حصول کے بعد کامیابی یقینی اور قطعی ہے سورۂ بقرہ اور آل عمران دونوں نے مسلمانوں کے سامنے فلاح و کامرانی اور زندہ قوم بننے کی راہ کھول دی ہے۔

سورة النساء

ربط

سورہ آل عمران کو مضمون تقویٰ پر ختم کیا گیا تھا اور اس سورت کو مضمون تقویٰ سے شروع کیا جا رہا ہے لیکن پہلی سورت میں تقویٰ کا محمل مخالفین کے معاملات تھے، اس سورت میں ان کے علاوہ باہمی معاملات بھی ہیں۔

خلاصہ سورت

اس سورت میں اصلاح عرب پیش نظر ہے اور اس میں دو باب ہیں، باب اول تدبیر منزل اور باب دوم سیاست مدنیۃ، باب اول میں دو فصلیں ہیں، فصل اول قانون اصلاح مال، فصل ثانی قانون اصلاح ازواج۔ تدبیر منزل ابتدا سے لے کر آٹھویں رکوع کے نصف تک جائے گی اور اس کے وسط اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا (النساء: ۵۸) وَ اِذَا حَكَمْتُمْ سے سیاست مدنیہ شروع ہوگی۔

ماں بچے پر زیادہ اثر انداز ہوتی ہے بنسبت باپ کے

قانون اصلاح مال و اصلاح ازواج میں اصلاح اولاد خود بخود آجائے گی یعنی اگر ماں دیندار ہے تو بچہ بھی دیندار ہوگا اور اگر ماں بے دین ہے تو بچہ بھی بے دین ہوگا کیونکہ بچہ پر بہ نسبت باپ کے ماں کے اخلاق کا زیادہ اثر ہوتا ہے کیونکہ بچے کی ابتدائی عمر کا زیادہ حصہ ماں کے ساتھ گزرتا ہے اور عموماً دیکھا گیا ہے کہ اگر بچے کی ماں نماز پڑھتی ہے تو بچہ ماں کی نماز کی نقل اتارتا ہے او۔ اگر ماں بدگو ہے تو بچہ بھی جس وقت بات سیکھتا ہے تو نہایت بُری بُری گالیاں دیتا ہے لہٰذا اگر اصلاح ازواج ہو جائے تو قوم کا زیادہ تر حصہ راہ راست پر آجائے گا۔

درآمد مال کی تصحیح سنگ بنیاد

اگر مال کی درآمد صحیح ہو جائے یعنی مال کو صحیح اور مشروع طریقہ سے حاصل کیا جائے تو سنگ بنیاد خیر کا قائم ہو جائے گا اور اگر مال کی درآمد صحیح نہیں تو سنگ بنیاد ہی خراب ہو گا کیونکہ جس کا لقمہ حرام کا ہے تو اس کے قلب میں نہ نور، نہ کام میں برکت، نہ عبادت مقبول، نہ دعا مستجاب، غرض یہ کہ ہر قسم کی نحوستیں جمع ہوں گی اور قلوب مسخ ہو جاتے ہیں اور پھر اولاد بھی اسی طرح ہو گی اور یہ تمام خرابیوں کا سلسلہ جاری ہو جائے گا جس کا کوئی اختتام بھی نہیں ہو گا۔

رکوع 01

آیاتُھا ۔ ۱۷۶ سُورَۃُ النِّسَآءِ ۴ مَدَنِیَّۃٌ ۹۲ رُکُوعَاتُھا ۔ ۲۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا

وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَ بَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا

اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے

کَثِیْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ

مرد اور عورتیں پھیلائیں، اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو

وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا ①

اور رشتہ داری کے تعلقات کو بگاڑنے سے بچو بے شک اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔

وَ اٰتُوا الْیَتٰمٰۤی اَمْوَالَھُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ

اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور ناپاک کو پاک سے

بِالطَّيِّبِ ۪ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ

نہ بدلو اور ان کے مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھا جاؤ

كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ② وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي

یہ بڑا گناہ ہے۔ اور اگر تم یتیم لڑکیوں سے بے انصافی کرنے سے

الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى

ڈرتے ہو تو جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان میں سے دو دو

وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا

تین تین چار چار سے نکاح کر لو اگر تمہیں خطرہ ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی سے نکاح کرو یا

مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ؕ ③ وَاٰتُوا

جو لونڈی تمہارے ملک میں ہو وہی سہی یہ طریقہ بے انصافی سے بچنے کے لیے زیادہ قریب ہے۔ اور عورتوں

النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ

کو ان کے مہر خوشی سے دے دو پھر اگر وہ اس میں سے اپنی خوشی سے تمہیں کچھ معاف کر دیں

مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓــًٔا مَّرِيْٓــًٔا ④ وَلَا تُؤْتُوا

تو تم اسے مزہ دار خوشگوار سمجھ کر کھاؤ۔ اور اپنے وہ مال جنہیں

السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا

اللہ نے تمہاری زندگی کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے بے سمجھو کے حوالے نہ کرو

وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا

البتہ انہیں ان مالوں سے کھلاتے اور پہناتے رہو اور انہیں نصیحت کی بات

مَّعْرُوْفًا ۝٥ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ

کہتے رہو۔اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں

فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ

پھر اگر ان میں ہوشیاری دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو اور انصاف کی حد سے

وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ

تجاوز کر کے یتیموں کا مال نہ کھا جاؤ اور انکے بڑے ہونے کے ڈر سے انکا مال جلدی نہ کھاؤ

كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ

اور جسے ضرورت نہ ہو تو وہ یتیم کے مال سے بچے اور جو حاجت مند ہو تو مناسب مقدار

بِالْمَعْرُوْفِ ۭ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا

کھا لے۔ پھر جب ان کے مال ان کے حوالے کر دو تو اس پر گواہ بنا لو

عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝٦ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ

اور حساب لینے کے لیے اللہ کافی ہے ۔مردوں کا اس مال میں حصہ ہے

مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ

جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کا بھی اس مال میں حصہ ہے

مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ

جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو تھوڑا ہو یا بہت

نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۷﴾ وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا

یہ حصہ مقرر ہے۔ اور جب تقسیم کے وقت رشتہ دار

الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ

اور یتیم اور مسکین آئیں تو اس مال میں سے کچھ انہیں بھی دے دو

وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۸﴾ وَ لْيَخْشَ الَّذِيْنَ

اور ان کو معقول بات کہہ دو۔ اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیے

لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ص

اگر اپنے بعد چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ جائیں جن کی انہیں فکر ہو

فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

ان لوگوں کو چاہیے کہ خدا سے ڈریں اور سیدھی بات کہیں۔ بے شک جو لوگ

يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ

یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ آگ سے

بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۰﴾ ع

بھرتے ہیں اور عنقریب آگ میں داخل ہوں گے۔

رکوع (۱)

خلاصہ: ناجائز مال کے درآمد کی روک تھام یعنی ناجائز مال گھر میں نہ آئے

ماخذ: (۱) وَ اٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَ لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا (النساء:۲)

(۲) وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَ اكْسُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا(النساء:۵)

(۳) وَ ابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا وَ مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَ مَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا (النساء:٦)

تدبیر منزل کے مسائل

تقسیم مال بین الأعزة والأقارب (عزیز و اقارب کے درمیان) گھریلو مسئلے ہیں یعنی تدبیر منزل کے متعلق ہیں وَ اٰتُوا الْيَتٰمٰٓى وہ جن کا باپ مرجائے اور بچے یتیم رہ جائیں باپ کا مال انکو دو، یہ بھی خانہ داری سے متعلق ہوا اور وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى بھی انہی گھریلو مسائل سے متعلق ہے۔

فائدہ

ترتیب آیات توقیفی ہے اور ترتیب سور غیر توقیفی ہے، اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ترتیب سور مصحف عثمانی کی ترتیب سور سے مختلف تھی اس میں پہلے سورۃ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ پھر سورہ مدثر، پھر سورہ مزمل علی هذا القیاس ترتیب منزل پر تھی۔

قانون توڑنے کی ممانعت

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءً : اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو یعنی جو آدمی خدا کا خوف رکھے تو وہ انسان دنیاوی معاملات میں ٹھیک چلے گا، آگے مسائل آ رہے ہیں جس میں بڑے بڑے بھی پھسلتے ہیں، اس لئے بسم اللہ (ابتدا) ہی تقویٰ کے حکم سے کی اور اسی طرح ڈرنے کے ساتھ اس کے قانون کا بھی خیال رکھو یعنی اس کو مت توڑو، قانون کی دو قسمیں ہیں، ایک تکوینی یعنی طبعی دوسرا عقلی جو کہ نبی علیہ السلام کی تعلیم سے حاصل ہوتا ہے، یہاں تکوینی تعلیم کا توڑنا مراد ہے کہ تم فطری قانون کو نہ توڑو اس کی پابندی سے تمہیں بہت جلد رفعت و عروج ہوگا۔

صلہ رحمی کی تائید

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ: صلہ رحمی کرنا اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے، یہاں صلہ رحمی کا ذکر ہوا کہ تم پر والدین کے ساتھ نیکی کرنے کو لازم رکھا ہے حالانکہ لوگوں کے خیال میں یہ بات مشکل ہے کہ والدین کی خدمت کریں جب وہ بوڑھے ہو جائیں یہ براعۃ استہلال کے طور پر اتفاق کی تعلیم دی گئی ہے کہ جب ایک ہی والدین سے تم مولود ہو تو پھر بے اتفاقی کیوں کرتے ہو، یہ خانہ داری معاملات کی تمہید ہوئی کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم لوگ ایک دوسرے کو میرے نام کا واسطہ دے کر اپنی مطلب برآوری کر رہے ہو وَ الْاَرْحَامَ اور صلہ رحمیوں، رشتوں اور ناطوں کے توڑنے اور قطع رحمی سے ڈرو، جب تم نے حقوق ادا نہیں کئے تو ناطے ٹوٹ جائیں گے، بہن کو حصہ نہ دیا تو بہن کے ساتھ رشتہ ٹوٹ جائے گا، بیٹی کو حق نہ دیا تو بیٹی کے ساتھ رشتہ ٹوٹ جائے گا، بیوی کو حق مہر نہ دیا تو بیوی کے ساتھ رشتہ ٹوٹ جائے گا۔

رقیب کا مطلب

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا : بے شک اللہ تعالیٰ تم پر پوری طرح مطلع ہے رَقِیْب مشتق ہے رقبۃ سے رقبۃ کہتے ہیں گردن کو جس طرح کسی کی گردن کسی کے ہاتھ میں ہو تو وہ اس سے کیسے بچ سکتا ہے؟ وہ ذرا دبائے گا تو سانس نکل جائی گی تو اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تم پر رَقِیْب ہوں میں تم پر پورا نگران ہوں، تم میرے احاطہ سے کہیں باہر نہیں جا سکتے یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا

بِسُلْطٰنٍ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (الرحمٰن: ۳۴) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہاری کوئی طاقت ہے کہ میری خدائی سے تمہیں کہیں نکال دے، میں چاہوں تو تمہیں ایک لحظہ میں نیست و نابود کردوں، اس لئے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا کہ قطع رحمی کرنے میں اگر واقعی کوئی عذر ہے تو اس کو بھی اللہ خوب جانتا ہے اور اگر ویسے ہی جھوٹے عذر بنا رکھے ہیں اور لوگوں میں سچا بننا چاہتے ہو تو وہ بھی عالم السرائر سے مخفی نہیں، آگے خانہ داری کے مسائل شروع ہوتے ہیں۔

اموال یتامیٰ کے بارے میں حکم خداوندی

وَ اٰتُوا الْیَتٰمٰۤی اَمْوَالَھُمْ: پہلا حکم ذوی الارحام رشتہ داروں کے ملاپ کا تھا، اس کے بعد انسان کو کام کرنے کیلئے مال کی ضرورت پیش آتی ہے اور طبعاً پہلے پہل جو مال ہاتھ آتا ہے وہ عموماً وراثت کا ہوتا ہے، اس لئے پہلے یہی حکم ہوا کہ یتیموں پر ظلم نہ کرنا تاکہ تمہارے گھر میں ناجائز مال کی درآمد نہ ہو، ناجائز آمدنی وہ ہے جس میں عام لوگ مبتلا ہوسکتے ہیں اور وہ یتیموں کا مال ہے کیونکہ موت سے کوئی گھر خالی نہیں رہتا اور عموماً رأس المال اپنے مورث اسلاف سے ملتا ہے، پھر آدمی اس کو اپنے کسب وغیرہ سے بڑھاتا ہے اس لئے پہلے پہل رأس المال (سرمائے) کی اصلاح کی جاتی ہے کیونکہ اگر رأس المال خراب ہوگا تو ساری کمائی اس کی مخلوط بالحرام ہوجائے گی، اگر اس کی اصلاح ہوجائے تو نہایت اعلیٰ پیمانہ کی اصلاح ہوسکتی ہے وگرنہ پھر خرابیوں کا سلسلہ شروع ہوجائے گا جو کبھی ختم نہ ہوگا کیونکہ مالِ یَتٰمٰی کا کھانا حرام ہے آپ حرام کھارہے ہیں اور اپنے بچوں کو حرام کھلارہے ہیں، اس سے ان میں صلاحیت پیدا نہیں ہوگی بلکہ اس سے نفسانیت اور خباثت کا مادہ پیدا ہوگا۔

مال خبیث کے بدلے مال طیب

وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ: پاک مال خبیث مال کے عوض نہ بدلو، تمہارے اپنے حق کا مال ستھرا ہے، دوسرے کا مال تمہارے لئے خبیث ہے خباثت باطنی نجاست کو کہتے ہیں، نجاست دو قسم کی ہے، ایک وہ جو نظر آتی ہو مثلاً کپڑوں پر گندگی لگ جائے اور ایک وہ ہے جو نظر نہیں آتی، اس کو خباثت سے تعبیر کیا جاتا ہے تو یہاں یہ فرمایا جارہا ہے کہ تم خبیث مال مت لو، تم نے بڑی محنت کی ہے، خبیث مال لینے کیلئے تم نے یہ ڈھونگ رچا رکھے ہیں، یتیم کا مال ضائع کیا، ہاں! یتیم کا مال بظاہر نوٹوں کی شکل میں ہو، کھیت کی شکل میں ہو، چوپایوں کی شکل میں ہو، یہ بظاہر نجس تو نہیں پاک

نظر آتا ہے لیکن یہ اندر سے خبیث ہے تو یتیموں کا مال کھانا پھر جب حساب کرنا پڑا عدالت سے ڈگری یتیم نے لے لی تو اپنے مال سے اس کا معاوضہ بھرنا پڑے گا تو تبدیل تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ہے یعنی پہلے غبن کرنے کی غرض سے کھایا تو خبیث کھایا مگر بالآخر اس کا معاوضہ بھرنا پڑ گیا تو اب اس کا بدلہ جو دے رہا ہے وہ طیب ہے۔

یتیم کا مال کھانے کے لئے بہانے اور چالیں

وَ لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا : اِلٰى بمعنی مع کے ہے، یہ بھی یتیم کا مال کھانے کا ایک بہانہ ہوتا ہے کہ ان کا مال اپنے مال کے ساتھ ملائے، یتیم بچے کو پالنے کے نام پر اُسے دودھ پلائیں اور اس کیلئے بھینس، گائے، بکری رکھیں، نام اس کا ہو اور کھاتا پیتا خود ہو، اللہ تعالیٰ کو ان کی شرارتوں کا پتہ ہے، بہانوں سے یتیموں کا مال کھانا بہت سخت گناہ ہے۔

جائیداد قبضہ کرنے کے لئے یتیم بچی سے نکاح کرنے کی ممانعت

وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا: یہ بھی مال کھانے کا ایک طریقہ ہے کہ جائیداد قبضہ کرنے کے لئے یتیم عورت سے نکاح کیا جائے جس کے پاس باپ کا مال ہے تو اس مال کی خاطر اس لڑکی کے ساتھ نکاح کرے حالانکہ وہ چھوٹی ہے اور اس کے ساتھ مرد کی طبیعت بھی نہیں لگتی اور اس کی پہلی بیوی بھی موجود ہے گویا یتیم لڑکی کو معلقہ بنا دیا ہے تو اس سے بھی خداوند کریم نے منع فرمایا کہ یہ حرام ہے کہ جب یتیم لڑکیوں سے انصاف نہیں کر سکتے تو ان کو نکاح میں نہ لاؤ، اگر تمہیں شوق ہے تو دوسری عورتوں سے نکاح کر سکتے ہو اب جائیداد پر قبضہ کرنے کے لئے کیوں اس کے ساتھ نکاح کیا جائے؟ تدبیر منزل کے مسائل جاری ہیں حالانکہ تمہیں دو، تین اور چار تک عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت ہے کہ تم کر سکتے ہو، یہ حکم نہیں ہے بلکہ تمہیں اختیار دیا ہے اور اس کے کرنے کی حکمت بھی قرآن مجید نے بیان کی ہے کہ یہاں پر تعددِ ازواج کی اجازت ہے، یہاں پر جو بیوقوف یہ معنی لیتے ہیں کہ نو (۹) عورتیں نکاح میں لا سکتے ہو تو یہ جاہل عرف سے بھی واقف نہیں ہیں، مثلاً عرف میں کسی کو کہا گیا کہ یہ خربوزے دو دو، تین تین، چار چار اُن لوگوں میں تقسیم کر دو تو کیا اس کا یہ معنی ہے کہ نو (۹) خربوزے ایک ایک کو دو۔

ربیبۃ سے نکاح کی حرمت

یتیموں کو پالنے کیلئے اگر تمہارے معاشرے میں کوئی عورت بیوہ ہوگئی اور چھوٹے چھوٹے بچے اس سے رہ جائیں تو ان یتیم بچوں کو ویسے کون پالتا ہے؟ تم بیوہ عورت کے ساتھ اس غرض سے نکاح کرو کہ جب یہ بیوہ میرے گھر کی مالکن ہو جائے گی تو اس کے بچے میرے ہو جائیں گے اور اس کی حفاظت اب میرے ذمے لازم ہوگی، اس لئے ربیبۃ کا نکاح حرام ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہاری وہ ربائب (بچیاں) جو بیوہ عورت کے ساتھ تمہارے پاس آئیں ان سے نکاح کرنا تمہارے لئے حرام ہے، ربیبۃ اس بچی کو کہتے ہیں جس کا باپ مرجائے یا جس کی ماں کو طلاق دی جائے اور اس بچی کی ماں یعنی اس عورت کے ساتھ نکاح کیا جائے تو وہ بچی اس مرد کی ربیبۃ کہلاتی ہے۔

ربیبۃ مشتق ہے تربیت سے، ماں کے ساتھ شادی ہو جانے کے بعد جب بیوہ کے ساتھ شادی ہوگئی تو اس بیوہ کی لڑکی اس خاوند کی بیٹی بن گئی اب اس کے ساتھ اس کا نکاح حرام ہے، علماء نے ایک ترجمہ یہ بھی کیا ہے کہ اگر تمہیں خوف ہو کہ تم یتیموں میں انصاف نہ کرسکو گے تو پھر یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح چھوڑ دو اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ اگر ہم نے یتیم لڑکی کو نکاح میں لے لیا تو چونکہ اس کا باپ نہیں اور نہ اس کا سرپرست ہے تو جب وہ میری بیوی بن جائے گی تو اس کے حقوق ادا نہ کرسکوں گا تو اس خطرے کو یوں ٹالو۔

تعددِ ازواج اور مرد کے تین درجے

اس وجہ سے فرمایا کہ تم کیوں یتیم بچیوں سے نکاح کرنے پر تلے ہوئے ہو جب کہ تم دو، تین اور چار بیویوں میں عدل بھی نہیں کرسکتے، بہر حال! مرد کی قوت طبعاً تین درجے کی ہوتی ہے:

ادنیٰ: اس درجہ میں آدمی ایک عورت سے شادی کرے اور اس کے علاوہ کسی دوسری عورت کی طرف توجہ نہ کرے۔

متوسط: اس درجہ میں آدمی کو دوسری بیوی کی خواہش ہوتی ہے اور زیادہ مدت تک ایک بیوی پر اکتفا نہیں کرسکتا۔

اعلیٰ: اس درجہ میں آدمی کئی عورتوں کو جمع کر سکے یہ حالت فطریہ مردوں کی فعالیت میں کسی زمانہ میں متبدل نہیں ہوتی۔

نکاح اور مال معاشرے کی ضرورت ہوتی ہے، ان میں بعض معاشرہ پر آسان ہوتا ہے اور بعض ایک سے مشکل، جن پر آسان ہوتا ہے وہ تو اپنی تمنا کے موافق نکاح کرتے ہیں اور جن پر مشکل ہوتا ہے وہ زیادہ نہیں کرسکتا۔

مہر حیلوں سے معاف نہیں کیا جائے گا

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا:
جب عورتوں سے نکاح کرو تو ان پر ظلم نہ کرو، ان کے مقررہ کردہ مہر نہ کھاؤ بلکہ خوشی سے دے دو لیکن اگر عورت اپنی طرف سے مہر میں سے کچھ حصہ معاف کرنا چاہے تو معاف کرسکتی ہے اس میں عورت پر کسی کا دباؤ نہیں کیونکہ یہ مہر عورت ہی کا مال ہے اور زوج اس کو خوشی سے کھا سکتے ہیں۔

ہمارے ہاں یہ رواج ہے کہ جب نکاح کیلئے ہم امام یا پیر کو بلائیں (اللہ تعالیٰ اماموں اور پیروں کو ہدایت دے) وہ آکر بیٹھتے ہیں، رات کو شادی ہوتی ہے، صبح پھر ہم مولوی صاحب کی دعوت کرتے ہیں، مولوی کی جیب میں دو روپے ڈال دیتے ہیں تو وہ وعظ کرنے لگتے ہیں اور دلہن کو سمجھاتے ہیں کہ اے بچی! تم اِس گھر میں آگئی ہو تمہارے شوہر صاحب بڑے نیک آدمی ہیں، ابھی سے بے ایمانی شروع کررہے ہیں کہ تمہارا خاوند بڑا نیک ہے، بڑا پابند شریعت ہے، دیکھو تم اس گھر میں نو وارد ہو، تم اپنا حق مہر معاف کرو تاکہ تمہارا صدقہ خیرات بھی لگ سکے، دیکھو میں تمہیں خدا کا حکم سناتا ہوں۔

دھوکہ سے مہر معاف کرانا ظلم ہے

ارے مولوی صاحب! ظالم یہ کہاں لکھا ہوا ہے، دھوکہ دے رہے ہو بچی کو، وہ بچی شرم کے مارے کہہ دیتی ہے، اچھا جی! میں نے معاف کردیا یہ پھر خوش ہوتا ہے، مولوی کو دو روپے دے دیتا ہے، پٹواری کی طرح مولوی نے دو روپے کیلئے بچی کا حق ضائع کیا جو کبھی معاف نہیں ہوسکتا۔

حرام ہبہ اور ملک اضطراری

اسی طرح سورۃ النساء میں ہے کہ پہلے حق مہر بیوی کی جھولی میں ڈال دو کہ یہ تمہارا مہر

ہے اب وہ کہتی ہے کہ میں نے اس کو کہاں نے کر جانا ہے، میری زندگی اسی گھر میں کٹے گی، میں سارا تجھے بخشتی ہوں، تب بھی ٹھیک ہے، کچھ دے تب بھی ٹھیک ہے لیکن تم دو تو سہی، دیتے ہی نہیں تو بخشوانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، یہ ہبہ حرام ہے یہ ملکِ اضطراری ہے، ملکِ اضطراری کسے کہتے ہیں وہ لے نہ لے اس کے گھر پہنچا دو، بیوی نہ بھی لے تب بھی اس کو دے دو، وہ قبضہ کر لے اس کے ہاتھ میں چیز پہنچ جائے گی، اب وہ کہتی ہے میں نے تجھے مہر بخش دیا یہ بالکل حلال ہے، دیا ہی نہیں، کہتا ہے کہ جیب میں رکھا ہے پھر اگر وہ لیتی ہے تو اس کو دھمکی دیتا ہے کہ برقع لو اور چلو نکلو، وہ کہتی ہے نہیں! میں کہاں لیتی ہوں، میں توبہ کرتی ہوں میں نے تو اِسی گھر میں رہنا ہے، بتاؤ! یہ ہم نے دیا؟ کیا ہم نے ظلم نہیں کیا؟ بہنوں کو ہم کہتے ہیں کہ باپ کی جائیداد سے حصہ لیتی ہو؟ اگر لیتی ہو تو میں دیتا ہوں لیکن اس کے بعد پھر منہ مت دکھانا، اس گھر میں آکر میں تیرا بھائی نہیں ہوں گا، ارے! بہن کا مال کھانے والے دوسروں کی بہن کا مال کھانا حرام ہے اور اپنی کا حلال ہے؟

بے سمجھوں کو بلوغ سے پہلے دینے میں حرج

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّ ارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَ اكْسُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا : یتیم سے نکاح کا ذکر آ گیا تھا پھر حرّہ سے نکاح کا ذکر آ گیا بات سے بات نکلتی ہے، اب تدبیرِ منزل کے متعلق دوسرا مسئلہ بیان ہو رہا ہے کہ یتیم کا مال اپنے پاس رکھو، اَمْوَالَهُمْ کی جگہ اَمْوَالَكُمْ اس لئے فرمایا کہ اگرچہ ملکیت خاصہ ہے لیکن بعض اوقات اس سے عام مومنین بھی منتفع ہو سکتے ہیں جیسا کہ مسجد بنائے لیکن اس کو بلوغت سے پہلے دینے میں حرج ہو گا کہ وہ اس کو استعمال کرنے پر صحیح قادر نہیں ہو گا یعنی ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، اس وجہ سے فرمایا کہ جب وہ عاقل اور خرچ کرنے پر قادر ہو جائے تو اس وقت مال حوالہ کرو، اسی طرح روٹی اور کپڑے بھی دیتے جاؤ۔

مال کو قِیٰمًا کہنے کی وجہ

مال کو قِیٰمًا اس لئے فرمایا کہ مال موجب قیام اور ذریعہ فارغ البالی ہے، اس مال کو اللہ نے تمہاری زندگی کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں، ہمت پست نہیں ہوتی، اس لئے مال گزران معاش کا باعث ہے، اسے بے سمجھوں کے حوالے نہ کرو اور کہو بیٹا! مال تمہارا ہی ہے تحویل ہماری ملک میں رہے گی اور جب تم جوان ہو جاؤ گے تو تمہیں تمہارا مال سپرد کر دیا جائے گا۔

مال یتیم جلدی جلدی سمیٹنے کی ممانعت

وَ ابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا: جب بچے باشعور و بالغ ہو جائیں اور سمجھ بوجھ بھی آجائے یعنی اپنے نفع ونقصان کی سمجھ بوجھ آجائے تو اُن کو اپنا مال حوالہ کردو اس سے قبل جلدی جلدی سمیٹنے کے لئے اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا جلدی جلدی ان کے بڑے ہونے کے ڈر سے نہ کھاؤ کہ اس سے کچھ کھایا جائے کہ یہ بڑے ہو رہے ہیں تو کانٹ چھانٹ کی جائے، وَ لَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا کا معنی یہ ہے کہ کفیل یتیم کے مال سے زیادہ تنخواہ لے مثلاً دوسری جگہ ملازمت پر اس کو تیس روپے ملتے ہیں اور یتیم کے مال سے زیادہ لیتے ہیں اور بِدَارًا کا معنی یہ ہے کہ جلدی جلدی یتیم کا مال کھالے کہ یتیم بالغ ہونے پر پھر تو نہ دے گا۔

اگر یَتٰمٰی کی جائیداد غیر منقولہ کی نگرانی مفت کر سکتے ہو تو مفت کرو

وَ مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَ مَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا: اگر یَتٰمٰی کی جائیداد غیر منقولہ کی نگرانی مفت کر سکتے ہو تو مفت کرو اگر اپنی جائیداد دیکھنے کے لئے کوئی سواری لیکر آیا تو اس کی جائیداد بھی دیکھ لو، مستقل اخراجات کی کیا ضرورت اگر نہ لے تو یہ احسان ہے اگر لے تو اپنا حق جتنا کسی غیر کو اس کی نگرانی پر دیا جاتا ہے اتنا لیتا رہے۔

غلط کام کے تمام جزئیات نہیں بتلائے جاتے

قانون الٰہی یہ ہے کہ جس وقت ایک بد خلقی سے بچنا اور بچانا ہو اور کسی صحیح خلق پر چلنا اور چلانا ہو تو ایک مسلک صحیح بتلایا جاتا ہے کہ اس پر تم کو چلنا ہوگا اور اس بد خلقی کے جمیع جزئیات نہیں بتلائے جاتے تو حرام کھانا بھی ایک بد خلقی تھی، اس سے بچانا ہے تو کہا گیا ہے کہ یتیم کا مال مت کھاؤ، یہ نہیں کہ یتیم کا مال کھانے کی تمام جزئیات واقعۃ فی العالم بتلائی جائیں وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا گواہ مقرر کردو لیکن اگر خیانت کی ہے مثلاً اس یتیم کے کام کے لئے جاتے تھے تھرڈ کلاس میں اور کرایہ اعلیٰ کا لیتے وغیرہ تو اس کا حساب اللہ تعالیٰ لے گا۔

قانون تقسیم مال

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْأَقْرَبُوْنَ وَ لِلنِّسَاۗءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْأَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوْضًا :زمانہ جاہلیت میں بچوں کو میراث سے محروم کر دیا جاتا تھا اور بڑے بیٹوں کو بہت مال دیا جاتا تھا اور اسی طرح جو لڑنے والے ہوتے تھے وہ مال لے جاتے تھے اور جو نہیں لڑ سکتے وہ مال سے محروم رہ جاتے تو یہاں پر قانون تقسیم مال شروع ہوتا ہے جس وقت میت کا مال تقسیم کرو گے تو معمولی معمولی چیزیں میدان میں لانی پڑیں گی یعنی میت کی تمام اشیاء کو میدان میں رکھ دیا جائے گا اور غریب، مسکین، یتیم اور رشتہ دار فقیر دیکھنے آئیں گے اور جس کے جتنے حصے شریعت نے مقرر کئے ہیں تو اس مال میں سے معمولی سا انہیں بھی دے دو جن سے ورثاء کا معتد بہ نقصان نہ ہو۔

جن رشتہ داروں کا میراث میں حصہ نہیں ان کو بھی کچھ دے دیا کرو

وَ إِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا: ورثاء نے مال میراث کا ڈھیر لگا رکھا ہے اور تقسیم کرنے کو ہیں اور تماشے کے لئے دیگر رشتہ دار غیر حصہ دار یا مساکین آ جائیں تو ان کو بھی کچھ دے کر پیار اور نرمی سے کہیں کہ آپ مہربانی کر کے چلے جائیں، جھرمٹ ہٹائیے! ہمیں میراث تقسیم کرنے دیجئے! بڑا مجمع تمہاری وجہ سے ہو گیا، اس کے بعد کھلے دل سے مال میراث تقسیم ہوا کرے اور یہ بات ان لوگوں سے کہیں جن کا میراث میں حصہ نہیں ہے۔

اگر تمہاری اولاد کے ساتھ کوئی حق تلفی کرے تو تمہارا کیا حال ہوگا؟

وَ لْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا: اگر حق تلفیاں کرو اور غریبوں کو نہیں دے سکتے تو تم اپنے دلوں پر ہاتھ رکھ کر سوچو کہ تمہاری اولاد یا بچوں کے ساتھ اگر ایسا معاملہ ہو جائے تو کیا حال ہوگا؟ مثلاً میت کے بیٹوں نے چچا کو باپ کی جائے نماز دی کہ یہ نشانی آپ کے لائق ہے، آپ بوڑھے اور عابد ہیں اور چچا صاحب یہ کہہ اٹھتا ہے کہ سارا مال خود لے لیا اور مجھے پھٹی پرانی جائے نماز دی تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سر بجیب (گریبان) ہو کر بولنا چاہیے کہ اگر یہ چچا صاحب خود مرنے کو ہوتے اور ان کے بیٹے ہوتے تو ان کی کیا آرزو ہوتی؟ کہ میرا مال کوئی اور لے لے یا

میرے بیٹوں کا ہو جو چھوٹے کمزور ہیں اور کما نہیں سکتے اور میری ان سے خاص رشتہ محبت ہے جو شخص منع کرنے کے باوجود کھائے گا تو اس کا انجام اگلی آیت میں بیان ہو رہا ہے۔

قیامت کے دن نیکوں اور بروں کی علامتیں

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا: اس رکوع میں یَتٰمٰی کے مال کی پوری حفاظت کا ذکر ہوا یعنی جو یتیموں کا مال کھائے گا وہ اپنے پیٹ کو آگ سے بھر دے گا، احادیث میں ہے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن مختلف لوگوں کی علامتیں ہوں گی، نمازیوں کی، پرہیزگاروں کی اور قرآن پر عمل کرنے والوں کی یہ علامت ہوگی کہ ان کے چہرے چمکیں گے، پتہ چلے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہیں اور کچھ علامتیں برے لوگوں کی بھی ہوں گی، فرمایا کہ جس نے دنیا میں یتیم کا مال کھایا ہوگا، قیامت کے دن جب یہ حشر کے میدان میں نکلے گا اس کے پیچھے کی طرف سے دھواں نکلے گا، پوچھیں گے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ کہیں گے یہ وہ ہیں جنہوں نے دنیا میں یتیموں کا مال کھایا ہے، وہ آگ کھائی تھی، اب وہ دھوئیں کی شکل میں نکل رہی ہے۔

تقسیم میراث سے پہلے میت کے گھر میں کھانے کی ممانعت

اس آیت کو فی زمانناکے ائمہ مساجد ذرا سوچ لیں کہ میت کے گھر جمع ہو کر کھانا کھا کر اور ختم پڑھ کر آ جاتے ہو مگر کبھی پوچھا بھی کہ وارث یتیم کا مال تو نہیں اگر یتیم وارث نہ ہوں تو وَ لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ کو غور سے دیکھ لیں کہ کہیں وارثوں نے تو مشورہ اور اجازت کے بغیر ان کو کھلایا یا نہیں؟ چنانچہ آج کل ایسا ہی ہوتا ہے کہ ورثاء میں ایک بڑا ہو تو وہ خود اپنی رائے سے بغیر پوچھے، بغیر مشورے اور بلا اجازت کے مال میت میں ایسے تصرفات کرتے ہیں، اب دوسرے رکوع میں تقسیم مال میت کا قانون ہے آگے فقہی تفصیلات ہیں۔

رکوع 02

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے حق میں تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک مرد کا حصہ

الْأُنْثَيَيْنِ ۚ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا

دو عورتوں کے برابر ہے پھر اگر دو سے زائد لڑکیاں ہوں تو ان کے لیے دو تہائی اس مال میں

تَرَكَ ۖ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ

سے ہے جو میت نے چھوڑا اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے اور اگر

لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ

میت کی اولاد ہے تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو کل مال کا چھٹا حصہ ملنا

وَلَدٌ ۚ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ

چاہیے اور اگر اس کی کوئی اولاد نہیں اور ماں باپ ہی اس کے وارث ہیں تو اس کی ماں کا

الثُّلُثُ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ

ایک تہائی حصہ ہے پھر اگر میت کے بھائی بہن بھی ہوں تو اس کی ماں کا چھٹا حصہ ہے (یہ حصہ اس) وصیت

وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ

کے بعد ہوگا جو وہ کر گیا تھا اور بعد ادا کرنے قرض کے تم نہیں جانتے تمہارے باپوں اور تمہارے بیٹوں

لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ ۗ

میں سے کون تمہیں زیادہ نفع پہنچانے والا ہے اللہ کی طرف سے یہ حصہ مقرر کیا ہوا ہے

إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١١﴾ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا

بے شک اللہ خبردار حکمت والا ہے۔ جو مال تمہاری عورتیں

تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ

چھوڑ مریں اس میں تمہارا آدھا حصہ ہے بشرطیکہ ان کی اولاد نہ ہو اور اگر

كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ

ان کی اولاد ہو تو اس میں سے جو چھوڑ جائیں ایک چوتھائی تمہاری ہے اس

بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ؕ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ

وصیت کے بعد جو وہ کر جائیں یا قرض کے بعد اور عورتوں کے لیے چوتھائی مال ہے

مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ

جو تم چھوڑ کر مرد بشرطیکہ تمہاری اولاد نہ ہو پس اگر تمہاری

لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ

اولاد ہو تو جو تم نے چھوڑا اس میں ان کا آٹھواں حصہ ہے اس وصیت کے بعد

وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ؕ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ

جو تم کر جاؤ یا قرض کے بعد اور اگر وہ مرد یا عورت جس کی

يُّورَثُ كَلٰلَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَّلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ

یہ میراث ہے باپ بیٹا کچھ نہیں رکھتا اور اس میت کا ایک بھائی یا بہن ہے تو دونوں میں سے

وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِن كَانُوٓا أَكْثَرَ مِن ذَٰلِكَ

ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے پس اگر اس سے زیادہ ہوں

فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى الثُّلُثِ مِنۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَآ

تو ایک تہائی میں سب شریک ہیں وصیت کی بات جو ہو چکی ہو

أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ

یا قرض کے بعد بشرطیکہ اوروں کا نقصان نہ ہو یہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ جاننے والا

حَلِيمٌ ﴿١٢﴾ تِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ ۚ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ

تحمل کرنے والا ہے۔ یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول

يُدْخِلْهُ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ

کے حکم پر چلے اسے بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان میں ہمیشہ رہیں گے

وَذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿١٣﴾ وَمَن يَعْصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ

اور یہی ہے بڑی کامیابی۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے

وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُۥ يُدْخِلْهُ نَارًا خَٰلِدًا فِيهَا وَلَهُۥ

اور اس کی حدوں سے نکل جائے اسے آگ میں ڈالے گا اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے

ع ۱۲ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿١٤﴾ ع

ذلت کا عذاب ہے۔

رکوع (۲)

خلاصہ: درآمد مال کا صحیح قانون

ماخذ: يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنْ
كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً
فَلَهَا النِّصْفُ وَ لِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ
اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ
الثُّلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ
يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ
اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا
حَكِيْمًا○ وَ لَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ
لَّهُنَّ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ
بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ وَ لَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ
لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا
تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ
يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّ لَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا
السُّدُسُ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ
مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ
وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ○ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ
يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ ذٰلِكَ
الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ○ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ
يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (النساء: ١١ تا ١٤)

تقسیمِ میراث کا پورا لحاظ

گھر میں مالِ میراث کی تقسیم کا معاملہ پیش آئے تو اس کا قانون بتایا جا رہا ہے کہ میت کا مال صحیح طریقہ سے تقسیم کیا جائے، حصص ورثاء یہ فقہی مسائل ہیں یعنی

(۱) مصارف تجہیز وتکفین

(۲) قضاء دیون کے بعد ما بقی میں حصص ہیں

(۳) وصیت ثلث مال کا نفاذ

اگر کفن دفن سے بچنے والا مال ادائیگی دین (قرض) میں خرچ ہوا تو وصیت کا نفاذ نہیں ہوگا اور اگر وصیت میں ہی ختم ہوا تو ورثاء کو حصص نہیں ملیں گے اور موت وحیات کے مسائل بھی خانہ داری کی چیزیں ہیں، اللہ نے ایسا قانون بنایا کہ دنیا کی کسی قوم کے پاس ایسا قانون نہیں۔

درآمد کا عنوان رکھنے کی وجہ

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ : اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے (میت کے پس انداز مال میں اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے) کہ طبعی طور پر قانونِ قدرت وفطرت کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اولاد کو باپ کی کمائی سے پونجی ملتی ہے۔ اس لئے درآمد عنوان اور خلاصہ میں رکھا، اگر خداداد معین حصہ لے تو پھر اگر اس قانون کی عزت کرو گے تو عزت پاؤ گے اور اگر نافرمانی کرو گے تو ذلیل کئے جاؤ گے۔

اجمال کے بعد حصص کا تفصیلی ذکر

پچھلی آیتوں میں وراثت کے متعلق اجمالی بحث تھی، اب یہاں سے ان کے حصوں کا مفصل ذکر کیا جا رہا ہے، جن لوگوں کے حصے مقرر ہیں، اس کی تفصیل اس لئے ضروری ہے کہ جاہلیت میں مستحق لوگوں کو میراث سے محروم کیا جاتا تھا۔ اس کی تفصیل قرآن مجید نے بیان فرمائی ہے یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے حق میں تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے پھر اگر دو سے زائد لڑکیاں ہوں تو ان کیلئے ترکہ میں دو تہائی حصہ مال کا ہے اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کیلئے نصف ہوگا۔

قرآن کا لڑکیوں کو حصہ دینے میں اہتمام

قرآن مجید نے لڑکیوں کو حصہ دینے کا اس قدر اہتمام کیا ہے کہ ایک لڑکی کے حصے کو اصل قرار دے کر اس کے اعتبار سے لڑکوں کا حصہ بتلایا اور بجائے لِلْاُنْثَیَیْنِ مِثْلُ حَظِّ الذَّکَرِ (دو لڑکیوں کو ایک لڑکے کے حصہ کے بقدر) فرمانے کے لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ (لڑکے کو دو لڑکیوں کے حصہ کے بقدر) کے الفاظ سے تعبیر فرمایا جو لوگ بہنوں کو حصہ نہیں دیتے اور وہ سمجھتے ہیں بادل نخواستہ شرما شرمی میں معاف کر دیتی ہیں کہ ملنے والا تو ہے ہی نہیں تو کیوں بھائیوں سے برائی لیں، ایسی معافی شرعاً معافی نہیں ہوتی، ان کا حق بھائیوں کے ذمہ واجب رہتا ہے، یہ میراث دبانے والے سخت گنہگار ہیں، ان میں بعض نابالغ بچیاں بھی ہوتی ہیں، ان کو حصہ نہ دینا دوہرا گناہ ہے ایک گناہ وارث شرعی کے حصہ کو دبانے کا اور دوسرا یتیم کے مال کھانے کا۔

والدین کا حصہ

وَلِاَبَوَیْهِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ اِنْ کَانَ لَهٗ وَلَدٌ فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنْ کَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصِیْ بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍ اٰبَآؤُکُمْ وَ اَبْنَآؤُکُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَکُمْ نَفْعًا: یہاں سے والدین کے حصہ کے متعلق احکام ہیں تو یہاں پر تین صورتیں بیان ہوئی ہیں، اول یہ کہ والدین کیساتھ میت کی اولاد، بیٹا یا بیٹی ہو تو میت کے والدین کو چھٹا حصہ ملے گا، دوسری صورت یہ ہے کہ میت کی نہ اولاد ہو نہ بھائی، بہن تو ماں کو ایک ثلث اور باپ کو دو ثلث ملے گا، تیسری صورت والدین کے ساتھ اولاد نہ ہو مگر میت کے بھائی بہن ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ ملے گا باپ کو باقی سب ملے گا۔

باپ

(الف) کل جائیداد کا چھٹا حصہ بشرطیکہ میت کا بیٹا یا پوتا یا پڑپوتا موجود ہو۔

(ب) اگر میت کا بیٹا یا پوتا کوئی نہیں لیکن بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی موجود ہو تو اس صورت میں پہلے باپ کو چھٹا حصہ کل جائیداد کا دیا جائے گا۔ اگر ایک بیٹی ہو یا پوتی ہے تو کل جائیداد کا آدھا اور اگر ایک سے زائد دو بیٹیاں یا دو پوتیاں ہوں تو اس صورت میں ان لڑکیوں کو دو تہائی حصہ مقرر دے کر جو باقی بچے وہ بھی باپ کو دے دیا جائے۔

(ج) اگر میت کی اولاد میں سے کوئی بھی نہ ہو تو اس صورت میں باقی ذوی الفروض مثلاً بیوی، ماں کو دے کر باقی سب جائیداد باپ کے حوالے کر دی جائے گی۔

دادا

پہلی تینوں صورتوں میں اگر باپ کے بجائے دادا ہو تو دادا کو باپ والا ہی حق ملے گا لیکن باپ اور دادا کا تین صورتوں میں فرق ہے۔

(الف) پہلی صورت یہ ہے کہ باپ کی موجودگی میں دادی وارث نہیں ہوتی اور دادا کی موجودگی میں ہو جاتی ہے۔

(ب) دوسری صورت یہ ہے کہ میت جب دونوں ماں باپ اور میاں بیوی میں سے ایک کو چھوڑے تو باپ کی موجودگی میں میاں بیوی میں سے ایک کا حصہ نکال کر باقی مال کا تہائی ماں کو ملتا ہے اور اگر باپ کے بجائے دادا ہو تو ماں کو سارے مال میت کا ایک تہائی ملتا ہے مگر امام ابو یوسفؒ اس صورت میں بھی باقی مال کا تہائی حصہ دلاتے ہیں۔

(ج) تیسری صورت یہ ہے کہ عینی علاتی بھائی بہنیں باپ کی موجودگی میں سب جگہ گر جاتے ہیں یعنی محروم ہو جاتے ہیں لیکن دادا کی موجودگی میں سوائے امام ابو حنیفہؒ کے دیگر کسی امام کے ہاں نہیں گرتے۔

(د) چوتھی صورت فرق کی بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ وہ ہندوستان میں نہیں پائی جاتی۔

ماں

(الف) میت کی اولاد کی موجودگی میں ماں کو سارے مال میں سے چھٹا حصہ ملتا ہے۔

(ب) اگر میت کی اولاد موجود نہیں ہے لیکن دو یا دو سے زیادہ بھائی بہنیں موجود ہیں تو بھی ماں کو چھٹا حصہ سارے مال کا ملتا ہے۔

(ج) اگر میت کی اولاد یا بھائی بہنیں بھی ہوں تو پھر ماں کو سارے مال کا تیسرا حصہ ملتا ہے۔

(د) اگر میت کی اولاد یا بھائی بہنیں موجود نہیں لیکن میاں بیوی میں سے ایک اور باپ موجود ہے تو اس صورت میں پہلے خاوند یا بیوی کا حصہ نکال کر پھر باقی مال سے ایک تہائی ماں کو دیا جائے۔

تقسیم میراث میں حکمتیں

فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا : اللہ کی طرف سے تمہارے حصے مقرر کئے گئے ہیں، وہ حکمت والی ذات ہے اور ہر چیز سے باخبر ہے، اگر بالفرض تمہاری رائے پر میراث تقسیم کی جاتی تو ضرور اس میں تم زیادتی اور بے اعتدالی کرتے اور مستحق اپنے حصہ سے محروم ہو جاتے۔

زوجین کے حصص

وَ لَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ وَ لَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ: اس آیت میں زوجین کے حصوں کا ذکر ہے اس میں بھی زوج کا ذکر اول ہے تو زوج کی میراث کی دوصورتیں بیان ہوئی ہیں، اول یہ ہے کہ اگر زوجہ کی اولاد نہ ہو تو زوج کو نصف مال ملے گا اور دوسرا یہ کہ اگر اولاد ہو تو چوتھائی حصہ ملے گا، اسی طرح اگر زوج مرجائے تو زوجہ کی بھی دوصورتیں ہیں اول یہ کہ زوج کی اولاد نہ ہو تو زوجہ کو چوتھائی حصہ ملے گا اور دوسرا یہ کہ اگر اولاد ہو تو آٹھواں حصہ ملے گا، اسکے بعد جتنا مال بچے گا تو وہ دیگر ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا۔

زوجہ کا مہر بھی قرض میں شامل

قرض ادا کرنے کے بعد اس میں بیوی کا مہر بھی آتا ہے کیونکہ بیوی کا مہر بھی قرض ہے، جس طرح اور قرض ہے تو مہر بھی قرض ہے تو اگر بیوی کو مہر نہیں دیا تو ترکہ میں سے اول اس کو مہر دیا جائے گا۔

خاوند

(الف) اگر بیوی اولاد چھوڑ کر مرگئی ہے تو خاوند کو بیوی کے مال میں سے چوتھائی حصہ ملے گا۔

(ب) اگر بیوی کی اولاد نہیں ہے تو خاوند کو بیوی کے سارے مال میں سے آدھا حصہ ملے گا۔

بیوی

(الف) اگر میاں اولاد چھوڑ کر مرگیا ہے تو بیوی کو سارے مال میں سے آٹھواں حصہ ملے گا۔

(ب) اگر خاوند کی اولاد نہیں ہے تو پھر بیوی کو سارے مال میں سے ایک چوتھائی ملے گا۔

بیٹی

(الف) اگر میت کی ایک بیٹی ہو اور بیٹا کوئی نہ ہو تو اُسے آدھی جائیداد ملتی ہے۔

(ب) اگر میت کا بیٹا نہ ہو اور دو بیٹیاں ہوں تو ساری جائیداد میں سے انہیں دو تہائی ملتا ہے۔

بیٹا

جن وارثوں کا حق شریعت میں کسی خاص مقدار میں معین ہے ان کو ذوی الفروض کہتے ہیں ذوی الفروض سے جو بچ جائے وہ بیٹا اور بیٹی مذکور الصدر ترتیب سے بانٹ لیتے ہیں اور اگر بیٹی بھی نہ ہو تو سارا مال بیٹا لے جاتا ہے۔

کلالہ کی میراث

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ: کلالہ اگر مرنے والے کے اصول و فروع نہ ہوں اس کو کلالہ کہتے ہیں اگر ایسے شخص کا اخیافی بھائی (ماں شریک) ہو تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر ایک سے زائد ہوں تو ایک تہائی سب میں تقسیم ہوگا۔

اخیافی بہن بھائی

وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ: یہاں سے بھائی بہن کی پہچان کا ذکر ہے کہ کون سے ہیں؟ علاتی، اخیافی یا عینی ہیں تو یہاں پر اخیافی مراد ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی قرأت بھی اس آیت میں اسی طرح ہے کہ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ: من امه

بھائی

اگر میت کا بیٹا پوتا اور باپ یا دادا موجود نہ ہو تب بھائی کو حصہ ملتا ہے بھائیوں میں پھر عینی مقدم ہے اگر وہ نہ ہو تو پھر علاتی کو ملتا ہے دادھیال میں سے اگر کوئی بھی نہ ہو تب اخیافی بھائیوں کو حصہ ملتا ہے۔

بہن

(الف) اگر بیٹا، پوتا، باپ، دادا، بھائی میں سے کوئی موجود نہ ہو اور فقط ایک بہن ہو تو آدھی جائیداد میت کی دے دی جائے گی۔

(ب) اگر دو بہنیں ہوں تو ان کو میت کی ساری جائیداد کا دو تہائی دیا جائے گا۔

(ج) اگر بہن کے ساتھ بھائی بھی ہو تو پھر بھائی کو دگنا اور بہن کو ایک حصہ دیا جائے گا۔

(د) اگر فقط ایک بیٹی اور ایک بہن ہو تو میت کی آدھی جائیداد بیٹی لے جائے گی اور آدھی بہن کو ملے گی۔

(ہ) اگر میت کی دو بیٹیاں اور ایک بہن ہو تو دو تہائی جائیداد دو بیٹیاں لیں گی اور ایک تہائی بہن لے گی۔

(و) اگر میت کی ایک بیٹی اور ایک پوتی ہے تو بھی بہن کو ایک تہائی مال کا ملے گا اور دو تہائی سے سارے مال کا آدھا پہلے بیٹی لے گی بعد ازاں دو تہائی میں سے جو بچے گا وہ پوتی لے گی۔

نوٹ: عینی وہ بھائی بہن جن کے ماں باپ ایک ہوں، علاتی جن کا فقط باپ میں اتحاد ہو، اخیافی جن کا فقط ماں میں اتحاد ہو۔

اللہ کا حکم اور وصیت

وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ: اللہ تعالیٰ کا حکم ہے یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے اس پر عمل کرنا نہایت اہم اور ضروری ہے، اللہ کی طرف سے جو حکم ملا ہے اس کی تعمیل کرنا ہمارا فرض ہے اور اس کے خلاف کرنا نقصان کا باعث ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال سے باخبر ہے اور ہمارے سب اچھے اور بُرے کاموں سے وہ باخبر ہے۔

میت اگر تقسیم خلاف شرع کر گیا تو ورثاء درست کر دیں

بعض مسلمان موجودہ عدالتوں میں جا کر شہادتیں پیش کر دیتے ہیں کہ ہمارے خاندان میں ہمیشہ باوجود مسلمان کہلانے کے خلاف شرع رواج پر فیصلہ مال میراث ہوتا چلا آیا ہے تو عدالت مان لیتی ہے اور خلاف شرع تقسیم میراث کر دیتی ہے شریعت محمدیہ کا فیصلہ اس کے خلاف ہے قرآن مجید اس وقت ایسے ملمع ساز مسلمانوں کو یہ جواب دیتا ہے کہ اگرچہ تمہارے باپ دادا بیوقوف اور گمراہ ہی تھے تو کیا تم بھی ایسے گمراہ بیوقوف ہی رہو گے؟ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ (البقرہ: ۱۷۰) "جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا کے احکام کا اتباع کرو تو کہتے ہیں بلکہ ہم اس قانون کا اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ داداؤں کو پایا خواہ ان کے باپ دادا کچھ دانست بھی نہ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت پانے والے ہوں۔"

شریعت ترک کر کے رواج پر عمل کرنے کے بعد معاشرتی نقائص

انسان کی طرز معاشرت باقی حیوانات سے بالکل الگ ہے، باقی حیوانات تو فقط نفع ذاتی کو مدنظر رکھتے ہیں بخلاف انسان کے کہ یہ نفع وضرر نوعی کو ملحوظ رکھتا ہے یعنی وہ کام کرتا ہے جس

سے بنی نوع انسان کو نفع پہنچے اور دشمن کے ضرر سے بچنے کے لیے بھی وہ تدبیر سوچتا ہے جس پر عمل کر کے ہر فرد بشر اپنی جان بچا سکے۔

نقص اول: رواجی مسلمان چونکہ وہ کام کرتا ہے جس میں اس کا ذاتی نفع ہو اور دوسرے افراد کو نقصان پہنچے اس لیے قانون معاشرت انسان بزبان حال اس پر نفرین و غضب کا اظہار کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اس شریر کو دائرہ انسانیت سے نکال کر حیوانات سے ملحق کر دو۔

نقص دوم: بھائی اور بہن کے درمیان رشتہ اخوت ہے بہنوں کی حق تلفی کے ساتھ بہنوں کے دلوں سے بددعا نکلنے کے علاوہ رشتہ اخوت بھی رواجی غلط کاروں پر اظہار نفرت کرتا ہے، رواجی بھائیوں کو مظلوم بہنوں کی دل آزاری سے ڈرنا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کا غضب دنیا و آخرت میں ان پر نازل ہو ......

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از در حق بہر استقبال مے آید

(مظلوموں کی آہ سے ڈرو کیونکہ ان کی بددعا کے وقت دربار حق سے قبولیت بددعا استقبال کرتی ہے)

نقص سوم: بھانجے کو جب معلوم ہوگا کہ میرے نانا کی جائیداد میں سے میری والدہ کا حصہ تھا اور ماموں صاحب ظلم کے باعث ہمارا حق غصب کئے ہوئے ہیں تو اس کے دل میں ماموں سے نفرت پیدا ہوگی اور وہ یہی خیال کرے گا کہ ماموں بجائے خدا پرست ہونے کے زر پرست ہیں ان کے دل میں خدا تعالیٰ کے خوف کی بجائے حب مال کا ناسور ہے۔

نقص چہارم: بہنوئی کو جب علم ہوگا کہ میری بیوی کا اتنا روپیہ میرے سالے نے غبن کر رکھا ہے تو اس کے دل سے نفرت و غضب کے فوارے اٹھیں گے اور ہر مصیبت میں وہ اس روپیہ کو یاد کر کے سالے کے حق میں بددعا کرے گا اگر وہ نالائق حرام خوری سے باز رہتا تو آج اپنے سرمائے سے میرا فلاں کام چل نکلتا۔

نقص پنجم: غرضیکہ اس رواجی ظالم بھائی کی اس ناشائستہ حرکت پر بہنوئی کا سارا خاندان بلکہ ہر منصف مزاج عقل مند اظہار نفرت کرے گا۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا مخالف ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہو، بہنوں کو نقصان دینے والا ہو، بھانجوں کی بددعائیں اس پر پڑ رہی ہوں، بہنوئی اس کے ظلم سے تنگ ہو ہر منصف مزاج عقل مند اس کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھے گا تو ایسا شخص پھر کس معنی میں شریف اور معزز ہوگا۔

خلاف شریعت رواج پر تقسیم میراث کرنا بداخلاقی ہے

دو ہاتھ دو پاؤں ایک ناک دو کانوں اور ایک زبان سے ہی آدمی نہیں بن جاتا بلکہ آدمی بننے کیلئے تمغہ امتیاز انسانی یعنی پابند اخلاق حمیدہ ہونا لازمی ہے جس شخص کے اندر اخلاق حمیدہ کا رنگ نہیں وہ جانوروں سے بھی بدتر ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد واجب الاعتقاد گواہ ہے۔

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ (التین: ۵) ''(فرض انسانی نہ ادا کرنے کے باعث) ہم نے انسان کو سب سے گھٹیل (ادنیٰ ومعمولی) مخلوقات سے بھی گھٹیل بنا دیا۔''

اخلاق حمیدہ کے دو درجے

ادنیٰ: وہ یہ ہے کہ انسان دوسرے کے ساتھ وہ سلوک کرے کہ اگر اس کے ساتھ وہی کیا جائے تو اسے ناگوار نہ گزرے۔

اعلیٰ: اعلیٰ درجہ اخلاق حمیدہ کا یہ ہے کہ دوسرے بھائی کے ساتھ اپنی شان سے بہتر سلوک کیا جائے۔

رواجی مسلمان بداخلاق ہے

مخالف شریعت رواجی مسلمان اخلاق حمیدہ کے دونوں درجوں سے گرا ہوا ہے کیونکہ اپنی بہنوں کے ساتھ وہ ایسا سلوک کرتا ہے کہ اگر اس کے ساتھ وہی کیا جائے کہ باپ کے مال سے اسے محروم کر دیا جائے اور ساری جائیداد بہن کے حوالے کر دی جائے تو یہ کبھی بھی اسے گوارا نہ کرے بلکہ اگر ہو سکے تو خونریزی تک نوبت پہنچ جائے۔

رواجی مسلمان پانچ دفعات کا مجرم

۱: اللہ تعالیٰ کا مخالف ہے۔

۲: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا دشمن ہے۔

۳: قرآن مجید سے عناد رکھتا ہے۔

۴: قانون معاشرت انسانی کا بیخ کن ہے۔

۵: اپنی خبیث روش سے اخلاق حمیدہ کا خون کر رہا ہے۔

پابند شریعت مسلمانوں کا فرض

متشرع مزاج مسلمانوں کا فرض ہے کہ مذکورۃ الصدر پانچ دفعات کے مجرموں کو درجہ شرافت وتہذیب سے گرا ہوا خیال فرمائیں اور ایسے لوگوں کو حقیر سمجھتے ہوئے جہاں تک ممکن ہو سکے ان سے میل جول ترک کر دیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ان باغیوں سے محبت ودوستی رکھنے کے باعث اللہ تعالی ہم پر بھی ناراض ہو اور یہ بھی سچے مسلمانوں کا فرض ہونا چاہئے کہ اپنے ان بے راہ رو بھائیوں کو راہ راست پر لانے کی ہر ممکن کوشش کریں اور ان سے مقاطعہ (بائیکاٹ) کرنے کے بجائے سمجھا بجھا کر انہیں پابند شریعت مسلمان بنائیں کیونکہ یہ ہمارا فرض ہے۔

اللہ کی حدود سے نکلنے کے نقصانات

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ: یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں اس سے نکلنے سے تمہارا ہی نقصان ہے اس کے اندر رہیں گے تو کامیابی ملے گی باہر جانے سے جان ومال اور ایمان کا خطرہ ہے اور اسی طرح جو شخص اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر چلے گا تو اس کے لئے جنت ہوگی اور جنت بھی ایسی ہوگی جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ ان کیلئے بڑی کامیابی ہوگی کیونکہ جنت ایسی جگہ ہے جس میں نہ کوئی بوڑھا ہوتا ہے اور نہ کوئی مرتا ہے یعنی ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے اس میں نہ کوئی تکلیف ہوگی نہ کوئی بیماری، صرف خوشی ہی خوشی ہوگی۔

حدود اللہ سے نکلنے والوں کے لئے دوزخ کی آگ

وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ: اسی طرح جو آدمی اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے بتائی ہوئی حدود سے نکل جائے گا تو اس کے لئے ایسی آگ تیار ہوئی ہے کہ جس میں وہ ہمیشہ کیلئے رہے گا اور ان کیلئے ذلت کا عذاب ہوگا اور وہ ہمیشہ کیلئے دوزخ میں رہیں گے جہاں مصیبت، تکالیف اور ذلت کے سوا کچھ نہیں۔

ذمہ داریوں کی دو اقسام: پہلی قسم کی ذمہ داریاں

(الف) اعتقادات: اعتقادات وہ ہیں جن میں ہر مرد وزن، ہر پیر ومرید، ہر شاہ وگدا، ہر امیر

وغریب، ہر جاہل وعالم ان میں یکساں طور پر ذمہ دار ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک لہ ماننا، اس کی تمام صفات پر ایمان لانا، اس کی تمام نازل کی ہوئی کتابوں پر ایمان لانا، اس کے تمام ملائکہ عظام پر ایمان لانا، اس کے تمام بھیجے ہوئے پیغمبروں کو سچا جاننا، اس کی تقدیر پر ایمان لانا، قیامت کے دن قبروں سے نکل کر میدان محشر میں آنے اور حساب وکتاب ہونے پر ایمان لانا۔

(ب) اعمال: اعمال میں بھی تقریباً تمام مرد وزن مساوی ہیں مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ لہٰذا جب تک انسان کے اعتقادات قرآن مجید کے مطابق نہیں ہوں گے اور اعمال صالحہ کا پابند نہیں ہوگا عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکے گا۔

دوسری قسم کی ذمہ داریاں

ایک وہ ذمہ داریاں ہیں جو ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ ہیں، پہلی قسم کی ذمہ داریوں کے علاوہ ان دوسری قسم کی ذمہ داریوں کا انجام دینا بھی ضروری ہے جو شخص ان مقدمی ذمہ داریوں کو انجام نہیں دے گا وہ بھی یقیناً گرفت الٰہی میں آئے گا اور عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اللھم لا تجعلنامنھم اس قسم کی ذمہ داریوں کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

مرد کی ذمہ داری

مرد اگرچہ، نماز، روزہ وغیرہ احکام شرعیہ کا پابند ہو مگر اس کا سلوک بیوی بچوں سے اچھا نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس کی کوئی عزت نہیں ہے خیرکم خیرکم لاھلہ (الترمذی:۳۸۹۵) ''تم میں سے اچھا وہ آدمی ہے جس کا سلوک اپنے بال بچوں سے اچھا ہو۔'' ایک اور روایت ہے قال اذا کانت عندالرجل امرأتان فلم یعدل بینھما جاء یوم القیامۃ وشقہ ساقط (الترمذی:۱۱۴۱) ''آپ نے فرمایا جب آدمی کے پاس دو بیویاں ہوں اور ان میں انصاف نہ کرے تو قیامت کے دن ایسے حال میں (میدان محشر) میں آئے گا کہ اس کا آدھا وجود گرنے والا ہوگا (یعنی ایک حصہ وجود کا صحیح وسالم ہوگا اور دوسرا حصہ بے جان ہونے کے باعث جھکا ہوا ہوگا)''

عورت کی ذمہ داری

اگر مرد عورت سے راضی ہے تو اس کیلئے بہشت ہے، ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے

أيما امرأة ماتت وزوجها عنها راض دخلت الجنة (الجامع الصغير:٣٢٩٢) ''جو عورت ایسی حالت میں فوت ہو جائے کہ اس کا خاوند اس سے راضی ہو تو وہ بہشت میں جائے گی''

صلہ رحمی

اگر ایک شخص نماز روزہ کا پابند ہے، حج بھی کر آیا ہے، زکوۃ بھی با قاعدہ ادا کرتا ہے مگر رشتہ داروں سے اس کا سلوک اچھا نہیں ہے تو وہ بھی دوزخ کی ہوا کھائے بغیر جنت میں نہیں جاسکتا، لا يدخل الجنة قاطع (المسلم:٢٥٥٦) ''قطع رحمی کرنے والا بہشت میں داخل نہیں ہوگا'' یعنی جس کا سلوک اپنے رشتہ داروں سے اچھا نہیں ہوگا وہ ابتدا بہشت میں نہیں جائیگا اگر چہ دوزخ کی سزا بھگتنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے دوزخ سے نکل آئے گا۔''

رکوع 03

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا

اور تمہاری عورتوں میں سے جو کوئی بدکاری کرے ان پر اپنوں میں سے چار مرد

عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي

گواہ لاؤ پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو ان گھروں میں

الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ

بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت آ جائے یا اللہ ان کے لیے کوئی

سَبِيْلًا ﴿۱۵﴾ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ

راستہ نکال دے۔ اور تم میں سے جو دو مرد وہی بدکاری کریں تو ان کو تکلیف دو پھر

تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا

اگر وہ توبہ کریں اور اپنی اصلاح کر لیں تو انہیں چھوڑ دو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا

رَّحِيْمًا ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

مہربان ہے۔ اللہ پر توبہ قبول کرنے کا حق انہیں لوگوں کے لیے ہے جو

السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ

جہالت کی وجہ سے برا کام کرتے ہیں اس کے بعد جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں

يَتُوبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧﴾

ان لوگوں کو اللہ معاف کر دیتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا دانا ہے۔

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا

اور ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہے جو برے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ

حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا

جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے اس وقت کہتا ہے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں اور اسی طرح

الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۗ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ

ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہے جو کفر کی حالت میں مرتے ہیں ان کے لیے ہم نے

عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٨﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ

دردناک عذاب تیار کیا ہے۔ اے ایمان والو! تمہیں یہ حلال نہیں کہ

اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ۗ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا

زبردستی عورتوں کو میراث میں لے لو اور ان کو اس واسطے نہ روکے رکھو کہ ان سے کچھ اپنا دیا ہوا

بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ

مال واپس لے لو ہاں اگر وہ کسی صریح بد چلنی کا ارتکاب کریں

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى

اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح سے زندگی بسر کرو اگر وہ تمہیں

اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿١٩﴾

نا پسند ہوں تو ممکن ہے کہ تمہیں ایک چیز پسند نہ آئے مگر اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھی ہو۔

وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّ

اور اگر تم ایک عورت کی جگہ دوسری عورت کو بدلنا چاہو ۔ اور

اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ

ایک کو بہت سا مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو

اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿٢٠﴾ وَ كَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ

کیا تم اسے بہتان لگا کر اور صریح ظلم کر کے واپس لو گے ۔ تم اسے کیوں کر لے سکتے ہو

وَ قَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ

جب کہ تم میں سے ہر ایک دوسرے سے لطف اندوز ہو چکا ہے اور وہ عورتیں تم سے

مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿٢١﴾ وَ لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ

پختہ عہد لے چکی ہیں۔ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے ماں باپ نکاح

مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً

کر چکے ہیں مگر جو پہلے ہو چکا بے حیائی ہے اور غضب کا کام ہے اور

وَّ مَقْتًا ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ﴿٢٢﴾ ع

برا چلن ہے۔

رکوع (۳)

خلاصہ: قانون اصلاح معائب ازواج اور مدارج معائب

ماخذ: وَ الّٰتِیۡ یَاۡتِیۡنَ الۡفَاحِشَۃَ مِنۡ نِّسَآئِکُمۡ فَاسۡتَشۡہِدُوۡا عَلَیۡہِنَّ اَرۡبَعَۃً
مِّنۡکُمۡ فَاِنۡ شَہِدُوۡا فَاَمۡسِکُوۡہُنَّ فِی الۡبُیُوۡتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰہُنَّ
الۡمَوۡتُ اَوۡ یَجۡعَلَ اللّٰہُ لَہُنَّ سَبِیۡلًا ○ وَ الَّذٰنِ یَاۡتِیٰنِہَا مِنۡکُمۡ
فَاٰذُوۡہُمَا فَاِنۡ تَابَا وَ اَصۡلَحَا فَاَعۡرِضُوۡا عَنۡہُمَا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ تَوَّابًا
رَّحِیۡمًا ○ اِنَّمَا التَّوۡبَۃُ عَلَی اللّٰہِ لِلَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ السُّوۡٓءَ بِجَہَالَۃٍ
ثُمَّ یَتُوۡبُوۡنَ مِنۡ قَرِیۡبٍ فَاُولٰٓئِکَ یَتُوۡبُ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ وَ کَانَ اللّٰہُ
عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا ○ وَ لَیۡسَتِ التوبۃ لِلَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ السَّیِّاٰتِ
حَتّٰۤی اِذَا حَضَرَ اَحَدَہُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ اِنِّیۡ تُبۡتُ الۡـٰٔنَ وَ لَا الَّذِیۡنَ
یَمُوۡتُوۡنَ وَ ہُمۡ کُفَّارٌ اُولٰٓئِکَ اَعۡتَدۡنَا لَہُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا ○
یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا یَحِلُّ لَکُمۡ اَنۡ تَرِثُوا النِّسَآءَ کَرۡہًا وَ لَا
تَعۡضُلُوۡہُنَّ لِتَذۡہَبُوۡا بِبَعۡضِ مَاۤ اٰتَیۡتُمُوۡہُنَّ اِلَّاۤ اَنۡ یَّاۡتِیۡنَ بِفَاحِشَۃٍ
مُّبَیِّنَۃٍ وَ عَاشِرُوۡہُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ فَاِنۡ کَرِہۡتُمُوۡہُنَّ فَعَسٰۤی اَنۡ
تَکۡرَہُوۡا شَیۡئًا وَّ یَجۡعَلَ اللّٰہُ فِیۡہِ خَیۡرًا کَثِیۡرًا ○ وَ اِنۡ اَرَدۡتُّمُ
اسۡتِبۡدَالَ زَوۡجٍ مَّکَانَ زَوۡجٍ وَّ اٰتَیۡتُمۡ اِحۡدٰىہُنَّ قِنۡطَارًا فَلَا
تَاۡخُذُوۡا مِنۡہُ شَیۡئًا اَتَاۡخُذُوۡنَہٗ بُہۡتَانًا وَّ اِثۡمًا مُّبِیۡنًا ○ وَ کَیۡفَ
تَاۡخُذُوۡنَہٗ وَ قَدۡ اَفۡضٰی بَعۡضُکُمۡ اِلٰی بَعۡضٍ وَّ اَخَذۡنَ مِنۡکُمۡ
مِّیۡثَاقًا غَلِیۡظًا (النساء: ۱۵ تا ۲۱)

نقائص کی اصلاح کی صورتیں

اگر ازواج میں نقائص پیدا ہو جائیں تو اصلاح کی کیا صورت ہے؟ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عیب دار عورت کے تین درجے ہیں، پہلا یہ ہے کہ ہم عدالت میں ثابت کر سکتے ہیں جب چار مرد اس عورت کو گناہ میں مبتلا ہوتا دیکھ پائیں، دوسری صورت یہ ہے کہ عدالت میں ثابت نہیں کر سکتے یعنی چار گواہ نہ ملیں لیکن گھر والوں کو یقینی طور پر اس کے مجرم ہونے کا علم ہو جائے، خاندان والے یا لڑکے کی ماں بہن نے اُسے جرم کرتے دیکھا اور کہا کہ اب بیوی کو گھر میں نہیں رکھنا چاہیے، تیسری صورت یہ ہے کہ نہ عدالت میں ثابت کر سکتے ہیں اور نہ الزام لگا سکتے ہیں اور گھر میں بھی نہیں رکھنا چاہتے، طبیعت ہی اس کے ساتھ نہیں لگتی، جرم اس پر ثابت نہ ہو سکا، ان تینوں صورتوں کے احکام الگ الگ ہیں۔

قانونِ اصلاح ازواج

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا: یہاں سے قانونِ اصلاح ازواج شروع ہوتا ہے، عورت اگر اس درجہ بے حیا ہو گئی ہے کہ وہ ایسے موقع پر رسوائی کر رہی ہے جہاں چار آدمی اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں اس کی سزا اس آیت میں یہ ہے یعنی پہلی صورت ہے کہ ابتدائے اسلام میں یہ حکم تھا کہ ایسے جرم کی مرتکب عورت کو گھر میں رکھو، یہاں تک کہ وہ مر جائے تا کہ گھر سے باہر جا کر اور گمراہ نہ ہو یا تا آنکہ اللہ تعالیٰ کوئی قانون نازل فرمائے پھر سورہ نور میں قانون آیا اور وہاں اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا کا ایفاء ہوا ہے۔

اب غیر شادی شدہ کی سزا یہی ہے کہ اس کو سو درّے (کوڑے) لگوائے جائیں اور اسی طرح جب ثیب (شادی شدہ) زنا کرے تو اس کی سزا رجم ہے۔ بعض حضرات کی رائے میں رجم ثابت بالسنة والاجماع ہے اور مقتدائے اعظم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ نے رجم کیا ہے۔

رجم کا حکم قرآن سے ہے یا حدیث سے؟

رجم کا حکم صحیح مسلم شریف میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی ہے۔ قرآن شریف میں مذکور نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ اگر لوگ یوں نہ کہتے کہ عمر رضی

اللہ عنہ نے قرآن شریف میں زیادتی کردی ہے تو میں رجم کی آیت کو قرآن شریف میں بڑھا دیتا،
اس سے معلوم ہوا کہ رجم کا جملہ دراصل قرآن شریف کی شرح میں تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ
اس کو اس قدر لازمی اور ضروری خیال کرتے تھے کہ انہیں تحریف کا خطرہ نہ ہوتا تو قرآن شریف
میں لکھ دیتے تا کہ آئندہ مسلمان حاکم اس کو چھوڑ نہ سکیں اور بعض آیت الشیخ والشیخة اذا
زنیا سے جو اِن کے خیال میں منسوخ التلاوۃ ہے اور باقی الحکم ہے، یہ بھی ایک توجیہ
ہے واللہ اعلم بمرادہ ہم کہتے ہیں کہ جب تطبیق ہوسکتی ہے تو قول نسخ کی ضرورت نہیں وہ یہ ہے
کہ آیت سورہ نور اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا کی تفسیر اور تفصیل ہوا اور فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ
پر اب بھی عمل ہے مثلاً رجم یا جلد کی سزا اس کیلئے مقرر ہوئی مگر کل مثلاً تعطیل ہے یا کوئی اور وجہ ہے
کیونکہ لوگوں کو بلا کر انکے سامنے حد لگائی جاتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے تو اب تک اس بدفعل کو
گھر میں یا جیل میں رکھا جائیگا، اب یہاں کی یہ آیت ابتدائے اسلام سے متعلق ہے ابتدائی ٹکڑے
فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ بھی باقی ہے یا یہ کہ سابق لاحق اور لاحق سابق ہے اور یہ بھی
ایک حکم ہے کہ سورۃ نور میں اس کا حکم آرہا ہے، تب یہ منسوخ نہیں اذا تعارضا تساقطا۔

مزنیہ کو سزا کے بعد ہمیشہ کیلئے نسبتِ زنا نہ کرنے کا حکم

وَ الَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا فَاِنْ تَابَا وَ اَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا
رَّحِيْمًا: جب زانی وزانیہ کو سزا دی گئی تو انہیں ہمیشہ کیلئے نسبتِ زنا نہ کریں یعنی مسلمانوں کو چاہیے
کہ طعنہ زنی ترک کریں تو خلاصہ یہ ہے کہ عام مفسرین حضرات نے اس آیت میں زنا ہی قرار دیا
ہے یعنی بعض مفسرین اس کا مطلب یوں فرماتے ہیں کہ اگر مرد عورت زنا کریں لیکن ثبوت اتنا نہیں
کہ قاضی کے سامنے پیش کیا جائے تو مسلمانوں کو (جو اِن کی بدچلنی سے واقف ہیں) حکم ہے کہ
مسجد میں اس کو زدوکوب کریں۔

زنا کے ساتھ لواطت بھی مصداق ہے

بعض مفسرین وَ الَّذٰنِ سے مراد مرد اور عورت لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تغلیباً مذکر
کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ ابوین وغیرہ کا اطلاق مروج ہے لیکن مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور
شاہ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں کہ مجاز اس وقت لیا جاتا ہے جب حقیقت متعذر ہو اس جگہ وَ الَّذٰنِ کا
حقیقی معنی چونکہ ہوسکتا ہے اس واسطے ہم مجاز ترک کرتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ اگر دو مذکر آپس

میں بدفعلی کریں تو چونکہ لواطت کی حد مقرر نہیں اس لئے فَاٰذُوْهُمَا پر عمل کرو تو بعض بزرگوں نے اس آیت کو دو مردوں کی باہمی بدکاری پر بھی محمول کیا ہے حضرت شاہ ولی اللہؒ بھی اس آیت کو لواطت پر محمول کرتے ہیں پھر اگر وہ دونوں توبہ کریں اور اپنی اصلاح کریں تو ان سے درگزر کرو بیشک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان ہے لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (الزمر:۵۳) اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں بیشک اللہ سب گناہ بخش دے گا بے شک وہ بخشنے والا رحم والا ہے۔

قبولیت توبہ کی شرائط

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا: اللہ تعالیٰ پر توبہ قبول کرنے کا حق یہ ان لوگوں کیلئے ہے جو جہالت کی وجہ سے برے کام کرتے ہیں اس کے بعد جلد ہی توبہ کرتے ہیں ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے لیکن ان کیلئے شرائط ہیں ایسا نہ ہو کہ بس یہ خیال کرتے جاؤ کہ گناہ کرو اور آخر میں توبہ کرلیں گے۔

توبہ کی تین شرائط

(۱) اس جرم سے فوری دستبرداری یعنی جس گناہ میں مبتلا ہے فوراً اس کو چھوڑ دینا۔

(۲) سابقہ گناہ پر ندامت یعنی جس گناہ میں مبتلا تھے اس پر پشیمان ہونا حدیث شریف میں ہے الندم توبة (ابن ماجه:٤٢٥٢) توبہ نام ہی ندامت کا ہے۔

(۳) آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم مصمم، توبہ کے وقت آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرنا، دل سے گناہوں سے توبہ و اجتناب، زبان سے بھی کرے اور عملی توبہ بھی ہونی چاہئے، عملی توبہ کی مثال جیسے اللہ کے راستہ میں صدقہ خیرات کرنا۔ اسی طرح وہ حالتیں جن میں توبہ قبول نہیں ہوتی، ایک یہ کہ موت کا یقین ہو جائے یعنی غرغرہ کی کیفیت میں توبہ قبول نہیں ہوتی ان اللّٰه يقبل توبة العبد مالم يغرغر (الترمذی:۳۵۳۷) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت قبول کرتا ہے جب تک کہ غرغرہ کی کیفیت شروع نہ ہو جائے اور مغرب سے طلوع آفتاب کے بعد بھی کسی کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

اسقاط ذنوب کے لئے خود تراشیدہ بدعتیں

ان اللّٰه تعالیٰ يبسط يده بالليل ليتوب مسيئي النهار ويبسط يده بالنهار ليتوب

مسیئی اللیل حتی تطلع الشمس من مغربها (صحیح الجامع :۱۸۷۱) لیکن موجودہ زمانہ میں بدعتیوں نے اسقاط ذنوب کے لئے عجیب وغریب بدعتیں تراش رکھی ہیں، مثلاً ہدیہ قرآن اور کفن وغیرہ پر لکھنا یا کنکریاں دم کرکے قبر میں پھینکنا یا خشت پر کلمہ لکھنا یا قبرستان میں شیرینی تقسیم کرنا یا جنازہ کے آگے مولود شریف پڑھنا سب بدعات سیئہ ہیں، اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے لیکن بعض جاہل ان کے اتباع میں لگے ہوئے ہیں اور اپنے اوپر لازم کررکھا ہے، حالانکہ مرنے کے بعد بھی توبہ قبول نہیں ہوتی، یہ بھی تدبیر منزل کی چیزیں ہیں عورتوں کی خرابیوں کا بیان ہے۔

دم نکلتے وقت توبہ کا قبول نہ ہونا

وَلَيْسَتِ التوبة لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْئٰنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰۤئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا: توبہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ ساری عمر دانستہ گناہوں پر اصرار کرتے رہیں، جب موت کا یقین ہوجائے اور دم سینہ میں آکر ہچکیاں لینے لگے تب توبہ کریں، ایسی توبہ قبول نہ ہوگی، اسی طرح اُن لوگوں کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی جو کفر کی حالت میں مرتے ہیں ان کیلئے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کیا ہے اور مرنے کے بعد بھی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

شاہ ولی اللہ کی نظر میں انسان کے چار اخلاق کی تکمیل

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے فلسفہ شریعت کی بے نظیر اور جامع کتاب حجة الله البالغة میں ارشاد فرمایا ہے کہ احکام شرعیہ میں انسان کے چار اخلاق کی تکمیل پیش نظر رکھی گئی ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱) طہارت (ظاہری و باطنی پاکیزگی)

(۲) اخبات (قول اور فعل سے بندگی کا اظہار مثلاً نماز پڑھنا

(۳) سماحة (بوقت ضرورت جان و مال کی قربانی)

(۴) عدالت (انصاف)

یعنی انسان درجہ کمال تک تب پہنچتا ہے جب ان اخلاق میں کمال حاصل کرے، اس کے بعد وہ انسان کامل رحمۃ للعالمین کا سچا متبع، مقبول بارگاہ الٰہی، جنت کا وارث ایسے القاب سے ملقب ہونے کا اہل سمجھا جائے گا۔

خُلق طہارت

طہارت کے معنی پاکیزگی کے ہیں، طہارت کی دو قسمیں ہیں

(۱) طہارت ظاہری

(۲) طہارت باطنی

طہارت ظاہری یہ ہے کہ انسان کا ظاہری وجود بول و براز سے پاک ہو، طہارت ظاہری کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے استنزھوا من البول ''پیشاب سے بچو'' کہیں بدن یا کپڑے پر اسکا کوئی قطرہ نہ لگنے پائے، پرہیز نہ کرنے والوں کیلئے یہ سزا فرمائی، فان عامة عذاب القبر منه (سنن الدارقطنی: ج۱، ص۳۱٤) ''پس تحقیق اکثر قبر کا عذاب اس گناہ کے سبب سے ہوتا ہے۔'' اس سزا کے سننے سے معلوم ہوا کہ پیشاب سے نہ بچنا گناہ کبیرہ ہے، قاعدہ یہ ہے کہ گناہ کبیرہ کرنے والا توبہ کئے بغیر مر جائے تو اسکی سزا دوزخ ہے۔

طہارت باطنی

یہ ہے کہ انسان کے دل کے اندر نجاستیں ہیں ان سے ان کا دل صاف ہو جائے۔ دل کی نجاستیں کئی طرح کی ہیں، اطلاع پانے کے بعد اپنے دل کو ان نجاستوں سے پاک کرنے کی کوشش کریں۔

دل کا پاک کرنا

دل کو پاک کرنے کا ذکر اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: الا وان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسدكله الاوهی القلب (البخاری: ٥٢) ''بیشک جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ خراب ہو جائے تو سارا وجود خراب ہو جاتا ہے اور جب وہ ٹھیک ہو جائے تو سارو وجود ٹھیک ہو جاتا ہے۔ خبردار وہ دل ہے۔'' حاصل یہ نکلا کہ کفر کے سبب سے سب نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

اگر دل میں شبہ پیدا ہو کہ شرک اور کفر کو دل کی نجاستوں میں کیوں شمار کیا گیا حالانکہ شرک اور کفر تو زبان سے یا دوسرے اعمال ہی سے ثابت ہوا کرتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ نے حجة الله البالغة میں تحریر فرمایا ہے کہ انسان کے اعمال اس کی ہیئات نفسانیہ (دل کے اندر موجود راسخ اچھی یا بری کیفیات) کی شرح ہوتے ہیں، مثلاً حب اور بغض یعنی دوستی اور دشمنی دراصل دل میں ہوتی ہے البتہ اس کا ظہور ظاہری اعمال سے ہی ہوسکتا ہے مثلاً آپ کا ایک دوست آیا آپ کے دل میں جس کی محبت ہے آپ سلام کا جواب دیں اور اس سے کہیں گے کہ آج تو بڑا مبارک دن ہے کہ آپ تشریف لے آئے۔ آپ کے تشریف لانے سے دل باغ باغ ہوگیا ہے اور اگر آپ کے دل میں آنے والے سے عداوت ہے تو اسے سلام کا جواب بھی غالباً نہیں دیں گے، اس کے بعد اسے کہیں گے کہ یہاں سے فوراً چلے جاؤ میں تو تمہاری شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتا۔

نجاست اعتقادی نفاق

بظاہر تو مسلمان کہلاتا ہے مگر دل میں اسلام سے (نعوذ باللہ) نفرت ہے اور کبھی کبھی زبان سے بھی ایسے الفاظ نکال دیتا ہے جن سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس شخص کے دل میں اسلام کی کوئی وقعت نہیں ہے، مثلاً کہتا ہے کہ قرآن مجید میں چور کے ہاتھ کاٹنے کی سزا وحشیانہ اور غیر معقول ہے۔ قرآن مجید میں سود خوری کو حرام کیا گیا ہے یہ چیز غلط ہے، اس کے سوا قوم میں پنپ نہیں سکتیں وغیرہ وغیرہ۔

عورت مال متروکہ اور میراث نہیں: مراتب معائب

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا وَ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا : اب مراتب معائب کا ذکر ہے، عرب میں یہ دستور تھا کہ عورت مال میراث سمجھی جاتی تھی اس رسم کو شریعت نے توڑ دیا کہ عورت مال میراث نہیں بلکہ زوج کے مال سے جو کچھ اس کو ملا ہے وہ اُس کو دو، اسی طرح عرب عورت کی جان و مال کا اپنے آپ کو مالک سمجھتے تھے، عورت جس سے نکاح کرتی تھی تو وہ اس کو اپنا مال سمجھتے تھے جس طرح متروکہ مال کے مالک ہوتے ہیں اور ایک ظلم یہ بھی تھا کہ عورت کو جو مال میکے کی طرف سے دیا جاتا تھا، مثلاً ہدیہ وغیرہ تو اس سے بھی عورت کو محروم کر دیا جاتا اور سسرال والے اِس مال کو ہضم کر دیتے اور ایک ظلم یہ بھی ہے کہ شوہر کے مرجانے کے بعد تو ورثاء اپنی من

مانی کرتے ہیں جو دل چاہے یعنی اگر خود دل چاہے تو اس سے نکاح کرتے ہیں یا کسی اور کے ساتھ نکاح کروا دیتے ہیں، یہ عورت کی مرضی کے خلاف کرتے ہیں اور اگر عورت کا دل چاہے تو اس کو بھی کسی کے ساتھ نکاح کرنے نہیں دیتے اور اس کو قید کر کے گھر میں بٹھا دیتے ہیں جس پر کئی مظالم ڈھائے جاتے ہیں، اس لئے آیت میں فرمایا کہ تمہارے لئے یہ حلال نہیں کہ تم جبراً عورتوں کے مالک بنو۔

عورت کو بلا الزام نکالنے پر سب کچھ دینا پڑے گا

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا: تیسری صورت یہ ہے کہ مرد الزام کوئی نہیں دے سکتا اور رکھنا بھی نہیں چاہتا، اس صورت میں اسے بلا الزام نکالا جائے تو سب کچھ دینا پڑے گا، مطلب یہ ہے کہ اگر عورت کی بد چلنی کا فقط میاں مدعی ہے اور کسی کو علم نہیں اور نہ کوئی بین دلیل موجود ہے اور اس عیب کو ظاہر کر کے مرد ثبوت میں کوئی قوی دلیل پیش نہیں کر سکتا البتہ اپنے دل میں اس سے نفرت کر چکا ہے تو اس صورت میں مال لیکر طلاق دینا تو ناجائز ہے کیونکہ اس میں بیوی کا قصور ثابت نہیں ہوا، اگر ویسے طلاق دے تو ماخوذ نہ ہوگا، دوسری صورت میں بدنام کر کے نکالے یہ بھی ایک سزا ہے اور تیسری صورت میں یہ سزا نہیں۔

بد چلن عورت کو طلاق اور ہرجانہ کی وصولی

عورت کی بد چلنی کا میاں اور فریقین کے اقرباء کو علم ہے لیکن محکمہ قضا تک ثبوت کا پہنچانا مشکل ہے تو اس صورت میں میاں بیوی سے کچھ مال لے کر طلاق دے تو ماخوذ نہ ہوگا کیونکہ قصور زوجہ کا ہے اور اگر ارتکاب زنا کرے اور یہ یقین ہو کہ چار گواہ موجود نہیں لیکن اس کی بے حیائی کنبہ والوں کی ہاں بالکل ظاہر ہے ایسی حالت میں رجم نہیں ہوگی، ایسی حالت میں عورت سے ہرجانے کے طور پر کچھ وصول کر کے طلاق دے دے تو جائز ہے اور اس کو چھوڑنے کے بعد اس کے اپنے ذاتی مال یا شوہر نے جو ہبہ کیا ہے اس کو واپس نہیں کیا جائے گا۔

عورتوں سے رعایتیں

عام ازواج کو حکم ہے کہ اگر جرم نہ ہو تو صرف اِسی کی بدصورتی کی وجہ سے اس کو بدنام نہ کرو بلکہ اس کے ساتھ اچھی طرح زندگی بسر کرو۔

کراہت کا سبب سادگی اور بدصورتی ہونے پر صبر

کراہت کا سبب محض سادگی ہے یعنی عورت میں اخلاقی خرابی نہیں ہے، ویسے طبیعت نہیں لگتی تو صبر کرو، ممکن ہے اس میں خیر ہو اللہ نے اس میں بہت بھلائی رکھی ہے، مثلاً اس عورت سے کوئی فرزند صالح پیدا ہو جائے۔

مِلک بضعہ کے عوض مہر نہیں چھین سکتے

وَ كَيْفَ تَأْخُذُوْنَهٗ وَ قَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا: یہاں سے عورت کی رعایت کی جاتی ہے کیونکہ تم نے مِلک بضعہ کے ضمن میں اسے مہر دے دیا اب مِلک بضعہ لینے کے بعد کس طرح ان سے عوض نہیں چھین سکتے ہو کیونکہ جو مال مہر تم نے دیا ہے تو وہ مِلک بضعہ کے ضمن میں دیا اور عورت نے اپنا نفس تیرے سپرد کر دیا ہے اور اسی طرح ہبہ یا تحفہ وغیرہ دیا ہو تو اس کو بھی واپس نہیں لے سکتا یہ شرعاً جائز نہیں۔

اخلاقی خرابیوں سے پاک طرز معاشرت

وَ لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًا وَ سَآءَ سَبِيْلًا: اس آیت سے چوتھے رکوع کے اخیر تک وہ طرز معاشرت سکھایا گیا جس سے اخلاقی خرابیاں حتی الوسع پیدا ہی نہ ہو سکتی، اس سے پہلے اصلاح بین الزوجین کا بیان تھا، اس آیت میں یہ بیان ہے کہ تم ایسا طریق معاشرت اختیار کرنا کہ تعلقات بگڑنے نہ پائیں، جہاں تعلقات شدید ہیں وہاں نکاح حرام کیا گیا ہے اور جہاں تعلقات خفیف ہیں وہاں پر پردہ مقرر ہوا ہے۔

رکوع 04

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ

تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور

وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ

پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں

وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ

اور جن ماں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری دودھ شریک

الرَّضَاعَةِ وَ اُمَّهٰتُ نِسَآىِٕكُمْ وَ رَبَآىِٕبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ

بہنیں اور تمہاری عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جنہوں نے تمہاری

حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ٘ فَاِنْ

گود میں پرورش پائی ہے ان بیویوں کی لڑکیاں جن سے تمہارا تعلق زن و شوہر کا ہو چکا ہے اور اگر

لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ٘ عَلَيْكُمْ

تعلق زن و شوہر نہ ہوا ہو تو تم پر اس نکاح میں کچھ گناہ نہیں

وَ حَلَآىِٕلُ اَبْنَآىِٕكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَ اَنْ

اور تمہارے بیٹوں کی عورتیں جو تمہاری پشت سے ہیں یہ سب عورتیں تم پر حرام ہیں اور

تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

دو بہنوں کو (ایک نکاح میں) اکٹھا کرنا حرام ہے مگر جو پہلے ہو چکا بے شک اللہ

منزل ۱

كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ

بخشنے والا مہربان ہے۔اور خاوند والی عورتیں مگر تمہارے ہاتھ

اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ

جن کے مالک ہو جائیں یہ اللہ کا قانون تم پر لازم ہے

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ

اور ان کے سوا تم پر سب عورتیں حلال ہیں بشرطیکہ انہیں ا پنےمال کے بدلے

مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۭ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ

میں طلب کرو ایسے حال میں کہ نکاح کرنے والے ہو نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو

فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا

پھر ان عورتوں میں سے جسے تم کام میں لائے ہو تو ان کے حق جو مقرر ہوئے ہیں وہ انہیں دے دو

تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

البتہ مہر کے مقرر ہو جانے کے بعد آپس کی رضا مندی سے باہمی کوئی سمجھوتہ ہو جائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں بے شک اللہ

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا

خبردار حکمت والا ہے۔ اور جو کوئی تم میں سے اس بات کی طاقت نہ رکھے

اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ

کہ خاندانی مسلمان عورتیں نکاح میں لائے تو تمہاری ان لونڈیوں میں سے کسی سے نکاح کر لے

اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ

جو تمہارے قبضے میں ہوں اور ایماندار بھی ہوں اور اللہ تمہارے ایمانوں کا حال

بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ

خوب جانتا ہے تم آپس میں ایک ہو لہٰذا ان کے مالکوں کی اجازت سے

بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَ اٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

ان سے نکاح کر لو اور دستور کے موافق ان کے مہر دے دو

مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ

درآنحالیکہ نکاح میں آنے والیاں ہوں آزاد شہوت رانیاں کرنے والیاں نہ ہوں اور نہ چھپی یاری کرنے والیاں

فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا

پھر جب وہ قید نکاح میں آ جائیں پھر اگر بے حیائی کا کام کریں تو ان پر آدھی سزا ہے اس کا جو

عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ

خاندانی عورتوں پر مقرر کی گئی ہے یہ سہولت اس کیلئے ہے جو کوئی تم سے تکلیف میں پڑنے

الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَ اَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ

سے ڈرے اور صبر کرو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ع ﴿٢٥﴾ ع۲

بخشنے والا مہربان ہے۔

رکوع (۴)

خلاصہ: ایسا طرز معاشرت جس سے اخلاقی خرابیاں پیدا ہی نہ ہونے پائیں

ماخذ: (۱) حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمۡ اُمَّهٰتُكُمۡ وَبَنٰتُكُمۡ وَاَخَوٰتُكُمۡ وَعَمّٰتُكُمۡ وَخٰلٰتُكُمۡ وَبَنٰتُ الۡاَخِ وَبَنٰتُ الۡاُخۡتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِىۡۤ اَرۡضَعۡنَكُمۡ وَاَخَوٰتُكُمۡ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمۡ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِىۡ فِىۡ حُجُوۡرِكُمۡ مِّنۡ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِىۡ دَخَلۡتُمۡ بِهِنَّ فَاِنۡ لَّمۡ تَكُوۡنُوۡا دَخَلۡتُمۡ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ وَحَلَآئِلُ اَبۡنَآئِكُمُ الَّذِيۡنَ مِنۡ اَصۡلَابِكُمۡ وَاَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَيۡنَ الۡاُخۡتَيۡنِ اِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا (النساء: ۲۳)

(۲) وَالۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَاُحِلَّ لَكُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمۡ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ مُّحۡصِنِيۡنَ غَيۡرَ مُسٰفِحِيۡنَ فَمَا اسۡتَمۡتَعۡتُمۡ بِهٖ مِنۡهُنَّ فَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ فَرِيۡضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيۡمَا تَرٰضَيۡتُمۡ بِهٖ مِنۡۢ بَعۡدِ الۡفَرِيۡضَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا (النساء ۲٤)

اختلاط کی ناگزیر صورتوں کا ذکر

اصلاح معاشرہ کے لئے کئی صورتیں بیان کیں، جن مردوں اور عورتوں کا اختلاط ناگزیر ہے، ان کا نکاح ہی حرام کر دیا گیا ہے۔ اس آیت میں تفصیل سے بیان ہوا ہے کہ جن کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ مثلاً بہن، بھائی، ماں، بیٹا، جب نکاح نہ ہو سکنے کا یقین ہے تو طبیعت کا ہیجان ومیلان ہی نہیں ہوگا اور جس عورت سے آدمی نے نکاح کیا تو نکاح کی وجہ سے وہ اپنی ماں اور بیٹی سے جدا نہیں کیا جا سکتا اور وہ ایک دوسرے کے پاس ضرور آئیں گے ورنہ صلہ رحمی نہیں رہے گی،

اگر آئے تو وہ شخص تو اجنبی ہے تو نکاح ہی حرام کر دیا گیا تو ایسی صورتیں جن میں اختلاط ناگزیر ہے، ان کو حرام کر دیا گیا ہے۔اس طرح منکوحۃ الاب حرام کر دی گئی کیونکہ جوان اولاد کو گھر سے باہر نہیں نکالا جا سکتا کہ نکل جاؤ، اس لئے فرمایا وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًاوَ سَآءَ سَبِيْلًا جاہلیت میں یہ چیز رائج تھی فرمایا جو ہو گیا اسے جانے دیجئے! اب اس قانون کے نکتہ نگاہ سے آگے آیات بھی پڑھتے جائیں۔

حرمت نکاح کی صورت میں ناگزیر اختلاط

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَ رَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَ حَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا : یہ سب صورتیں اس کی ہیں کہ ان کے ساتھ نکاح حرام ہے بوجہ اس نکتہ کے کہ ملنا ناگزیر ہے۔اب یہاں ان اشخاص کا ذکر ہے جن سے نکاح حرام ہے یعنی تم پر حرام ہے کہ تم نکاح کرو اپنی ماں سے، اس میں اصول سب شامل ہیں، دادی، نانی اور اسی طرح تمہاری بیٹیاں بھی تم پر حرام ہیں یعنی تمہاری اپنی حقیقی بہن سے بھی نکاح حرام ہے خواہ وہ ماں شریک ہو یا باپ شریک ہو دونوں شامل ہیں اور باپ کی بہن یعنی پھوپھیاں بھی تم پر حرام ہیں اور ماں کی بہن بھی حرام ہے یعنی خالائیں اور اسی طرح بھائی کی بیٹیاں بھی بھتیجیاں اور بہن کی بیٹیوں سے بھی یعنی بھانجیوں سے نکاح حرام ہے اور اسی طرح وہ عورتیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو یعنی رضاعی ماں سے اگر چہ ایک قطرہ دودھ کیوں نہ پلایا ہو، ہاں! اسی زمانہ میں دودھ پینے سے ہو جس زمانہ میں دودھ پینے سے بچے کی نشو ونما ہوتی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے انما الرضاعة من المجاعة (المسند:۲۵۰۷۳) یعنی رضاعت میں جو حرمت ثابت ہوگی وہ اسی زمانہ کے دودھ پینے سے ہے اور اسی طرح وہ عورتیں جو تمہارے دودھ پینے میں شریک ہوں یعنی جس عورت سے تم نے دودھ پیا ہو، اس کی لڑکیوں سے بھی نکاح حرام ہے اور اسی طرح تمہاری بیویوں کی مائیں بھی تمہارے اوپر حرام ہیں اور اسی طرح تمہاری بیوی کی بیٹیاں بھی یعنی جس کے ساتھ نکاح کیا ہے وہ بیوہ ہو کر آئی ہو اور اس کے ساتھ دوسرے شوہر سے

بیٹیاں ہوں اس لئے کہ وہ اب تمہاری اولاد ہے اور اسی طرح ان لڑکیوں سے جن سے تمہارا تعلق زن وشوہر ہو چکا ہے اور اگر تعلق زن وشوہر نہ ہوا ہو تو تم پر اس نکاح میں کچھ گناہ نہیں ہے یعنی اگر اپنی منکوحہ عورتوں سے صحبت نہیں کی تو ایسی صورت میں اس کی بیٹی کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے مثلاً کسی شخص کی بیوی فوت ہو گئی یا طلاق دے دی گئی تو اب اگر اس عورت سے ہمبستری نہیں ہوئی تو اس لڑکی سے نکاح درست ہے، اگر صحبت ہو چکی ہے تو پھر نکاح حرام ہے اور اسی طرح تمہارے بیٹوں کی عورتیں جو تمہاری پشت سے ہیں یہ سب عورتیں تم پر حرام ہیں اور اسی طرح دو بہنوں کو ایک ہی وقت میں نکاح میں اکٹھا رکھنا حرام ہے، اس سے پہلے اگر تم نے ان مذکورہ بالا عورتوں سے نکاح کیا ہو یعنی جاہلیت میں تو اس کا مواخذہ نہیں، اب اسلام لانے کے بعد اگر تفصیل بالا میں سے کسی سے بھی نکاح کیا تو تفریق ڈالی جائیگی، اسلام لانے کے بعد اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے گناہوں کو معاف فرماتا ہے حدیث میں ہے: ان الاسلام یھدم ما کان قبله (المسلم: ۱۲۱)

مُحْصَنَة عورت کے ساتھ نکاح کی حرمت

وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا: ان عورتوں سے بھی نکاح حرام ہے جن کے خاوند موجود ہوں، مُحْصَنَة کا معنی ہے کہ وہ عورتیں جن کا خاوند موجود ہو تو معلوم ہوا کہ بیک وقت ایک عورت کے ساتھ ایک سے زائد شوہر نکاح نہیں کر سکتے، شریعت میں کتنی اہمیت ہے نسب کی اگر عورت کا خاوند فوت ہو جائے یا طلاق دی تو اگر دوسری سے نکاح کرنا چاہے تو عدت گزار کر دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے، اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا قانون اور حکم تمہارے اوپر لازم ہے۔

مہر کا ثبوت اور نکاح کا مقصد

اسی طرح ان عورتوں کے علاوہ تمہارے اوپر تمام عورتوں سے نکاح کرنا حلال ہے، بشرطیکہ! انہیں اپنے مال کے بدلے میں طلب کرو تو اس سے مہر کا ثبوت بھی ہو گیا کہ مہر لازم ہے اور اسی طرح نکاح کا مقصد بھی بیان ہو گیا کہ نکاح کا مقصد عفت وعصمت ہو نہ کہ آزاد شہوت رانی ہو اس لئے کہ اس سے شہوت رانی کا تقاضا بھی پورا ہو جاتا ہے اور عصمت بھی محفوظ ہو جاتی ہے

بخلاف زنا کے یعنی ان عورتوں سے جن سے نکاح کیا ہے تو ان کو اپنا حق جو مقرر ہے یعنی مہر تو وہ اس کے حوالہ کردو کیونکہ عورتوں کو مہر دینا تمہارے اوپر فرض ہے، مہر مقرر ہو جانے کے بعد اگر آپس کی رضا مندی ہو تو مہر معین میں کمی بیشی کر سکتے ہیں کہ اگر شوہر اس میں اضافہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے یا بیوی اپنی مرضی سے اسے کم کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔

بَعۡضُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ کا مطلب

وَ مَنۡ لَّمۡ یَسۡتَطِعۡ مِنۡكُمۡ طَوۡلًا اَنۡ یَّنۡكِحَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ فَمِنۡ مَّا مَلَكَتۡ اَیۡمَانُكُمۡ مِّنۡ فَتَیٰتِكُمُ الۡمُؤۡمِنٰتِ وَ اللّٰهُ اَعۡلَمُ بِاِیۡمَانِكُمۡ بَعۡضُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ فَانۡكِحُوۡهُنَّ بِاِذۡنِ اَهۡلِهِنَّ وَ اٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ : اللہ تعالیٰ تمہارے ایمانوں کو خوب جانتے ہیں کہ تم آپس میں ایک ہو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مؤمنین و مؤمنات آپس میں ایک دوسرے کے کفو ہیں اور مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ تم اور باندیاں دین میں برابر ہو، پس تم ان کے نکاح میں لانے سے استنکاف (ناک بھوں چڑھانا) نہ کرو لہٰذا تم ان کے مالکوں کی اجازت سے ان سے نکاح کرو اور دستور کے موافق ان کے مہر خوشی سے ادا کرو اور اس میں کمی بیشی نہ کرو۔

پاکدامن باندیوں سے نکاح

مُحۡصَنٰتٍ غَیۡرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّ لَا مُتَّخِذٰتِ اَخۡدَانٍ: مؤمن باندیوں سے نکاح کرو یعنی جو پاکدامن ہوں، کھلے عام زنا کرنے والیاں نہ ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مُسٰفِحٰتٍ سے مراد وہ عورتیں ہیں جو کھلے عام اور علانیہ طور پر زنا کرتی ہیں اور اسی طرح وہ سراً یعنی چھپے طور پر زنا کرنے والی بھی نہ ہو، عرب علانیہ گناہ کرنے والے کو عیب تصور کرتے ہیں اور چھپے گناہ کرنے والے کو نہیں تو اس وجہ سے وَّ لَا مُتَّخِذٰتِ اَخۡدَانٍ فرمایا۔

مزنیہ باندی کی سزا

فَاِذَاۤ اُحۡصِنَّ فَاِنۡ اَتَیۡنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَیۡهِنَّ نِصۡفُ مَا عَلَی الۡمُحۡصَنٰتِ مِنَ الۡعَذَابِ ذٰلِكَ لِمَنۡ خَشِیَ الۡعَنَتَ مِنۡكُمۡ وَ اَنۡ تَصۡبِرُوۡا خَیۡرٌ لَّكُمۡ وَ اللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ: پس جب وہ باندیاں تمہارے نکاح میں آجائیں اور اس کے بعد زنا کا ارتکاب کریں تو جس طرح ان کی حالت مظلوم ہے اور ہر چیز میں آزاد عورت کے مقابلہ میں کم ہے تو اس کی سزا بھی کم ہوگی ان پر آزاد

عورتوں کے مقابلہ میں آدھی سزا ہے، ان کے لئے سو کوڑے تو ان پر اس کے آدھے ہوں گے، اس سے معلوم ہوا کہ اس پر سنگساری کی سزا نہیں اس لئے کہ سنگساری کا نصف نہیں اس وجہ سے اس پر سنگساری کی سزا نہیں۔

اپنی حیثیت کے لوگوں میں نکاح کرنا

حرۃ کے خاندانی اطوار ورسوم عادات کا لحاظ کرنا پڑے گا یعنی وہ موٹر پر جانا چاہتی ہے اور یہ گدھے پر لے جائے تو اب اگر اتنی توفیق نہیں ہوتی تو اس اعلیٰ خاندان سے رشتہ نہ کرے، اپنی برادری میں کرے یا لونڈی سے کام لے اگر یہ طاقت بھی نہ ہو تو روزے رکھے، پس صبر کرو جو تمہارے حق میں بہتر ہے لئلا یصیر الولد رقیقاً اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحمت کرنے والا ہے، اس گنجائش میں غلط کاری میں پڑنے کا جس کو خدشہ تھا اس کو ہم نے اجازت دی، اگر اس ضابطہ کی پوری پابندی کی جائے تو بداخلاقی کا قطعی انسداد ہو جائیگا۔

جملہ معترضہ

قانون تدبیر منزل ختم ہو گیا ہے قانون اصلاح معاملات قانون تدبیر منزل کا تتمہ ہے۔

رکوع 05

يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ

اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے واسطے بیان کرے اور تمہیں پہلوں کی راہ پر

مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ

چلائے اور تمہاری توبہ قبول کرے اور اللہ جاننے والا

حَكِيمٌ ﴿٢٦﴾ وَاللّٰهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ قف

حکمت والا ہے۔ اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر اپنی رحمت سے متوجہ ہو

وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوٰتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا

اور جو لوگ اپنے مزوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم راہ راست سے بہت دور

عَظِيمًا ﴿٢٧﴾ يُرِيدُ اللّٰهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ ج وَخُلِقَ

ہٹ جاؤ۔ اللہ چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کر دے کیوں کہ

الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا ﴿٢٨﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَأْكُلُوٓا

انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال

أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّآ أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً

ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ آپس کی خوشی سے تجارت ہو

عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ قف وَلَا تَقْتُلُوٓا أَنْفُسَكُمْ ۗ إِنَّ اللّٰهَ

اور آپس میں کسی کو قتل نہ کرو بے شک اللہ

كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿٢٩﴾ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا

تم پر مہربان ہے۔ اور جو شخص تعدی اور ظلم سے یہ کام کرے گا

وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ

تو ہم اسے آگ میں ڈالیں گے اور یہ اللہ پر

يَسِيْرًا ﴿٣٠﴾ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ

آسان ہے۔ اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچو گے جن سے تمہیں منع کیا گیا

نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا

تو ہم تم سے تمہارے چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے اور تمہیں عزت کے مقام میں

كَرِيْمًا ﴿٣١﴾ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ

داخل کریں گے۔ اور مت ہوس کرو اس فضیلت میں جو اللہ نے

عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَ

بعض کو بعض پر دی ہے مردوں کو اپنی کمائی سے حصہ ہے اور

لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ

عورتوں کو اپنی کمائی سے حصہ ہے اور اللہ سے اس کا فضل مانگو بے شک

فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿٣٢﴾ وَلِكُلٍّ

اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔ اور ہر شخص کے ہم نے

جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ

وارث مقرر کر دیے ہیں اس مال کے جو ماں باپ یا رشتہ دار چھوڑ کر مریں

وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ط اِنَّ

اور وہ لوگ جن سے تمہارے عہد و پیمان ہوں تو انہیں ان کا حصہ دے دو بے شک

اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ع ﴿۳۳﴾

اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

رکوع (۵)

خلاصہ: قانون اصلاح معاملات

ماخذ: وَلَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَا اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (النساء: ۱۸۸)

سورت بقرہ میں بھی تدبیر منزل کے اختتام پر قانون اصلاح معاملات آیا تھا اب بھی اس طرح قانون بیان ہورہا ہے جو کہ تدبیر منزل کا تتمہ ہے، یہ ایک ایسا قانون ہے جس سے تمام خرابیوں اور معاملات کی اصلاح ہوسکتی ہے۔

علیم وحکیم ہی صحیح رہنما

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَ يَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ يَتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ: آپ سے قبل جتنے صالحین نیک بندے گزرے ہیں اللہ تعالیٰ تمہیں ان ہی کے راستے پر چلانا چاہتا ہے، اس لئے مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّ لَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ کو نکاح میں لانے کا حکم دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ تمہاری توبہ کو قبول کرے اس گناہ کے کام سے جو تم پہلے کر چکے تھے، وہی علیم اور حکیم ہے تمہارے حال کا، اس لئے وہ تمہاری صحیح طور پر رہنمائی کرسکتا ہے مِنْ قَبْلِكُمْ سے مراد انبیائے سابقین علیہم السلام ہیں، یہاں سے وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا تک ماقبل کا تتمہ ہے اور يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے قانون اصلاح مال شروع ہوجاتا ہے۔ خداوند تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں پورا قانون سمجھادے اور گزشتہ لوگوں کے طریقہ سے تم کو پورا واقف کرادے۔

اللہ تعالیٰ تمہیں نیک خواہشات پر چلانا چاہتا ہے

وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَ يُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا: اللہ تعالیٰ تمہیں سیدھے راستے پر چلانا چاہتا ہے اور تم پر اپنی رحمت سے متوجہ ہونا چاہتا ہے اور اس کے مقابلے میں جو تبع خواہشات ہے، وہ تمہیں خواہشات کے راستے پر چلانا چاہتا ہے

اور چاہتا ہے کہ کسی طرح تم اپنے طریقے سے ہٹ جاؤ، وہ کہتے ہیں کہ بھائی! اس قانون کے ماننے سے فلاں فلاں جگہ دقت پیش آئے گی لہٰذا اس قانون کو سرے سے نا قابل عمل قرار دیا جائے۔ شہوات کی تابعداری کرنے والوں سے مراد یہود و نصاریٰ یا زنا کار لوگ ہیں، جیسے کہ مجوسیوں کے ہاں محارم سے نکاح کو جائز سمجھا جاتا تھا اور شہوات سے مراد حرام کاری ہے نہ کہ وہ خواہشات جو مباح ہیں۔

انسان کو خلقی طور پر کمزور اور ضعیف پیدا کیا گیا

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا: اللہ چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کر دے اور تمہیں سیدھا راستہ سمجھائے کہ تم پر خدا کی گرفت کا موقع ہی نہ آئے جیسا کہ نکاح کے قوانین کے تعین میں اللہ تم پر تخفیف کا ارادہ رکھتا ہے اور اسی طرح شرعی احکام تم پر سہل کر دیے گئے ہیں ارشاد الٰہی ہے وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ (الاعراف: ۱۵۷) اور آپ ؐ نے فرمایا کہ میں ملت حنيفية کے ساتھ بھیجا گیا ہوں، انسان کو خلقی طور پر کمزور اور ضعیف پیدا کیا گیا ہے کمزور کو دوسرے کی ڈھارس کی ضرورت ہوتی ہے تو انسان کو خواہشات نفسانی سے روک دیا گیا وحجبت النار بالشهوات حجبت الجنة بالمكاره (البخاری: ٦٤٨٧) صحیح راستہ خود یہ نہیں متعین کر سکتا، شیطان چاہتا ہے کہ تمہیں غلط راستہ پر چلائے زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (النساء: ١٤) تو انسان پر رحمت الٰہی یہی ہے کہ اسے آسان سے آسان قانون دیا جائے لیکن بعد میں انسان اپنے نقص عقل اور ضعف کی وجہ سے غلط راستہ گھڑ لیتا ہے مثلاً بعض لوگ طلاق ناپسند کرتے ہیں۔

نکاح کی ترغیب

فرمایا کہ انسان ضعیف ہے لا يصبر عن النساء والشهوات انسان کو ضعیف پیدا کیا گیا ہے یعنی ایسا کمزور ہے کہ اس کو عورتوں کی خواہش سے صبر ہی نہیں آتا پس ضعیف کا معنی عاجز ہے یعنی اپنے نفس پر صبر کی قدرت نہیں رکھتا لہٰذا اس عجز اور ضعف کو مد نظر رکھتے ہوئے شریعت مطہرہ نے نکاح کی صرف اجازت نہیں بلکہ ترغیب دی ہے فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ (النساء: ۳) حدیث میں ہے یامعشر الشباب من استطاع

منکم الباءۃ فلیتزوج فإنہ أغض للبصر وأحصن للفرج (ابوداؤد ۲۰۴۶) تو یہاں پر نکاح کا ذکر اس وجہ سے آیا ہے کہ تعلقات معیشت وبسر اوقات بھی انسان کے لئے لازم ہے، جیسے کہ ذاتی اعتقادات وطاعات فرض ہیں تو تعلقات میں اول نکاح ہے تو پہلے نکاح بالمال کے مسائل ذکر فرمائے پھر میراث کا حکم دیا اور پھر باہمی تجارت وقرضہ، رہن وغیرہ کو آیات میں بیان فرمایا تاکہ عدل قائم رہے۔ یہاں تدبیر منزل کی قسم اول (اصلاحِ مال) ختم ہوا اس میں بطور تتمہ معاملات کیلئے قانون درج ہیں۔

قانون اصلاح اموال

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ: اب اللہ تعالیٰ معاملات میں تمہیں ایک گُر سکھاتے ہیں کیونکہ ایک گھر سے پھر کئی گھر بنتے ہیں جس کے بعد معاملات پیش آتے ہیں اگر غور سے دیکھا جائے تو وَ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ سے بچنا عقلاً محال ہے تو فرمایا کہ اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ باطل سے مراد مال حرام ہے، سود کے ذریعے سے حاصل ہو یا چوری کے ذریعے سے اس سے منع فرمایا ہے، اگر کوئی سمجھے کہ اکل حلال تو رہا نہیں اس لئے دنیوی معاملات کو چھوڑ دینا چاہئے تو اس کو دفع کیا اور اس کا استثناء کیا ہے کہ اگر تجارت ہو (جو صادر ہو جائے تمہاری رضا مندی سے) تو اس میں مضائقہ نہیں اور تجارت میں تراضی شرط ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر تو یہاں پر تجارت کا ذکر آیا، حدیث میں ہے اطیب الکسب عمل الرجل بیدہ وکل بیع مبرور (الجامع الصغیر: ۱۱۱۷) اور اسی طرح تاجر کی فضیلت میں یہ حدیث ہے التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشهداء (الترمذی: ۱۲۰۹)

اکل اموال بالباطل بھی قتل نفس ہے

وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا: اپنے نفس کو قتل مت کرو اس کا مطلب تو قتل بالسیف وغیرہ کی ممانعت ہے جو ظاہراً مفہوم ہے لیکن مولانا عبید اللہ سندھیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے اکل حلال کی تعلیم ہے اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ صحیح معنی میں تو اکل حلال طاقت بشری سے موجودہ زمانہ میں غیر ممکن ہے اس واسطہ دنیا سے بالکلیہ ترک ہو کر جنگل میں سبزہ وغیرہ کھا کر وقت بسر کرنا بہتر ہے تو یہ خیال غلط ہے کیونکہ اس میں تمہاری ہلاکت ہے تو

اس لئے فرمایا کہ تم اپنے نفس کو قتل یا بھوک کے ساتھ تباہ مت کرو اگر تم کہتے ہو کہ مال کے حصول میں ضرور کچھ نہ کچھ حرام کی ملاوٹ ہو ہی جاتی ہے اس لئے بیکار بیٹھ کر کاروبار چھوڑ دو اور اپنی جانوں کو بھوک سے مار دو اگر یہ معنی نہ کیا جاوے تو ربط آیات نہ رہے گی، ایسا زہد و تقویٰ جائز نہیں بلکہ بقدر استطاعت حرام سے پرہیز کرو اور باہمی رضامندی سے لین دین کرنا ہی حقیقتاً تجارت ہے اس کے سوا ہر شخص کے لئے دو راستے ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ کسی کی رضامندی کے بغیر اس کا مال ہضم کر لیا جائے۔ (۲) دوسرا یہ کہ لین دین کا مسئلہ ہی بند کر دیا جائے۔

معاملات میں جبر و اکراہ کا دروازہ کھولنا بھی موجب ہلاکت ہے لہٰذا اسے قتل نفس کہنا بالکل بجا ہے اور قوم سے لین دین کے تعلقات منقطع کر لینا بھی قتل نفس کے برابر ہے، اسلئے کہ اس طرح قوم کی ترقی بالکل رک جاتی ہے پھر سیدھے راستہ سے بھٹکنا اپنے نفس کے قتل کے مترادف ہے وَ اَكۡلِهِمۡ اَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ کرنے والے کا ٹھکانا جہنم ہوگا اس نے حیات کے بجائے موت کو ترجیح دی یہ الگ بات ہے کہ فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ لَا يَمُوۡتُ فِيۡهَا وَ لَا يَحۡيٰى (طٰه: ٧٤) جنت میں حیات و آرام ہے اور جہنم میں تکلیف و عذاب ہے۔

اللہ کا کلمہ کُنۡ کہنے میں وقت نہیں لگتا

وَ مَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ عُدۡوَانًا وَّ ظُلۡمًا فَسَوۡفَ نُصۡلِيۡهِ نَارًا وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرًا:

ای من یاکل اموال الناس بغیر تراض فسوف نصلیه ناراً عُدۡوَانًا سے مراد زیادتی کرنا اور ظُلۡمًا سے مراد کمی کرنا ہے تو جس شخص نے اپنے نفس پر ظلم و عدوان سے ایسا فعل کیا یعنی وہ اپنی جان پر ظلم کرنے والا کیوں نہ ہوگا تو شریعت کی طرف سے بھی اس کا لحاظ نہ ہوگا تو اس وجہ سے جو شخص اس قانون کے خلاف زیادتی کرنے لگے یا ظلم کرے تو اس کو اللہ دوزخ میں بھیجے گا اور یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے وہ جب چاہے کُنۡ کہہ لیتے ہیں تو سب کچھ ہو جاتا ہے ہمارے کُنۡ کہنے میں ایک سیکنڈ لگ جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا کلمہ کُنۡ کہنا کچھ اور چیز ہے اس پر اتنا وقت بھی نہیں لگتا۔

چھوٹے گناہوں کی گرفت میں تحقیق

اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا كَبٰٓٮِٕرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ وَ نُدۡخِلۡكُمۡ مُّدۡخَلًا كَرِيۡمًا: معاملات میں جو تکلیف پیدا ہوتی ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے کہ چھوٹے گناہ بے ساختہ و بلا ارادہ سرزد ہوں ہم اس پر گرفت نہیں کریں گے، بڑے بڑے گناہوں سے تم

بچنے کی کوشش کرو بالکل علانیہ حرام نہ کھایا کرو اور اگر کہیں غلطی سے تمہارے ہاں ناجائز طریقے سے مال آ بھی گیا تو ہم تمہیں صاف کر دیں گے یعنی تمہارے صغیرہ گناہ بخش دیں گے، اس کی مثال مثلاً تاجر نے کہیں سے مال منگوایا اور راستے میں آتے وقت کسی اسٹیشن پر رُک گیا تو جا کر بابو سے دریافت کیا اس نے رشوت لینے کی نیت کے سبب کہا کہ پتہ نہیں ہے ایسے ہی دو تین بار جانے پر رشوت ستانی کی تو اب تاجر نے مجبوراً رشوت دے کر مال حاصل کر لیا تو اس تاجر کو معاف کیا جائے گا کیونکہ اس نے اپنے سے ضرر ہٹانے کے لئے رشوت دی ہے۔

کبیرہ گناہ سے مراد

اب کبیرہ گناہ سے مراد کیا ہے؟ تو اس سے وہ گناہ مراد ہے جس پر وعید وارد ہوئی ہے، جیسے قتل زنا، چوری وغیرہ، ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کبائر سب ملا کر سات سو کے قریب ہیں، تمہاری اطاعت سے تمہارے صغیرہ گناہ معاف کر دیں گے، حدیث میں ہے کہ احکامات بجالانے سے صغیرہ خود بفضل الٰہی معاف ہو جاتے ہیں پس تم کبیرہ سے پرہیز کرو تو ہم صغیرہ گناہ معاف کر دیں گے۔

تعمق باعث تباہی

تمہارے چھوٹے گناہ معاف کر کے تمہیں عزت کے اسی دروازے سے داخل کریں گے جس دروازے سے قومیں ترقی کرتے وقت داخل ہوتی رہی ہیں، چھوٹے کاموں پر زور دینا تعمق ہے اور قوم اس سے تباہ ہو جاتی ہے عزت کی جگہ سے مراد جنت ہے۔

اللہ کی تقسیم پر ناراضگی کا اظہار

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ: نظام الاوقات اور پروگرام تدبیر منزل کے اکل وشرب کے معاملہ میں دیا اور اب فرائض زوجین کا بیان بھی آیا تو فرمایا کہ تم اس چیز کی تمنا مت کرو جس چیز سے اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے خواہ وہ دنیاوی ہو یا دینی، یہ حسد سے بچنے کیلئے فرمایا تا کہ تم لوگ حسد کی بیماری سے بچو لا تحاسدوا ولا تباغضوا (البخاری:٦٠٦٤) تو جس چیز سے دوسروں کو فضیلت حاصل ہے اس کی تمنا کرنا اس کی تقسیم پر رضامندی نہ کرنا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ وعلم وکامل کے موافق بندوں کے درمیان تقسیم کی ہے۔

حسد اور ریاء کا علاج

حسد اور ریاء یہ دونوں مہلک روحانی بیماریاں ہیں، سو فیصد انسان اس میں مبتلا ہیں بلکہ

ہزار میں ہزار اور شاید ایک لاکھ میں سے ایک لاکھ ان امراض روحانی کا شکار ہیں لیکن ان کو احساس نہیں ہے پتہ تب چلے گا جب قبر میں جائیں گے لیکن

سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں
گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

اس وقت کچھ نہیں بن سکے گا، اللہ کے بہت کم ایسے بندے ہیں جوان بیماریوں سے شفایاب ہیں، اس جہان میں اللہ والوں کی صحبت نصیب ہو جائے تو پھر ان امراض کا پتہ لگ جاتا ہے، اللہ والوں کی صحبت کے بغیر اہل علم ان سے عبور تو کر جاتے ہیں مگر ان سے بچنے کی عموماً توفیق نہیں ہوتی ہے، مجھے معلوم ہے کہ مدارس عربیہ میں جلالین شریف پڑھائی جاتی ہے مگر اس کو پڑھنے سے اصلاح حال نہیں ہوتی۔

حسد کے متعلق وعید

حسد کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ إِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ (ابوداود:۴۹۰۳) "حسد سے اپنے آپ کو بچاؤ، اس لیے کہ حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے (یعنی نیکیوں کو فنا کر دیتا ہے) جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔" رات کو طویل وعریض اور عمیق لکڑی کو آگ میں ڈال دیجئے! صبح تک جل کر سب راکھ ہو گئی، نہ طول رہے گا نہ عرض اور نہ عمق، حسد اس طرح نیکیوں کو جلا دیتا ہے لیکن بڑے بڑے سیٹھ، بڑے بڑے نواب، بڑے بڑے عہدیدار، بڑے بڑے چوہدری سب کو ان باتوں کا پتہ ہی نہیں، اللہ والوں کی صحبت میں ان باتوں کا رنگ چڑھتا ہے۔

حسد کا معنی

حسد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی نعمت عطا فرمائے اور وہ یہ کہے کہ اس سے چھن جائے اور مجھے مل جائے مثلاً کسی کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا، حاسد یہ چاہتا ہے کہ اس کا مر جائے اور اس کو مل جائے، یہ حسد کا مرض ہے، حاسد دراصل خدا سے ٹکراتا ہے، وہ خدا پر اعتراض کرتا ہے کہ یہ نعمت فلاں شخص کو کیوں دی مجھے کیوں نہیں دی؟ حسد حرام ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بالکل ٹھیک ہے۔

حسد کا علاج

نفس کو یہ سمجھایا کیجئے کہ اگر وہ چیز مجھ کو مل جاتی تو ممکن ہے وہ میرے لئے گمراہی کا

موجب بنتی، قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے قصہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے، خضر علیہ السلام جب ایک بچہ کو قتل کرڈالتے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام اعتراض کرتے ہیں اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ ''کیا تو نے ایک بے گناہ کو ناحق مار ڈالا۔'' خضر علیہ السلام اس کی حکمت یہ بیان کرتے ہیں فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ''پس اس کے ماں باپ ایماندار تھے سو ہم ڈرے کہ انہیں بھی سرکشی اور کفر میں مبتلا نہ کردے۔'' اگر ہم امیر ہوتے تو ہم بھی گلبرگ میں کوٹھی بنا کر رہتے اور مسجد میں نہ آتے، مجھے تو اپنے نفس پر اعتماد نہیں ہے، اگر میں امیر کے گھر پیدا ہوتا تو میں بھی داڑھی روز منڈواتا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے غریب کے گھر پیدا کیا علم دین حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اللہ والوں کی صحبت میں پہنچا کر عمل کی توفیق عطا فرمائی۔

کوٹھیوں کی اینٹوں سے بُو

میں ایک ہی دفعہ گلبرگ گیا، ایک دوست لے گئے تھے، وہ نیک آدمی تھے، انہوں نے مجھے بتلایا کہ وہ تقریباً ۳۰ ہزار روپیہ سالانہ ٹیکس ادا کرتے ہیں اور ایک پائی رشوت کبھی نہیں لی، وہاں ایک بوڑھے آدمی نے بتلایا کہ رات کو ۱۰ بجے کے بعد آکر دیکھئے! یہاں جو کچھ ہوتا ہے، کوٹھیوں کی اینٹوں سے بو آتی ہے لیکن ان دل کے اندھوں کو احساس ہی نہیں فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ آپ کہتے ہیں کہ بینا سارے اندھا کوئی، میں کہتا ہوں اندھے سارے بینا کوئی دس ہزار میں ایک بھی بینا نہیں ہے، پچاس ہزار میں ایک بھی بینا نہیں۔

فرائض زوجین

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا: ادائے فرائض میں حفظ مراتب چاہئے جو فرائض مرد کے ہیں وہ مرد نبھائے اور جو فرائض عورت کے ہیں وہ عورت نبھائے، اگر زوج یا زوجہ کو اپنے فرائض کی تکمیل میں تکلیف ہو تو اپنے اپنے مؤیدین سے مدد لیں، مرد کے جو فرائض ہیں وہ اس کے واسطے سے ملیں گے، فرائض کی تکمیل شرط ہے مثلاً اس کے کاموں میں جہاد وغیرہ کام ہے عورتوں کا نہیں اور عورتوں کے کام شوہر کی فرمانبرداری اور اپنے فروج کی حفاظت ہے یعنی پاکدامنی ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے لیتنا کنا رجالا فجاھدنا وکان

لنا مثل اجر الرجال وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اور مانگو اللہ سے اس فضل میں سے، جس کی تم کو احتیاج پیش آوے وہ تم کو عطا فرمائے گا یہ تمہارے حق میں بہتر ہوگا کیونکہ وہ حکمت والی ذات ہے اور ہر شخص کے مناسب اس کو وہ عطا کرتا ہے جس کو جتنا لائق سمجھے اس کی حکمت وہی خوب جانتا ہے

اہل مودت واحسان کے حقوق کی ادائیگی

وَ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ وَ الَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا: چونکہ تدبیر منزل کے احکام میں اور گھر میں میراث کا مسئلہ بھی پیش آتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے وارثوں کے حصے مقرر کر کے بتلا دیئے ہیں، جن لوگوں کو تم نے حلیف اور مددگار بنا رکھا ہے، ان کا بھی تم پر حق ہوگا یعنی ان کا نفع ونقصان اور باہمی سلوک اپنوں سے بڑھ کر ہوتا ہے، ان کو بھی حصہ دو اسی طرح جن کے ساتھ وعدے ہو چکے ہیں جیسا کہ ایک عالم ہے جن کا نصب العین تبلیغ ہے اور اپنے خویش واقارب اس کے مخالف ہیں لیکن اجنبی شخص اس کا پورا حامی اور مددگار ہے تو تدبیر منزل میں جیسے عورت اور بچوں کا پورا حق ادا کیا جاتا ہے اسی طرح اس مددگار کا بھی پورا حق ادا کیا جائے گا، مطلب یہ ہے کہ جب تم وفات پاؤ تو اپنی میراث میں سے ان کے لئے بھی کچھ حصہ کر دو یعنی وصیت کر جاؤ، جو ۱/۳ ثلث تک محدود ہوگا تاکہ ان کی مودت واحسانات کا حق ادا ہو جائے، اس کی مثال مثلاً دیوبند کا فاضل گھر گیا تو بعض رشتہ دار حسد کی وجہ سے بدسلوک ہوں گے اور بعض رشتہ دار عقائد کی وجہ سے ان کے خلاف ہوں گے اور کئی دوسری قوم کے آدمی اس کے موافق ہوں گے تو اب فاضل کو مرتے وقت چاہیے کہ غیر قوم کے آدمی کے لئے وصیت کر جائے کیونکہ جب اس کے رشتہ دار دشمن ہوں کر میراث لیں تو اس کے معین (مددگار) مال کیوں نہ لے جائیں۔

امور خانہ داری میں دوستوں کا بھی حصہ

امور خانہ داری میں اس قسم کے دوستوں کا بھی حصہ ہوتا ہے، اسی طرح بعض اوقات ایسا بھی پایا گیا ہے کہ کسی آدمی کو اپنے کنبے میں ہم خیال پا کر دوستانہ تعلق قائم کر لیتا ہے اور انہیں سے اپنے کام میں مدد لیتا ہے اس لئے ابتداءً وارثوں کو تو حق وراثت ملتا ہی تھا لیکن ایسے عزیز دوستوں کو بھی دیا جاتا تھا اب وہ متعین قانون نہیں رہا لیکن چونکہ وصیت ثلث میں جائز رکھی گئی ہے لہٰذا اسی قسم کے احباب کو دلوانا چاہو تو ثلث مال میں سے دلوا سکتے ہیں۔

رکوع 06

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ

مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس واسطے کہ اللہ نے ایک کو ایک پر

بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ

فضیلت دی ہے اور اس واسطے کہ انہوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَ

پھر جو عورتیں نیک ہیں وہ تابعدار ہیں مردوں کے پیٹھ پیچھے اللہ کی نگرانی میں (ان کے حقوق کی) حفاظت کرتی ہیں اور

الّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي

جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا خطرہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور سونے میں

الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا

جدا کر دو اور مارو پھر اگر تمہارا کہا مان جائیں تو ان پر الزام لگانے کے لیے

عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ وَاِنْ

بہانے مت تلاش کرو بے شک اللہ سب سے اوپر بڑا ہے۔ اور اگر

خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ

تمہیں کہیں میاں بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا خطرہ ہو تو ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور

حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ

ایک منصف عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو اگر یہ دونوں صلح کرنا چاہیں گے تو اللہ

بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۝۳۵ وَ اعْبُدُوا

ان دونوں میں موافقت کر دے گا بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے۔ اور اللہ کی بندگی کرو

اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

اور کسی کو اس کا شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو

وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِی

اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قریبی ہمسایہ

الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ

اور اجنبی ہمسایہ اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر

السَّبِيْلِ ۙ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

اور اپنے غلاموں کے ساتھ بھی نیکی کرو بے شک اللہ اترانے والے بڑائی

مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۝۳۶ لَا الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ

کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ جو لوگ بخل کرتے ہیں

وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰهُمُ

اور لوگوں کو بخل سکھاتے ہیں اور اللہ نے انہیں اپنے فضل سے جو دیا ہے

اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا

اسے چھپاتے ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار

مُّهِيْنًا ۝۳۷ ج وَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ

کر رکھا ہے۔ اور جو لوگ اپنے مالوں کو لوگوں کے دکھانے میں خرچ کرتے ہیں

وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَمَنْ يَّكُنِ

اور اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور جس کا

الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَاۗءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾ وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ

شیطان ساتھی ہوا تو وہ بہت برا ساتھی ہے۔ اور اگر یہ اللہ اور قیامت کے دن

اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ۭ

پر ایمان لے آتے اور اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرتے تو ان کا کیا نقصان تھا

وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ

اور اللہ انہیں خوب جانتا ہے۔ بے شک اللہ کسی کا ایک ذرہ برابر

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ

بھی حق نہیں رکھتا اور اگر نیکی ہو تو اس کو دگنا کر دیتا ہے اور اپنے ہاں سے

لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ

بڑا ثواب دیتا ہے۔ پھر کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت میں سے گواہ

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰي هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾ ط ص

بلائیں گے اور تمہیں ان پر گواہ کر کے لائیں گے۔

يَوْمَىِٕذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ

جن لوگوں نے کفر کیا تھا اور رسول کی نافرمانی کی تھی وہ اس دن کی آرزو کریں گے

تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ۭ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾ ع

کہ زمین کے برابر ہو جائیں اور اللہ سے کوئی بات نہ چھپا سکیں گے۔

رکوع (۶)

خلاصہ: تقسیم مراتب زوجین اور فرض مشترک

ماخذ:(۱) اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا (النساء:۳۴)

(۲) وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ وَ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا (النساء:۳۶)

مرد کی فضیلت کی دو وجوہ

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ: عقد نکاح کے بعد مرد عورت اکٹھا رہائش اختیار کریں گے لیکن اس میں درجہ اول مرد کا ہوگا کیونکہ مرد فاضل ہے اور عورت مفضول ہے، اللہ تعالیٰ خالق ہے وہ ہر ایک کی طبیعت جانتا ہے وہ انہی کے موافق ہر ایک پر فرائض عائد کرتے ہیں تو مرد کو اس کی فطرت کے موافق کام دیا یعنی مرد فطرتاً جسم کے لحاظ سے سخت ہے تو امور شاقہ میں اقتحام (دخل) کر سکتا ہے اور عورت امور شاقہ میں اقتحام (دخل) نہیں رکھ سکتی، چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے کہ امور شاقہ میں اقتحام مردوں کا کام اور ان امور سے اجتناب عورتوں کا کام ہے کیونکہ عورت تو کبھی حمل کی ابتدا اور کبھی

وسط اور کبھی حمل کی انتہائے مدت میں ہوتی ہے تو یہ پولیس کی نوکری اور دیگر ملازمت کیسے کرسکتی ہے؟ یہ تو گھر کی زینت ہے اور اندرون خانہ کا کاروبار بہتر طریقے سے ادا کرسکتی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الأمم (ابوداود: ۲۰۵۰) تو یہ عورت اس کام کیلئے پیدا ہوتی ہے تو آج کل کی یورپ زدہ عورتیں جو ملازمت کرتی ہیں اور نکاح نہیں کرتیں اور غلیظ طریقوں سے شہوت رانی یا لوگوں سے زنا کرتی ہیں ان کو کہہ دو کہ کتیوں کی طرح دم توڑتی ہوئی مریں گی نہ بیٹا ہوگا نہ بیٹی نہ زوج ہوگا نہ پوتی نہ نواسی تاکہ کچھ پانی اس کو پلائیں یا روئیں کہ ہائے میری اماں! میری زوجہ، میری نانی یا میری دادی مر رہی ہے کوئی پرسان حال نہ ہوگا۔

مرد کی عورت پر فضیلت کی دوسری وجہ

مرد کی فضیلت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ عورت کو نفقہ دیتا ہے اور بیویوں کو مہر دیتے ہیں یہی بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ہے، اسی طرح اگر عورتیں مردوں سے علیحدہ رہیں تو انتظام قائم نہیں رہ سکتا اور دونوں کے اکٹھا رہنے کی صورت میں ایک کو حاکم بنانا ضروری ہے چونکہ فطرتاً مرد عورت کے مقابلہ میں قوی ہوتا ہے اور قوام اور نظام خانہ داری کا اصل ذمہ دار بھی مرد ہے اس لئے کاموں کی تقسیم یوں رکھی ہے کہ مرد مشکل کام انجام دیں اور عورتوں کو سہل اور آسان کام سپرد کر دیا جائے، اگرچہ بعض عورتیں ہمت میں مردوں سے بڑھی ہوتی نظر آئیں گی لیکن اس قانون میں تبدیلی نہیں ہوسکتی اور اس طرح قوام ہونے کی دو علتیں فرمائیں ایک پیدائشی اور دوسری فعلی یعنی ایک تو اللہ نے اپنے فضل سے ہبہ فرمائی ہے جس کا شکریہ مرد پر واجب ہے اور عورت کو اس کی تمنا سے مایوسی اور ممانعت ہے۔

شریف عورتیں شوہر کی غیر موجودگی میں اپنی عصمت و آبرو کی محافظ ہیں

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ: یہاں سے عورت کے فرائض شروع ہوتے ہیں، زوجین کے فرائض علیحدہ علیحدہ بھی ہیں مثلاً مرد کا باہر جا کر کمانا اور بیوی کا چار دیواری کے اندر پکا کے کھلانا اور فرض مشترک بھی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اللہ کی یاد دونوں کا مشترکہ فرض ہے، شریف عورتیں مردوں کی فرمانبردار رہیں گی، مرد کی غیبوبت میں اس کی عصمت و آبرو اور مال و متاع کی حفاظت کرتی ہیں، زوج کی معاونت زوجہ کا فرض ہے، وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ

لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ(الروم:۲۱) اور اسکی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تمہارے لئے تم میں سے بیویاں پیدا کیں تا کہ ان کے پاس چین سے رہو اور تمہارے درمیان محبت اور مہربانی پیدا کر دی جو لوگ غور کرتے ہیں ان کیلئے ان میں نشانیاں ہیں، مرد کی کمائی کی نگران تو عورت ہی ہوگی اور اپنی عزت بھی مرد کے لئے محفوظ رکھے گی یعنی اپنی فروج کی اور دیگر مال کی مانند شوہر کے مال وغیرہ کو شوہر کی پیٹھ پیچھے محفوظ رکھے گی، اہل یورپ کے مرد و عورت جا کر کما کر ہوٹلوں میں کھاتے ہیں تو قدرتی تقسیم کا وہ مزہ نہیں بلکہ اس میں خرچ بھی زیادہ لگا اور بے حیائی کی تو کوئی حد نہیں۔

بہتر عورت کون سی ہے؟

حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں میں سے بہترین عورت وہ ہے کہ جب تو اس کی طرف دیکھے تو وہ تجھے خوش کر دے اور جب تو اس کو حکم کرے تو وہ تیری فرمانبرداری کرے اور تیری غیبوبت میں اپنی ذات اور تیرے مال کی حفاظت کرے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت ارشاد فرمائی۔

عورت کی تادیب کے چار مراتب

وَ الّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ :جب اپنی عورتوں میں نُشُوْز اور سرکشی دیکھو کہ فرائض منصبی کو وہ پورا اور نبھا نہ سکیں تو اُسے نصیحت کرو پھر اگر وہ نرمی سے نصیحت کو قبول نہ کرے اور باز نہ آئے تو دوسرا درجہ اختیار کرو تو ان کے مَضَاجِعِ (بستر) سے علیحدہ ہو جاؤ یعنی اپنے بستر الگ رکھو، ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ھِجْر یہ ہے کہ اس سے جماع نہ کرو اور بستر پر جب لیٹو تو پیٹھ اس کی طرف کرو اور اپنی ناراضگی کا احساس دلاؤ تا کہ وہ اپنے کئے پر پشیمان ہو جائے لیکن اسکے باوجود بھی اگر وہ راہ راست پر نہ آئے تو تیسری قسم بتائی کہ اس کو اختیار کرو پھر تیسرا درجہ وَ اضْرِبُوْهُنَّ ہے اور ضرب میں بھی ایک شرط ہے کہ اس کے چہرے پر نہ مارا جائے تا کہ اس کے حسن میں فرق نہ آئے اور حدیث میں بھی اس کی ممانعت آئی ہے اور ضرب میں بھی تخفیف ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شارع ہیں انہوں نے وضاحت فرمائی۔

فرمانبردار عورت کو مارنے سے ممانعت

فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا: شریف عورت میں

اس قدر فطری خصائل ہوتے ہیں ان کا تذکرہ آچکا ہے جو عورت مرد کی اطاعت سے گھبرائے اور خود حکم بننا چاہے تو یہ خلاف جبلت ہوگا عورت کو اس خیال سے روک کر جبلت پر لانے کیلئے قانون آتا ہے ، اگر وہ تمہارا کہا مان جائیں تو پھر ان کے مارنے کی اجازت نہیں پس ظلم سے مت مارو اور ایسے ہی اگر نصیحت سے مان جائے تو مہاجرت بھی روا نہیں ، اگر تم سختی اور زیادتی سے کام لو تو سمجھو تم سے اوپر بھی کوئی اور ہے اس سے ڈرو، ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء (ابوداؤد: ۴۹۴۱) ”زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا“

اصلاح کا ایک اور طریقہ

وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا : مارنے پر بھی اگر اصلاح نہ ہو تو پھر یہ (تصفیة بالحکم) چوتھا طریقہ اختیار کرو اگر تمہیں میاں بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا خطرہ ہو تو ایک منصف مرد کے خاندان سے اور ایک عورت کے خاندان سے مقرر کرو۔

حکمین ثالث یا زوجین بھی ہو سکتے ہیں

اِنْ یُّرِیْدَاۤ میں ضمیر تثنیہ حکمین ثالثی کرنے والے بھی ہو سکتے ہیں اور زوجین بھی ہو سکتے ہیں ، نیک نیتی سے فیصلہ کرنا چاہیں تو اصلاح ہو سکتی ہے اور انجام بخیر ہوگا ، اگر یہ سوچیں کہ ایک پر الزام قصور لگایا جائے اور جنبہ داری (طرف داری) ہو تو صلح نہیں ہوگی ، بہر حال ! خلاصہ اس کا یہ نکلا کہ جو شخص اصلاح کا قصد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے موافق سامان مہیا کر دیتا ہے۔

مرد عورت کا مشترکہ مقصد

وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْـًٔا : یہاں تک مرد و عورت کے ملاپ کا طریقہ بیان ہو چکا اب ذکر ہوگا کہ مرد عورت کے ملنے کے بعد ان کا مشترک مقصد کیا ہے؟ وہ مقصد ایسا ہے کہ دونوں میں کوئی بھی تنہا اسے پورا نہیں کر سکتا مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم انفرادی عبادت الٰہی میں مشغول ہوتے تھے تو اب مل کر عبادت کرو اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پایہ تکمیل تک پہنچاؤ تو جب دونوں کی توجہ ایک مقصد کی طرف ہوگی تو اختلافات بہت کم پیدا ہوں گے۔

شرک جلی وخفی سے احتراز

اس مقصد کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت نہ کرو یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک مت ٹھہراؤ، نہ زندہ چیزوں میں نہ مردہ چیزوں میں اور نہ بڑی چیزوں میں اور نہ چھوٹی چیزوں میں نہ حیوانات میں نہ جمادات میں سے کسی کو شریک ٹھہراؤ، اسی طرح شرکِ خفی سے بھی منع فرمایا اور شرک جلی سے بھی، خواہ وہ ذات میں ہو یا صفات میں افعال میں ہو یا علم میں، کسی بھی چیز میں شرک نہ کرو، نہ اپنے فعل سے، نہ قول سے اور نہ اعتقاد سے بلکہ عبادت کرو تو صرف ایک ذات واحد کی کرو جس کا نہ کوئی باپ ہے اور نہ بیٹا بلکہ وہ ان سب چیزوں سے منزہ ہے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (الاخلاص: ۱ تا ٤)

اپنے مربی اور محسن سے احسان

وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا: دوسرا اتحادی مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد جن لوگوں نے تمہاری تربیت کی ہے ان کی فرمانبرداری کرو اور اسی طرح خانہ داری کے ساتھ، اس کا تعلق یہ ہے کہ یہ گھر صرف بچے جننے اور خواہشات طبیعہ کے انصرام کیلئے نہیں ہے وہ جو تم نے تجرد کے زمانہ میں دین سیکھا ہے توحید خالص اختیار کی ہے وہ اس ازدواجی زندگی میں بھی رہے گی اور اب بطور احسن تم کو انجام دینا ہوگا اللہ کی یاد اور عبادت ایک مشترکہ فرض ہے ایسا نہ ہو کہ جس وقت گھر بن گیا تو تہذیب اور اخلاق کو فراموش کر دیں۔

ازدواجی زندگی کی ذمہ داریاں

وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ: تمہاری ذمہ داری ختم نہیں ہوتی بلکہ ازدواجی زندگی سے ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے، اب لوگوں کے حقوق ہوں گے، والدین کی توقعات ہوں گی کہ یہ ہماری خدمت کریں گے، ہمسایوں کو بھی یہ توقعات ہوں گی کہ اور کچھ نہیں شوربہ تو دے دیں گے، ازدواجی زندگی میں حق جوار بھی سامنے آئیگا اور مساکین، جَارِ ذِی الْقُرْبٰى وغیرہ کی توقعات بھی ہوں گے جَارِ ذِی الْقُرْبٰى یہ چیزیں متاہلانہ زندگی (خاندانی زندگی) میں آنے کے بعد آئیں گی ریل میں سفر کر رہے ہیں ہمارا ہمسفر صَاحِبِ بِالْجَنْۢبِ ہے کہ پہلو میں جو

بیٹھا ہوا ہے اور جَارِ الْجُنُبِ وہ کہ جو ہمسایہ مستقل اقامت کر جائے اجنبی ہو یا اپنا، دفتر میں کرسی بہ کرسی کام کرنے والے یا طلباء ایک ہی کمرہ میں رہنے والے۔

بخل اور فخر کرنے کے برے نتائج

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا: اب فخر کرنے کے برے نتائج بتائے جارہے ہیں چونکہ فخر اور خود پسندی کا مرض بہت برا ہے اس لئے مذکورۃ الصدر احسانات فرض قرار دیئے گئے ہیں تاکہ انسان اپنے فرض کی ادائیگی میں مصروف رہے اور خود پسندی کی بیماری میں مبتلا نہ ہو تو اس لئے کہ یہ پکائیں خود اور اٹھ کر ہمسایہ کو خادم کی طرح اٹھا کے لے جائے تو اس سے فخر و غرور کی اصلاح ہو جائے گی اور اسی طرح اگر یہ اپنے ہمسایہ پر خرچ نہیں کرے گا تو روپیہ بچے گا تو ضرور فخر اور تکبر کا مادہ پیدا ہوگا تکبر کے بارے میں بہت سی وعیدیں وارد ہوئی ہیں ایک یہ کہ لایدخل النار احد فی قلبه مثقال حبة خردل من ایمان ولا یدخل الجنة أحد فی قلبه مثقال حبة خردل من کبریاء (المسلم :۹۱) ''جس کے دل میں رتی برابر ایمان ہو جہنم میں داخل نہیں ہوگا اور جس کے دل میں رتی برابر تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' اور بخل اسے کہتے ہیں کہ جہاں خرچ کرنا ہو وہاں خرچ نہ کرے مال تو ضرور ہاتھ سے جائیگا لیکن اگر رِئَاءَ النَّاس ہو تو موجب حسرت ہوگا اور جب تک اصل مصرف میں خرچ کرتا رہے گا تو نہ روپیہ بچے گا اور نہ فخر پیدا ہوگا اور نہ ہی تکبر کا مادہ پیدا ہوگا اور دوسرا اس خیال میں مصروف رہے گا کہ میرا فرض مجھ سے ادا نہ ہو سکا اور ہمیشہ اپنے آپ کو ناقص پائے گا، یہ احساس ہو تو انانیت پیدا نہیں ہوگی۔

خود پسندی کا دوسرا برا نتیجہ

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ يَكْتُمُوْنَ مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا: بخل کا معنی صَرف نہ کرنا اور اسراف کا معنی بے محل صرف کرنا، حق کی جگہ خرچ نہ کریں تو یہ بخل ہے اور ان مصارف میں خرچ نہ کرنے والے مُخْتَالًا فَخُوْرًا بھی ہیں الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ اور لوگوں کو بھی منع کرتے ہیں کہ ان کو نہ دو یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دیا تو وہ اُسے چھپاتے ہیں یہاں کتمان سے مراد مال ہوگا کہ مال کو مصارف میں خرچ نہ کرنا جبکہ محلِ صرف موجود ہے مال بھی ہے اور صرف نہ کرے تو یہ کتمان ہے، حدیث میں آتا ہے کہ نعمت کی علامت انسان پر ظاہر ہونی چاہیے چنانچہ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ یہی

مضمون مالی آسودہ حالی کی صفت بیان کرتا ہے، یہ صفتیں جو بیان ہوئیں وہ کافروں کی ہیں مسلمانوں کی نہیں ہوسکتیں کیونکہ کافروں کا یہی شیوہ ہے، کٰفِرِیْنَ سے مراد ما قبل حکم کو نہ ماننے والے ہیں تاکہ ربط قائم رہے۔

صرف اموال میں ریا کار شیطان کا ساتھی

وَ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ: خود پسندی کا یہ تیسرا برا نتیجہ ہے کہ جہاں خود پسندوں کی تعریف ہوتی تھی تو وہاں ہزاروں روپے لٹانے کیلئے تیار ہوتے ہیں اور جہاں شرعاً صرف کرنا ضروری ہو تو وہاں صَرف نہیں کرتے تو جو لوگ ریا کاری سے خرچ کرتے ہیں مثلاً شادیوں اور دیگر رسم ورواج الیکشنوں میں دکھاوا اور راہ الٰہی میں اول تو پیسے نہ دینا اور اگر دیتا ہے تو بھی بہ نیت دکھاوے کے تو بتایا کہ جس وقت محل میں صرف نہیں کرے گا تو آخر روپیہ کسی نہ کسی جگہ صرف ہوگا تو محل کے سوا صرف کرنا ریاء ہوگا تو یہ مرائی ہوگا اور مرائی شیطان کا بھائی ہے حالانکہ یہ مال و دولت کسی کے پاس رہ نہیں سکتی، اسے خواہ مخواہ ہاتھ سے جانا ہے اگر رضائے الٰہی کیلئے صرف ہو تو اللہ پاک راضی ہوجائے گا اور اسے پائیداری حاصل ہوجائے گی اور اگر رِئَآءَ النَّاسِ کے لئے خرچ کیا تو ضائع ہو کر الٹا اس کے لئے مصیبت بنے گا۔

ریاء کو شرک سے تعبیر کیا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ان أخوف ما أخاف عليكم امتي الشرك الأصغر قالوا يارسول الله! ماالشرك الاصغر قال الريا (مسند احمد: ٢٣٦٣٦) "بیشک سب سے بڑا خطرہ ہے جو مجھے میری امت کے متعلق ہے وہ چھوٹا شرک ہے۔ لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) چھوٹا شرک کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا ریا" یعنی جو کام اللہ تعالیٰ ہی کیلئے کرنا چاہتے تھے اسے لوگوں کو دکھلانے کے لیے کیا جائے تاکہ لوگوں میں نام ونمود ہو اور لوگ تعریف کریں، آپ اندازہ لگائیں کہ جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑا خطرہ فرما رہے ہیں وہ چیز کتنی خطرناک ہوگی چونکہ اکثر مسلمان کتاب وسنت کی تعلیم سے ناآشنا ہیں اس لیے نیکی کا کام جو کرتے ہیں اس میں شیطان ریاء داخل کردیتا ہے اور جہالت کے باعث مسلمانوں کو نیکی کے کام میں اس زہر کے مل جانے کا احساس تک نہیں ہوتا، یہ سمجھتا ہے کہ میں نے بہت بڑا نیکی کا کام کرلیا ہے اور میری آخرت میں نجات کا ذریعہ بنے گا حالانکہ وہ کام بارگاہ الٰہی میں ریا

کے باعث قبول ہی نہیں ہوا۔ مثلاً ایک دولت مند ایک عالی شان مسجد بناتا ہے جس پر دل کھول کر روپیہ صرف کرتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے آخرت میں اس کے عوض بہشت میں محل عطا فرمائے گا اور شیطان اس دولت مند کے دل میں یہ خیال ڈال دیتا ہے کہ لوگوں میں میری شہرت بھی ہو جائے گی کہ فلاں شخص نے بڑی عالیشان مسجد بنوائی ہے، یہی ریا ہے، اگر دولت مند کسی عالم ربانی کا صحبت یافتہ نہیں ہے تو اس خیال کی تردید نہیں کرے گا نتیجہ یہ نکلے گا کہ مسجد ریا کے طور پر دل میں آئے اور اس کی تردید نہ ہونے کے باعث بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہوگی اور اس دولت مند کو اجر نہیں ملے گا بلکہ اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا کہ میرا دیا ہوا مال ریا کے طور پر کیوں خرچ کیا تھا؟

نیکی کے کاموں میں بطور ریا چندہ دینا ثواب نہیں عذاب ہے

ایک شخص کسی اسلامی کام میں دل کھول کر چندہ دیتا ہے، یہ چندہ اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے دیتا ہے مگر شیطان اس کے دل میں یہ خیال ڈال دیتا ہے کہ لوگ مجھے نیک آدمی خیال کرینگے بس یہی ریا ہے۔ اگر کسی اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کا تربیت یافتہ ہوگا تو اسے رد کردے گا اگر رد نہ کیا تو ریا کے باعث وہ چندہ نیکی میں شمار نہیں ہوگا بلکہ ریا کے باعث الٹا مجرم ہو جائے گا۔

شیطان کا لوگوں کو برائی کی طرف بلانا

وَ مَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا: ای بأحکام اللہ یعنی احکام الٰہی پر عمل نہیں کرتے ربط کے لحاظ سے یہ معنی کہ خدا کی بات کو نہیں مانتے ہیں کہ خدا کی راہ میں خرچ کریں، اب ان کا ساتھی شیطان ہی ہوگا جو بہت برا ساتھی ہے کیونکہ شیطان لوگوں کو برائی کی طرف بلاتا ہے جس کا نتیجہ ہی عذاب ہے۔

رضاء الٰہی کیلئے خرچ کا نتیجہ

وَ مَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ وَ كَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا: اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے اور اس کی رضا مندی حاصل کرنے کیلئے خرچ کرتے تو کیا اللہ تعالیٰ ان ریا کاروں کی دل کی حالت کو نہیں جانتا؟ ہاں! اللہ تعالیٰ ان کے حالات سے پورا واقف ہے اگر رضا مندی مطلوب ہوتی تو اس کے ہاں بھی انہیں عزت ملتی اور سرفراز کیے جاتے۔

اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی کو ضائع نہیں کرتا

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا :

خدا تعالیٰ کسی کی نیکی کو ضائع نہیں کرتا بلکہ اس کو اور بھی بڑھاتا ہے احادیث میں ہے من تصدق بعدل تمرة من كسب طيب ولا يصعد الى الله إلا الطيب فإن الله يتقبلها بيمينه ثم يربيها لصاحبه كما يربي أحدكم فلوّه حتىٰ تكون مثل الجبل فلهو اى مهر الخيل الصغير (البخاری: ۷۴۳۰) حلال کمائی کی ایک کھجور اللہ دائیں ہاتھ میں لے کر قبول کرلیتا ہے اور اسے پال کر ایک پہاڑ کے برابر کردیتا ہے، حدیث میں ہے کہ اللہ نیکی کی ایسی پرورش کرتا ہے جس طرح تم اپنے گھوڑوں کی پرورش کرتے ہو، اسی طرح ایک اور حدیث ہے کہ آگ سے بچو! اگرچہ ایک ٹکڑا چھوہارے کے برابر ہی سے کیوں نہ ہو اتقوا النار ولوبشق تمرة (البخاری: ۶۵۴۰) یہ چیزیں اہل اللہ کی صحبت سے پیدا ہوتی ہیں پھر بار بار کہتا ہوں...... ع بلے میوہ زمیوہ رنگ گیرد

مرائین کے لئے تذکیر بما بعد الموت

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا : اس آیت کے متعلق شاہ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں کہ ہر امت اور ہر عہد کے لوگوں کے احوال اس وقت کے پیغمبر سے اور معتبر نیک بختوں سے بیان کروائیں گے، منکروں کا انکار اور اطاعت والوں کی اطاعت بیان ہوگی، وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا فرمایا کہ احوال بتانے والا پیغمبر یا ان کے نائب جو نیک بخت تھے، اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن ہر دور کے انسانوں کا اس دور کے اللہ کے مقبول بندے بطور گواہ پیش ہوں گے، اگر یہ شبہ ہو کہ قیامت کے دن سب لوگ پریشان ہوں گے تو گواہی کیسے دیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کے بعض بندے ایسے بھی ہوں گے جن پر قیامت کے دن کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔

ہر قوم کا امام قوم پر گواہ ہوگا

اگر پیغمبر علیہ السلام کا دور نہیں تو اس دور کے نیک بندوں سے استفسار ہوگا اور ان لوگوں کے بارے میں ان سے پوچھا جائے گا تو یہاں حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ مجھے قرآن مجید سناؤ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ مجھ سے سننا چاہتے ہیں حالانکہ قرآن مجید آپ ہی پر نازل ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا پڑھو تو میں نے سورۃ نساء کی تلاوت شروع کی اور جب فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هٰٓؤُلَآءِ شَهِيدًا پر پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس کرو جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (البخاری: ٥٠٥٥)

بڑے شہروں پر اتمام حجت

شاہ صاحبؒ نے ایک نئی چیز بیان فرمائی، اس پر میں کہا کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے (جو دین مجسم ہوتے ہیں) پوچھا جائے گا کہ ان لوگوں نے آپ کیساتھ کیا سلوک کیا؟ مانا یا ستایا؟ وہ نیک بندے جو دین کی اشاعت کرتے ہیں ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں سنة خیر الانام علی صاحبها السلام تم سمجھتے ہو کہ اللہ والوں کا سہارا کوئی نہیں دنیا والوں کا ہو اور ان کا نہ ہو وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيٓ أُمِّهَا رَسُولًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى إِلَّا وَأَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ (القصص: ٥٩) اور تیرا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا جب تک ان کے بڑے شہر میں پیغمبر نہ بھیج دے جو انہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے اور ہم بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتے مگر اس حالت میں کہ وہاں کے باشندے ظالم ہوں جیسے اس کی مثال اگر ہم یہاں دیں تو وہ یہ کہ پنجاب کا ام القریٰ لاہور سرحد (خیبر پختونخوا) کا پشاور یوپی کا دہلی علیٰ ہذا القیاس۔

قیامت کے دن نافرمانوں کی حسرتیں

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا: جن لوگوں نے کفر کیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تھی تو وہ اس دن آرزو کریں گے کہ کاش! برابر ہو جائیں زمین کے ساتھ مطلب یہ کہ ہم لوگ بھی زمین کے مانند خاک ہو جائیں اور اس کی تمنا کریں گے اس لئے قیامت کا عذاب ہولناک ہے چنانچہ دوسری آیت میں اس کی وضاحت اور تصریح ہے يَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا (النباء: ٤٠) یعنی کہیں گے کہ وہ جو کافر بنا تھا کہ اے کاش! میں خاک ہوتا اور اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپائی نہیں جا سکی یعنی جو کیا ہے اس کے متعلق جو کچھ بات ہے وہ چھپا نہیں سکیں گے، یہ آخری وقت میں ہوگا۔

رکوع 07

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ

اے ایمان والو! جس وقت کہ تم نشہ میں ہو نماز کے نزدیک

سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا

نہ جاؤ یہاں تک کہ تم سمجھو سکو کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور جنبی ہونے کی حالت میں مگر

عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى

راستہ گزرتے ہوئے یہاں تک کہ غسل کر لو اور اگر تم بیمار ہو

اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ

یا سفر میں ہو یا کوئی شخص تم میں سے رفع حاجت کر کے آئے یا

لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا

عورتوں کے پاس گئے ہو پھر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے

طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

کام لو اور اسے اپنے مونہوں پر اور ہاتھوں پر ملو بے شک اللہ

كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا

معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا

نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَ يُرِيْدُوْنَ

جنہیں کچھ حصہ کتاب سے ملا ہے وہ گمراہی خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں

أَنْ تَضِلُّوا السَّبِيلَ ﴿٤٤﴾ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ ۚ

کہ تم بھی راستہ گم کر دو۔اور اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے

وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَلِيًّا وَكَفَىٰ بِاللَّهِ نَصِيرًا ﴿٤٥﴾

اور تمہاری حمایت اور مدد کے لیے اللہ ہی کافی ہے۔

مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ

یہودیوں میں بعض ایسے ہیں جو الفاظ کو ان کے محل سے پھیر دیتے ہیں

وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ

اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور کہتے ہیں کہ سن نہ سنایا جائے تو

وَرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ ۚ وَلَوْ

اور کہتے ہیں راعنا اپنی زبان کو مروڑ کر اور دین میں طعن کرنے کے خیال سے اور اگر

أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ

وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے مانا اور سن تو اور ہم پر نظر کر تو ان کے حق میں

خَيْرًا لَهُمْ وَأَقْوَمَ وَلَٰكِنْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ

بہتر اور درست ہوتا لیکن ان کے کفر کے سبب سے اللہ نے ان پر لعنت کی سو ان میں سے

فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٤٦﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا

بہت کم لوگ ایمان لائیں گے ۔اے کتاب والو!

الْكِتَابَ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ مِنْ

اس پر ایمان لے آؤ جو ہم نے نازل کیا ہے اس کتاب کی تصدیق کرتا ہے جو تمہارے پاس ہے

قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ

اس سے پہلے کہ ہم بہت سے چہروں کو مٹا ڈالیں پھر انہیں پیٹھ کی طرف الٹ دیں

اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِؕ وَ كَانَ اَمْرُ

یا ان پر لعنت کریں جس طرح ہم نے ہفتے کے دن والوں پر لعنت کی تھی اور

اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝۴۷ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ

اللہ کا حکم تو نافذ ہو کر ہی رہتا ہے۔ بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا جو اس کا شریک کرے

وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُۚ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ

اور شرک کے ماسوا دوسرے گناہ جسے چاہے بخشتا ہے اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا

فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا ۝۴۸ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ

اس نے بڑا ہی گناہ کیا۔کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا

يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَ لَا

جو اپنی پاکیزگی کا دم بھرتے ہیں بلکہ اللہ جسے چاہے پاک کرتا ہے اور ان پر

يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝۴۹ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

تاگے کے برابر بھی ظلم نہ ہو گا۔ دیکھو یہ لوگ اللہ پر کیسا

الْكَذِبَؕ وَ كَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝۵۰ ع

جھوٹ باندھتے ہیں یہی ایک صریح گناہ کافی ہے۔

رکوع (۷)

خلاصہ: (۱) استحصال قانون الٰہی کے لئے تیقظ کی ضرورت
(۲) ترک تیقظ سے مسخ فطرت کا خطرہ
(۳) قانون الٰہی کو چھوڑ کر غیر اللہ کے قانون کا اتباع کرنا، اس میں بھی ایک طرح شرک کی بو ہے۔

ماخذ: (۱) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا (النساء: ۴۳)

(۲) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا (النساء: ۴۷)

(۳) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا (النساء: ۴۸)

حرمت شراب میں تدریج

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ: تحریم خمر بیک مرتبہ نہیں ہوئی بلکہ اسکے متعلق تین آیات نازل ہوئیں، پہلی یہی ہے اس میں کثرت سے قلت کی طرف حکم ہے، دوسری آیت یہ ہے يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (البقرۃ: ۲۱۹) آپ سے شراب اور جوئے کے

متعلق پوچھتے ہیں کہہ دو کہ ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کیلئے کچھ فائدہ بھی ہے اور انکا گناہ انکے نفع سے بہت بڑا ہے، تیسری آیت یہ ہے يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدہ: ۹۰) اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور فال کے تیر سب شیطان کے گندے کام ہیں سو ان سے بچتے رہو تا کہ تم نجات پاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے استطاعت کے مطابق تربیت کی ہے

اللہ تعالیٰ نے اس امت کی تربیت ایسی کی ہے کہ جس طرح حکیم حاذق صاحب فراش مریض کی تربیت کرتا ہے اللہ تعالیٰ مریض کی استطاعت کو دیکھتا ہے یہاں اللہ تعالیٰ نے حالتِ سکر میں نماز پڑھنے اور نیز ان حالات (جو روحانیت کو مکدر کرنے والے ہیں) سے منع فرمایا ہے اور اسی طرح نماز میں اشاعتِ قرآن کا معنی ہے کہ مصلّین کو چاہئے کہ متیقظ ہو کر رہیں تا کہ وہ قرآن مجید کو حاصل کر سکیں کیونکہ نشہ میں فهم ماتقول نہیں ہوتا اور اب ماقبل سے ربط یہ ہے کہ جس طرح نماز میں کان کھول کر آیا کرتے ہو اسی طرح تدبیر منزل کے قانون کو بھی کان کھول کر سننا چاہئے، معلوم ہوا کہ نماز سے امام وماً موم کا مابہ الامتیاز امر فقط قرآن ہی ہے، باقی امور میں امام اور ماموم اپنے اپنے ارکان ادا کرتے ہیں اس لئے اعلمهم واقرأهم بكتاب الله کو امام بنانا ضروری ہے اور باقی سب سراپا سمع وگوش ہوں......

چشم بند و گوش بند و لب بہند
گر نہ بینی نور حق برمن بخند

نماز اشاعتِ قرآن کا بہترین طریقہ

وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّى تَغْتَسِلُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا: اشاعت قرآن کا بہترین طریقہ اللہ نے تجویز فرمایا ہے اب جتنی حالتیں تنعس (دماغی تکدر) پیدا کرتی ہیں ان سے بھی پاک ہو کر آؤ یعنی جتنی حالتیں بھی ایسی ہیں جن میں تمہارا دماغ مکدر ہوتا ہے ان میں قرآن شریف سننے کے لئے نہ آؤ، ہاں! اگر راہ گزرنے کی ضرورت ہے تو گذر سکتے ہو مثلاً مسجد میں سونے کی حالت میں غسل کی

حاجت پیش آئے یا بعض حضرات کا خیال ہے کہ جس پر غسل واجب ہے وہ مسجد کے اندر جا کر چیز اٹھا کر لا سکتا ہے، ان حالتوں میں ایک حالت جنب کی ہوتی ہے، طبیعت میں پریشانی ہوتی ہے اور نظافت نہیں ہوتی۔

حکمت تیمم

پانی فطرتاً مطہر اول ہے اور اگر پانی موجود نہ ہو تو مٹی بھی فطرتاً مطہر مانی گئی ہے، جیسا کہ ہندو بھی مٹی سے برتن صاف کر لیتے ہیں اصل یہ ہے کہ پانی نہ ہو تو بدلے میں تصور تیمم کافی ہے مگر اس تصور کے لئے تخیل کافی نہیں ہے کہ ہر ایک آدمی خیال کر کے طہارت حاصل کرے۔

شاہ ولی اللہؒ کے ہاں حدث اور طہارت کے معنی

شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا ہے حدث اس حالت کا نام ہے جس میں طبیعت رجوع الی اللہ نہیں چاہتی اور اس حالت میں دماغ پر ایک برا اثر سا ہوتا ہے اور بیداری نہیں ہوتی اس لئے اس وقت اسی حالت میں نماز پڑھنا ممنوع قرار دیا گیا ہے اور اس کے مقابلے میں طہارت اس حالت کا نام ہے جس میں طبیعت رجوع الی اللہ چاہتی ہے، مطہرات کے استعمال کے بعد طبیعت میں تازگی اور طبیعت میں اس سے چستی پیدا ہو جاتی ہے اور رجوع الی اللہ کا شوق بھی پیدا ہو جاتا ہے اور مسکرات انتہائی مکدرات میں سے ہیں، خباثت، حدث، وغیرہ مکدرات روحانی میں سے ہیں۔

انسانی عجز کے مطابق نرمی کا قاعدہ کلیہ

انسان کا عجز اور اللہ تعالیٰ کا حکم جب مقابلہ میں آ جائے تو اللہ تعالیٰ حکم میں نرمی فرماتا ہے اگر مکدرات کا ازالہ استطاعت سے باہر ہے تو پھر تیمم کی اجازت ہے، مسلمانوں پر حسب استطاعت لازمی ہے (مکدرات کا ازالہ) اور اگر ایسا نہ کریں تو اہل کتاب کی طرح ہو جائیں گے کہ یہ حسب استطاعت اطاعت کو چھوڑ کر دنیا کی طرف متوجہ ہو گئے، مسلمانوں کو ایسا نہیں کرنا چاہئے لیکن عوام ایسا نہیں کر سکتے اس لئے اس تصور کو حاصل کرنے کیلئے تخیل کو کافی نہ سمجھا گیا بلکہ مٹی کو اس تصور کے حصول کیلئے مقرر کیا گیا اور تیمم ایسے اعضاء کا مقرر کیا گیا ہے جن کا دھونا لازمی تھا اور جن کو دھویا نہیں جاتا یا بعض اوقات ان کا دھونا ساقط ہو جاتا ہے تو ان کا تیمم فرض نہیں کیا گیا، جیسے کہ سر کا مسح کیا جاتا ہے دھویا نہیں جاتا اور پاؤں میں موزہ پہنتے وقت ان کا دھونا بھی ساقط ہو جاتا ہے، لہٰذا ان کا مسح بھی تیمم میں نہ ہوگا، تم پانی کے استعمال سے معذور ہوئے اس لئے

اللہ تعالیٰ عَفُوٌّ (معاف کرنے والا) ہے، اس نے معاف کر دیا ہے اور مٹی سے تیمم کرنے کی اجازت دی اور تم پر فراخی و آسانی کر دی تاکہ کچھ حرج و تنگی باقی نہ رہے اور فرمایا مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (المائدہ:٦)

بگڑی قوم سے سبق لینے کا حکم

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ: بگڑی قوموں کا نقشہ بتاتے ہیں کہ تم ایسے نہ ہو جانا کہ کتاب تو دی گئی تھی یعنی تورات یا کتب انبیائے سابقین علیہم السلام تو الْكِتٰبِ میں الف لام جنس کا ہوگا پھر يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ بجائے اس کے کہ کتاب کی نشر و اشاعت کرتے اس پر عامل ہوتے، قرب حق حاصل کرتے انہوں نے کتمانِ حق شروع کر دیا تو بگڑی قوم کا نقشہ عبرت کیلئے بیان کر دیا کہ تم ایسے نہ ہو جانا ہم نے تمہیں جو رنگ دیا ہے اسے قبول کرو اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ (البقرة:١٠٨) کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے سوال کرو جیسے اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام سے سوال کئے گئے تھے؟ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس آیت میں ڈانٹا ہے آگے ہے وَ مَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلَ (البقرة:١٠٨) اور جو کوئی ایمان کے عوض کفر کو لے سو وہ سیدھے راستہ سے گمراہ ہوا، یعنی پیغمبر پر اعتراض کر کے بے ایمان ہو جاؤ گے اس لئے یہودیوں سے متاثر نہ ہو جانا کیونکہ یہود تمہارے دشمن ہیں اور دشمن تم کو گمراہ کرنے کیلئے ہر وقت تیار رہتے ہیں اگر تم غافل رہو گے تو ان کے دامِ تزویر میں پھنس جاؤ گے اور ان کے اوصاف رذیلہ تم میں آجائیں گے۔

دوست بنا ہوا دشمن بہت نقصان پہنچاتا ہے

وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا وَّ كَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا: اللہ تعالیٰ تمہارے ان دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور تم کو خبر دیتا ہے تاکہ تم ان سے اجتناب اور پرہیز رکھو، اس میں اشارہ ہے کہ دوست نما دشمن (یعنی وہ دشمن جو بظاہر دوست بنا ہوا ہے) بہت ضرر دیتا ہے اور صحبت کا بہت اثر ہوتا ہے اور یہ حدیث سے بھی ثابت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سوائے مومن آدمی کے کسی کی صحبت اختیار مت کرنا اور تیرا کھانا سوائے پرہیز گار کے کوئی نہ

کھائے (ترمذی:۲۲۳۱) چونکہ خدا تعالیٰ مسلمانوں کا مددگار ہے اس لئے سب کے سب دشمنوں کے بیچ میں نہ آئیں گے، وہ نگہبان ہے، بچانے والا ہے پس جو کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف التجا کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی وناصر ہے۔

تحریف سے منبع ہدایت کا گدلا ہو جانا

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَيًّا ۢ بِاَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْنًا فِي الدِّيْنِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَ لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا:

یہاں سے یہود کے اخلاق رذیلہ کا بیان ہے یعنی تحریف کتاب پیغمبرؑ کی بات سن کر یہ بے ایمان اسی میں تحریف کیا کرتے ہیں یعنی خود بھی ہدایت نہیں پاتے اور دوسروں کو بھی منع کرتے ہیں بلکہ منبع (سرچشمہ) ہدایت کو گدلا بنانا چاہتے ہیں اور جب پیغمبران کو کسی چیز کے بارے میں حکم دیتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا تیرا قول اور نافرمانی کی تیرے حکم کی، یہاں انتہائے کفر وعناد تھا کہ جاننے کے بعد بھی کتاب اللہ سے منہ موڑتے ہیں حالانکہ ان کو معلوم ہے کہ اس میں سخت گناہ ہے، زبان سے کہتے ہیں وَاسْمَعْ کہ سن اور دل میں کہتے ہیں غَيْرَ مُسْمَعٍ خدا تمہیں سننے کے قابل نہ رکھے (معاذ اللہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ذوالوجہین ہیں، زبان سے ایک بات کہتے ہیں دل میں کچھ اور ہوتا ہے، زبان کو ایسا گھما پھرا دیتے ہیں کہ مسلمان متنبہ نہ ہونے پائیں، یہ لوگ تحریف کرتے ہیں اور اپنی زبان کو کلام میں موڑ دیتے ہیں ایسے الفاظ کی طرف جو گالی کے مشابہ ہے، ساری باتیں طَعْن فِي الدِّيْنِ کے طور پر کرتے ہیں یعنی مردود کہتے تھے اگر یہ نبی برحق ہوتے تو جان لیتے کہ ہم بدگوئی کرتے ہیں پس اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر مطلع کیا۔

توہین رسول صلی اللہ علیہ وسلم، کفر اور موجب لعنت ہے

اگر یہ عَصَيْنَا کے بجائے اَطَعْنَا کہتے یعنی ہم نے دل سے سنا اور فرمانبرداری اختیار کی اسی طرح رَاعِنَا کے بجائے اُنْظُرْنَا کہتے تو ان کے لئے یہ بہتر اور زیادہ قریب انصاف ہوتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کفر ہے اللہ تعالیٰ نے ان پر اس وجہ سے لعنت بھیجی ہے سو ان میں سے بہت کم ایمان لائیں گے یعنی تمام لوگوں پر لعنت نہیں بلکہ اکثر ایمان نہیں لاتے ہیں ان پر لعنت ہے۔

ترک کتاب اللہ کی وجہ سے مسخ فطرت

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤی اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا: پھر لگے ہاتھوں ان کو مسلمانوں کو سمجھانے کیلئے تنبیہ کے طور پر اہل کتاب کا تذکرہ آجاتا ہے اکثر جگہ یہ طریقہ آئے گا، ترک حیقظ سے مسخ فطرت کا خطاب کر دیا جاتا ہے اور تبلیغ فرماتے ہیں خطرہ اس آیت کو ماٴخذ بنایا ہے، اطْمِسَ کا معنی ''مسخ'' ہے، مسخ کی دو قسمیں ہیں، مسخ ظاہری ہے بتحویل الوجه الی الدبر اور مسخ باطنی تفعلون فعل الادبار وتحسبونه وسیلة الافعال الاقبال یا یہ کہ گردن کی طرف چہرہ مڑ جائے یہ مسخ سیرت ہے تو ترک تیقظ وعدم تسلیم وترک کتاب اللہ کی وجہ سے مسخ فطرت ہوا جو مسخ سیرت ہے، مسخ فطرت ہونے کا خطرہ ہے اس میں مسخ سیرت اور نَلْعَنَهُمْ میں مسخ صورت ہے کہ چہرہ بھی ''قفا'' گردن کی طرح ہو جائے ناک، کان، ہونٹ، آنکھ وغیرہ نہ رہیں یا یہ کہ اگر حیقظ سے کام نہ لیا تو اَصْحٰبَ السَّبْتِ کی طرح مسخ کا خطرہ ہے کہ تمام وجود مسخ ہو جائے ہمارے ہاں اب بھی یہ قدرتیں ہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بعید از قیاس نہ سمجھو یہ شدہ ہی ہے، حاصل یہ نکلا کہ اگر تم قرآن شریف کو چھوڑ دو گے تو یا تو تم تنزل کو ترقی سمجھنے لگو گے اور یا تم میں انسانیت کے آثار ہی بالکل ناپید ہو جائیں گے۔

شرك فی التعلیم

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤی اِثْمًا عَظِیْمًا: اگر حیقظ ترک کر کے قانون الٰہی پر تمسک نہیں کرو گے تو ضرور غیر اللہ کے قانون کو معمول بہ بناؤ گے کیونکہ کوئی بھی قوم بغیر قانون کے زندہ نہیں رہ سکتی تو غیرت کا تقاضا ہے کہ مشرک کو معاف نہ کرے اور کتاب اللہ کو ترک کرنا اور دوسروں کو اپنا بنا کر معمول بہ بنانا یہ بھی ایک قسم کا شرک ہے یعنی شرك فی التعلیم ہے، اگر پیغمبر کا اتباع نہ کیا بلکہ نفس کا کیا تو یہ بھی شرک ہے، یعنی جو تعلق بندے کا مولیٰ کے ساتھ ہونا چاہئے وہ نہ رہا، جو تعلق اللہ تعالیٰ کے قانون سے پیغمبر سے ہونا چاہئے وہ غیر سے رکھے تو یہی شرک ہے۔

شرک کی تعریف

ہر وہ تعلق جو اللہ تعالیٰ ہی سے رکھنا چاہئے تھا، اس قسم کا تعلق غیر اللہ سے رکھا تو یہی شرک

ہے، شرک کی دو اقسام ہیں:

(۱) شرك في الذات جیسے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا (ص:۵)

(۲) شرك في الصفات مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائے قدوس کی طرح ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا اور عالم ما كان وما يكون ماننا، اس طریقے پر چونکہ کلام الٰہی صفت الٰہی ہے اس کو چھوڑ کر دوسرے قانون کو اپنے لئے کافی شافی قانون الٰہی کی طرح مکمل مفید سمجھ کر اس پر عمل درآمد رکھنا یہ بھی ایک قسم کا شرک ہے تو حاصل یہ نکلا کہ جو تعلق ہمیں اللہ تعالیٰ کی صفت سے پیدا کرنا چاہئے وہ تعلق کسی اور کی صفت سے پیدا کیا، قرآن مجید علم الٰہی ہے اور علم صفت الٰہی ہے لہٰذا جو شخص قرآن مجید کو چھوڑ کر دوسرے علم سے تعلق پیدا کرتا ہے اور قرآن مجید کو ترک کرتا ہے یہ شرك في الصفة کا ارتکاب کرتا ہے۔

شرک کبھی نہیں بخشا جاتا

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ شرک کبھی نہیں بخشا جاتا بلکہ اس کی سزا دائمی ہے البتہ شرک کے نیچے جو گناہ ہیں صغیرہ یا کبیرہ وہ سب قابل مغفرت ہیں، اللہ تعالیٰ جس کی مغفرت چاہے اس کے صغیرہ و کبیرہ گناہ بخش دیتا ہے، کچھ عذاب دے کر یا بلا عذاب اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ یہود چونکہ کفر و شرک میں مبتلا ہیں اس لئے مغفرت کی توقع نہ رکھیں۔

پیشنگوئی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشنگوئی ہے لتتبعن سنن من قبلكم شبراً بشبر وذراعاً بذراع (البخاری:۳۴۵۶) ''تم ضرور پہلوں (یہود و نصاریٰ) کے طریقوں پر چلو گے بالشت بھر بالشت، ہاتھ بھر ہاتھ (ناپ میں پورا اترو گے)''

مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنا

جب یہود و نصاریٰ دین موسوی اور عیسوی کے حامل ہونے اور اپنی آسمانی کتابوں کے موجود ہونے کے باوجود شرک اور کفر میں مبتلا ہو چکے تو مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے ایسا نہ ہو کہ یہ بھی مسلمان کہلاتے ہوئے قرآن کو اپنے گھروں میں رکھتے ہوئے کہیں شرک اور کفر میں مبتلا نہ ہو جائیں کیونکہ شیطان بڑے بڑے دینداروں کو شرک اور کفر میں مبتلا کر دیا کرتا ہے اگر خدانخواستہ کبھی شرک میں مبتلا ہو گئے تو یہود اور نصاریٰ کی طرح یہ بھی ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جائیں گے۔

شرک وکفر سے بچنے کا علاج

شرک اور کفر سے بچنے کا فقط ایک علاج ہے کہ اگر عربی دان ہے تو خود قرآن مجید کو غور سے پڑھے اور اگر عربی دان نہیں ہے تو پھر عالم قرآن کی صحبت میں لازمی طور پر نشست و برخاست رکھے، اسکے سوا توحید اور شرک ایمان اور کفر میں مکمل تمیز حاصل کرنے کا اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔

شرک کا اجمالی نقشہ

شرک کا اجمالی نقشہ فقط اتنا ہی ہے کہ انسان کو مخلوق ہونے کے لحاظ سے جو تعلق اپنے معبود حقیقی سے رکھنا چاہئے اسی قسم کا تعلق کسی دوسرے سے بھی رکھے تو یہ شرک کے زمرے میں آتا ہے لہٰذا قرآن مجید پر جب تک خود غور نہ کرے یا کسی عالم قرآن کے دامن سے وابستہ نہ ہو اس عنوان کے تمام پہلو اس کے سامنے آ ہی نہیں سکتے، اسی غفلت اور بے توجہی کا یہ نتیجہ ہے کہ بہت سے مسلمانوں کے عقائد میں شرک پایا جاتا ہے اور انہیں اس غلطی کا کوئی احساس نہیں ہے، یہ ٹھیک ہے کہ مسلمان جان بوجھ کر شرک ہرگز نہیں کرتا لیکن اگر ایک چیز واقع میں شرک ہے اور اللہ تعالیٰ اس عقیدہ سے سخت ناراض ہو تو کیا وہ شرک نہیں رہے گا؟ اس کی مثال ایسی ہے کہ خدانخواستہ اگر ایک شادی شدہ عورت بدکاری کو برا نہیں سمجھتی تو کیا اس کا غیور خاوند بھی اس کی بدکاری پر راضی ہوگا۔

شریعت الٰہی کے ایک حکم کا انکار موجب کفر ہے

مسلمان کہلانے والوں میں سے جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کی شریعت پر فیصلہ کرانے سے انکار کرتے ہیں وہ اس انکار کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں، جو شخص اللہ تعالیٰ کے کسی ایک حکم کو ماننے سے بھی انکار کرے وہ کافر ہو جاتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی عدالت کی طرف فیصلہ کرانے کیلئے بلایا جائے اور شریعت پر فیصلہ کرانے سے انکار کرے وہ بھی کافر ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ زبانی دعویٰ اسلام کا پھر بھی کرتا رہے، تمام مسلمانوں کو اس آئینہ میں اپنا منہ دیکھتے رہنا چاہئے کہ اسلامی خدوخال وخط بگڑ تو نہیں گئے اور یہ یاد رہے۔ قیامت کے دن کافر کے لیے نہ شفاعت ہے نہ نجات بلکہ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

مومن مسلم

ان دونوں صفتوں کا مطلب عرض کیا جاتا ہے، ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! تیرا اور تیرے رسول کا ہر حکم دل سے مانتا ہوں، دل سے مان لینے کا نام ایمان ہے اور جو حکم ملے اس کی حسب توفیق تعمیل کرنے کا نام اسلام ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ جس شخص میں یہ دو صفتیں پائی گئیں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دوبارہ اٹھ کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر سے پانی پی کر اور آپ کی شفاعت سے مشرف ہو کر سیدھا جنت میں داخل ہو جائے گا قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (الحجرات: ١٤) حاصل یہ نکلا کہ ایمان اور چیز ہے اور اسلام اور چیز ہے، یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کے دل میں ایمان نہ ہو اور بظاہر مسلمان نظر آئے۔

مومن فاسق

مومن فاسق کے دل میں ایمان تو کامل ہوتا ہے البتہ احکام الٰہی کی تعمیل میں سستی کرتا ہے اور انکار کسی چیز کا نہیں کرتا، اگر اللہ تعالیٰ اس شخص کو معاف فرما دے اور سیدھا بہشت میں بھیج دے تو قادر ہے اور اگر اپنے انصاف کے قانون کے لحاظ سے گرفت کرے اور دوزخ میں بھیج دے تو سزا بھگتنے کے بعد بالآخر رسول اللہ کی شفاعت کی برکت سے وہاں سے نکال کر بہشت میں داخل کر دیا جائے گا، ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ غور کر کے دیکھے کہ کس قسم میں داخل ہے۔

شرک کے باوجود اپنے آپ کو ناجی سمجھنا

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا:
بعض لوگ اپنی پاکی کا دعویٰ کرتے ہیں اگر تم اللہ تعالیٰ کے تجویز کردہ قانون (قرآن حکیم) پر عمل کرو تو تمہیں اس عمل صالح کی برکت سے اللہ تعالیٰ پاک کر دے گا لیکن یہ لوگ تو بے ایمان ہیں، یعنی بے ایمانی کرتے ہیں اور جب ان کو اس کا حکم دیتا ہے تو انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے دل میں اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی عزت ہے، باوجود اعراض عن الکتاب اور شرک کے پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمچو ما دیگرے نیست، باوجود ماخوذ ہونے کے اپنے آپ کو ناجی سمجھتے ہیں۔

اللہ پر جھوٹے الزامات تراشتے ہیں

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ كَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا: خدا کی مخالفت اور کہنا خدا کی اطاعت یہ اِفْتَراء عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ہی ہے، یہ لوگ اگرچہ سمجھ چکے ہیں لیکن پھر بھی یہ لوگوں سے متاثر ہوکر اس پرانے راستہ پر چلے جارہے ہیں، اس میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا الزام تراش لیا ہے ان کا حال اللہ پاک نے بیان کیا یعنی جو لوگوں کو دکھلانے کے لئے کام کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے اور نیکوکاروں کے حقائق اور ان کے اعمال اپنی طرف منسوب کرتے ہیں تو ایسے لوگوں نے مقام صدق کی بو بھی نہیں پائی۔

رکوع 08

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا

يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ يَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ

وہ بتوں اور شیطانوں کو مانتے ہیں اور کافروں سے یہ کہتے ہیں

كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿٥١﴾

کہ یہ لوگ مسلمانوں سے زیادہ راہ راست پر ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ

یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت ہے اور جس پر اللہ لعنت کرے تو اس کا کوئی

تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿٥٢﴾ؕ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا

مددگار نہیں پائے گا۔ کیا سلطنت میں ان کا بھی کچھ حصہ ہے پھر تو

لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿٥٣﴾ۙ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ

یہ لوگوں کو ایک تل بھر بھی نہیں دیں گے۔ یا لوگوں پر حسد کرتے ہیں

عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ

جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے ہم نے تو ابراہیم کی اولاد کو

الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿٥٤﴾

کتاب اور حکمت ادا کی ہے اور ان کو ہم نے بڑی بادشاہی دی ہے۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۭ وَكَفٰى

پھر ان میں سے کوئی اس پر ایمان لایا اور کوئی اس سے ہٹ گیا اور دوزخ کی

بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ

بھڑکتی ہوئی آگ کافی ہے۔ بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا

نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُھُمْ بَدَّلْنٰھُمْ

انہیں ہم آگ میں ڈال دیں گے جس وقت ان کی کھالیں جل جائیں گی

جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا

تو ہم انکو اور کھالیں بدل دیں گے تاکہ عذاب چکھتے رہیں بے شک اللہ زبردست

حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

حکمت والا ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے انہیں ہم

سَنُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِيْنَ

ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی

فِيْهَآ اَبَدًا ۭ لَھُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۡ وَّنُدْخِلُھُمْ ظِلًّا

ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ان کے لیے وہاں ستھری عورتیں ہوں گی اور ہم انہیں

ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى

گھنی چھاؤں میں رکھیں گے۔ بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو

اَهۡلِهَا ۙ وَ اِذَا حَكَمۡتُمۡ بَيۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡكُمُوۡا

پہنچا دو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ

بِالۡعَدۡلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمۡ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

کرو بے شک تمہیں نہایت اچھی نصیحت کرتا ہے بے شک اللہ

سَمِيۡعًۢا بَصِيۡرًا ﴿۵۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِيۡعُوا اللّٰهَ

سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ کی فرمانبرداری کرو

وَ اَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ ۚ فَاِنۡ

اور رسول کی فرمانبرداری کرو اور ان لوگوں کی جو تم میں سے حاکم ہوں پھر

تَنَازَعۡتُمۡ فِىۡ شَىۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ اِنۡ

اگر آپس میں کوئی چیز میں جھگڑا کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیرو اگر

كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ الۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ ذٰ لِكَ خَيۡرٌ

تم اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہو یہی بات اچھی ہے

۸ ع ۹ ۵ وَّ اَحۡسَنُ تَاۡوِيۡلًا ﴿۵۹﴾ ع

اور انجام کے لحاظ سے بہت بہتر ہے۔

رکوع (۸)

خلاصہ: (۱) ترک تمسک بکتاب اللہ سے اتباع بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ کرنا پڑے گا اور اتباع بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ کا نتیجہ نزول لعنت الٰہی ہے۔

(۲) افتتاح سیاست مدنیہ

ماخذ: (۱) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ يَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا (النساء: ۵۱)

(۲) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَ مَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا (النساء: ۵۲)

(۳) اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا (النساء: ۵۳)

کتب احکام الٰہیہ کا مجموعہ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ يَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا: اس آیت میں یہود کی شرارت اور خباثت کا اظہار ہے، وہ شیطان اور اصنام کی عبادت کرنے والوں کو ہدایت یافتہ کہتے تھے، ان لوگوں نے کتاب اللہ کو نظر انداز کیا ایمان بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ لائے تو اب اس کا نتیجہ لعنت خداوندی ہے، کتب سے مراد احکام الٰہیہ کا مجموعہ ہے ہر قوم کو ان کے مناسب حال احکام کا مجموعہ دیا گیا اور جس نے ان مسائل واحکام کو سمجھا تو وہ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ کہلائے، لوح محفوظ تمام کتب سماویہ کی حفاظت کرتی ہے یہ بھی ایک تفسیر ہے۔

مسخ فطرت کے کرشمے

اب جب ان پر یہ چوٹ پڑی اگر تم اس شرک کو چھوڑ دو تو اچھے بن جاؤ گے، ورنہ مشرک رہو گے تو انہوں نے محض ضد کی بنا پر مشرکین کی جماعت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت پر ترجیح دے دی اس وجہ سے ان کی عقل مسخ ہوگئی تو کہتے ہیں هٰۤؤُلَآءِ اَهۡدٰى مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا سَبِيۡلًا کہ یہ لوگ مسلمانوں سے زیادہ راہ راست پر ہیں۔ فطرت بھی مسخ ہوگئی ہر بات میں الٹے دینداروں کو بے دین اور کفار ومشرکین کو بہتر سمجھنے لگے، یہ خدا کی لعنت ہے۔

بِالۡجِبۡتِ وَ الطَّاغُوۡتِ سے مراد

بِالۡجِبۡتِ : الۡجِبۡتِ کل ما يشغل الانسان عن ربه (جو چیز انسان کو رب کی عبادت سے غافل کر دے وہی جِبۡتِ ہے)

وَ الطَّاغُوۡتِ: ما يشغلك عن عبادة ربك فهو طاغوت (جو چیز تمہیں رب کی عبادت سے غافل کردے وہی طَاغُوۡت ہے)

اہل کتاب ہی کو يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡجِبۡتِ وَ الطَّاغُوۡتِ کہا جارہا ہے اپنی خواہشات، خود ساختہ عقائد، بت پرستی اور شیطانوں کو ماننا ایمان بِالۡجِبۡتِ وَ الطَّاغُوۡتِ ہے اللہ تعالیٰ کی کتب کو تو پس پشت ڈال دیتے ہیں فَنَبَذُوۡهُ وَرَآءَ ظُهُوۡرِهِمۡ۔

مَغۡضُوۡب عَلَيۡهِمۡ ہونے کے بعد اصلاح ناممکن

اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَمَنۡ يَّلۡعَنِ اللّٰهُ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ نَصِيۡرًا: پہلے تو اہل کتاب کی حالت یہ تھی کہ انہیں تمام حقائق کا علم تھا مگر ان کے عمل برے تھے، اب انہوں نے علم کو بھی خیر باد کہہ دیا ہے اور بالکل اندھے ہو گئے ہیں، اسی وجہ سے کہ وہ ایک موحد جماعت کو مشرکین سے بُرا جانتے ہیں اور یہ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ ہونے کی علامت ہے، اس حالت کے بعد ان کی اصلاح ناممکن ہے، اس لئے اب انہیں مٹا دینا چاہیے۔

اندرونی اور ایمانی قوت کی تباہی کا نتیجہ

جب افراد معدودہ کی یہ حالت ہو جائے تو پھر اس حصہ کو ضرور کاٹ دینا چاہیے ورنہ ساری قوم کو تباہ کردیں گے، ان پر لعنت الٰہی برستی ہے اور آئندہ کوئی نبی اور سمجھانے والا ان کے

ہاں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آئے گا، جس وقت انسان کی اندرونی قوت تباہ ہو جائے تو پھر کوئی بیرونی قوت امداد نہیں دے سکتی بلکہ وہ آدمی ضرور موت کا لقمہ بن جاتا ہے، بعینہٖ یہی حالت ایمانی قوت کی ہے۔

صاحب ملک وہی جو لوگوں کو بھی موافق استحقاق دے

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا: کیا سلطنت میں کچھ ان کا بھی حصہ ہے کہ یہ اوروں کو ایک تِل برابر بھی نہیں دیں گے؟ بسبب اپنے افراط بخل کے اور حقیری چیز جس کو بیکار سمجھتے ہیں وہ بھی نہیں دیتے یعنی وہ جو کفار کو اچھا سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کو برا کہتے ہیں ان کے ہاتھ میں ملک نہیں ہے کیونکہ یہ اسکی لیاقت و استحقاق ہی نہیں رکھتے بلکہ یہ اسکے مستحق ہیں کہ وہ اس سے محروم ہوں حالانکہ صاحبِ ملک وہی ہوتا ہے جو لوگوں کو بھی موافق استحقاق کے دیوے۔

آلِ ابراہیم سے وعدے اور اس کا مصداق

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ساتھ حسد کرتے ہیں حالانکہ ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے آلِ ابراہیم کو حکمت، کتاب اور عظیم الشان بادشاہی دینے کا وعدہ کر رکھا ہے اور یہ وعدہ ضرور پورا ہوگا یعنی مسلمانوں کو قیصر و کسریٰ کی حکومت بھی ملے گی، آلِ ابراہیم سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ (یٰس: ٦) اس دعا کے مصداق آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، بنی اسرائیل میں تو انبیاء علیہم السلام آتے رہے اور ڈراتے رہے، اب ان کے حسد کا کوئی ڈر نہیں، تمہاری کامیابی پر یہ جلتے رہتے ہیں، یہ یہود پر الزام ہے کہ اس کا یہ انکار بھی نہیں کر سکتے کیونکہ اس کے اقرار کے بغیر چارہ نہیں تو حاصل یہ نکلا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ جو کچھ ہم نے دیا اور ان کے اصحاب کو تو وہ کوئی انوکھی چیز نہیں کہ اس پر یہود حسد کریں، حالانکہ ابراہیم علیہ السلام کو جو کچھ ملا ہے اس سے وہ بخوبی واقف ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دادا کی اولاد ہیں تو یہ وراثت چلی آ رہی ہے جس کے وہ مستحق ہیں۔

اہل کتاب کی دو قسمیں

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ وَ كَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا: اہل کتاب دو قسم کے

لوگ تھے، کچھ تو وہ تھے جنہوں نے بات مان لی اور ایمان لا چکے اور حسد سے بھی باز آ گئے اور بعض ایسے تھے جو ایمان نہیں لائے تو یہ دوسری جماعت قابل لعنت ہے، پس ایسے لوگوں کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ کافی ہے جو باز نہ آئے۔

آگ کی سزا اور عذاب میں دوام

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا: حق کی مخالفت سے باز نہ آنے والوں کی یہ سزا ہے یعنی جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے انکار کیا تو انہیں ہم آگ میں ڈال دیں گے اور آگ بھی ایسی کہ اس میں وہ جل جائیں گے پھر ان کے دوام عذاب کی خبر دی یعنی جب اُن کو جلائیں گے تو وہ اپنے حال پر دوبارہ لوٹائے جائیں گے اور اپنی حالت پر واپس کر دیئے جائیں گے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے کہ وہ جلے ہوئے نہیں ہیں، روایات میں ہے کہ ہر بار جبکہ ان کی کھالیں جل جاویں گی تو ان سے کہا جائیگا کہ جیسے تھیں ویسی ہی ہو جائیں اور ایک روایت میں ہے کہ ہر روز ستر ہزار بار جل جاویں گے، ایک حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اہل جہنم میں سب سے کم عذاب اس آدمی کا ہوگا جس کے تلووں میں آگ کی دو چنگاریاں ہوں گی جن کی وجہ سے اس کا دماغ ہانڈی کی طرح کھولتا ہوگا (بخاری) لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ تاکہ یہ کافر عذاب کی شدت کو برداشت کرے کیونکہ اول مرتبہ بھی عذاب کو چکھ چکے ہیں، بلا شبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ غالب ہے اس کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی، تمام مخلوقات کے امور میں وہ حکمت والی ذات ہے

مومنین صالحین کی جزا

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَ نُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا: اس آیت میں مومنین صالحین کے لئے اُخروی بشارت بیان فرمائی ہے کہ جو لوگ باز آ جائیں گے ان کیلئے یہ جزا ہے کہ انہیں ہم ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور ان کیلئے وہاں پاک ستھری عورتیں ہوں گی جو حیض اور ہر ناپاکی سے پاک و صاف ہوں گی، احادیث میں اس کے اوصاف بیان ہوئے ہیں، ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی عورتیں پاک ہوں گی یعنی وہ حیض، بول و براز اور ناک سے بہنے

والی گندگی سے پاک ہوں گی اور ہم انہیں گھنی چھاؤں میں رکھیں گے یعنی سایہ دائمی میں داخل کریں گے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ سایہ عرش ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے، سوار اگر اس کے سایہ میں سو برس جاوے تو اس کو وہ طے نہیں کر سکے گا وہ شجرۃ الخلد ہے۔

اپنی رعیت کے کاموں میں پورا حق ادا کرو اور انصاف کرو

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا: وقيل الخطاب فى قوله اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ لولاة امورالمسلمين من الامراء والحكام وغيرهم ويدل على ذلك سياق الآية وهوقوله وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ومعنى الاية اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ يا ولاة الامور اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا مااتمنتم عليه من امور رعيتكم وان توفوهم حقوقهم وان تعدلوا بينهم(خازن ج ۱، ص۳۷۱ مصری) بعض مفسرین کی رائے ہے کہ اس آیت کے سیاق سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ آیت کے معنی یہ ہوں گے، اے مسلمانوں کے حاکمو! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اپنی رعیت کے کاموں میں جن کا تمہیں امین بنایا گیا ہے پورا حق ادا کرو اور ان کے درمیان انصاف کرو، حکم سے مراد حاکم ہی ہے، حاکم کو چاہئے کہ تنصیب عہدوں میں مراتب کا لحاظ رکھے نہ سفارش قبول کرے، حاکم تمام حکومت کی نظم ونسق کا ذمہ دار ہوتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ذمہ داری عہدیداروں کی استعداد کے مطابق حوالہ کرے سخت طبیعت والے اور قوی ہیکل والے کو فوجی بنائے۔

ادائے امانت میں اہلیت کا لحاظ

دوسری بات یہ ہے کہ انتخاب کرنے میں انصاف سے کام لو اور نہ ڈالیاں، نہ رشوت لے اس زمانہ میں ادائے امانات نہیں رہی نہ حاکموں میں، نہ علماء میں اور نہ پیروں میں، اللہ تعالیٰ تمہارے ادائے امانات اور عدم ادائے امانات کو دیکھ رہا ہے اور سن رہا ہے۔

عادلانہ حکومت کے لئے قرآن وسنت ہی قانون

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ: پہلے بیان کیا گیا ہے کہ حکومت بالعدل

کرو اور حکومت بالعدل کے لئے قانون چاہئے یہاں سے وہ قانون بیان کیا جاتا ہے کہ جب محاکمہ کرنے بیٹھو گے تو قرآن وسنت کے مطابق فیصلہ کرو، اللہ اور رسول اللہ کی اطاعت کرو، مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ نماز کی اقامت کرو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا طریقہ بتلا دیا فرض کرو نماز ظہر کا وقت سوا بارہ بجے سے ڈھائی بجے تک ہے اب مسجد کے متصرف کا اختیار ہے کہ اس کے درمیان جو وقت مناسب سمجھے اس کو مقرر کرے یا کارخانہ دار ہو تو وہ مزدوروں کے لئے اس وقت کے درمیان جو وقت نماز تجویز کرے مزدوروں کے لئے اس کی پابندی ضروری ہوگی۔

تنفیذ شریعت میں اُولِی الْاَمْرِ کی اطاعت اور تین درجات

وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ: قانون تو من جانب اللہ ہی ہوگا اور اس قانون کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اُولِی الْاَمْرِ کے حکم کی تعمیل کرنی چاہئے اور اُولِی الْاَمْرِ سے مراد سیاسی حاکم بھی ہوتا ہے اور فقہائے عظام بھی مراد لے سکتے ہیں جو کتاب وسنت کے بعد کے درجہ میں ہیں تو اس آیت میں اطاعت کے تین درجات بیان ہوئے ہیں، پہلا درجہ اَطِیْعُوا اللّٰهَ یعنی اللہ کی اطاعت کرو ہر حال اور ہر آن میں اللہ کی اطاعت لازم ہے، دوسرا درجہ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی لازم ہے مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء: ۸۰) تیسرا درجہ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ یعنی صاحب اقتدار ہو یا کوئی امیر ہو تو اس کی اطاعت بھی لازم ہے یعنی ہر جائز امر میں اس کی اطاعت لازم ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: علیکم السمع والطاعة یعنی تم پر امیر کی بات سن کر اس کی اطاعت کرنا لازم ہے حدیث میں ہے من اطاع امیری فقد اطاعنی (البخاری: ۷۱۳۷) اور اسی طرح اگر امیر ناجائز امر کا حکم کرے تو اس میں اس کی اطاعت کرنا لازم وضروری نہیں بلکہ ناجائز ہے، دوسری حدیث میں ہے واذا امر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة اور ایک حدیث میں ہے لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۴۰۵) (خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں)

تنازعات میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ

الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا: اگر اُولِی الْاَمْرِ کے مابین اختلاف ہو جائے تو قرآن شریف اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کریں، اس پر عمل درآمد ہو جیسا کہ جب ایران فتح ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین غنیمت غیر منقولہ میں اختلاف ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ بیت المال میں داخل کیا جائے تا کہ امور مملکت اور آنے والے لوگوں کے بھی کام آئے اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے تھے کہ مجاہدین میں تقسیم کیا جائے ایک سال تک اختلاف رہا کوئی فیصلہ نہ ہوا، ایک سال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دعویٰ کی دلیل میں یہ آیت کریمہ پیش کی وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (الحشر: ١٠) اگر بیت المال میں مال غنیمت جمع نہ کیا جائے تو ان کو کس طرح مل سکتا ہے؟ جس وقت حضرت عمرؓ نے یہ آیت کریمہ پیش کی تو سب مان گئے (النسائی: ح ٤١٤٨) حاصل یہ نکلا کہ اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیش کرو، اس کے مطابق فیصلہ کرو یہی بات تمہارے لئے اچھی ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت بہتر ہے۔

رکوع 09

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ

کیا تم لوگوں نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اس چیز پر ایمان لانے کا دعوی کرتے ہیں

إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا

جو تجھ پر نازل کی گئی ہے اور جو چیز تم سے پہلے نازل کی گئی ہے وہ چاہتے ہیں کہ اپنا فیصلہ شیطان

إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ ۖ وَيُرِيدُ

سے کرائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اسے نہ مانیں اور شیطان

الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿٦٠﴾ وَإِذَا قِيلَ

تو چاہتا ہے کہ انہیں بہکا کر دور جا ڈالے۔ اور جب انہیں کہا جاتا ہے

لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ

جو چیز اللہ نے نازل کی ہے اس کی طرف آؤ اور رسول کی طرف آؤ تو

الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ إِذَا

تو منافقوں کو دیکھے گا کہ تجھ سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ پھر کیا ہوتا ہے جب ان کے

أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ

اپنے ہاتھوں سے لائی ہوئی مصیبت ان پر آتی ہے پھر تیرے پاس آ کر

يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا ﴿٦٢﴾

خدا کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم کو تو سوائے بھلائی اور باہمی موافقت کے اور کوئی غرض نہ تھی۔

أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ ق فَأَعْرِضْ

یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے تو ان سے

عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيٓ أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا

منہ پھیر لے اور انہیں نصیحت کرو ان سے ایسی بات کہو جو ان کے دلوں

بَلِيغًا ﴿٦٣﴾ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ط

میں اتر جائے ۔اور ہم نے کبھی کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اللہ کے حکم سے اس کی تابعداری کی جائے

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوٓا أَنْفُسَهُمْ جَآءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا

اور جب انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا تھا تیرے پاس آتے

اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا

پھر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول بھی ان کی معافی کی درخواست کرتا تو یقیناً یہ اللہ کو بخشنے والا

رَّحِيمًا ﴿٦٤﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ

رحم کرنے والا پاتے ۔ سو، تیرے رب کی قسم ہے یہ کبھی مومن نہیں ہوں گے جب تک

فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا

کہ اپنے اختلافات میں تجھے منصف نہ مان لیں پھر تیرے فیصلہ پر اپنے دلوں میں کوئی

مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾ وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا

تنگی نہ پائیں اور خوشی سے قبول کریں۔اور اگر ہم ان پر حکم کرتے

عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوٓا أَنْفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِنْ

کہ اپنی جانوں کو ہلاک کر دو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ

دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا

تو ان میں سے بہت ہی کم آدمی اس پر عمل کرتے اور اگر یہ لوگ کریں

مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾ لا

جو ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو یہ ان کے لیے زیادہ بہتر ہوتا اور دین میں زیادہ ثابت رکھنے والا ہوتا۔

وَّ اِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾ لا

اور اس وقت البتہ ہم ان کو اپنے ہاں سے بڑا ثواب دیتے۔

وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ

اور البتہ انھیں سیدھا راستہ دکھاتے۔ اور جو شخص اللہ

وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ

اور اس کے رسول کا فرمانبردار ہو تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا

النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ج

وہ نبی اور صدیق اور شہید اور صالح ہیں

وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ط وَ

اور یہ رفیق کیسے اچھے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے احسان ہے اور

كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿۷۰﴾ ع

اللہ کافی ہے جاننے والا۔

رکوع (۹)

خلاصہ: (۱) مسلک صحیح (حق) کے ترک کرنے پر محاکمہ الی الطاغوت کرنا پڑے گا اور محاکمہ الی الطاغوت کی صورت میں فرد جرم نفاق لازم ہوگا۔

(۲) تعمیل محاکمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحدید (رسول اللہ کا فیصلہ ماننے کے لئے ہم کہاں تک مجبور ومحدود ہیں)

ماخذ: (۱) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (النساء: ٦٠)

(۲) وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا (النساء: ٦١)

(۳) فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (النساء: ٦٥)

(۴) وَ لَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ وَ لَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَشَدَّ تَثْبِيْتًا (النساء: ٦٦)

ردی متبرک کاغذات کا حکم (جملہ معترضہ)

ردی کاغذات کو جلانا چاہئے، اس سے ماہیت ہی بدل جاتی ہے خواہ اخبارات ہی کیوں نہ ہوں اسے جلانا چاہئے، بازاروں میں فروخت نہیں کرنے چاہئے، میں تو جلا جلا کر اتنا تنگ آ گیا

ہوں کہ اب ردی کے جلانے کے لئے تنور لگائے ہیں اس سے ماہیت بدل جاتی ہے جس طرح فقہاء نے نمک کی کان میں سڑے ہوئے گدھے کے نمک ہو جانے پر اُسے پاک کہا ہے اسی طرح اخبارات وغیرہ کی جلا دینے سے بے حرمتی نہیں رہتی۔

منافق اپنا فیصلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں کرواتے

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا: اہل کتاب میں ایک ایسی جماعت ہے جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتی ہے حالانکہ وہ منافق ہے یہ جماعت چاہتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی کتاب سے انحراف کر کے غیر اللہ کے فیصلہ کی طرف جائے حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا ہے، اس لئے منافق اپنے فیصلوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں لاتے کیونکہ منافق کہتے ہیں کہ اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنے فیصلے لائیں گے تو وہ حق کا فیصلہ کرائیں گے جو ہمارے مخالف ہوگا، اس لئے وہ اپنا معاملہ لانا پسند نہ کرتے۔

یہودی اور منافق کا محاکمے کے بعد اختلاف اور حضرت عمرؓ کی منافق کو سزا

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ مدینہ میں ایک یہودی اور ایک منافق (جس کا نام بشر تھا) کے مابین کسی معاملہ میں جھگڑا ہو گیا تو یہودی نے کہا کہ چلو اس کا فیصلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرائیں کیونکہ یہودی اپنے معاملہ میں سچا تھا، اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فیصلہ لانے کو کہا لیکن منافق (جو اسی معاملہ میں جھوٹا تھا) نے کہا کہ نہیں بلکہ اس کا فیصلہ یہودیوں کے سردار (کعب بن اشرف) کے پاس لئے چلتے ہیں، بالآخر فیصلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کے حق میں فیصلہ سنایا لیکن بشر منافق اس فیصلہ سے خوش نہ تھا اور یہودی سے کہا کہ چلو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس، ہمارے مابین فیصلہ وہ کریں گے، منافق کا خیال تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے مسلمان سمجھ کر فیصلہ میرے حق میں سنائیں گے، جب دونوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنا فیصلہ سنایا اور ساتھ ساتھ یہودی کے بیان سے یہ بھی حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کے حق میں فیصلہ سنایا ہے لیکن بشر منافق اس فیصلہ پر راضی نہیں ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کانوں میں یہ خبر پہنچتے ہی آپؓ نے تلوار نکالی اور منافق کا سر تن سے جدا کر دیا اور فرمایا کہ جو شخص اللہ اور اس کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر راضی نہ ہوا اس کا فیصلہ یہی ہے مقتول کے ورثاء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قتل کا دعویٰ کیا کہ وہ تو صرف اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے کہ شاید اس کے حق میں فیصلہ کرے، یہ وجہ نہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے انکار کر دیا تھا تو اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

طاغُوت سے مراد

اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا:
طاغُوت وہ چیز ہے جو قرآن کریم سے ہٹائے جبکہ قرآن کریم ہی اصل مرکز ہے اور روح المعانی میں الطَّاغُوْت سے مراد یہاں پر کعب بن اشرف لیا ہے لیکن طاغُوت عام طور پر غیر اللہ کیلئے بولا جاتا ہے۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ طاغوتی نظام سے شیطان اور کعب بن اشرف جیسے موذی لوگ مراد لیتے ہیں یعنی طاغوت ہر وہ سرکش قوت ہے جو لوگوں کو گمراہ کرتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس زمانے میں بڑے بڑے طاغوت قیصر و کسریٰ تھے جنہوں نے لوگوں کو غلام بنا رکھا تھا، پس شیطان ان لوگوں کو اپنی طرف گھسیٹے گا وہ تو چاہتا ہے کہ انہیں بہکا کر دور لے جائے۔

اپنے تنازعات قرآن وسنت کے مطابق حل کرانا

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا: جب انہیں دعوت الی اللہ و الی الرسول دی جاتی ہے تو پیچھے ہٹتے ہیں، معلوم ہوا کہ یہ منافق ہیں، بظاہر دعویٰ اسلام کا اور دل میں انکار کرتے ہیں، یہ نفاق ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ محاکمة اِلَى الطَّاغُوْت لے جانے والے منافق ہیں تو چاہئے کہ اپنے تنازعات قرآن وسنت کے مطابق حل کرائیں نہیں تو پھر تم بھی طاغوت کے پیروکار بن جاؤ گے اور منافقوں کی طرح ہو جاؤ گے۔

بدنیت لوگ محاکمة اِلَى الطَّاغُوْت کے نتائج بھگتتے ہیں

فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّ تَوْفِيْقًا: جب محاکمة اِلَى الطَّاغُوْت کیا تو نتائج اس کے بھگتنے پڑیں گے کیونکہ محاکمة اِلَى الطَّاغُوْت میں نقائص اور معائب کا ہونا لازمی ہے اور جب وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو نہیں مانتے اور اپنی رائے پر فیصلہ کر لیتے ہیں اور انہیں اس فیصلہ سے

نقصان پہنچتا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ ہماری نیت خراب نہ تھی، ہم نے چاہا کہ گھر ہی میں فیصلہ کرلیں نہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہیں اب جو فیصلہ ہوا اس میں نزاع بن گیا لیکن یہ منافق مکروفریب کرتے ہیں اور اپنے کئے ہوئے پر نادم نہیں ہوتے اور نہ مکروہ عزائم سے باز آتے ہیں اَوَ لَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَ لَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ (التوبة:۱۲۶) وہ ہر سال میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ آزمائے جاتے ہیں یعنی ان کے نفاق کی قلعی کھل ہی جاتی ہے لیکن یہ بے ایمان اپنی دشمنی سے باز نہیں آتے اور نہ ان پر کچھ اثر ہوتا ہے پھر بھی وہ توبہ نہیں کرتے اور نہ نصیحت حاصل کرتے ہیں یعنی یہ لوگ جھوٹی قسمیں کھا کر تیرے پاس آتے ہیں، ان کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم پر شبہ نہ کیا جائے جبکہ یہ لوگ منافق اور بے ایمان ہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ (المنافقون:۱) یعنی موافقة بين الطرفين ہم کو تو سوائے بھلائی اور باہمی موافقت کے کوئی غرض نہ تھی۔

منافقین سے اعراض

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ عِظْهُمْ: اصل میں منافقین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا اور فیصلہ قرآنی کرانا نہیں چاہتے تھے اس واسطے ان کی نیت بری تھی، اللہ کو یہ چیزیں معلوم ہیں، اس وجہ سے اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ ان سے اعراض کریں، ان کی سزا اور مؤاخذہ سے، ان سے ظاہری تعلق رکھیں، دل کا حال اللہ کے سپرد کریں، ان کو نصیحت کر کے اور ان کو اپنے عیوب سے باخبر کردیں اور ہر آدمی سے اس کے بقدر ضرورت و حیثیت کلام کریں۔

قول بلیغ اختیار کرنا

وَ قُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا ۢ بَلِيْغًا: مطلب قول بلیغ ان کے دل تک پہنچ جائے باقی ان سے بحث نہ کی جائے، فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ تمہارا فرض ان تک قول بلیغ پہنچانا ہے باقی اُن کا کام ہے اور بات بھی ایسے انداز میں کریں کہ ان کے دل اس کو قبول کریں یعنی پُر اثر بات ہو، تاکہ ان کا دل جلد قبول کرے اس لئے کہ نبیوں کا طریقہ تبلیغ یہی ہے کہ وہ مخالفین کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آئیں تاکہ وہ ان کے بہترین اخلاق سے اور سچی بات سے متاثر ہو کر راہ راست پر آجائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فصل خصومات نہ کرانا نفاق ہے

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے فصل خصومات کے لئے بھیجے گئے ہیں اور تم فصل خصومات نہیں کراتے تو یہ نفاق ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہی اس لئے ہے کہ تمہیں خدا کے پیغام سے سیدھا راستہ سمجھائیں، تمہاری مشکلات سلجھائیں اس لئے نہیں بھیجے گئے کہ تم ان کی مخالفت کرو اور ان کی نافرمانی کرو۔

بِاِذْنِ اللّٰهِ کی تفسیر

بِاِذْنِ اللّٰهِ کی تفسیر بعض مفسرین نے یہ کی ہے کہ میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وہی آدمی کرسکتا ہے جس کو میں نے توفیق دی ہے بِاِذْنِ اللّٰهِ ای بتوفیق اللّٰہ تو اس واسطے فرمایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرنا محبت کی علامت ہے مگر جس میں تابعداری نہیں اس میں محبت نہیں اور ہم نے کسی کو رسول نہیں بھیجا مگر اس واسطے کہ اللہ کے حکم سے اس کی تابعداری کی جائے۔

توبہ کی اہمیت

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا: ظلم یہی ہے کہ محاکمۃ اِلَى الطَّاغُوْت کیا اگر محاکمہ اِلَى الطَّاغُوْت کے بعد بھی ندامت وعفو کی طلب کے ساتھ آپ کے دربار میں آجاتے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ معاف کر دیتے اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ خطا سے رجوع ہی نہ کریں اس لئے داعی اپنی دعوت اولیٰ پر فقط اکتفا نہ کرے بلکہ بار باران کو دعوت دیتا رہے تاکہ وہ توبہ کرنے پر آمادہ ہو جائیں لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور نہایت مہربان پائے گا، وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (آل عمران: ۱۳۵) دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے: وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (محمد: ۱۹) اس لئے فرمایا کہ اگر وہ لوگ آپ کے پاس آجائیں اور گناہوں کی معافی طلب کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی معافی کی درخواست کریں تو وہ ضرور قبول ہوگی تو معلوم ہوا کہ بندہ اگر کسی نیک آدمی اور پرہیزگار آدمی سے دعا کرائے تو وہ قابل قبول ہوگی۔

بیعت بھی توبہ ہے

لوگ جو اس زمانے میں مرید ہوتے ہیں وہ بیعت بھی یہی توبہ ہے اور مرشد ان کی طرف سے توبہ بھی کریں اور اس شخص کی لیاقت کے موافق ارشاد و ہدایت بھی کرے، بس آدمی سچی توبہ کرے، فرائض وواجبات اور سنتوں پر عمل کرے اور منہیات سے اپنے آپ کو بچائے تو بیعت فائدہ مند ہوگی۔

نبی کی محدود اور لامحدود اطاعت

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا: یہاں سے تحدید اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے یعنی محاکمہ اور اطاعت میں ایسا سرگرم ہونا چاہئے کہ سر کٹانے کو تیار ہو جائیں، آئندہ یہ غلطیاں نہ کرنا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں تو سارے جھگڑے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں لائیں یہاں سے فیصلہ کروائیں اگر ان کے حکم کی تعمیل نہ کریں تو مومن نہیں ہو سکتے ہر چیز آپ کی تعمیل کے لئے چھوڑنی پڑے گی، ورنہ ایمان پورا نہ ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی مومن نہ ہوگا جب تک کہ اس کی خواہش نفسانی اس امر کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لایا ہوں، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر جہاد پر جانے کا حکم کریں تو جان ہتھیلی پر رکھ کر پیش کریں، کسی قسم کا خوف اور پس وپیش نہیں کرنا چاہئے اور نہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی رکھے اور جو حکم ملے اسے خوشی سے بجالائے۔

مذہب اسلام کیا چیز ہے؟

اسلام اس مذہب کا نام ہے جس کے اندر وہ تمام احکام الٰہی صحیح سالم بلاکم وکاست موجود ہیں جو کہ آج سے تیرہ صدیاں پہلے سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے تھے بخلاف دیگر مذاہب کے ہاں آج وہ تعلیمات محفوظ نہیں ہے جو کہ بانیان مذاہب نے دی تھی لہٰذا بحمد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس بات پر فخر اور ناز ہے اور وہ اس کو اپنی سعادت عظمٰی خیال کرتے ہیں کہ ان کے دین کو صحیح معنی میں دین الٰہی کہا جاسکتا ہے اس لیے مسلمانوں کے ہاں یہ بات بھی مانی ہوئی ہے کہ جو شخص اس دین کی مخالفت کرے گا وہ خدائے قدوس وحدہ لاشریک لہ کا مخالف کہلائے گا۔

مسلم کون ہے؟

مسلم کا لفظی ترجمہ اسلام قبول کرنے والا ہے یعنی جو شخص اس بات کو تسلیم کرلے کہ مذہب اسلام کے مجموعہ احکام الٰہی کو سچا مانتا ہوں اور انہی کو اپنی زندگی میں دستورالعمل بنائے رکھوں گا وہ مسلمان ہے۔

کافر اور فاسق کا اصطلاحی فرق

جو شخص مجموعہ احکام الٰہی جنہیں قرآن مجید یا ارشادات نبویہ میں ضروری قرار دیا گیا ہے یا بعض احکام ربانی کے ماننے یا ان کو اپنا دستورالعمل بنانے کا منکر ہو اس کو کافر کہا جاتا ہے اور جو شخص زبان سے ان کی حقانیت تسلیم کرے اور عملی جامہ پہنانے کا منکر تو نہ ہو لیکن حرص مال یا حب جاہ یا خواہشات نفسانی میں غرق ہونے کے باعث احکام الٰہی کو عمل میں نہیں لاتا اس کو فاسق کہا جاتا ہے۔

آپ کی اطاعت ہر حال میں ضروری ہے

وَ لَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ وَ لَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَشَدَّ تَثْبِيْتًا : اگر ہم ان کو حکم کرتے تو وہ اس کو سر تسلیم خم کرکے قبول کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کی تابعداری ضروری ہے یعنی جس حد تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے جائیں تو جاؤ، یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محاکمہ کی تحدید کہ انہیں قتل نفس کا حکم دیا جائے تو دریغ نہ کرے، جہاں بٹھائیں بیٹھ جاؤ، جہاں سے ہٹائیں ہٹ جاؤ، حکم کی تعمیل کریں اور اسی طرح اگر تمہیں حکم کریں کہ اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو انکار نہ کرو بلکہ اس پر عمل کرو، بدقسمت لوگ ان پر عمل نہیں کرتے ورنہ کامیابی اسی میں ہے۔ قَلِيْلٌ سے مراد منافقین ہیں نہ کہ انصار ومہاجرین، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو سلمہ کو ایک دفعہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کا حکم دیا اور فرمایا دیارکم تکتب آثارکم (المسلم: ٦٥٥) یہ ان کیلئے اور ان کے ایمان کیلئے زیادہ مفید ہوتا یعنی ایمان کو خوب محقق وثابت ہونے کیلئے بہتر ہوتا اور اسی طرح دین میں زیادہ ثابت قدم ہوتا، اس لئے کہ دین میں سخت ہونا ثابت قدم ہونے کی دلیل ہیں۔

اللہ ورسولؐ کی طرف محاکموں کیلئے رجوع کرنے والوں کے لئے اجر عظیم

وَّ اِذًا لَّاٰتَیۡنٰهُمۡ مِّنۡ لَّدُنَّاۤ اَجۡرًا عَظِیۡمًا: اگر اس درجہ میں رضائے الٰہی و رضائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں فنا ہو جاتے تو ان کو اجر عظیم ملتا اب بھی جو کتاب وسنت کے مطابق فیصلہ کرائیں، اس وعدہ کے مستحق اور محمود ہیں اور جو نہ کرائیں تو اس کی دنیا بھی گئی اور آخرت بھی گئی۔

صراط مستقیم پر چلنے والوں کے لئے دنیا وآخرت میں کامیابی

وَّ لَهَدَیۡنٰهُمۡ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا: صراط مستقیم پر چلنے میں ہم ان کی دستگیری فرماتے، حدیث میں ہے کہ من عمل بما علم ورثه الله علم مالم یعلم یعنی جس نے علم پر اس قدر عمل کیا جتنا اس نے جانا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کو ایسی چیز کا علم دے دیں گے جو وہ نہیں جانتا تھا تو صراط مستقیم پر چلنے والے دنیا وآخرت میں دونوں مقامات پر کامیاب وکامران ہیں وَالَّذِیۡنَ اهۡتَدَوۡا زَادَهُمۡ هُدًی وَّاٰتٰهُمۡ تَقۡوٰهُمۡ (محمد: ۱۷) ہدایت کے راستے پر چلنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت میں اضافہ ہے۔

اعمال کی چار نوعیتیں نبوت، صدیقیت، شہادت، صالحیت

وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَیۡهِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیۡقِیۡنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیۡنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیۡقًا: اب بھی جس درجہ میں کوئی مطیع وفرمانبردار ہوگا وہ اسی درجہ کے مقبولین بارگاہ الٰہی میں شامل ہوگا، اعمال کی نوعیت نبوت، صدیقیت، شہادت، صالحیت کی ہوتی ہے، صدیق علمی قوت اور نکتہ نگاہ میں اقرب الی الرسول ہوتا ہے اور شہید عملی قوت میں اقرب الی الرسول ہوتا ہے، صدیق کی عملی قوت اس کی علمی قوت کے تابع ہوتی ہے، ظہور اس کی قوت عملی کا ضرورت کے وقت فوراً ہوجاتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ مانعین زکوٰۃ کے معاملہ میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے عملی قوت میں درجہ دوم پر ہیں مظاہرہ کیا عملی قوت کا تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اینقص الدین وانا حیّ ہاں! صدیق رضی اللہ عنہ اپنی عملی قوت پر قابض وضابط تھے۔

ایک سوال کے جواب میں ارشاد

غزوہ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے کے وقت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا فیصلہ نتائج

کے لحاظ سے بہتر تھا، ورنہ حضرت عباسؓ بھی قتل ہو جاتے، عبداللہ بن ابیؔ نے حضرت عباسؓ کو اساریٰ بدر میں آتے وقت کرتہ پہنایا پھر رحمۃ للعالمینؐ نے بھی اپنی شان دکھائی۔

صالحیت کے مدارج مختلفہ: دو چراغوں کی مثال

صالح قوت علمیہ وعملیہ دونوں میں صدیق وشہید سے کم ہوتا ہے اوراس کمی کے بھی مختلف درجات ہیں لاتعد ولا تحصیٰ ولا یعلمہا الا اللہ بالقوۃ نبی اورصدیق میں مشابہت تامہ ہوتی ہے، بالفعل نبوت میں نبی کو حاصل ہوتی ہے بالقوۃ صدیق میں، میں مثال دیتا ہوں دو چراغ ہوتے ہیں دونوں میں استعداد جلنے اورروشنی کی ہوتی ہے ایک کو دیا سے جلا کر روشن کر دیا جاتا ہے، دوسرا ویسا رہتا ہے اگر دیا سے جلایا جائے تو وہ بھی اس طرح روشنی پھیلائے۔

صالح کس کو کہتے ہیں؟

آپ پھل وہ پسند کرتے ہیں جو سالم ہوں یعنی جس میں کوئی داغ نہ ہو مثلاً آم اگر ۴/۵ حصہ اچھا اور ۱/۵ حصہ سڑا ہو تو آپ لائیں گے؟ میرے خیال میں آپ کبھی نہیں لائیں گے، آپ کو آم سالم چاہئے، اسی طرح صالح وہ ہے جس کا تعلق بالخالق اور تعلق بالمخلوق دونوں درست ہوں، صالح فقط پانچ وقتہ نمازی نہیں نہ فقط روزہ دار ہے فقط زکوٰۃ دینے والا بھی نہیں فقط حج کرنے والا نہیں فقط تہجد گزار بھی نہیں صالح بننے کے لئے اور کچھ بھی ضروری ہے اور وہ تعلق بالمخلوق ہے، گھر جا کر اس آئینہ میں چہرہ دیکھئے کہ کس کس سے تعلق درست ہے؟ نفس نہیں مرتا، یہ تعلق درست نہیں ہونے دیتا، بھائی اور بہن آپ سے نہیں بولتے تو آپ بھی ان سے نہیں بولتے، وہ آپ کے گھر نہیں آتے تو آپ ان کے ہاں نہیں جاتے اور کہتے یہ ہیں کہ ہم بھی اسی باپ کے بیٹے ہیں، کیا یہ ہم سے زیادہ معزز ہیں؟ یہ شیطانی الفاظ ہیں، جو آپ کے منہ سے نکلتے ہیں، خوف خدا ہو تو ہر ایک سے اپنا معاملہ درست کرنے کی فکر ہوتی ہے۔ پھر انسان اس شعر پر عمل کرتا ہے۔ ع تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

پھر یہ سمجھتا ہے کہ وہ آئیں یا نہ آئیں ہمیں ضرور جانا چاہیے، وہ ہمیں پوچھیں یا نہ پوچھیں ہم ضرور پوچھیں گے، چوتھے درجہ میں پاس ہونے کی یہ شرط ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں بھلے مانس ہونے کا اور معیار ہے، ہمارا اور معیار ہے جو نماز نہیں پڑھتے ہم ان کو بھی بھلے مانس اور نیک کہتے ہیں، ہمارے بھلے مانسوں کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی قدر نہیں۔

انتقال نبی علیہ السلام مسئلہ خلافت، مانعین زکوٰۃ، تینوں میں صدیق کی استقامت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے استقامت دکھائی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تلوار لی اور دروازے پر کھڑے ہوئے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی استقامت نے اسلام کو بچالیا، یہ بڑے امتحان کا وقت تھا اور اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ڈگمگائے نہیں من کان یعبد اللہ فان اللہ حی لایموت ومن کان یعبد محمداً فإن محمد قد مات(سنن ابن ماجہ:۱٦۲۷) جو محمد کو پوجتا ہے تو محمد وفات پاگئے اور جو اللہ کو پوجتا ہے وہ تو زندہ ہے، کبھی نہیں مرے گا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی سنبھل گئے، ٹولیاں بنا کر جگہ جگہ سر پکڑے بیٹھے رہے، حضرت صدیق اکبرؓ آئے، چہرے سے چادر ہٹائی بوسہ دیا اور باہر نکلے الصبر عندالصدمۃ الاولی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کوئی معمولی صدمہ نہیں پہنچا مگر انہوں نے برداشت سے کام لیا۔

صدیق وفاروق کا فرق امتیازی

صبر واستقلال وضبط جیسا پیغمبر میں ہوتا ہے صدیق ان میں اقرب الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے اور جس کی طبیعت میں جلال غالب ہو اس سے معاملہ خراب ہو جاتا ہے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ وفاروق رضی اللہ عنہ کا فرق امتیازی، یہ مضامین لطیفہ ہیں عوام کے سامنے پیش کرنے کی چیزیں نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بھی فرق محسوس کر رہے تھے ثقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا خلافت کے لئے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی صدیق کے ہاتھوں کو پکڑ کر جلدی بیعت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس طرف اشارات کئے تھے وہ ٹھیک تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا، آپ علماء ہیں ان چیزوں کو سمجھ سکتے ہیں عوام نہیں۔

صدیق کی فراست نے اسلام کو بچالیا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی موت کا یقین تھا لیکن غم میں مغلوب ہوگئے یہ پہلا مسئلہ تھا وصال کے بعد جس نے اسلام کو بچالیا دوسرا خلافت کا تیسرا مانعین زکوٰۃ کا تینوں میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فراست نے اسلام کو بچالیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے جذبہ شہادت کی مثال

بعضوں کا جذبہ شہادت قوت سے فعل میں آ جاتا ہے۔ بعضوں کا مآل کے لحاظ سے فعل میں نہیں آتا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے جھنڈے کے نیچے ہزاروں سپاہی شہادت کے جام پی گئے اور خود حضرت خالد رضی اللہ عنہ جب وصال پا رہے تھے متحیر تھے کہ کہاں خالدؓ اور کہاں گھر کی موت، اب یقیناً اس کا درجہ شہادت کا ہے شہادت ایک ایسا مقام ہے کہ اپنی سب چیزوں کو اللہ کی رضا میں فنا کر دیا جائے۔

مقبولین کی معیت: سید احمد شہیدؒ و اسماعیل شہیدؒ کا مقام

یہ چار مقبولین بارگاہ الٰہی کے مدارج ہیں، معیت ان کے ساتھ ہوگی، حضرت سید احمد شہیدؒ و اسماعیل شہیدؒ نے جانیں خدا کی راہ میں پیش کیں، یہ مقام ان شہیدوں کا ہے جو پچھلے شہداء نے پیش کیں، اس لئے یہ حضرات بھی انہی شہداء کی معیت میں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کی قوت و استعداد کے مطابق جانتا ہے

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا: اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اس شخص میں کیسی قوت و استعداد رکھی گئی ہے اور اس نے کس نوع کے مطابق کام کئے، اس لئے انہیں کے ساتھ رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اس کے اعمال میں کس قسم کی خوشبو ہے شہید کی یا نبی کی، صالح کی یا صدیق کی پھر اُنہی کے ساتھ ان کو رکھے گا۔

رکوع 10

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ

اے ایمان والو! اپنے ہتھیار لے لو پھر جدا جدا فوج ہو کر نکلو

اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿۷۱﴾ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ج

یا سب اکٹھے ہو کر نکلو۔اور بے شک تم میں بعض ایسا بھی ہے جو لڑائی سے جی چراتا ہے

فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ

پھر اگر تم پر کوئی مصیبت آ جائے تو کہتا ہے اللہ نے مجھ پر فضل کیا کہ

لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿۷۲﴾ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ

میں ان لوگوں کے ساتھ نہ تھا۔اور اگر اللہ کی طرف سے تم پر فضل ہو تو

مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ

اس طرح کہنے لگتا ہے کہ گویا تمہارے اور اس کے درمیان دوستی کا کوئی تعلق

مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾

ہی نہیں کہ کاش میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو بڑی مراد پاتا۔

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ

سو چاہیے کہ اللہ کی راہ میں وہ لوگ لڑیں جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے

الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ط وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ

بدلے بیچتے ہیں اور جو کوئی اللہ کی راہ میں لڑے پھر مارا جائے

أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٧٤﴾ وَمَا لَكُمْ

یا غالب رہے تو اسے ہم بڑا ثواب دیں گے۔ اور کیا وجہ ہے کہ

لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ

تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں اور

الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا

عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کہتے ہیں اے ہمارے رب!

أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا ج وَاجْعَلْ لَنَا

ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور ہمارے واسطے

مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا ۙ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ط ﴿٧٥﴾

اپنے ہاں سے کوئی حمایتی کر دے اور ہمارے واسطے اپنے ہاں سے کوئی مددگار بنا دے۔

الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ج وَالَّذِينَ

جو ایمان والے ہیں وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو

كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا

کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں سو تم شیطان کے

أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ ج إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ﴿٧٦﴾ ع

ساتھیوں سے لڑو بے شک شیطان کا فریب کمزور ہے۔

رکوع (۱۰)

خلاصہ: اشاعت قانون عدل میں قتال کی ضرورت بالخصوص مُسْتَضْعَفِیْن کی حمایت کے لئے ۔ (نویں رکوع تک اپنے مبلغین حق کی تکمیل کا پروگرام بتایا گیا اور دسویں رکوع سے سفر تبلیغ شروع ہوا۔)

ماخذ: (۱) فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ وَ مَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا (النساء: ۷٤)

ماخذ (۲) وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا (النساء ۷۵)

قانون عدل کی حفاظت واشاعت کے لئے قتال

اس سے ماقبل محاکمہ طاغوت کے مقابلہ میں قانون عدل آ چکا ہے ''وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ'' اب قانون عدل کے لئے قتال تک سے دریغ نہیں کیا جائیگا ، بالخصوص مُسْتَضْعَفِیْن کے لئے (ضعیف جماعتیں قانون کو سر آنکھوں پر رکھنا چاہتی ہیں لہٰذا مرکزی جماعت کو ضرور اس ضعیف جماعت کو چھڑانا ہوگا) ضرورت قتال سورۂ بقرہ کے مسائل ملک گیری میں عرض کر چکا ہوں اپنا مذہب ایسا پیارا ہوتا ہے کہ جان جائے مگر مذہب پر زد نہ آئے ، مذہب خواہ کتنا ہی غلط ہو، انسان مذہب کے نام پر دنیا میں جان دیتا ہے ایک تو اس بنا پر بھی اشاعت قانونِ عدل ضروری ہے، دوسرا ضعیف و مُسْتَضْعَفِیْن کو بچانے اور رہا کرنے کیلئے بھی ضروری ہے۔

ہتھیار لینا آزاد قوموں کا شیوہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا: اپنا ہتھیار بچا کر رکھنا یعنی ہتھیار لینا کوئی نیا اور انوکھا قانون نہیں بلکہ یہ آزاد قوموں کی عادت ہے، ہر پٹھان کے پاس کندھے پر تھری ناٹ تھری کی بندوق اور کارتوس کا گٹھ (میگزین) ساتھ ہوتا ہے، معلوم نہیں کہ کب قانون عدل کی اشاعت و حفاظت کے لئے لڑائی اور جنگ کی ضرورت آ جائے، اس آیت میں جنگ کے متعلق ہدایات ہیں کیونکہ اسلام اشاعت دین لازم قرار دیتا ہے وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ دین، دنیا میں زندہ نہیں رہ سکے گا اگر اشاعت دین نہ ہو۔

ہماری تبلیغ کا منشاء

اشاعت دین کیلئے مسلمان باہر جائیں گے ہماری تبلیغ کا منشا یہ ہوگا کہ شرک اور کفر چھوڑ دو اور اسلام اختیار کرو مذہب خواہ کتنا ہی باطل ہو جب اس کو کوئی شخص اختیار کر لیتا ہے، اس سے ہٹنے کو وہ اپنے دین کی توہین سمجھتا ہے اس لئے ممکن ہے کہ بعض اقوام بگڑ جائیں اور مبلغین کے قتل کا ارادہ کر لیں اس لئے مسلمان مبلغین مسلح ہو کر نکلیں حِذْرٌ سے مراد ہتھیار ہے۔

مظلوم مسلمانوں کو ظالم سے چھڑانے کے لئے قتال کی ضرورت

دوسری بات یہ ہے کہ قتال کی ضرورت اس لئے پڑے گی کہ مسلمین مُسْتَضْعَفِيْنَ غیر مسلم ظالم اقوام کے پنجے میں پھنسے ہوئے ہیں، ان کو چھڑایا جائے۔

لڑائی سے جی چرانے والے مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں

وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا: بعض تم میں سے ایسے ہیں جو لڑائی سے جی چراتے ہیں اور منافقین سے محبت کرتے ہیں اور اشاعتِ اسلام سے بھی جی چراتے ہیں، تبلیغ سے جی چرانا اپنے اوپر نفاق کا دھبہ لگانا ہے لیکن یہ منافق مسلمانوں کو اس طریقہ سے دھوکہ دیتے ہیں کہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم پر بہت بڑا انعام کیا ہے کہ ہم ان کے ساتھ حاضر تھے ورنہ ہم بھی ان کے ساتھ مصیبت میں شریک ہوتا۔ پس یہ لوگ وہاں حاضر نہ ہونے کو اپنی بے ایمانی سے اپنے اوپر انعامِ خداوندی تصور کرتے ہیں۔

منافقین کے حیلے بہانے

وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ

كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا : اگر اسلام نے فتح پائی تو بھولے بھالے بن کر کہتے ہیں کہ کاش! ہم بھی ساتھ ہوتے، اس بھولے پن میں کہتے ہیں گویا انہیں مسلمانوں کے جانے کا پتہ ہی نہیں تھا، سومیل دور تھے نہیں بلکہ ایک ہی علاقہ میں رہتے ہیں مگر اب بہانے کرتے ہیں، ان لوگوں کا ارادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ پہلے اس غرض کیلئے جا چکے ہیں انکے کام کا نتیجہ دیکھ لیں اگر نتیجہ شکست کی صورت میں ظاہر ہو تو کہہ دیں کہ خدا کا شکر ہے کہ ہم شکست خوردہ جماعت میں موجود نہ تھے، اگر جماعتِ حق کو فتح حاصل ہو تو حسرت کے ساتھ کہیں گے کہ کاش! ہم بھی ساتھ ہوتے اور مال غنیمت پاتے، حالانکہ ان لوگوں کا مقصود صرف مال غنیمت حاصل کرنا تھا نہ کہ رضائے الٰہی۔

مجاہدین خواہ قتل ہوں یا فتح پائیں دونوں حالتوں میں اجر عظیم کے مستحق ہیں

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ وَ مَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا: اب لڑیں گے کون؟ منافق تو رہے تو فرمایا لڑیں گے وہ جو يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ آخرت لیکر دنیا کی زندگی خدا کی راہ میں دیتے ہیں ان پر لازم ہے کہ پیغام حق کو لیکر ہر نوع کی مشکلات کے مقابلے کیلئے نکلیں، خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے خواہ قتل ہو جائیں یا فتح پائیں دونوں حالتوں میں اجر عظیم کے مستحق ہیں اور مغفرت پائیں گے۔

دونوں صورتوں میں فتح

دونوں صورتوں میں (جہاد میں قتل ہو جائیں یا فتح پائیں) تمہاری فتح ہوگی اور ثواب کے مستحق ہوں گے، ایسا ثواب اللہ تعالیٰ ان کو عطا فرمائے گا جو اُن کے وہم گمان میں بھی نہ ہوگا، حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کفالت کر لی اللہ تعالیٰ نے اس بندے کی جو اس کی راہ میں جہاد کرے، درآنحالیکہ اس کو اس کے گھر سے کسی اور بات نے نہ نکالا ہو سوائے اس کے راہ جہاد کرنے اور اعلائے کلمۃ اللہ کی تصدیق نے تو اللہ تعالیٰ نے اس بات کی کفالت کر لی کہ اس میں جنت میں داخل کرے گا، اس کو اس کے گھر میں جہاں سے نکالا تھا، مع ثواب یا غنیمت کے واپس کر دے گا، اسی طرح احادیث میں جان و مال سے شہید کو افضل فرمایا ہے، شہیدوں کے ثواب میں فرق ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ولولے اور جذبے کے ساتھ جہاد پر آمادہ کیا۔

سرفروشان اسلام کو کمزوروں کیلئے نکلنا

وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا: یہ بھی ترغیب ہے جہاد کیلئے کہ کیا وجہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد نہیں کرتے ان لوگوں کے واسطے جو بے بس ہیں یعنی مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر جو کہتے ہیں کہ اے اللہ! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں جو ہم پر ظلم کرتے ہیں، کافروں نے مسلمانوں کو مدینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے سے محبوس کر رکھا تھا اور ان کو طرح طرح کی اذیتیں دیتے تھے تا کہ دین اسلام سے پھر جائیں تو فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑو، حق پرستوں کی اس کمزور جماعت کی حمایت کیلئے سرفروشانِ اسلام کو میدان جنگ میں آنا لازمی ہوگا تا کہ وہ ان بیچاروں ضعیفوں کے واسطے لڑیں اور ان کو چھڑوا سکیں ان ظالموں سے، المومنون الذين هم تحت الكفار ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں اور میری ماں یعنی ام الفضل بھی مُسْتَضْعَفِيْنَ میں سے تھے، اور اے اللہ! ہمارے واسطے اپنے ہاں کوئی حمایتی پیدا کر دے اور ہمارے اپنے ہاں سے کوئی مددگار بنا دے تا کہ وہ ہم کو کافروں کے ظلم سے بچائے، پس اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی، چنانچہ یہ لوگ قید سے آزاد ہو کر مدینہ پہنچ گئے، فرمایا حق پرستوں کی اس کمزور جماعت کی حمایت کے لئے سرفروشان اسلام کو میدان میں آنا ہوگا۔

مومن دین کی سربلندی کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا: یہ بھی ترغیب الی الجہاد ہے یعنی مومن تو ہمیشہ اللہ کے دین کو سربلند کرنے اور دنیا میں امن و امان قائم کرنے کے لئے جہاد کرتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر و مددگار رہے، اس کے برعکس کفار اور مشرکین باطل کی خاطر لڑتے ہیں اس لئے مسلمانوں کو ان باطل پرستوں سے قتال کرنا چاہیے تا کہ دنیا سے باطل مٹ جائے اور اللہ کا دین حق اور اس کی توحید غالب ہو جائے۔

غازی کے نام میں رعب

غازی کے نام میں خدا نے رعب رکھا ہے کہ دشمن کے ہاتھ سے تلوار گر جاتی ہے خصوصاً ہمارے سرحدی پشاوری پٹھان کو دیکھیں ہندو بزدل ہیں، پٹھان روز چھرا لے کر بھینس گائے کو ذبح کرتے ہیں وہ کیا ڈریں گے، رحمان کی فوج شیطان کی فوج کے مقابلے میں غالب آئے گی، حق و باطل کی لڑائی میں فتح یقیناً حق کو ہوگی۔